بسم اللہ الرحمن الرحیم

اولٰئک ھم الراشدون فضلاً من اللہ ونعمة واللہ علیم حکیم

ترجمہ

ایسے ہی لوگ (کہ جن کے دلوں میں ایمان و اطاعت کی محبت اور کفر و معصیت کی نفرت راسخ ہو چکی ہو) اللہ کے فضل و انعام سے رشد و ہدایت والے ہیں اور اللہ تعالےٰ بڑا ہی علیم و حکیم ہے

تذکرہ علماء حق

یعنی سلسلہ خاندان ولی اللّٰہی کے چوالیس نفوس قدسیہ کی مکمل سوانح حیات، حکایات کرامات، منظومات اور ان کے ارشادات، ملفوظات، مکتوبات نیز ان کے مجرب و مؤثر عملیات کا نادر مجموعہ

مرتبہ: اعجاز احمد خاں سنگھانوی ایم اے

مکہ پبلشنگ کمپنی
چوک اردو بازار ◎ لاہور پاکستان

پیشِ لفظ

ماضی قریب کے ایک مورخ کا قول ہے کہ "غازی اورنگزیب عالمگیر کی وفات سے چار سال قبل حکیم الامت العارف الامام ولی اللہ دھلوی کی ولادت سے ایک نئے شاہی خاندان نے جنم لیا۔ یہ شاہی خاندان مقبول مورخ موصوف اقلیم علم، علم و دانش کا تاجدار تھا۔ اور اس نے علمی و فکری دنیا میں جو انقلاب برپا کیا۔ اسے کسی صورت نظر انداز نہیں کیا جا سکتا"۔

قانون الٰہی کے مطابق شاہ صاحب کو اللہ تعالےٰ نے ایسے وقت میں دنیا میں بھیجا جب بہ حیثیت مجموعی پوری دنیا عجیب ذہنی کشمکش کا شکار تھی اور خاص طور برصغیر پر فکری اضطراب، داخلی بے نظمی اور خارجی طور پر مختلف قوموں کی للچائی ہوئی نظروں کی آماجگاہ بن چکا تھا اور دنیا کو ایک مجدد کی ضرورت تھی۔ اس پورے ظلمت کدہ میں تنہا شاہ صاحب کی ذات تھی جو سلطنت کے استحکام کے لیے سرگرم عمل تھی۔ تو دوسری طرف ملت کو فکری گمراہی سے بچانے کے لیے متحرک، نجیب الدولہ اور ابدالی کو خطوط لکھنا اور اس ملک کی حالت زار کی طرف توجہ دلانا شاہ صاحب کا عجیب کارنامہ ہے۔

علی گڑھ یونیورسٹی کے فاضل پروفیسر خلیق صاحب کا ذوق تحقیق بالآخر رنگ لایا اور شاہ صاحب کے سیاسی مکتوبات مولانا مرتضیٰ حسنؒ چاندپوری ناظم تعلیمات دیوبند کے ذاتی کتب خانے سے ان کو مل گئے۔ جنہیں امام الہند حضرت مولانا ابوالکلام آزاد کی خواہش پر مرتب کر کے چھپوا لیا۔ ان مکتوبات سے شاہ صاحب کی بصیرت کا اندازہ ہوتا ہے۔ اے کاش کہ احمد شاہ ابدالی معرکۂ پانی پت جیتنے کے بعد آئندہ انتظام کے معاملے میں بھی شاہ صاحب کے مشوروں پر عمل کرتے تو برصغیر کا نقشہ آج مختلف ہوتا۔ شاہ صاحب نے قوم کی فکری رہنمائی کے لیے جتنا سرمایہ چھوڑا ہے اس کی مثال ہی سے گی اور بالخصوص معاشی مسائل پر آپ نے مجددانہ انداز میں قلم اٹھایا جس کی اہمیت اور افادیت کا ایک زمانہ معترف ہے۔ کارل مارکس کی طرح اگر آپ کو نشر و اشاعت وسائل میسر آ جاتے تو ممکن ہے کہ کیمونسٹ بلاک معرض وجود میں نہ آتا لیکن یہ مسلمانوں کی بدقسمتی ہے کہ ایسا نہ ہو سکا۔ اور جہاں دنیا کی آبادی کا ایک بڑا حصہ کیمونزم کے سیلاب کی نذر ہو گیا۔ وہاں برصغیر بھی فکری افراتفری کا شکار ہو گیا۔

بہرحال ضرورت اس بات کی تھی اور ہے کہ شاہ صاحب کی شخصیت اور کردار اور آپ کے علوم و معارف اور تجدیدی کارناموں پر زیادہ سے زیادہ لکھا جائے اور نہایت اچھے انداز میں تاکہ آج کی پریشان دنیا اس حکیم الامت اور مجدد ملت کے افکار سے استفادہ کر کے "سوئے حجاز" رواں دواں ہو سکے۔

اس سے پیشتر بہت سے ارباب علم و قلم نے آپ کے متعلق قلم اٹھایا جس میں امام انقلاب مولانا عبیداللہ سندھی، مولانا مناظر احسن گیلانی، پروفیسر جیلانی اور مولانا غلام مصطفےٰ قاسمی جیسے نابغہ روزگار حضرات شامل ہیں۔ یہ کتاب جو اس وقت آپ کے پیش نظر ہے ہمارے مخلص کرم فرما جناب اعجاز احمد خان کے قلم کا شاہکار ہے موصوف لکھنے پڑھنے کا خاصا کام کر چکے ہیں اور کر رہے ہیں۔ آپ کے قلم سے اس ضخیم کتاب کے علاوہ تین صد علماء کی حکایات پر مشتمل ایک مسودہ تیار ہے جس کا نام "ساعتے با اولیاء" ہے۔ اسی طرح "جب اسلام کارفرما تھا" نامی کتاب بھی تیار ہے جو اسی موضوع پر معرکہ کی چیز ہے مولانا محمد یوسف دہلوی کی تقاریر چھپ کر خاص و عام کی خراج تحسین حاصل کر چکی ہیں۔

زیر نظر کتاب نہ صرف حضرت شاہ صاحب کے حالات پر مشتمل ہے بلکہ آپ کے خاندان کے چالیس نفوس قدسیہ کے حالات کا انکلو ہے آپ کے والد مرحوم کے ۱۶ اور ننھیالی سلسلہ کے ۶ بزرگوں کے علاوہ آپ کے صاحبزادے، پوتے اور بعض دوسرے عزیز شامل ہے۔

کتاب میں آپ کے خاندان کے متعلق نامور صوفیائے علماء اور مؤرخین کی آراء شامل کر دی گئی ہیں، جن سے "شاہان دہلی" کے اس نئے سلسلہ کی عظمت کا اندازہ ہوتا ہے۔

اعجاز صاحب نے ۶۲ چھوٹی بڑی کتابوں کے وسیع مطالعہ کے بعد جس عرق ریزی سے یہ کتاب ترتیب دی ہے اس پر وہ ملت کے شکریہ کے مستحق ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ میں مکی پبلشنگ کمپنی چوک اردو بازار لاہور کو بھی مبارک باد دیتا ہوں جس نے ایسی قیمتی متاع اور بے بہا پیشکش کے طور پر شائع کیا۔ میری دعا ہے کہ رب العزت اس ادارہ اور مصنف کی مساعی کو قبول فرمائے (آمین)

محمد عبیداللہ مدیر جامعہ اشرفیہ

لاہور

حالات نامور اجداد عالی

خاندان ولی اللّٰہی

۱ شمس الدین مفتیؒ	۹ شیخ حسینؒ
۲ کمال الدینؒ	۱۰ شیخ محمد مرادؒ
۳ عبدالملکؒ	۱۱ شیخ منصورؒ
۴ قاضی بدھاؒ	۱۲ شیخ معظمؒ
۵ قاضی قادنؒ	۱۳ شیخ وجیہ الدین
۶ شیخ کمال الدینؒ	۱۴ شیخ ابورضا محمدؒ
۷ شیخ محمودؒ	۱۵ شاہ عبدالرحیمؒ
۸ شیخ احمدؒ	۱۶ شاہ اہل اللہؒ

شیخ عبدالرّحیم کی ننھیال

۱ — شیخ محمّد طاہرؒ

۲ — شیخ محمّد حسنؒ

۳ — شیخ محمّد خیالیؒ

۴ — شیخ عبدالعزیزؒ

۵ — شیخ قطب العالمؒ

۶ — شیخ رفیع الدّینؒ

فہرست مضامین

خاندانِ عالی ولی اللّٰہی دہلوی

کے بارے میں

مورخین، علمائے کرام و صوفیائے عظام کے تاثرات

ا۔ جناب نواب صدیق حسن خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں :۔

وکلھم کانوا علماء نجباء حکماء فقہاء کاسلافھم واعمامھم کیف وھم من بیت العلم الشریف والنسب الفاروقی المنیف...... وکان بیتہ فی الھند کان بیتا علم الدین و ھم کانوا شیخ الھند فی العلوم النقلیۃ والعقلیۃ واصحاب الاعمال الصالحۃ وارباب الفضائل الباقیات لم یعھد مثل علمھم بالدین بیت واحد من بیوت المسلمین فی قطر من اقطار الھند

(ابجد العلوم صفحہ ۹۱۲)

اور اس خاندان (ولی اللّٰہی) کا ہر ایک فرد اپنے اسلاف اور اعمام کی طرح عالمِ دین، صاحب مرتبت، حکیم و فقیہ تھا۔ کیوں نہ ہوتا یہ حضرات علم و عمل میں یکتائے زمانہ ہونے کے ساتھ نسبِ عالی فاروقی کے بھی تو حامل تھے۔......... اس بیت العلم کے تمام افراد جملہ علوم نقلیہ و عقلیہ میں کامل ہونے کے ساتھ مشائخ وقت بھی تھے۔ حتیٰ کہ ہندوستان بھر میں کوئی ایک گھرانہ بھی اس خاندان ولی اللّٰہی کا ہم پلہ نہ ہو سکا۔

۲- جناب نواب سید صدیق حسن خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک دوسرے مقام پر تحریر فرماتے ہیں :-

وانصاف ایں است کہ اگر وجود او در صدر اول و زمانہ ماضی می بود امام الائمہ و تاج المجتہدین شمردہ می شود، ثنائے علمائے عصر و مشائخ آں برخے چنداں است، کہ ایں مختصر نقل آں رابر نمے تابد جمے بے شمار از حاشیہ بساط او تبحر تمام در علوم ظاہر و باطن حاصل نموذند و باعلائے مدارج کمالات صدری و معنوی فائز شدند خصوصاً اولاد و امجاد او کہ ہر یکے از ایشاں بے نظیر وقت و مزید دہر و وحید عصر در علم و عمل و عقل و فہم و قوتِ تقریر و فصاحت تحریر و تقویٰ و دیانت و امانت و مراتب ولایت بود و ہم چنیں اولادِ اولاد ع ،، ایں خانہ تمام آفتاب است ،، "وایں سلسلہ از طلائے ناب است "

(اتحاف النبلاء المتقین باحیاء مآثر الفقہاء المحدثین ص ۴۳۰)

۳- حضرت امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

" ——— پھر بارہویں صدی کا ایک عظیم ترین ظہور علوم و معارف دیکھو زمین بنجر ہو چلی تھی، پھر بھی کھیتوں کی سبزی اور چمنوں کی لالی سے کوئی گوشہ بالکل خالی نہ تھا بارہویں صدی کے تمام کاروبار علم طریقت کے اکابر و اساتذہ اسی صدی میں سر برآوردہ ہوئے۔ بعض بڑے بڑے سلاسل درس و تدریس کی بنیادیں اسی عہد میں استوار ہوئیں جیسے خاندان مشہور فرنگی محل اور ہندوستان سے باہر بلاد عربیہ و عثمانیہ میں اکثر مشاہیر علم و ارشاد جیسے شیخ ابراہیم کورانی، محمد بن احمد سفارینی النجدی، سید عبدالقادر کوکبانی، شیخ عمر فانی تونسی، شیخ سالم بصری، امیر محمد بن اسمٰعیل یمانی، شیخ عبدالخالق زبیدی، علامہ فانی صاحب،

"الیقاظ" شیخ محمد حیات سندھی المدنی وغیرہ کہ شاہ راہ علوم سے اپنی الگ راہ رکھتے تھے اور حقیقت مستورہ کے شناسا و حق آگاہ تھے۔ بایں ہمہ معلوم ہے کہ وہ جو دور آخر کے "فاتح" اور سلطان عصر ہونے کا مقام تھا اور قطبیت وقت کا وہ صرف حجۃ الاسلام شاہ ولی اللہ (رحمۃ اللہ علیہ) ہی کے لئے تھا اور لوگ بھی بیکار نہ تھے کام کرتے رہے مگر جو کام یہاں انجام پایا وہ صرف یہیں کے لئے تھا ؎

فیضی احسنت ازیں عشق کہ دوران امروز گرم دارد ز تو ہنگامۂ رسوائی را

تفہیمات میں اسی معاملہ کے معارف لکھتے ہوئے کہیں تو اپنی طرف بیگانہ وار اشارہ کر جاتے ہیں، کہیں کہیں جوش قلبی کی بے اختیاریوں میں صاف صاف لکھ گئے ہیں چنانچہ اپنے ترجمہ میں لکھتے ہیں۔ "بر سرم در دادند، کہ ایں حقیقت بمردم برساں کہ امروز وقت وقتِ تست و زمان زمانِ تو وائے بر کسے کہ زیر لوائے تو نہ باشد" ایک اور تفہیم میں یہ کیفیت زیادہ سرمستی کے ساتھ کھلی ہے۔

"فھمنی ربی انا جعلنٰک امام ھذہ الطریقۃ وسددنا طرق الوصول الی حقیقۃ القرب کلھا الیوم غیر الطریقۃ الواحدۃ وھو محبتک والانقیاد لک والسماء لیس من عاداک بسماء وبیت الارض علیہ بارض فاھل الشرق والمغرب کلھم رعیتک وانت سلطانھم علموا او لم یعلموا علموا فازوا وان جھلوا خابوا"

اس باب میں ان کے اشارات بے شمار ہیں۔ علی الخصوص تفہیمات میں کہ متعدد رسائل و مقامات اسی مقام کی شرح و تحقیق میں لکھے ہیں اور ان سب کے آخر میں ذوق باطن کے التہاب و اضطراب سے بے خود ہو کر اپنے معاملات کی طرف بھی اشارہ کر جاتے ہیں گویا ابو العلاء معری کا یہ شعر جا بجا نئے نئے پیرایوں میں ان کی زبان مترنم اور کلک تحدیث تک آ آ کر رہ جاتا ہے ؎

وانی وان کنت الاخیر زمانہ لآت بما لم تستطعہ الاوائل

از تذکرہ صفحہ ۲۴۴ — ۲۴۵

۴۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے نشر حدیث و فہم قرآن کے وہ وہ سامان بہم پہنچائے کہ جن کی بدولت مسلمانوں کے کان قال اللہ و قال الرسول سے حقیقی معنوں میں آشنا ہونے لگے۔ (تراجم علمائے حدیث ہند ص۲)

۵۔ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند تحریر فرماتے ہیں۔

"ہندوستان کی ان آخری صدیوں میں شاہ ولی اللہ دہلوی قدس سرہ ان کی نسبی اور حسبی اولاد کو یہ فخر حاصل ہے کہ انھوں نے اس سنّت و بدعت کی تفریق اور سنّت کے دائرے سے من گھڑت رسوم اور رواج کے اخراج کو آخر تک پہنچایا اور ان سارے اختراعات کو جنہیں دعویداران اِنَّا وَجَدْنَا اٰبَاءَنَا دین کے پردے میں پیش کر رہے تھے۔ دین کے مستحکم دلائل سے دفع کرنے کی عظیم مہم انجام دی۔ حضرت شاہ ولی اللہ کے دور میں یہ سعی عارفانہ رنگ سے نمایاں ہوئی ان کے فرزند جلیل شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں فلسفیانہ انداز سے سامنے آئی، ان کے پوتے شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں مجاہدانہ روش سے کھلی اور ان کے بعد جب دلی کی علمی مرکزیت ختم ہو کر دیوبند کی طرف منتقل ہوئی تو بانیان دارالعلوم دیوبند کے ہاتھوں علم و جہاد کے روپ میں آگے بڑھی اور آخر کار دیوبند کے فیض یافتہ فضلاء کے ہاتھوں اس نے جماعتی اور اجتماعی صورت اختیار کر کے ہند و بیرون ہند میں پرے جما دیئے دارالعلوم دیوبند کے فضلاء متقدمین میں سے ہوں یا متاخرین میں سے اور پھر اُن سے مستفیدین اگلے ہوں یا پچھلے جو ہندوستان و پاکستان، افغانستان و ترکستان، برما و انڈونیشیا، حجاز و عراق میں لکھوکھا کی تعداد میں پھیلے ہوئے ہیں، ان کے کام کا مرکزی نقطہ یہی سنت و بدعت کی تفریق اور یہی دین اور غیر دین کا امتیاز واضح کرنا ہے۔"

(راہِ سنّت)

۷۔ حضرت امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری نے ۳ مارچ ۱۹۳۹ء کو تقریر کرتے ہوئے فرمایا۔

○ "میں ان علمائے حق کا پرچم لیئے پھرتا ہوں جو ۱۸۵۷ء میں فرنگیوں کی تیغ بے نیام کا شکار ہوئے تھے۔ رب ذو الجلال کی قسم مجھے اس کی کچھ پرواہ نہیں کہ لوگ میرے بارے میں کیا سوچتے ہیں۔ لوگوں نے پہلے ہی کب کسی سرفروش کے بارے میں راست بازی سے سوچا ہے۔ وہ شروع سے تماشائی ہیں اور تماشا دیکھنے کے عادی۔ میں اس سرزمین میں مجدد الف ثانیؒ کا سپاہی ہوں۔ شاہ ولی اللہؒ اور ان کے خاندان کا متبع ہوں، سید احمد شہیدؒ کی غیرت کا نام لیوا اور شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کی جرأت کا پانی دیوا ہوں، میں ان پانچ مقدمہ ہائے سازش کا پابہ زنجیر صلحائے امت کے لشکر کا ایک خدمت گذار ہوں، جنہیں حق کی پاداش میں عمر قید اور موت کی سزائیں دی گئی ہیں۔ ہاں! ہاں! میں انہی کی نشانی ہوں، انہی کی صدائے بازگشت ہوں، میری رگوں میں خون نہیں آگ دوڑتی ہے میں علی الاعلان کہتا ہوں کہ میں قاسم نانوتویؒ کا علم لے کر نکلا ہوں میں نے شیخ الہندؒ کے نقش قدم پر چلنے کی قسم کھا رکھی ہے۔ میں زندگی بھر اسی راہ پر چلتا رہا ہوں اور چلتا رہوں گا۔ میرا اس کے سوا کوئی موقف نہیں، میرا ایک ہی نصب العین ہے اور وہ برطانوی سامراج کی لاش کو کفنانا یا دفنانا۔ ہر شخص اپنا شجرہ نسب ساتھ رکھتا ہے میرا یہی شجرہ نسب ہے میں سر اونچا کر کے فخر کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ میں اسی خاندان کا ایک فرد ہوں۔

(شاہ جی کے علمی و تقریری جواہر پارے صہ ۸۱)

۷۔ مولف حیات ولی نے ایک مورخ کا یہ تاثر نقل کیا ہے:۔

"جناب شاہ ولی اللہ صاحب کے خاندان کے علم وفضل کی آوازیں ہندوستان کی چہار دیواری سے نکل کر مسلمانوں کے ممالک روم وشام وغیرہ میں پہنچتی تھیں، اور جس مسئلہ میں مکہ مدینہ کے علماء میں جھگڑا ہوتا تھا وہ ثالث بالخیر شاہ ولی اللہ صاحب اور شاہ عبدالعزیز کو بناتے تھے۔ ملا رشیدی مدنی اور شاہ عبدالعزیز سے جو خط وکتابت ہوئی ہے اس سے ہم اپنے دعوے کی سند دے سکتے ہیں، ایک خط میں ملا رشیدی نے یہ لکھا ہے "شاہ صاحب آپ کا کچھ ایسا اثر بلاد اسلامیہ میں ہوا ہے کہ جب کوئی فتویٰ دیا جاتا ہے اور علماء اس پر اپنی مہریں کرتے ہیں تو ہر شخص فتوے میں آپ کی مہر کا متلاشی رہتا ہے اور وہ فتویٰ جب تک اس پر آپ کی مہر نہ ہو زیادہ وقعت کی نظر سے دیکھا نہیں جاتا۔ اگر آپ یہاں تشریف لے آویں تو ہم لوگوں کے لئے بڑے افتخار کی بات ہے اور سلطان ترکی بھی آپ کی بہت بڑی عزت کریں۔" (حیات ولی)

۸۔ شاہ ولی اللہؒ اور ان کا خاندان علماء ومشائخ کے اس طبقے کا ہمخیال نہ تھا جو عالمانہ یا صوفیانہ مشاغل میں اس طرح مستغرق ہو جاتے ہیں کہ دنیوی ماحول ان کے لئے کوئی ہستی نہیں رکھتا۔ اس خاندان کو علم وعرفان کی قوی کشش کے باوجود واقعات سے بڑا لگاؤ رہا ہے اور وہ قوم کے دکھ درد میں برابر شریک رہے ہیں۔ (رود کوثر ۵۰۸-۵۰۹)

۹۔ شاہ ولی اللہؒ ایک مسلک وسط کے پالینے میں کامیاب ہوئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں کی فقہ بھی بچ گئی تصوف بھی تباہی سے محفوظ رہا قدیم علم کلام کی بنیاد پر ایک جدید علم کلام کی بنیاد ان کے ہاتھوں سے قائم ہو گئی۔ ــــ تقلید جامد کا وہ طلسم بھی ٹوٹ گیا جو تقلید کی کہنگی سے عموماً قائم ہو جاتا

ہے اور آزادئ رائے کے ساتھ تحقیقی تقلید کا ایک ایسا رنگ ان کے اور ان کے تلامذہ کے درس و تالیف نے پیدا کیا کہ ہر چیز اپنے اپنے طبعی مقام پر آکر ٹھہر گئی۔ (تذکرہ حضرت شاہ ولی اللہ ص۲۵-۲۶)

۱۰۔ مرہٹوں کے خلاف احمد شاہ ابدالی کو بلانے اور نجیب الدولہ کو شریک کرنے میں شاہ صاحب کا ہاتھ تھا۔ پانی پت کا میدان کارزار حقیقت میں شاہ ولی اللہ صاحب کا سجایا ہوا تھا۔ (پروفیسر خلیق احمد نظامی کا ریمارک)

۱۱۔ حضرت مولینا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے:۔

"ہمارے اساتذۂ دیوبند شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں کے شاگرد ہیں۔ ہم نے ان کا طریق نہایت تحقیق سے حاصل کیا۔ ہم افغانستان اور ترکی میں رہے۔ فقہاء حنفیہ میں اپنے مشائخ سے بہتر عالم کہیں نظر نہیں آئے۔ اس کے بعد ہم حجاز میں رہے۔ جہاں حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی موجود ہیں اور حنابلہ کی حکومت ہے اتفاقاً وہاں حنفیہ کو اچھی نگاہوں سے نہیں دیکھا جاتا۔ مگر ہم نے جب اپنا تعارف شاہ ولی اللہؒ کے طریقے پر کرایا علمائے حرمین کو ہمارے مسلک سے کوئی خصوصیت نہ رہی"

(الفرقان بریلی کا شاہ ولی اللہ نمبر۔ طبع دوم ص۳۳۸)

۱۲۔ حضرت مولنا فیروز الدین روحی صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

حضرت شاہ ولی اللہ نے ترجمہ کے علاوہ تفسیر بھی لکھی۔ اس کے علاوہ حدیث کی جتنی خدمت آپ نے انجام دی اور کسی نے نہیں دی۔ اور آج تک ہندوستان میں محدثین کا سلسلہ اسناد کسی نہ کسی طرح حضرت شاہ ولی اللہ امام الملت والدین تک ہی منتہی ہوتا ہے۔ حدیث پر آپ نے بہت سی کتابیں لکھیں۔ غرض حکیم الامت، حجۃ الاسلام، امام الہند شیخ الملت والدین

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے علم قرآن، علم حدیث، علم فقہ، تصوف کی وہ خدمات انجام دیں کہ رہتی دنیا تک ان کی یادگار رہے گا۔
(آئینہ صداقت ص۹ از مولانا فیروز الدین روحی)

۱۳۔ حضرت مولانا سید محمد یوسف صاحب بنوری رقم طراز ہیں:۔
"متحدہ ہندوستان کی سرزمین کی آخری علمی دوروں میں ایسی ایسی ہستیاں گذری ہیں جن کی نظیر دوسرے ممالک میں مشکل سے ملے گی۔ حضرت شاہ ولی اللہ، حضرت شاہ عبدالعزیزؒ۔ حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ، حضرت سید احمد بریلوی شہیدؒ، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، حضرت مولانا شیخ الہند محمود حسنؒ، حضرت مولانا خلیل احمدؒ، امام العصر مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ، ہر ایک اپنے زمانے میں علم ودین کے آفتاب وماہتاب تھے۔ انہی بزرگوں کے ہندوستان کے آخری علمی دور میں دو بڑے علم دین کے مرکز قائم ہوئے دہلی کے اُجڑ جانے کے بعد دوبارہ علمی بہار انہی مرکزوں کے ذریعہ آئی۔ (تجلیات رحمانی)

شیخ عبدالرحیم صاحب
کی
ددھیال

جناب شیخ شمس الدّین مفتی کی اولاد امجاد کا

شجرۂ نسب

نوٹ :- شمس الدین مفتی کے اگرچہ چند نامور فرزند اور بھی ہیں۔ لیکن کمال الدین مفتی کو سب پر ایک قسم کا تفوق ہے۔ باقی فرزندوں کے نام باوجود تحقیقات کے اب تک معلوم نہیں ہوئے۔

شیخ شمس الدین مفتی

(بن شیر ملک)

شیخ شمس الدین مفتی جناب شیر ملک بن محمد عطا ملک کے بیٹے تھے آپ نہایت ہی بزرگ اور فقیر طبیعت عالم و عابد شخص تھے۔ آپ کے انتہائے زیادہ بڑھے ہوئے زہد و عبادت کا چرچا گھر گھر پھیلا ہوا تھا۔ وہ تمام ربانی لیاقتیں اور روحانی قابلیتیں جو ایک خدا پرست اور ولی کامل میں ہونا چاہئیں وہ سب ان بزرگ شیخ میں بوجہ احسن پائی جاتی تھیں

آپ عربی النسل تھے۔ آپ نے ہندوستان آکر شہر رہتک میں سکونت اختیار فرمائی۔ آپ کی مقناطیسی شخصیت نے لوگوں کو آہستہ آہستہ اپنی طرف مائل کرنا شروع کیا اور لوگ جوق در جوق مسلمان ہونے شروع ہو گئے۔ آپ نے رہتک میں ایک مدرسہ کی بنیاد ڈالی۔ مدرسہ قائم ہوتے ہی تعلیم کے شیدا طالب علم فیض حاصل کرنے کے لئے آنے لگے۔

آپ تفسیر، حدیث اور فقہ کے ساتھ ساتھ علم ادب اور انشا میں بھی بہت بڑا کمال رکھتے تھے۔

جب آپ کا آخری وقت قریب ہوا تو وصیت فرمائی کہ جب میری روح اس عنصری جسد سے جدا ہو جائے تو میری نعش کی تجہیز و تکفین بالکل اسی طریقے اور طرز پر ہونا چاہئے جو سنت سے ثابت ہے۔

تجہیز و تکفین کے بعد جنازہ کی نماز نہایت خشوع اور متواضعانہ ہیئت سے ادا کی جائے۔

آپ کے انتقال کے بعد آپ کے صاحبزادے جناب شیخ کمال الدین مفتی آپ کے جانشین قرار دیئے گئے۔

شیخ شمس الدین مفتی کے اگرچہ چند نامور فرزند اور بھی تھے لیکن کمال الدین مفتی کو سب پر ایک قسم کا تفوق حاصل ہے۔ باقی فرزندوں کے نام باوجود تحقیق کے معلوم نہیں ہوئے۔ آپ خاندان ولی اللہی کے سب سے پہلے فرد ہیں جو ہندوستان آکر رہتک میں اقامت گزیں ہوئے۔

شیخ کمال الدین مفتی

(بن شیخ شمس الدین مفتی)

شیخ کمال الدین مفتی اپنے والد بزرگوار جناب شیخ شمس الدین مفتی کی وفات کے بعد ان کے جانشین ہوئے۔ آپ تقدس اور تمام شریفانہ عادات مہذبانہ اخلاق اور علم وفضل میں اپنے والد محترم کے بالکل قدم بقدم تھے حوصلہ مندی، بلند خیالی، روشن دماغی اور دقیق النظری میں جواب نہ رکھتے تھے۔ آپ کے مراقبات ومکاشفات اور خداداد تقدس کی ان اطراف میں بہت بڑی شہرت تھی۔ آپ کا اکثر وقت یا تو کتب بینی میں صرف ہوا کرتا تھا یا ریاضت ومجاہدہ میں

شیخ کمال الدین گو اکہرے بدن کے دبلے پتلے اور نحیف آدمی تھے۔ لیکن آپ کی متین اور وسیع پیشانی اس عظیم الشان نصیبے کی شہادت دیتی تھی جو آپ کو آئندہ حاصل ہونے والا تھا۔ خدا کی شان کہ تھوڑے ہی عرصہ میں آپ کو مقبولیت عام حاصل ہو گئی تھی کہ ان اطراف کے باشندوں کا بچہ بچہ آپ کا نام نہایت مقدس اور پاک الفاظ کے ساتھ زبان پر لاتا تھا۔

جب جناب شیخ کمال الدین مفتی کی زندگی کا پیمانہ لبریز ہوا اور آپ اس دنیائے فانی سے عالم باقی میں منتقل ہو گئے تو آپ کے بعد آپ کے

نہایت لائق اور ہونہار فرزند جناب قطب الدین صاحب اس معزز عہدے پر مقرر کئے گئے۔

افسوس ہے کہ شیخ قطب الدین صاحب کے حالات معلوم نہ ہو سکے ان کے انتقال کے بعد شیخ عبدالملک جانشین ہوئے۔

شیخ عبدالملک

(ابن شیخ قطب الدین)

شیخ عبدالملک جناب شیخ قطب الدین کے صاحبزادے اور شیخ کمال الدین مفتی کے پوتے تھے۔ آپ بڑے تیز ہوش اور ذہین وطباع شخص تھے۔ آپ نے وہ تمام کتابیں جو اس زمانہ میں درس میں شامل تھیں اپنے ہی خاندان کے ایک فاضل اجل اور علام سے بہت جلد نکال لیں۔ جب آپ معمولی اور رسمی علوم وفنون کی تحصیل سے فارغ ہوئے تو علم حدیث پڑھنا شروع کیا۔ آپ کو قرآن مجید سے بہت دلچسپی تھی اکثر اوقات اس کی تلاوت میں مشغول رہتے۔ اور حاضرین کو اس کے اسرار ونکات کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔ گویا یہ آپ کا وعظ تھا۔ جس کے ہر وقت مجلس گرم رہتی تھی۔ آپ کے لفظ لفظ سے سامعین کے دلوں پر ایک چوٹ سی لگتی تھی اور ان کے جسم کانپ اٹھتے تھے۔ ان پر ایک محویت اور بے اختیاری کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ اور اس حالت بے خودی میں آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے تھے۔

آپ اپنے وعظ میں توحید ورسالت اور اسلام کے بنیادی ارکان کی اہمیت اور ضرورت پر وعظ فرماتے۔ حقیقت میں یہ کام ایک بڑا ہی برتر اور اہم کام تھا جس کی تجدید آپ نے کی۔ اگرچہ ویسی کامیابی جو

درحقیقت اس کام میں ہونی چاہئے تھی۔ آپ کو حاصل نہیں ہوئی مگر پھر بھی آپ کی اس تلقین و تعلیم سے مسلمانوں کے عقیدے مضبوط ہو گئے اور ان کے خیالات میں بلندی پیدا ہو گئی۔

افسوس یہ ہے کہ آپ عین عالم شباب میں اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون ۵

حیف درچشم زدن صحبت یار آخر شد

روئے گل سیر ندیدیم وبہار آخر شد

شیخ عبدالملک کے عہد میں قضا واحتساب اور افتاء کے معزز عہدے اس خاندان کے لئے موروثی حقوق قرار دے دیئے گئے۔ اس لئے آپ کے انتقال کے بعد آپ کے لائق اور عزیز فرزند جناب قاضی بدھا نے اپنی موروثی ریاست اور خاندانی حقوق و تعلق کو محفوظ رکھنے کی غرض سے منصب قضا اختیار کیا اور مدت العمر تک مخلوق خدا کے متکفل اور نگراں رہے۔

جناب قاضی بدھا

(بن شیخ عبدالملک)

آپ کے والد کا نام شیخ عبدالملک تھا۔ والد محترم کے وصال کے بعد ان کے جانشین نامزد ہوئے۔ آپ نہایت فیاض اور خوش اخلاق تھے ہر شخص خواہ وہ کسی رتبہ کا آدمی ہوتا بغیر کسی ذریعہ تعارف کے ہر وقت آپ سے مل سکتا تھا۔ اور آپ جس تواضع اور خوش اخلاقی سے اس کے ساتھ پیش آتے۔ ملنے والا بہت عرصہ تک اس کا اثر اپنے دل میں محسوس پاتا۔

آپ نے ظاہری علوم و فنون اور دینی کتب کے مطالعہ کرنے میں زیادہ محنت نہیں کی۔ لیکن جو لوگ قلبی فراز و نشیب اور ضمیری قابلیتوں سے کسی قدر بھی واقفیت رکھتے ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ جن پاک نفوس کو فطرت کی باطنی قوتوں میں درک و مہارت اور اسکے پوشیدہ یا ان دیکھے جوہروں کا کسی درجہ علم ہوتا ہے۔ انہیں علمی ترقی میں زیادہ محنت کرنے کی ضرورت ہوتی ہے نہ کتب بینی میں زیادہ وقت صرف کرنے کی حاجت۔ جو طبیعتیں کہ فطری جوہروں کے نور سے روشن اور چمکدار ہو جاتی ہیں اور ان پر ربانی تجلیات کا عکس پڑ جاتا ہے وہ بغیر کسی محنت و جانکاہی کے حقائق ربانی کے سمجھنے میں ید طولیٰ رکھتی ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس بعض وہ طبائع جن میں مطالب

الہامی اور مقاصد ربانی اخذ کرتے اور ان سے مؤثر ہوتے کا کافی مادہ پیدا ہو جاتا ہے۔ کتب بینی اور سبق خوانی کی طرف زیادہ متوجہ نہیں ہوتیں بے شک یہ بات تسلیم کئے جانے کے قابل ہے کہ جو لوگ کتابی تعلیم حاصل نہیں کرتے ان میں اگرچہ مقاصد فہمی کی لیاقت پیدا ہو جاتی ہے لیکن پھر بھی وہ ایسے قابل نہیں ہوتے جیسے کتابی تعلیم حاصل کرنے والے۔ اس کے ساتھ ہی یہ امر بھی ماننا پڑے گا کہ محنت ایک ایسی چیز ہے جس سے غبی انسان بھی کچھ نہ کچھ فائدہ اٹھا ہی لیتا ہے۔ لیکن یہ بات قابل نوٹ ہے کہ لیاقت و قابلیت کتب بینی اور باضابطہ تعلیم حاصل کرنے میں ہرگز منحصر نہیں ہے بلکہ ایک ایسا شخص جس نے معمولی تعلیم سے اپنی ذات یا قوم کو فائدہ پہنچایا وہ اس تعلیم یافتہ سے زیادہ وقعت کی نگاہ سے دیکھے جانے کے قابل ہے جس نے علم میں بہت بڑا تبحر اور ملکہ حاصل کرنے کے بعد اس سے اپنی ذات یا ملک و قوم کی بہبودی نہیں چاہی۔

خلاصہ یہ کہ گو جناب قاضی بدھا صاحب زیادہ لکھے پڑھے نہ تھے لیکن آپ کی فراخ و خوبصورت پیشانی کی تابانی انسانی نظروں سے اس بات کا صاف پتہ دیتی تھی کہ اس معزز شخص کی دماغی قوتوں اور قلبی جوہروں کو فطرت کی طرف سے وہ حصہ ملا ہے جو ایک زبردست متبحر عالم جامع فنون کو بہت کم نصیب ہوا ہے۔

محترم قاضی بدھا صاحب کے انتقال کے بعد ان کے دو فرزند باقی رہے ایک کا نام قاضی قاسم تھا جو اپنے والد محترم کے جانشین اور خلیفہ مقرر کئے گئے، دوسرے شیخ منکن جو ان سے زیادہ علمی لیاقت اور باطنی قابلیت رکھتے تھے اور جو نسبتاً باطنی علم کا زیادہ حصہ قدرتی طور پر رکھتے تھے۔

قاضی قادنؒ

(بن قاضی قاسمؒ)

قاضی قادن صاحب کا نام تمام تذکروں اور تاریخی صفحات میں یہی درج ہے لیکن بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید آپ کا اسم گرامی عبدالقادر یا قوام الدین ہوگا جو ایک زمانہ تک متعصب ہندوؤں کی ناآشنا اور جاہل زبان پر جاری ہوتے اور تحریف و تصحیف قبول کرتے کرتے صرف قادن رہ گیا۔

آپ شیخ کمال الدین سے عمر میں بڑے تھے۔ آپ علم و فضل اور عقل و تمیز میں بہت اعلیٰ صلاحیتوں کے مالک تھے۔ آپ اپنے والد بزرگوار کے انتقال کے بعد ان کے قائم مقام اور جانشین قرار پائے اور شہر کی ریاست اور سیاست آپ ہی کو تفویض کی گئی۔

محترم قاضی قادن کے انتقال کے بعد دو فرزند آپ کی یادگار میں باقی رہے۔ ایک شیخ محمود اور دوسرے شیخ آدم جو بھائی خان کے نام کے ساتھ کمال شہرت رکھتے تھے۔ شیخ آدم بھائی خان کے زیادہ حالات معلوم نہ ہو سکے لہذا شیخ محمود کے حالات تحریر کئے جاتے ہیں۔

شیخ کمال الدینؒ

(بن قاضی قاسمؒ)

شیخ کمال الدین صاحب علم وفضل، عقل وتمیز و ذہانت وطباعی میں اپنے بڑے بھائی قاضی قادن کے ساتھ مساوی درجہ رکھتے تھے۔ گو بعض بعض خصوصیات میں ایک دوسرے سے کسی قدر ممتاز و مستثنیٰ بھی تھے۔ آپ علم وفضل کے اعتبار سے بہت مشہور تھے۔ ان کے ہاں صرف ایک فرزند پیدا ہوئے جن کا نام نظام الدین رکھا گیا۔ اور جو بڑے ہو کر علمی فیاضیوں اور فطری قابلیتوں کا سرچشمہ ثابت ہوئے۔ ان ہی سے شیخ کمال الدینؒ کے انتقال کے بعد ان کی نسل قائم ہوئی اور آئندہ زمانہ میں اس نسل کے سلسلہ میں بڑے بڑے عالی وقار اور حوصلہ مند دقیق النظر حضرات پیدا ہوئے۔

شیخ محمود رحمۃ اللہ علیہ
(بن قاضی قادنؒ)

شیخ محمود اپنے معزز اور واجب الاحترام قبائل میں بڑے نجیب و شریف اور ممتاز شخص شمار کئے جاتے تھے اور نہ صرف اس جلیل القدر خاندان کے شرفاء آپ کی عظمت اور شان و شوکت کو تسلیم کرتے تھے بلکہ شہر رہتک اور اس کے اطراف و جوانب کے تمام اولوالعزم اور محترم باشندے انتہا درجہ کی تعظیم و توقیر سے پیش آتے تھے۔ چونکہ اس زمانے میں بہت سے خارجی اسباب اور اس بزرگ خاندان کی طبیعت کے مخالف چند ایسے ہی سامان جمع ہو گئے تھے۔ لہٰذا شیخ محمود کو جو اس وقت تمام بقیہ خاندان میں امتیازیہ نظروں سے دیکھے جاتے تھے۔ منصب قضا سے کنارہ کش ہو کر اعمال سلطانیہ میں مشغول ہونا پڑا۔ اس سلسلے میں انھیں بہت سے مصائب کا سامنا کرنا پڑا جن کا تحمل بڑی حوصلہ مندی سے کیا۔

جناب شیخ محمود جب سن بلوغ کو پہنچے تو آپ نے ایک نہایت ہی شریف خاتون سے نکاح کیا جس کا نام آفریدہ تھا اور سونی پت کے سادات خاندان کی عورت تھی۔ اس عورت کے لطن سے آپ کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام شیخ احمد رکھا گیا۔

شیخ احمدؒ

(بن شیخ محمودؒ)

شیخ احمدؒ اپنے والد شیخ محمود کے اکلوتے بیٹے تھے۔ آپکی والدہ آفریدہ صاحبہ سادات سونی پت سے تعلق رکھتی تھیں۔ آپ نے بچپنے ہی میں اپنے وطن مالوف کو خدا حافظ کہا تھا۔ اور رُہتک سے نکل کر حضرت شیخ عبدالغنی بن شیخ عبدالحکیم کے ساتھ نشوونما پایا تھا۔ شیخ عبدالغنی نے آپ کی سنجیدہ و متین عادت کو دیکھ کر اپنی صاحبزادی کا نکاح ان سے کر دیا اور آپ کی تعلیم و تربیت میں حد سے زیادہ حصہ لیا۔ جب شیخ احمد جوان ہوئے تو دفعتہً ان کی طبیعت گھبرائی اور وہ دوبارہ رہتک تشریف لے آئے۔ اور قلعہ کے باہر ایک نہایت عالی شان اور شاندار عمارت تیار کرائی اور اپنے خاندان کے تمام قبائل کو یہاں جگہ دی۔ شیخ احمد کے تفصیلی حالات نہیں ملتے۔
شیخ احمد کے انتقال کے بعد ان کے دو فرزند باقی رہے۔
ایک شیخ منصور اور دوسرے شیخ حسین۔

شیخ حسینؒ

(بن شیخ احمدؒ)

شیخ حسین صاحبؒ جناب شیخ احمد صاحبؒ کے چھوٹے صاحبزادے تھے۔ آپ صاحبِ جمعیت اور منبسط الحال تھے اور اپنی باطنی فیاضیوں اور ضمیری برکتوں کی وجہ سے اس اطراف میں بڑی شہرت رکھتے تھے۔ آپ نہایت بھولے بھالے اور محتاط زندگی رکھنے والے۔ مسلمانوں کے خیر اندیش اور مقدس شریفانہ اخلاق کی مجسم تصویر تھے۔

شیخ حسین کے انتقال کے بعد آپ کے دو فرزند باقی رہے محمد سلطان اور محمد مراد۔ محمد سلطان کے تفصیلی حالات نہیں ملتے۔

شیخ محمد مرادؒ

(بن شیخ حسینؒ)

شیخ محمد مراد کو جناب شیخ عبدالرحیم صاحب نے خود دیکھا ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ "میں نے محمد مراد کو اپنی آنکھ سے دیکھا کہ اسی ۸۰ سال کی عمر میں جو قویٰ کے انحطاط اور جسمانی قوتوں کے گھٹنے کا زمانہ ہے وہ اشرفی کو لے کر انگوٹھے اور کلمہ کی انگلی سے مل کر دوہرا کر دیتے تھے۔"

شیخ مراد جب جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کو بچپن کی حالت میں دیکھتے تو فرمایا کرتے کہ میں جب اس لڑکے کو دیکھتا ہوں تو میرے دل و جگر پر ویسا ہی رعب و ہیبت چھا جاتی ہے جیسی اس کے دادا شیخ معظم کے دیکھنے سے چھا جاتی تھی۔ مجھے اگر اپنے خیال میں غلطی کا احتمال نہ ہو تو میں کہہ سکتا ہوں کہ یہ بچہ کسی زمانے میں بڑا صاحب ثروت اور اقبال مند ہو گا۔ اس کا رعب و ہیبت دشمنوں پر چھا جائے گا اور ان کی ترقی پر زمانہ عش عش کرے گا۔

شیخ منصورؒ
(بن شیخ احمدؒ)

شیخ منصور نہایت متواضع اور خلیق تھے۔ آپ کے اخلاق بہت بلند تھے۔ شجاعت و بہادری آپ کا خصوصی وصف تھا۔ تحمّل و وقار میں بے مثل تھے۔ آپ نے اولاً اپنے حقیقی ماموں شیخ عبداللہ بن شیخ عبدالغنی کی صاحبزادی سے نکاح کیا جو نہایت ذی شعور اور صاحب فہم خاتون تھیں۔ ان کے بطن سے دو لڑکے پیدا ہوئے۔ ایک شیخ معظم اور دوسرے شیخ اعظم۔ اس رحمدل خاتون کے انتقال کے بعد آپ نے ایک اور شریف خاندان کی عورت سے نکاح کیا جس کے بطن سے شیخ عبدالغفور اور شیخ اسمٰعیل پیدا ہوئے۔ شیخ معظم کے علاوہ بقیہ تین بھائیوں کے حالات کا پتہ نہیں چلتا۔ لہٰذا شیخ معظم کے حالات درج کیے جاتے ہیں۔

شیخ معظمؒ

(بن شیخ منصورؒ)

جناب شیخ معظم علمی تحصیل سے فارغ ہونے کے بعد سپاہیانہ فنون کی تحصیل وتکمیل میں مصروف ہوگئے۔ آپ کے والد شیخ منصور بھی بہت بڑے شجاع اور دلیر تھے۔ شیخ معظم کی عمر ابھی آٹھ نو برس ہی تھی کہ آپ نے وہ تمام سپاہیانہ فنون جو اس وقت رائج تھے حاصل کرلئے تھے۔

شیخ عبدالرحیم صاحب فرماتے ہیں کہ شیخ معظم کے والد بزرگوار شیخ منصور صاحب کو ایک دفعہ ایک راجہ کے ساتھ جنگ کرنے کا اتفاق پڑا۔ جس میں شیخ معظم صاحب نے لڑائی میں زیادہ حصّہ لیا اور اپنی عدیم النظیر شجاعت کا مظاہرہ کیا۔ اس وقت شیخ معظم کی عمر بارہ سال تھی۔

شیخ عبدالرحیم صاحب آپ کا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ شیخ معظم صاحب پرگنہ خاص میں مقیم تھے کہ سرکش ڈاکو بہت سے لوگوں کے مواشی لوٹ کرلے گئے گاؤں والوں نے شیخ معظم صاحب کو اس کی اطلاع دی۔ آپ گھوڑے پر تنہا روانہ ہوگئے۔ آپ ڈاکوؤں کا پیچھا کرتے ہوئے اس مقام پر پہنچے جہاں انھوں نے اپنا مسکن بنا رکھا تھا اور ڈاکو اپنی پناہ گاہ میں داخل ہوچکے تھے۔ آپ نے میدان میں کھڑے ہوکر چند غیرت انگیز کلمات ان کی نسبت استعمال کئے جن کے سبب وہ میدان میں آگئے۔ شیخ معظم نے تیروں کی بارش کردی اور ڈاکو پے در پے گرنے

لگے اور انھوں نے امن کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا۔ تمھاری توبہ یہی ہے کہ ہتھیار زمین پر ڈال دو اور ہر ایک اپنے ہاتھ سے ایک دوسرے کی مشکیں کس دے تمھارے پاس جس قدر ہتھیار، گھوڑے، سواریاں موجود ہوں حاضر کرو اور میرے ساتھ موضع شکوہ پور میں لے چلو۔ ڈاکوؤں نے ایسا ہی کیا اور ایک کثیر تعداد جماعت کے روبرو حلف اٹھایا کہ ہم آئندہ کبھی اس بستی کے بدخواہ ثابت نہ ہوں گے۔

شیخ معظم کی شادی شاہ سید نورالجبار صاحب سونی پتی کی صاحبزادی سے ہوئی۔ جن کے تین لڑکے پیدا ہوئے۔ شیخ جمال الدین۔ شیخ فیروز اور شیخ وجیہہ الدین شیخ جمال الدین اور شیخ فیروز کے حالات نہیں ملتے۔ لہٰذا شیخ وجیہہ الدین کے حالات زندگی درج کئے جاتے ہیں۔

شیخ وجیہ الدینؒ
(بن شیخ معظمؒ)

شیخ وجیہ الدین صاحبؒ، شیخ معظمؒ صاحبؒ کے سب سے چھوٹے صاحبزادے تھے۔ جب آپ چار سال کے ہوئے تو والد صاحب نے مکتب میں قرآن مجید پڑھنے کے لئے بٹھا دیا۔ آپ نے بہت جلد قرآن شریف ختم کر لیا۔ بارہ تیرہ سال کی عمر میں اس زمانہ کی معمولی درسی کتابوں سے فارغ ہو گئے۔

آپ میں تحمل، بردباری، مسکینی، کم گوئی، رحم و شفقت اور مہمان نوازی بدرجہ اتم موجود تھی۔ آپ مذہب پر پوری طرح کاربند تھے۔ آپ کا قالب بالکل سپاہیانہ تھا اور آپ فطرتاً چاق و چست تھے۔ اس لئے شمشیر زنی کرنے اور اپنی شجاعت کا جوہر دکھلانے کا بے حد شوق تھا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ ابتدائی زمانہ سے سلطنت مغلیہ کی فوج میں بھرتی ہو گئے تھے اور اپنے کارنمایاں کے صلہ میں معزز فوجی عہدہ رکھتے تھے۔

جنگ کے زمانہ میں جب لشکر کے گھوڑے غریب اور بے بس کسانوں کی کھیتیاں روندتے اور پامال کرتے ہوئے بے محابا چلے جاتے تھے تو آپ لشکر سے جدا ہو کر اونچی نیچی گھاٹیوں میں سے گذرتے تھے تاکہ کھیتیاں برباد نہ ہوں۔

فوجی ملازمت کے دوران ایک مرتبہ کھانے کا سامان ختم ہو گیا تو فوجیوں نے بھوک کی شدت سے تنگ آکر قرب و جوار کے لوگوں کے مواشی جبراً پکڑ لئے اور ذبح کر کے

کھا گئے لیکن شیخ وجیہہ الدین صاحب نے فاقے برداشت کئے لیکن اس میں سے ذرہ برابر نہ چکھا۔ خدا کی قدرت کا عجیب کرشمہ ظاہر ہوا کہ آپ اتفاقی طور پر چابک کی باریک نوک سے زمین کرید رہے تھے۔ دفعتہً کچے چنوں کی ایک پوٹلی زمین سے نکلی جو آپ کے لئے شرعاً حلال و جائز تھی لہٰذا آپ نے ان چنوں کو دھو کر صاف کیا اور ابال کر تناول فرمایا۔

آپ خدام و ملازمین سے بہت شفقت و محبت کا معاملہ کرتے تھے۔ آپ سلاطین تیموریہ کے دسویں تاجدار ابوالمظفر شہاب الدین محمد شاہ جہاں بادشاہ کے دور حکومت میں مغلیہ فوج میں شامل تھے۔ ۱۰۶۸ھ میں محمد اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ تخت نشین ہوئے اور ۱۰۶۹ھ کے شروع میں شاہ شجاع نے تخت حاصل کرنے کی کوشش شروع کر دی۔ موضع کھجوہ میں زبردست جنگ ہوئی۔ اس جنگ میں شیخ وجیہہ الدین صاحب بھی شریک ہوئے اور معرکہ میں زبردست دادِ شجاعت حاصل کی۔

اس جنگ میں شاہ شجاع کا پہلو کمزور تھا اس نے مست ہاتھی عالمگیر بادشاہ کے لشکر کی طرف چھوڑ دیئے۔ جس سے بڑے بڑے بہادروں کے پاؤں اکھڑ گئے اور ہر شخص بے تحاشا بھاگ کھڑا ہوا۔ شیخ وجیہہ الدین صاحب اپنے مورچہ پر بے خوف و خطر کھڑے رہے اور نہایت استقلال اور ثابت قدمی سے ہاتھیوں کی طرف بڑھے اور ایک ہاتھی کی سونڈھ کاٹ ڈالی۔ ہاتھی چیخ مار کر اپنے ہی لشکر کے سپاہیوں کو روندتا ہوا بھاگ نکلا۔

نتیجہ یہ ہوا کہ شاہ شجاع کو شکست ہوئی اور میدان عالمگیر بادشاہ کے ہاتھ رہا۔ جناب شیخ وجیہہ الدین صاحب کو قیمتی اسلحہ اور بہت بڑی رقم انعام میں دی۔

اخلاق وعادات

شیخ وجیہہ الدین صاحب اگرچہ سپاہیانہ زندگی گذارتے تھے لیکن علمی مجلسوں میں شرکت اور بزرگان دین اور علماء و فضلاء مشائخ و سالکین کی خدمت میں حاضری دینا آپ کا محبوب مشغلہ تھا علماء و فضلاء کو بڑی رقمیں عنایت فرماتے اور ان کی پوری پوری دلجوئی فرماتے تھے۔

علم و فضل

شیخ وجیہہ الدین صاحب حسن صورت اور شجاعت و بہادری کے علاوہ علم و فضل میں خاص امتیاز کے مالک تھے۔ علم ظاہر کی طرح علم باطن میں بھی کافی رسوخ حاصل تھا۔ تمام علمی مجلسوں میں آپ کو بہت عزت حاصل تھی۔ آپ کی تواضع۔ علمی قدردانی انشاء پردازی، شیریں کلامی، فصاحت و بلاغت کا ہر شخص معترف تھا اور جگہ جگہ آپ کی عظمت کے چرچے تھے۔

کلام الٰہی سے عشق

شیخ وجیہہ الدین صاحب کے حالات زندگی میں جو بات سب سے زیادہ قابلِ تعریف پائی جاتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ آپ کلام ربانی کے ساتھ انتہا سے زیادہ عشق رکھتے تھے اور مقدس کلام الٰہی کو سفر حضر میں ساتھ رکھتے تھے۔ چنانچہ شیخ عبدالرحیم صاحب فرماتے ہیں کہ:-

"میرے والد محترم کا عام دستور تھا کہ ہر روز قرآن مجید کے دو سیپارے تلاوت فرمایا کرتے تھے لیکن یہ تلاوت ربانی نکات اور الہامی غوامض کی رعایت کے ساتھ ہوتی تھی۔ وہ الہامی اسرار جو قرآن مجید کے لفظ لفظ میں موجود ہیں اثناء تلاوت میں آپ پر منکشف ہوتے۔ اور ہر ہر لفظ کا آپ کی طبیعت پر ایسا زبردست اثر پڑتا تھا کہ بعض اوقات بے اختیار رونے لگتے تھے۔

غرض کہ آپ میں مقاصد ربانی کے سمجھنے اور ان سے متاثر ہونے کی پوری صلاحیت تھی۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کو قرآن مجید سے کمال عشق ہو گیا تھا اور آپ کو سفر حضر، خوشی اور رنج میں کبھی دو سیپارے پڑھے بغیر چین ہی نہیں پڑتا تھا جب آپ عمر رسیدہ ہوئے اور بینائی میں ضعف پیدا ہو گیا تو ایک جلی قلم قرآن مجید اپنی تلاوت کے لئے پسند کیا اور سفر میں ہمیشہ ساتھ رکھتے تھے۔

شیخ کی شہادت

شیخ عبدالرحیم صاحب محدث دہلویؒ کا بیان ہے کہ میرے والد بزرگوار صائم النہار اور قائم اللیل تھے ہمیشہ رات کو تہجد کی نماز کے لئے اٹھا کرتے تھے اور اکثر ایسا ہوتا تھا کہ تمام رات تہجد گذاری میں بسر کرتے تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ تہجد گذاری میں مصروف تھے اور میں بھی اس وقت آپ کے پاس حاضر تھا آپ کے ایک سجدہ نے اس قدر طول کھینچا کہ مجھے یقین ہو گیا کہ آپ کی روح جسم عنصری سے پرواز کر گئی۔ میں حیران تھا کہ اب میں کیا کروں اور کس کو اس واقعہ کی اطلاع دوں۔ اتنے میں آپ کو ہوش آیا اور نہایت خوشی کی حالت میں سجدے سے اُٹھے۔ جب میں نے اس سجدے کے طول کا سبب معلوم کیا تو فرمایا میں نے سجدہ کی حالت میں خدا سے نہایت عاجزی کے ساتھ شہادت کی درخواست پیش کی اور مجھے پوری طرح اس دُعا کی قبولیت کا یقین ہو گیا۔

الغرض اس واقعہ کے بعد آپ نے سفر کی تیاریاں شروع کر دیں۔ اور باوجودیکہ آپ شاہی منصب سے سبکدوش ہو چکے تھے لیکن اس وقت شوقِ شہادت نے اسباب سفر اور سامانِ جنگ فراہم کرنے میں مشغول کر دیا اور ایک نہایت عمدہ گھوڑی اور اسلحہ مہیا کیا اور دکن کی طرف سے روانہ ہو گئے تاکہ جہاد

میں حصہ لے سکیں۔

راہ میں ایک قافلہ ملا آپ اسی کے ساتھ شریک ہو گئے۔ رہزن اور لٹیرے اس تاک میں تھے کہ کسی طرح اس قافلے کو لوٹ لیا جائے۔ لیکن ان کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ شیخ وجیہہ الدین صاحب تھے۔ انھوں نے شیخ سے کہا کہ ہم اس قافلے کو لوٹنے کی غرض سے آئے ہیں آپ درمیان میں نہ آئیں۔ شیخ نے انکی بات رد کردی اور مقابلہ کے لئے میدان میں پہنچ گئے۔ رہزن چاروں طرف سے سمٹ سمٹا کر اس شیر دل بہادر پر ٹوٹ پڑے اور بھرپور حملہ کر دیا۔ آپ کے جسم پر بائیس ۲۲ زخم کاری لگے اور آخر میں سر تن سے جدا ہو گیا اور بصورت حال پچاس قدم تک کفار کے تعاقب میں بڑھتے چلے گئے اور وہیں ٹھنڈے ہو کر گر پڑے۔ آپ وہیں مدفون ہوئے۔ حضرت شیخ عبدالرحیم صاحب نے اس عظیم صدمے کو صبر و شکر کے ساتھ برداشت کیا اور آپ کے استقلال میں فرق نہ آیا۔

شیخ کی اولاد

شیخ وجیہہ الدین صاحب نے شیخ رفیع الدین محمد ابن قطب العالم بن شیخ عبدالعزیز کی پاک دامن دختر سے نکاح کیا اور اسکے بطن سے تین فرزند پیدا ہوئے (۱) شیخ ابوالرضا محمد (۲) شیخ عبدالرحیم (۳) شیخ عبدالحکیم۔ شیخ ابوالرضا محمد فضل و کمال کے لحاظ سے بہت بلند مرتبہ کے شخص تھے۔

شیخ عبدالرحیمؒ صاحب نے اپنے والد ماجد کی آغوش تربیت میں پرورش پائی تھی اور شیخ وجیہہ الدینؒ کو اپنے تمام لڑکوں میں شیخ عبدالرحیمؒ سے سب سے زیادہ محبت تھی اور شیخ عبدالرحیمؒ صاحب سے نشر علوم اور مفید فنون کی اشاعت بھی بہت زیادہ ہوئی۔ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ آپ ہی کے فرزند ارجمند ہیں۔

شیخ عبدالحکیم کے حالات نہیں ملتے۔

شیخ ابوالرضا محمد

بن شیخ وجیہ الدین شہیدؒ

ولادت شیخ ابوالرضا محمد ۱۰۲۵ھ ہجری میں شیخ وجیہ الدین کے گھر میں پیدا ہوئے۔ آپ شیخ عبدالرحیم صاحب کے بڑے بھائی تھے۔

تعلیم و تربیت آپ نے تمام علوم ظاہر حافظ بصیر سے حاصل کئے جو عہد شاہجہاں میں ایک بڑے نامور اور مشہور فاضل تھے۔ شیخ ابوالرضا محمد متعدد علوم میں اعلیٰ درجہ کا کمال رکھتے تھے۔ جناب شاہ ولی اللہ صاحب کا بیان ہے کہ شیخ ابوالرضا محمد کے تمام علوم و فنون حقیقت میں وہبی علوم تھے۔ اور آپ میں جملہ علمی کمالات پہلے ہی سے موجود تھے۔ جب آپ علوم ظاہری کی تحصیل و تکمیل سے فارغ ہو چکے تو حضرت خواجہ باقی باللہ کے فرزند رشید جناب خواجہ خرد کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کمالات باطنی سے فیض یاب ہوئے۔ اول اول اگرچہ آپ اس زمانہ کے امرا سے ملتے جلتے تھے اور شاہی دربار سے ایک معزز و ممتاز عہدہ بھی آپ کے نامزد ہو گیا تھا۔ لیکن دفعتہً آپ کی فطری استعداد ظہور پذیر ہوئی اور آپ نے عزلت نشینی تجرید تام، توکل کلی اور ہر حال میں سنت نبوی پر عمل کرنا اختیار کیا اور یک لخت ابنائے دنیا حتی کہ عزیز و اقارب سے بھی ملنا جلنا ترک کر دیا۔

ایک مشہور روایت سے ثابت ہوا ہے کہ جب آپ نے تمام دنیاوی

تعلقات سے دستبرداری اختیار کی تو اپنی محترم بی بی سے فرمایا کہ جس رستہ کو ہم نے اختیار کیا ہے وہ ایک نہایت ہی خطرناک اور دشوار گذار رستہ ہے جو سختیاں اور شدتیں ہمیں اس راہ میں جھیلنی پڑیں گی وہ سخت جگر خراش ہوں گی اگر تم اس دردناک مصائب برداشت کرو لذیذ غذاؤں اور ملبوسات فاخرہ سے کنارہ کشی اختیار کرو تو ہمارے ساتھ رہ سکتی ہو۔ محترم بی بی صاحبہ نے آپ کی تقریر سُن کر تمام زیورات اور قیمتی کپڑے علیحدہ کر دیئے اور دنیا کی آسائش و راحت پر لات مار کے راہ مولا میں قدم بڑھانا شروع کر دیا۔

شیخ ابوالرضا محمد نے جب اپنی مونس و غمگسار بی بی کو اس حالت میں اپنا غمخوار پایا تو خالی ہاتھ والدین کے گھر سے نکلے اور فیروز آباد کی مسجد کے متصل ہی ایک تیرہ و تنگ حجرہ مرتب کر کے سکونت اختیار کی۔ اس زمانے میں اکثر ایسا اتفاق ہوتا تھا کہ آپ پر تین تین فاقے متواتر گذر جاتے تھے اور اگر کبھی کچھ تھوڑا بہت میسّر بھی ہوتا تو جو کی روٹی اور چھاچھ کے علاوہ کچھ نہ ہوتا جو کبھی کبھی محمد جان یا اور کوئی نیازمند خدمت اقدس میں حاضر کیا کرتا تھا۔ لیکن آپ ہمیشہ نہایت قلیل مقدار اس میں سے تناول فرماتے اور باقی فقرار کو تقسیم فرما دیتے آپ کے مکان میں چولہا چکی ہنڈیا وغیرہ کوئی چیز نہ تھی اور نہ آپ نے ان چیزوں کو فراہم کرنے کی کبھی کوشش کی لیکن تھوڑے عرصے کے بعد خدا تعالیٰ نے بغیر کسی سبب و ذریعہ کے اپنی برکت ظاہر فرمائی اور دیکھتے ہی دیکھتے ایک نہایت خوشنما اور عالی شان حویلی بڑی شان و شوکت سے آپ کے لئے تیار کی گئی اور معاش میں تمام و کمال توسیع ہوئی۔

حلیہ آپ کا قد لانبا، بدن چھریرا تھا، رنگ میں سرخی و سپیدی کے ساتھ ایک قسم کی ملاحت تھی، ڈاڑھی ہلکی اور کسی قدر دراز تھی۔ رخساروں پر اسقدر

گوشت کم تھا کہ چہرہ کی تمام باریک رگیں ابھری ہوئی معلوم ہوتی تھیں اور سرخ وسپید رنگ میں سبزی لئے ہوئے رگیں۔

فضل وکمال فضل وکمال کے اعتبار سے شیخ ابوالرضا محمد جس درجے کے آدمی تھے اس کی نظیر سے ہندوستان کی تمام علمی مجلسیں خالی تھیں وہ کونسا علم تھا جس میں آپ کو تجربہ نہ تھا۔ علوم نقلی وعقلی پر آپ کو تمام وکمال عبور تھا اور رسمیہ فنون آپ کے آگے بالکل پانی تھے۔ اگرچہ آپ بیشتر اوقات کلام صوفیہ کے مغلقات حل کرنے اور علم سلوک کے نکات اور اس کی باریکیوں کے استنباط کرنے میں منہمک رہتے اور روزانہ اوقات اشغال واذکار میں صرف ہوتے تھے۔ تاہم یہ تمام منصبی فرائض آپ کے علمی ذوق کے ماتحت رہتے تھے۔ ان اہم امور کے بعد جس قدر فرصت ملتی تھی وہ علمی مباحث میں صرف ہوتی تھی۔ اول اول آپ طلبہ کو ہر قسم کے علوم کا درس دیتے تھے اور مختلف علوم کے شائقین جوق در جوق آپ کی خدمت میں تحصیل علم کی غرض سے حاضر ہوتے تھے لیکن آخر میں بجز تفسیر بیضاوی اور مشکوٰۃ شریف کے اور کسی علم کا درس دینا پسند نہ کرتے تھے کیونکہ اس زمانے میں آپ کی طبیعت تمام علوم رسمیہ سے ہٹ کر صرف قرآن وحدیث ہی کی طرف مائل تھی اور انھیں دونوں علموں سے خاص دلچسپی تھی۔

وعظ آپ کا ہر وعظ قرآن وحدیث کے رنگ میں ڈوبا ہوا تھا۔ آپکا دستور تھا کہ نماز جمعہ کے بعد ہمیشہ وعظ فرمایا کرتے تھے۔ ابتداء قرآن مجید کی کوئی عبرت خیز آیت پڑھ کر تین حدیثیں نہایت ترتیل اور آہستگی کے ساتھ درد انگیز لہجے میں از بر پڑھتے کہ لوگ غول کے غول آ آ کے جمع ہوتے اور ہر درجے اور ہر مرتبے کے لوگ شریک ہوتے جن میں طالب علم، علماء، فضلاء، صوفیہ، رئیس اور شہزادے سب

شامل ہوتے تھے۔

آپ کے لہجہ میں اس بلا کا درد اور اثر تھا کہ قرآنی الفاظ زبان مبارک سے نکلتے ہی سامعین کے دلوں پر ایک چوٹ سی لگ جاتی اور سب کے دل کانپ اٹھتے تھے اور اس کے ساتھ ہی بے اختیاری کی حالت میں اس شدت سے گریہ زاری کرتے تھے کہ سکوت و خاموشی کی پرامن فضا میں ایک دم شور مچ جاتا۔ حدیثوں کا ترجمہ سن کر سامعین کے کلیجے ہل جاتے تھے۔ آپ کے وعظ کا سلسلہ آناً فاناً بڑھتا چلا جاتا تھا اور وعظ کے دوران کسی موقع پر نہ رکتے تھے۔ سلسلہ کلام میں الفاظ و معنی کی تکرار نہ ہوتی تھی غیر معتبر اور بے سروپا باتوں سے آپ کا وعظ بالکل خالی ہوتا تھا۔ جس فن پر آپ بحث شروع کرتے تھے تاوقتیکہ اس سلسلہ کا خاتمہ نہ ہو جاتا تھا دوسری بحث کا پہلو اختیار نہ کرتے تھے اور جب ایک تقریر کا سلسلہ ختم کرنے کے بعد دوسری گفتگو شروع کرتے تھے تو بعد کی تقریر پہلی تقریر سے زیادہ موثر اور دلکش ہوتی یہ سب کچھ تھا لیکن آپ کی تقریر ہر حالت میں حد اعتدال سے تجاوز نہ کرتی تھی اور ہمیشہ رنگ آمیزی اور مبالغہ سے خالی اور بے رنگ ہوتی تھی۔ سنگ دلوں کو نرم دل کر دینا اور عابدوں اور زاہدوں کے دلوں کا مالک بن جانا شیخ کے نزدیک معمولی بات تھی

شیخ محمد عاشق نے جو ماہرین فن اور اہل کمالات کے زمرہ میں شمار کئے جاتے تھے جن کا علمی تبحر اور فضل و کمال اس عہد کے تمام لوگوں کو تسلیم تھا محمد یعقوب سے بھی تحصیل علوم کی تھی اور جناب شیخ ابوالرضا محمد کی خدمت سے بھی فیضیاب تھے۔ ان کو مسئلہ توحید میں ایک گونہ تردد تھا جس کی بابت یہ اکثر ملا یعقوب اور شیخ ابوالرضا محمد صاحب سے دریافت کرتے تھے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ملا یعقوب کے جوابات شیخ کی خدمت میں اور شیخ کی گفتگو ملا یعقوب

کے پاس دوہرایا کرتے تھے ۔ رفتہ رفتہ اس کی نوبت یہاں تک پہنچی کہ دونوں حضرات میں تحریری مباحثہ شروع ہو گیا اور بہت دنوں تک اس کا سلسلہ ختم نہیں ہوا آخر کار ملا یعقوب نے کہا کہ میں خود شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس بارہ میں بالمشافہ مناظرہ کروں گا اور دو بدو اس مسئلہ کا ابطال کروں گا چنانچہ ایک دن شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے زور تقریر کو دیکھ کر بالکل خاموش و ساکت بیٹھے رہے جب مجلس برخاست ہوئی اور ملا یعقوب اٹھ کر باہر آئے تو لوگوں نے اس سکوت کا سبب دریافت کیا، کہا جوں ہی میں شیخ کے سامنے گیا میرے تمام علوم مسلوب ہو گئے اور آپ کی تقریر کا مجھ پر ایسا اثر پڑا کہ بات تک منہ سے نہ نکلی ۔

اخلاق شیخ ابو الرضا محمد نہایت دقیق النظر عالی ہمت، بلند حوصلہ، قوی علم فصیح اللسان، عظیم الورع، وسیع المعرفت، شجاع اور فیاض شخص تھے، آپکی ذاتی خوبیوں اور عام اخلاق نے تمام لوگوں کو اپنا گرویدہ بنا لیا تھا۔ آپ کے حسن اخلاق معراج کمال تک پہنچ گئے تھے۔ آپ ہر شخص سے خوش اخلاقی اور تواضع کے ساتھ پیش آتے تھے ۔ مگر ساتھ ہی اغنیاء اور دولتمندوں سے پرہیز کرتے تھے ۔ عالمگیر جیسے پابند مذہب بادشاہ نے چند مرتبہ درخواست کی کہ اگر اجازت ہو تو در دولت پر حاضر ہو کر سعادت قدمبوسی حاصل کروں ، لیکن آپ نے اس کی التماس کو قبول نہ فرمایا اور اپنے پاس آنے کی اجازت نہ دی ۔ امراء کے تحائف و ہدایا کو واپس فرما دیتے اور اگر کوئی غریب مسلمان اور مخلص نیازمند چار پانچ پیسے ہدیہ آپ کی خدمت میں پیش کرتا تو اسے بڑی مسرت اور خوشی کے ساتھ قبول کرتے اور اس کے حق میں دعائے برکت فرماتے آپ کا قاعدہ تھا کہ تھوڑی اور حقیر چیز کو جس خوشی اور رغبت کے ساتھ قبول کرتے

کثیر اور قیمتی چیز کو اس خوشی اور تازگی کے ساتھ نہ لیتے تھے۔

مالداروں سے میل جول کو ناپسند فرماتے تھے اور ضرورت کے علاوہ کسی کے مکان پر بطریق دعوت بھی تشریف لے جانا اچھا نہ جانتے تھے۔

آپ بے نظیر ثابت قدم اور عدیم المثال استقلال کے مالک تھے۔ آپ کو نہایت جگر خراش اور درد انگیز تکلیفوں سے سابقہ پڑا لیکن کبھی آپ کے چہرہ سے حزن و ملال کے آثار محسوس نہیں ہوئے۔

سنّت کا اہتمام آپ سنت نبوی کی رعایت اور اس کے اہتمام میں انتہا سے زیادہ احتیاط فرماتے تھے۔ اور کبھی کسی سنت کو ترک نہیں کرتے تھے، یہانتک کہ جب مسجد میں تشریف لاتے تو دروازے پر تھوڑی دیر خاموشی کے ساتھ کھڑے رہتے اور بایاں پاؤں جوتے سے نکال کر اس پر رکھ لیتے اس کے بعد دایاں پاؤں مسجد میں داخل کرتے اور اس صورت سے مقصود یہ تھا کہ ذیل کی دونوں حدیثوں پر عمل واقع ہو۔ حدیث اول یہ ہے:

اخرھا الیکن الیمنی اولھما تنعل واخر لھما تازع

دوسری حدیث یہ ہے:

کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یحب التیامن فی شانہ کلہ

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ میں دینداری اور مذہبی جوش اس قدر تھا کہ آپ ادنیٰ سے ادنیٰ سنت کو بھی کمال احتیاط اور غایت اہتمام سے ادا فرمایا کرتے تھے اور سنت نبویؐ کو کسی حال میں ترک نہیں کرتے تھے۔

انتقال شیخ ابتدائی زمانہ میں اکثر اوقات فرمایا کرتے تھے کہ ہماری عمر پچاس ساٹھ سال کے درمیان ہوگی اور ان دونوں عددوں کے مابین ہماری زندگی کا پیمانہ لبریز ہو کر چھلک جائے گا۔ آخری زمانہ میں شروع شروع یوں ہی

کسل وتکان عارض ہوا۔ اسی دوران آپ نے متواتر تین روز تک کھانے کی رغبت نہیں کی، کسی سے زیادہ بات کی بلکہ آپ کے دل میں انتہا درجہ کی بے تعلقی پیدا ہوئی یہاں تک کہ کسی شخص اور کسی چیز کی طرف مطلق التفات و توجہ نہیں کی جب تین روز اسی حالت میں گذر گئے تو آپ کے متعلقین وخدام میں ایک طرح کی عام بے چینی پھیل گئی اور اس وقت بھی آپ کسی طرف متوجہ نہیں ہوئے۔ جب نماز عصر کا وقت ہوا اور آپ نے مسجد میں آنا چاہا تو گھر کے لوگوں کو رخصت کیا اور چند الوداعی کلمے زبان سے جاری ہوئے جن سے ایک نہایت غمناک اثر آپ کے متعلقین پر پڑا۔ حاضرین جلسہ کا اس وقت برا حال تھا اور سب زار و قطار رو رہے تھے۔ الغرض شیخ گھر والوں سے رخصت ہوکر اور صبر و استقلال کی نصیحت کر کے مسجد میں تشریف لائے اور بہت ہی عاجزی اور انکساری کے ساتھ نماز ادا کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے "مقامات حضرت خواجہ نقشبند" طلب فرمائی اور تھوڑی تھوڑی کہیں کہیں سے پڑھی اسی اثنا میں ایک مخلص نے پان حاضر کئے آپ نے ایک دو ٹکڑے تناول فرمائے اور نہایت خوش و خرم تکیہ پر سہارا دے کر بیٹھ گئے۔ تکیہ پر سہارا دیتے ہی آپ کی روح بدن سے جدا ہوگئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

جس وقت شیخ کی روح جسم عنصری سے مفارقت کرنے لگی اور آپ نے معلوم کیا کہ اب سفر کا آخری وقت ہے تو جناب شیخ عبدالرحیم صاحب برادر خورد کی طرف دست مبارک سے اشارہ کیا گویا آپ انھیں اپنے پاس بلانا چاہتے تھے اتفاق سے اس وقت شیخ عبدالرحیم گھر میں موجود تھے ادھر بعض حاضرین مجلس شیخ عبدالرحیم کی تلاش میں گئے اور ادھر بعض حضرات نے اس خیال سے کہ آپ پر غشی طاری ہوگئی ہے۔ آپ کو گودی میں اٹھا کر گھر کے دروازہ پر پہنچا یا اتنے میں

شیخ عبدالرحیم صاحب تشریف لے آئے اور دیکھا کہ روح جسم سے پرواز کر چکی تھی آپ کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے اور کلمہ انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور اسی کے ساتھ تمام حاضرین مجلس نے اس زور سے یہ الفاظ ادا کئے کہ تمام مجلس گونج اٹھی۔ دہلی کے گھر گھر میں آپ کی جدائی سے کہرام مچ گیا اور ہر شخص آپ کے غم میں اشکبار ہوگیا۔ شیخ کا انتقال ۱۷ محرم ۱۱۰۱ھ ہجری مطابق یکم نومبر ۱۶۸۹ء بروز جمعرات دہلی میں ہوا۔

آپ کی تاریخ وفات "آفتاب حقیقت" کے الفاظ سے نکلتی ہے۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ وجعل اعلیٰ الفردوس مثواہ امین بحرمتہ سید المرسلین۔

شیخ کی عمر کا صحیح اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔ صرف اتنا معلوم ہے کہ آپکی ولادت شہاب الدین شاہ جہاں ابن نورالدین جہانگیر بادشاہ (۱۶۲۸ء تا ۱۶۵۸ء) کے عہد میں ہوئی۔

اولاد آپ کی اولاد کے بارے میں مکمل پتہ نہیں چلتا۔ صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ شیخ ابوالرضا محمد کے ایک صاحبزادے نہایت برگزیدہ اور ستودہ صفات شخص تھے۔ جو شیخ فخر العالم کے ساتھ شہرت رکھتے تھے۔ ان کا انتقال شاہ ولی اللہ کی عمر کے پندرہویں سال کے شروع میں ہوگیا۔

ملفوظات

شیخ ابوالرضا محمدؒ

۱۔ شیخ فرماتے ہیں کہ — ایمان کی ایک معلوم ومعین حد ہے کہ جب وہ اس حد تک پہنچ جاتا ہے تو پھر کبھی اس کا زوال نہیں ہوتا۔ اسی طرح اعمال کیلئے بھی ایک مقرر حد ہے کہ جب وہاں عروج کر جاتے ہیں تو پھر مردود نہیں ہوتے۔ ایمان کے ادنیٰ درجے کی حد یہ ہے کہ ایماندار کے سینے میں ایک محسوس نور ظاہر ہو جائے جس کی روشنی اور چمک سے اس کے باطنی آثار اچھی طرح نمودار ہو جائیں اس کے ذیل میں مولانا شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ "شیخ کی مراد نور ایمان سے طہارت وطاعت کا نور ہے"۔

۲۔ فرماتے ہیں کہ — انسان فلاح دارین اسی وقت حاصل کر سکتا ہے جبکہ عقائد میں انبیاء علیہم السلام کی تقلید کرے اور بغیر کمی وبیشی کے تقلید کرے۔

۳۔ فرمایا کہ — آدمی قبیح وناشائستہ صفات ترک کر دینے اور اخلاق کو مہذب وآراستہ کرنے کی وجہ سے گو فرشتہ ہی کیوں نہ بن جائے لیکن پھر بھی ولایت خاصہ کے کمال کے مقابلہ میں یہ کچھ بھی کمال نہیں ہے۔ وجہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ فرشتوں کی حکایت نقل فرماتا ہے کہ وَمَا مِنَّا اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ملائکہ کے مقامات معلوم المقادیر ہیں اور صاحب ولایت خاصہ کا مرتبہ جو تجلی ذات کے شرف سے معزز وممتاز ہو چکا ہے کوئی حد اور انتہا نہیں رکھتا البتہ

ایسا شخص خداوندی عنایتوں کا مورد اور خوارق وکرامات کا مصدر ضرور ہوتا ہے کیونکہ کرامت کا صدور اوصاف ذمیمہ کے ترک کر دینے اور انوار طاعات سے معمور ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ یہ سب کچھ ہے لیکن شخص موصوف حقیقت میں طریقہ ولایت میں داخل نہیں ہے کیونکہ ہنوز خود داری اور تن آرائی میں مصروف ہے اور جب یہ ہے تو اولیاء کے زمرہ میں شمار نہیں کیا جا سکتا۔

۴۔ فرمایا کہ — تمام ریاضات میں عمدہ اور بہتر ریاضت یہ ہے کہ آدمی دائمی توجہ کیساتھ کھانے پینے میں درمیانی راہ اور متوسط درجہ اختیار کرے۔ افراط اور تفریط سے ہمیشہ مجتنب و محترز رہے۔

۵۔ فرمایا کہ — جب حضور، دل میں مضبوطی اور استحکام کے ساتھ جگہ کر لیتا ہے تو پھر کسی چیز کی طرف ملتفت ہونے اور باتیں کرنے سے زوال پذیر نہیں ہوتا البتہ غامض و دقیق علوم کی تعلیم و تعلم میں مشغول ہونے کے سبب سے خفیف سا حجاب واقع ہو جاتا ہے۔ لیکن جیسے ملکۂ حضور ویسا ہی ذہن نشین ہو جاتا ہے جیسے آنکھ میں بینائی تو اب کوئی چیز بھی اس کے لئے حاجب نہیں ہو سکتی۔

۶۔ فرمایا — اہل سنت اور معتزلہ وشیعہ جو دیدار الٰہی میں نزاع کرتے ہیں تو یہ صرف لفظی نزاع ہے کیونکہ معتزلہ وشیعہ اس وجہ سے انکار کرتے ہیں کہ رویت خداوندی جہت کا تقاضا کرتی ہے اور خدا تعالیٰ جہت سے پاک و منزہ ہے اس کے ساتھ ہی وہ انکشاف اتم بر رفع حجب کو ثابت کرتے ہیں۔ مگر اہل سنت اس بات کے قائل ہیں کہ دیدار الٰہی بے کیف و جہت ہوگا اور یہی عین انکشاف اتم ہے۔

۷۔ فرمایا — جو چیز عام لوگوں کو قیامت کے دن نصیب ہوگی وہ اولیاء اللہ کو دنیا میں میسر ہو جاتی ہے۔ چنانچہ وہ دنیا ہی میں خداوندی دیدار سے مشرف ہو جاتے ہیں اور اس کی ذات مقدس اشکال سے منزہ دیکھتے ہیں پھر اس بارہ میں

وہ مختلف المقامات ہوتے ہیں بعضوں کو صرف ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے بجلی
کہ ادھر سے کوند کر ادھر چلی گئی اور بعضوں کو اس سے کسی قدر زائد لیکن جو حضرات
کاملین ہیں اور ان کا رتبہ ولایت معراج کمال کو پہنچ گیا ہے وہ ہمیشہ دیدار الٰہی میں
محو رہتے ہیں جیسا کہ حضرت امیر المومنین جناب علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ
لم اعبد حتی لم اراہ

۸۔ فرمایا۔ اولیاء اللہ کے سلسلے اور ان کے طریقہ میں داخل ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اس پاک و برتر نفوس قوم کی ریاضیات پر عمل ہو اور اس کے باجاہ و جلال اور نتھرے ہوئے مشارب کو قبول کرے جو شخص ان باتوں کو پیش نظر نہ رکھے اور ان رنگوں میں رنگین نہ ہو اُسے اس برگزیدہ اور معزز و مقتدر قوم کے سلسلہ میں داخل نہ سمجھنا چاہئے اگرچہ بظاہر کسی ولی سے ارتباط کیوں نہ پیدا کیا ہو۔

۹۔ فرمایا۔ ہمارے عرفاءِ زمانہ کو ذاتی تجلی میسر نہیں ہے ورنہ اپنے اور اپنی اولاد و اقارب کی حصول اغراض کے لئے سلاطین کے محتاج نہ ہوتے۔

۱۰۔ فرمایا۔ عارف کو اس بارے میں جرأت کرنا نہایت ہی نامناسب ہے کہ دوسرے عارف کے مرید کو اپنا گرویدہ بنائے اور اپنے طریقہ کی طرف مائل کر کے اس کی اُس توجہ میں شورش ڈال دے جو شیخ اول سے حاصل ہے اگر کوئی شخص باصرار پیش آئے اور اس کے طریقہ میں داخل ہونا چاہے تو اس وقت بھی اسے یہی مناسب ہے کہ اس کے شیخ کے حوالہ کر دے اور اپنے سلسلہ میں داخل نہ کرے۔ البتہ اگر اس کے شیخ نے سفر آخرت قبول کر لیا ہو یا کسی دوسرے شہر میں چلا گیا ہو تو مضائقہ نہیں ہے۔

۱۱۔ فرمایا۔ جس کو ذوق مشاہدہ حاصل ہو جاتا ہے پھر وہ کسی معصیت سے زائل نہیں ہوتا۔

۱۲۔ فرمایا۔ ولی، دنیا میں آگ سے جلایا جاتا ہے اور تلوار سے مار ڈالا جاتا ہے۔ کیوں کہ اس کے عناصر روح پر غالب ہو جاتے ہیں۔

۱۳۔ فرمایا کہ۔ ایک فاضل نے کسی صوفی سے دریافت کیا کہ صوفیائے کرام اس قدر ریاضات و مجاہدات کی سختیاں اور تکلیفیں کیوں جھیلتے ہیں۔ جواب دیا کہ اگر تجھے اس بات کی اُمید دلائی جائے کہ فلاں مشقت برداشت کرے گا تو حکومت کی باگ تیرے ہاتھ میں دے دی جائے گی یا بادشاہ کی گردن تیرے آگے جھک جائے گی، بتا اس وقت تو یہ مشقتیں اور مصیبتیں گوارہ کرے گا کہ نہیں وہ بولا کہ نہ صرف میں ہی بلکہ جس شخص کو ان باتوں کا متوقع کیا جائے گا نہایت خوشی اور ذوق و شوق سے بڑی بڑی سختیاں جھیلنے کو تیار ہو جائے گا۔ اس پر صوفی نے کہا کہ ہماری ان جاں فرسا ریاضات اور جگر خراش مجاہدات کی یہی وجہ ہے کہ خداتعالےٰ اپنی عظمت و جبروت اور پورے جاہ و جلال کے ساتھ ہمارے خانۂ دِل میں جلوہ فرما ہوتا ہے۔

ایک دفعہ جملہ اذا تحیرتم فی الامور فاستعینوا باصحاب القبور

۱۴۔ حدیث ان الدنیا اشج من جیفۃ منتنہ کی تفسیر میں فرمایا کہ دنیا انسان کو خداتعالےٰ کی طرف متوجہ ہونے سے مانع آتی ہے کیونکہ انسان کا دِلی تعلق اس کے ساتھ وابستہ ہوتا ہے۔ بخلاف مردار کے کہ اس میں یہ صفت پائی نہیں جاتی۔ اس لئے دنیا مردار سے زیادہ قبیح تشنیع ٹھہری۔

۱۵۔ فرماتے تھے۔ مخالف شریعت کوئی بات منہ سے نکالنا کذب فی الاقوال ہے اور شریعت کے برخلاف کوئی کام کرنا کذب فی الافعال اسی طرح ایک حال سے دوسرے حال کی طرف متلون ہونا کذب فی الاحوال ہے۔

۱۶۔ آپ اکثر اوقات فرمایا کرتے تھے کہ۔ اہل شہود حسین و خوبصورت عورتیں

اور بے ڈاڑھی مونچھ کے نازک اندام لڑکوں کی طرف بالکل التفات نہیں کیا کرتے ہیں کیونکہ ان کی نظر ان لوگوں سے تجاوز ہو کر منتہائے حقیقی پر پڑتی ہے البتہ جو لوگ نعمت عظمیٰ سے محروم و محجوب ہوتے ہیں وہ خوبصورت عورت کی طرف مائل ہوتے اور بدصورت عورت سے اعراض کرتے ہیں لیکن عارف کے نزدیک دونوں مساوی حکم رکھتی ہیں۔ اسی طرح اہل شہود راگ سننے سے متلذذ نہیں ہوتے کیونکہ راگ کی صرف اسی قدر کائنات ہوتی ہے کہ گویے کے منہ سے نکل کر سننے والے کے کان تک پہنچتی ہے اور اگر گویا شدید الصوت ہے تو غایت ما فی الباب یہ کہ پچاس یا سو قدم تک پہنچتی ہے اور اس اولوالعزم اور خوش نصیب قوم کے ذوق و شوق کی کوئی انتہا ہی نہیں ہے۔

۱۷۔ فرمایا کہ — عارف کامل کبھی انجام اور خاتمہ پر نظر نہیں ڈالتا کیونکہ یہ اس کے حق میں نقصان صریح ہے اگر ہزار مرتبہ یہ دل کے بجھا دینے والی ندا سنتا ہے کہ ہم نے تجھے بدبخت اور شقی کیا ہے یا خوشخبری کان میں پہنچتی ہے کہ تیرا خاتمہ بخیر ہے بہر تقدیر وہ ان دونوں باتوں کی طرف التفات و توجہ نہیں کرتا ہے اور اس عاجل نفع کو جو اسے نقد وقت حاصل ہے یعنی جمال محبوب کا مطالعہ رجا و آجل کے حصول میں نہیں چھوڑتا ہے۔

۱۸۔ فرمایا کہ — اہل شہود سانپ، بچھو اور شیر چیتے اور چوروں اور ڈاکوؤں سے کبھی خائف نہیں ہوتے یہی وجہ ہے کہ بعض اکابر نے امتحان کی غرض سے اپنے نفوس کو ان خطرناک اور دہشت انگیز مقامات میں ڈال دیا ہے جو درندوں اور زہریلے جانوروں کے بن کہے جاتے تھے اور جہاں آب و دانہ کا نام و نشان تک نہیں پایا جاتا تھا لیکن اس پر بھی جب ان کے دلوں میں کسی قسم کا خوف و خطر پیدا نہیں ہوا تو معلوم کر لیا کہ اب ہم میں کمال پیدا ہو گیا ہے اور ہماری عملی زندگی ایک بڑے عروج پر پہنچ گئی ہے۔

مکتوبات
شیخ ابوالرضا محمدؒ

ایک دفعہ شیخ احمد سرہندیؒ کے بلند اقبال اور نامور پوتے شیخ عبدالاحدؒ نے جو اس زمانے کے مشاہیر مشائخ کے زمرے میں یک نہایت معزز و ممتاز فاضل شمار کئے جاتے تھے اور جن کا علمی تبحر و کمال بڑے بڑے مشائخ وقت کو تسلیم تھا۔ شیخ ابوالرضا محمد کی خدمت میں ایک خط لکھا تھا جس کے آخیر حصہ میں یہ عبارت تحریر تھی۔

ثم المرجو من مکارمکم الشریفۃ ان لاتنسونا من دعواتکم الصالحۃ فی اوقاتکم المرجوۃ فان الامر صعب وفی الطریق تعب ورعب قال علیہ السلام وان امامکم عقبۃ کؤد ؎

کیف الوصول الی سعاد ودونہا قلل الجبال ودونہن حتوف

الرجل حافیۃ ومالی مرکب والکف صفر والطریق مخوف

عزیز من! مشفق من! آنچہ سخن حق است در گفت نیاید و آنچہ از غیر حق است چنداں گفت را نشاید پس سخن کوتاہ باید والسلام

جناب شیخ ابوالرضا محمدؒ نے اس کا یوں جواب تحریر فرمایا۔

عنایت نامہ و شفقت نامہ رسید۔ رابطہ مصادقت و یکتائی استحکام پذیرفت جزاکم اللہ سبحانہ عن اکرامکم و اوصلکم اللہ عزشانہ

مرا مکم مرقوم بود ے

کیف الوصول الی سعاد ودونها | قلل الجبال ودونهن حتوف
الرجل حافیة وما لی مرکب | والکف صفر والطریق مخوف

انتہی الحق کہ وصول سعادیت ہو ذاتیہ مطلقہ بالاطلاق الحقیقی بسیر مستطیل کہ مبنے بر عبور شوارق ۔ جبال اعتبارات محضہ واضافات وہمیہ صرفیہ عالم خلق وامر است ۔ ہمچنیں صعب الحصول است زیرا کہ سالک حقیقی خود را بداں مخوف گردانیدہ است ومشاعر ومدارک خویش بداں منقشی ساختہ والا فالحق سبحانہ فی الحقیقۃ من الوجہ الخاص اقرب الی العبد من حبل الورید لا ثم طریق موصوف لا مامون ولا مخوف لا ثم رجل حافیۃ ولا مرکب ولا کف حافیۃ ای خالیۃ اذ ممکن لیس لہ ظہور فی الناس فسبحان من احتجب باشراق نورہ واختفی باستغراق ظہورہ ے

توہمت قد ما ءان لیلی تبرقعت | وان لنا فی البین یا لمنع اللثما
فلاحت فلا واللہ ما ثم مانع | سوی ان عینی کان من حسنہا اعمی

پردہ برخاست یا بدید ستم | دست با دوست کردہ در آغوش
آن شناسد حدیث این دل مست | کہ ازیں بادہ کردہ باشد نوش

ے وغنی بی متی قلبی نغنیت کما غنی | وکنا حیث کانوا وکانوا حیثما کنا

رباعی

روزاں بتو بودم و ندانستم | شب با تو غنودم و ندانستم
ظن بود بمن کہ من جملہ منم | من جملہ تو بودم و نمیدانستم

نوشتہ بودند کہ " آنچہ سخن حق است در گفت نیاید " ظاہرا مراد آنست

کہ در گفت نیاید بجہت قصور افہام مستمعین وگرنہ سخن اگر لفظی است عین گفت است اور اگر نفسی است فما من عیان الادلۃ بیان دوہرہ۔

کبیرا کا گھر سکھر ہے جہان سلسلے سیل اکث بانو پپیل سوا وکون لاوے بیل

والسلام علی اھل اللہ الکرام

ایک اور مرتبہ شیخ عبدالاحدؒ نے آپ کو یہ خط لکھا:۔

الحمد للہ الذی اوجد ناہ فوجد ناہ واخرجنا من الظلمات الی النور ففرقناہ ارسل الینا بشیرا ونذیرا نتبعناہ۔ انزل علینا کتابا مستبینا فتلوناہ تجلی لنا بجلالہ وجمالہ وعزنا بنوالہ ووصالہ قہر علی قلال وجودنا فجعلہا دکاء وظہر علی معالم قیود فما ابقی منا عینا ولا اثرا۔ ارانا عظمتہ فصیرنا زمانا سقینا خمرتہ فحملنا بہا عیانا رایناہ بعین المکاشفۃ فعشقناہ شاھد نا بیر المعائنۃ فشفعناہ عرج بنا من صفاتہ الی حضرۃ ذاتہ وعامل معنا بما یجری الکمالاتہ وکلماتہ ثم بما لا یعبر بعبارۃ ولا یشار باشارۃ ومن بعد ھذا ما تدق صفاتہ واکتمہ احطی لدیہ واجمل ھذا واما العطش فباق مالم یلتف الساق بالساق ویتم المیثاق وینتھی المساق فیومئذ ینعدم الفراق وعلی ذالک شد دنا الوثاق ثم انا یا مولانا نستغفر اللہ علی مقولنا ذلکم وعلی جمیع ضیفنا بوسیلتکم عباد اللہ۔

شیخ عبدالاحدؒ کے اس خط کے جواب میں جناب شیخ ابوالرضا محمد نے یوں تحریر فرمایا:

بقاء العطش دلیل بقاء العطشان ویدل علی بقاء عین المھجور

بقاء ثوالهجران فوجود الفراق على معالم القیود سفوف و
ثبوت العطش عند قال الوجود و قوف فکما لا یتصور مع الوقوف
على معالم القیود اطلاق کذالك لا یتصور مع وصال المحبوب فراق
ثم مع بقاء صفات المحدث الحمیم لا یمکن العروج الى صفات المحدث
القدیم فضلا عن العروج الى حضرة ذاته الواجب الکریم ثم
التفات الساق وانتهاء المساق فی حق بعض موعود وفی حق
بعض موجود قال الله تعالى کلا (اى حقا) اذا بلغت التراقى
(اى اذ بلغت النفس الانسانیة اعالى صدرها یعنی نهایتها
وهی النقطة الاخیرة من عالم الامر باشتیاقها الى مشاهدة الجمال
الالٰهی) وقیل من راق (اى نودی من باطنها من یرقنی ویشفنی
من سم الفراق والم الاشتیاق ؎

لسعت حیة الهوى کبدی ... فلا طبیب لها ولا راق
الا الحبیب الذی شغفت به ... انه رقیتی وتریاقی

وظن انه الفراق (اى وظن المتعطش الى بقاء بحبیب ان ما تنزل
به من القلق والاضطراب سبب الفراق عن جمیع ماسوى المحبوب)
والتفت الساق بالساق (اى له اجتمعت ساق عالم الاکوان
مع ساق عالم الرحمن یعنی یشاهدهما جمیعا وهذا هو مقام المشاهدة)
الى یومئذ المساق (اى یوم اذ کان کذا یساق الى صرف العالم الالٰهی
فیسقی ثم بالماء الزلال فلا عطش لاحد فی العبال فلا یبقى عین ولا
اثر ولیس ثمه مخبر ولا خبر ویسعد بالسعادة السرمدیة ولا
یطرد بعد الاصطفاء من الحضرة الالٰهیة) ؎

آسودہ بکام خویش از وصل حبیب　　　نہ بیم فراق است ونہ تشویش رقیب

مرزا محمد سہرندی نے ایک دفعہ شیخ کی خدمت میں بہ طریق اشارت ذیل کے الفاظ لکھے کہ:۔

"ہلیلہ اسہال برائے حصول حال بکار بردہ۔ آخر الامر دستے اسہال حال روئے نداوہ"

جس کا جواب آپ نے اس طرز پر تحریر فرمایا:۔

"بخاطر فاطر درداندکہ بر دور نجستہ ماثر صفراوی مزاج است حار یابس کہ سلوک طریق حق را درخور آمد اما لسبب بعضے مسموعات رسمیہ ومقالیات فاسدہ عقلیہ اخلاط سوداویہ غیر طبیعیہ کہ سالک را از وصول بمنزل مقصود باز دارد غالب آمدہ حکیم حاذق نبود تشخیص مرض نمود بجائے ہلیلہ اسود ہلیلہ اصفر بداد حفظ صفرا کرد ومعاونت سودا نمود کار برعکس افتاد حال المزاج انجامید وحاذقان طریقت وماہران حقیقت بحکمت نظری و عملی باثر بہ حارہ یابسہ بتوفیق اللہ تعالےٰ تبدیل مزاج کنند چہ حق تعالےٰ ظاہر است کہ ہیچ ظاہری حجاب وے نیست واو باطن است کہ بجز وے چیزے در باطن نیست قال نبینا صلی اللہ علیہ وسلم فی مناجاتہ اللّٰھم انت الظاھر لا ظاھر فوقک وانت الباطن لا باطن دونک

توھمت قدما ان لیلی تبرقعت　　　وان لنا فی البین ما یمنع اللثما

فلاحت فلا واللہ ماثم مانع　　　سوی ان عینی کان من عینھا اعمیٰ

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم　　　چشمۂ آفتاب راچہ گناہ

کحالان حقیقت کحل عنایت در چشم کشند ونابینایان راچشم بخشد انی

ابرئ الاکمہ والابرص کحل عنایت جز بلسان طیور نسخہ نکنند نہم من فہم ومن لم یفہم لم یفہم مینولیسم واللہ الہادی کحل عنایت مرکب است از دو جزو ترقیق وتسحیق۔ ترقیق آنست کہ قلم اعلیٰ بحروف عالیات بشگافت دو زبان شد ظاہر الوجود و باطن الوجود۔ باطن بدو راہ رفت امر وخلق پدید آمد۔ اجناس متنوعہ بہر کس بخشید ؎

ما در پیالہ عکس رخ یار دیدہ ایم مطرب بگو کہ کار جہاں شد بکام ما

وتسحیق آن باشد کہ ادانی در اقاصی واسافل در اعالی تحیق کنند و در چشم کشند بروق شہود و بدرخشد واراضی قلوب بنور رجال مطلق منور گردد واشرقت الارض بنور ربھا وصاعقۃ سطوت احدیۃ ذات ہستی طالب را در عالم نیستی برو سر کل شئ ھالک الاوجھہ بظہور پیوندد و این ہنگام ہر کس از مرزائی خود آگاہی یابد۔ محمد مرزا۔ مرزا محمد گردد

ایک اور خط میں شیخ نے اپنے پر زور قلم سے مرزا موصوف کو یہ مضمون تحریر کیا:۔

ھوالحی القیوم یا مرزائی ویاجلالی تطلب وحدانیتی وانت تشرک انانیتک بانانیتی ان ھذا الاشرک جلی۔ لاشرک خفی۔ افلا تخاف من عزتی۔ ولا تستحی من فردانیتی یا مرحوم انت الموھوم وانا المعلوم۔ انا النور۔ اوانت الظہور۔ انا الحق **والحقیقۃ** وانت المجاز والطریقۃ ان کنت ترید ان تکون مھجدا موحدا فارفع الموھوم واتم المعلوم وقل بقلبک السلیم وبسرک القدیم بلاعیب ولاریب فی کل زمان وفی کل مکان۔ لاھو الا انا ولا انا

الاھو فاذا رفعت البین وصلت بالعین فان شککت فیہ فانت معلول وان ارتبت فانت معزول وان قبلت بایمانک وایقانک فانت مقبول فلاتکونن من الممترین المردودین اجبت سوالک برحمتی ولکن لا تغفل عن عظمتی وعلیک ان لا تظہر ما القیت علیک عند المرحومین لا مرحوم الا العاقل. ولا مرحوم الا الواصل ان فہمت کلامی فعلیک رحمتی وسلامی

دوسری مرتبہ آپ نے بایں مضمون خط لکھا:۔

بسم اللہ الواحد الاحد قال لی الحق والملک المطلق یا فردے ورضائے بعزتی وبہائی کنت احدا ولم یکن شیئ ورائی و اکون شیئا سوائی اظہرت بذاتی من ذاتی شیونا فی وصفاتی وظہر الخلق والخلیقۃ وانا الحق والحقیقۃ وانا الذات لکل شیئ وانا الحیوۃ لکل حی فالخلق کلھم قدری والخلیقۃ کلھا امری من اراد بقائی فلیراقب جلائی ولیذکر لاھوتی ولاجبروتی ولاملکوتی وھولاھو الاھو من فہم کلامی فعلیہ رحمتی وسلامی۔

شیخ عبدالحفیظ کو جو آپ کے خواص اصحاب میں ایک معزز و ممتاز دوست تھے اور جن کی رعایت شیخ کو ہمیشہ ملحوظ نظر رہتی تھی۔ ایک مرتبہ یوں تحریر فرمایا:۔

بفہم کہ از دریائے نور نورانی حبابے اکثر بشتابی وازیں حباب رو تبابی خود را دریا ہمان نوریابی وایں فہم را بقصد وتوجہ دل برخود نگاہداری کہ قصد وتوجہ را در استبقاء حالات قلبیہ اثر تمام است۔ چوں قصد شکستہ گردد

وخطرۂ غیر راہ یابد فی الحال خیال بازشتابد باضداد او دوران نور اسم ذات
باسم متکلم در جلائے تنہا و تاریک بدل حاضر فی الخذ و والاصال علی التوالی
والاتصال بگوید بحدیکہ از خود و از ہمہ بے خبر شود و روزن دل کشادہ گردد
ارواح جملہ فرشتگان و پیغمبران را در بیداری بیند و فوائد عظیمہ ازاں گیرد
ذٰلک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشاء واللّٰہ ذو الفضل العظیم ہ

چشم دل چوں باز شد معشوق را در خویش دید   عین دریا گشت چوں بیدار شد چشم حباب

اس کے بعد شیخ عبدالحفیظ نے اس حدیث قدسی کے معنی دریافت کئے جو قصہ
معراج میں وارد ہوئی ہے اور لکھا کہ اس جملہ (قف یا محمد فان اللّٰہ
یصلی) کی توضیح ارشاد کیجئے آپ نے برداشتہ قلم یہ مضمون تحریر فرمایا:

بخاطر فاتر در داند کہ چوں آں سیمرغ قاف معرفت بر ہوائے عالم
خلق و امر پرواز نمود بسر حد نقطہ اخیرہ عالم کون و مکان رسیدہ ہوائے
دلکشائے عالم قدس حضرت الٰہی در نظر آمد از بس علو ہمت کہ داشت
خواست کہ دراں عالم نیز طیران نماید خطاب مستطاب در رسید کہ
قف یا محمد یعنی علی النقطۃ الاخیرۃ من عالم الامر فانہا
حد العبودیۃ مع مشاھدۃ الربوبیۃ فان اللّٰہ یصلی ای یرید
ان یرحم بک علی العٰلمین بالنبوۃ والرسالۃ ویجب ان یقف الرسول
فی ھذا البرزخ حتی یستفیض المعارف والاحکام من الحضرۃ
الالٰھیۃ ویفیض علی عالم خلقہ وامرہ وقیامک بمرادی احب
رحمتی علیک من قیامک بمراد نفسک ارید وصالہ ویرید
ھجری فاترک ما ارید لما یرید فانی فی الوصول عبید ۃ نفسی
وفی الھجران **مولی للموالی** وانسب بعلو ھمت حضرت

علیہ وعلیٰ آلہ الصّلوٰۃ والسّلام آنست کہ بعد از طیران در ہوائے عالم الٰہی درین برزخ باز آوردہ خطاب فرمودہ باشند ومعانی دیگر مستبعد کہ فراخور مذاق مقلدان بعضے صوفیان متاخرانند۔

دوبارہ شیخ ابوالرضا صاحب نے حدیث مذکورہ بالا کی یہ تفسیر لکھ کر شیخ عبدالحفیظ صاحب کو روانہ کی۔

کہ چوں آں شہباز از ہوائے کثرت اسمائے وصفات الٰہیہ درگزشتہ بقصوی برزخیہ کبری کہ اول مراقب تعینات است وبحقیقت محمدیہ مسماۃ است دم گرفت کہ بعالم حقیقت ذات مجرد پرواز نماید خطاب رسید کہ

قف یا محمد علیٰ ھٰذہ البرزخیۃ الکبریٰ التی ھی منتھی مقامات العارفین فان اللہ یصلی ای یرحم علی کمل عبادہ فی ھٰذہ المرتبۃ العلیا والمنزلۃ الزلفی او یرحم علی عبادہ بالامر بالوقوف فان التشوق الی طلب ما وراھا تضییع الوقت وطلب لما لا یمکن تحصیلہ او المعنی فان اللہ یصلی ای یعبد نفسہ یعنی یثنی علی کمالاتہ الذاتیۃ ویتوجہ الیھا غنی عن العلمین لا مجال الی حد فی شق عزتہ وحرم نفسہ ؎

تعالی العشق عن ھمم الرجال ۔۔۔ وعن وصف التفرق والوصال

متی ما جل شیٔ عن خیال ۔۔۔ یجل عن الاحاطۃ والمثال

شیخ ابوالرضا محمد رحمۃ اللہ علیہ کے بعض مسودات

آپ رسالہ اصول الولایۃ میں آیہ یا ایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ کے تحت میں فرماتے ہیں کہ:۔

فرائض ولایت کبریٰ شش است چہار شرط بترتیب نص اوّل ایمان بتصدیق دل واقرار زبان۔ دوّم تقویٰ باکتساب ماموراتِ واجتناب محظورات۔ سوم طلب شیخ طریقت کہ وسیلہ عبارت ازاں است راہ وصول بدوست ازو عیاں است چہارم جہاد بارشاد درافناء انانیت واثبات ہویت ودورکن از خود رستگاری وبقاءِ شہود دوست گرفتاری کہ فلاح عبارت ازاں است وولایت کبریٰ ہمیں است۔

اسی رسالہ میں آپ یہ بھی لکھتے ہیں۔ چوں مرید صادق در خلوت درآید اول ہمگی از ملک خود برآید غسل کامل نماید مصلی وجامہ پاک باید تا خدمت پاکی راشاید روے بخدا آرد دو رکعت بہ نیت توبہ گذارد ونجات خود در ادائے حقوق خلق وخالق بنید۔ بتضرع وزاری در موضع خلوت نشیند بتکبیر تحریمہ جمعہ وجماعت دریابد بعد از خلوت شتابد از ہمراہ حذر نماید چپ وراست نظر نکند از نظر خلق پرہیزد واز لذت نفس گریزد۔ درآمد وشد غفلت نورزد۔ خلوت کہ چنیں نباشد ہیچ نیرزد۔ کار بذکر ومراقبہ ودوام طہارت وانکسار محکم گیرد ونزدیک کسل خود را از نماز نفل وتلاوت ودرود واستغفار خالی نپذیرد واگر ملال یابد بتجدید وضو شتابد اگر غلبہ بود بخواب رود تا نفس حدیث نگوید وبراہ معصیت نپوید ثلث لیل ونہار خواب باید تا جسد در اضطراب نیاید شش ساعت در شب ودو ساعت در روز در ہر دو جانب بقدر درازی وکوتاہی روز وشب کم وزیادہ کند ونقصان از ثلث تبدریج حاصل کند پیش از غروب آفتاب بکمال طہارت بر مصلیٰ رو بقبلہ بذکر ومراقبہ انتظار نماز مغرب کشد ومیاں مغرب وعشاء بذکر ومراقبہ ونماز مواصلہ نماید کہ

در تنویر قلب تاثیر تمام دارد چوں صبح طلوع نماید ایں چہار دعا بخواند
للّٰھم یارب انت الله عالم وانا عبد جاھل اسألك ان ترزقنی
علما نافعا حتی اعبد بسمك والا ھلکت۔ یاربّ انت الله
غنی وانا عبد فقیر اسالك ان تحفظنی حتی لا اسأل من سواك
کفاف الدنیا والا ھلکت۔ یاربّ انت الله قوی وانا عبد ضعیف
اسألك ان تعیننی حتی اغلب الشیطان بقوتك والا ھلکت۔
یارب انت الله القادر وانا عبد عاجز اسالك ان تجعلنی جابرًا
علی نفس حتی اقھرھا بقدرتك والا ھلکت۔ پس دو رکعت
سنت در خانہ گذارد و پیغمبر گفت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ۔ ہر کہ میان
سنت و فرض فجر چہل ویکبار بخواند یا حی یا قیوم یا حنان یا منان
بدیع السمٰوٰت والارض یا ذا الجلال والاکرام لا الہ الا انت
اسالك ان تحیي قلبی بنور معرفتك یا الله یا الله یا الله اکرمہ
دلہا بمیرند دلش نمیرد وایمان بسلامت برد چوں بقصد جماعت از خانہ
برآید گوید بسم الله وبالله والی الله والتکلان علی الله ولاحول
ولاقوۃ الا بالله چوں بدر مسجد رسد گوید اللھم عبدك ببابك بذنبك
ببابك توجہ الیك عمن سواك یستغفرك ویطلب رضاءك ان
لم تفتح باب فضلك فای باب سوی بابك پاے راست در
مسجد نہد گوید بسم الله والحمد لله والصلوٰۃ والسلام علی رسول
الله وچوں درآید بگوید اعوذ بالله العظیم وبوجھہ الکریم
وسلطانہ القدیم من الشیطان الرجیم از شر شیطان درامان باشد
وچوں اندرون مسجد رود سلام گوید واگر کسی نباشد یا مشغول بنماز باشد

بگوید السلام علینا و علی عباد اللہ الصالحین بعد از ادائے جماعت
بجائے خود رو بقبلہ نشستہ بذکر و مراقبہ بجد تمام اشتغال نماید کہ خواب
دریں وقت سخت مکروہ است اگر خواب غلبہ نماید ذکر گویاں باستادن
ونشستن دفع نماید تا چوں آفتاب یک دو نیزہ بلند گردد دو رکعت بہ
نیت شکر ادا نماید پس ازاں ہر جا کہ جمعیت خاطر باید در مسجد یا در خلوت
بذکر و مراقبہ اشتغال نماید تا ربع روز آں گاہ چہار رکعت نماز چاشت
گذارد واگر تعلیم و تعلم یا کارے ضروری داشتہ باشد بقدر حاجت
بکار خود مشغول گردد والا بتجدید وضو بذکر و مراقبہ بنشیند۔ اگر خوردنی
موجود باشد بخورد و در وقت خوردن بزبان ذاکر و بدل نیک حاضر باشد
بعد ازاں بہ تجدید وضو بذکر در قیلولہ رود چنانکہ بیداری و پیش
از زوال آفتاب غنیمت شمرد تا در وقتِ زوال آفتاب بطہارت کاملہ
رو بقبلہ بر سجادہ ذاکر و مراقب نشستہ باشد چوں آفتاب بر گردد چہار
رکعت صلوٰۃ زوال ادا نماید۔ بعد از ادائے نماز ظہر اگر امرے ضروری از
زیارت و عیادت و تعلیم عیال و پرسش احوال شان داشتہ باشد
بقدر ضرورت اشتغال نماید و شتاب از نزد ایشاں برخیزد و استغفار
کند حسنات الابرار سیئات المقربین پس ازاں تکمیل طہارت تہیۂ نماز
عصر کند و میان عصر و مغرب بذکر و مراقبہ مواصلت نماید ؎

عمر برف است و آفتاب تموز — اند کی ماند خواجہ غرہ ہنوز
دل گفت مرا علم لدنی ہوس است — تعلیم کن و گرت بدیں دسترس است
گفتم کہ الف گفت دگر ہیچ مگو — در خانہ اگر کس است یک حرف بس است

شیخ موصوف الصدر کی ان دونوں عبارتوں سے صاف ظاہر ہوتا ہے

کہ آپ شب و روز اطاعت خداوندی میں غرق رہتے تھے اور ان منصبی فرائض اور اہم معاملات میں جو وقت دم لینے کو ملتا تھا وہ مذاکرہ علمیہ میں صرف ہوتا تھا۔ نیز یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی تمام زندگی آسمانی شریعت کی پابندی اور نبی معصوم صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت میں گذری۔

شیخ ابوالرضا محمد صاحبؒ کی تصوفی تحقیقات میں اعلیٰ درجہ کی چند عبارتیں نقل کی جاتی ہیں:۔

الفناء فقدان لوازم البشرية اما ذهولا عن علمها او علمًا بانعدامها او حالًا تحقيقيًا وللفناء تسع مراتب۔ الاولیٰ[۱] الذهول وهو عبارة عن عدم شعور العبد بنفسه عند الاستغراق في ذكر الحق لاهل الحجاب او عند بروز انوار الجمال لاهل الكشف۔ الثانية[۲]۔ الذهاب وهو فناء العبد عن افعاله بشهود افعال الحق كالقلم بيد الكاتب وقد يطلق على الترقی۔ الثالثة[۳] السلب وهو عبارة عن فناء صفات الخلق بظهور صفات الحق۔ الرابع[۴] الاصطلام وهو فناء العبد عن ذاته بوجود ذات الحق۔ الخامسة[۵] الانعدام وهو فناء العبد عن فنائه فلا يبقى عنده شعور بانه فانی۔ السادسة[۶] السحق وهو زوال الحس من نفس العبد فتقبل الصفات الالهية من غير تأمل كما تقبل صفات نفسه فهو اول مقامات التحقق بالله۔ السابعة[۷] المحق وهو زوال الحصر والحد من جسمانية العبد وروحانية۔ الثامنة[۸] الطمس وهو ذهاب احكام البشرية من طبعه وعادته ظاهره وباطنه فلا يغيره الجوع المفرط والسهر الدائم وغيرها۔ التاسعة[۹] المحو وهو كمال الزوال بسائر آثار الخليقة بظهور آثار

الحقيقة فالمراتب الخمس الاول مخصوصة باهل الفناء والاربعة الاخيرة باهل البقاء والبقاء صفة الٰهية یتصف بها العبد بعد فنایٔہ عن نفسہ۔

شیخ ابوالرضا محمد صاحب نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیمؕ کی تفسیر تحریر فرمائی ہے جو درج ذیل ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم **الباء** متعلقہ بمقدر عام هُوَا لوُجُود۔ **الاسم** هو تجلی الذات بصفة من الصفات و **الله** علم لذات واجب الوجود الموجود بنفسه المستجمع بجميع صفات الكمال المتقدس عن جميع جهات النقصان و **الرّحمٰن الرّحيم** هو اسمان من الرّحمة بمعنى التفضل والاحسان والاوّل باعتبار الفيض الاقدس الذى يحصل به الصور العظيمة المسماة بالحقائق والماهيات مع استعداداتها۔ و الثّانی باعتبار الفیض المقدس الذی یحصل به تلك الماهيات فی الخارج مع لوازمها وتوابعها والمعنی فیاض الحقائق والماهيات فی الحضرة العلمية اولا ونقيض الوجود عيها فی الخارج ثانيا فهما صفتان لاسم اذ بدلان منه اوبيانان له اوخبران لمقدر عائد اليه اومفعولان لاعنی بيانا له وليسا بمتعلقين بالجلالة لانه ليس الذّات الرّحمٰن الرّحيم سواهما والمعنى ان وجود كل شئ بظهور ذات الواجب تعالىٰ فی حضرت الغيب والشّهادة۔

✧

✧ ✧ ✧ ✧ ✧

شیخ عبدالرحیم محدث دہلویؒ

ابن شیخ وجیہہ الدین شہیدؒ

حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب کی پیدائش سنہ ۱۰۵۴ھ میں بمقام دہلی ہوئی۔ آپ کے والد ماجد کا نام شیخ وجیہہ الدین تھا شیخ رفیع الدین محمد صاحب نے آپ کی پیدائش اور آپ کے فضل و کمال کی بابت پیشین گوئی کی تھی۔ جس کو مختصراً ذکر کیا جاتا ہے۔

جب شیخ رفیع الدین محمد (جو شاہ عبدالرحیم صاحب کے حقیقی نانا تھے) کا جام حیات لبریز ہونے کے قریب ہوا تو ایک دن آپ نے اپنا تمام گھر کا سامان جمع کیا۔ تمام وارثوں کو شرعی حصہ پر تقسیم کر دیا، اپنی اولاد میں سے ہر ایک شخص کو اس کے حسب حال عنایت فرمایا جب آپ کی سب سے چھوٹی صاحبزادی کی نوبت پہونچی (جو آئندہ شیخ عبدالرحیم صاحب کی والدہ محترمہ ہوئیں) تو آپ نے انھیں فوائد طریقت کے چند جزو اور پیروں کا شجرہ عطا کیا شیخ کی بی بی صاحبہ نے فرمایا کہ اس لڑکی کی ہنوز شادی نہیں ہوئی ہے۔ اس کے مناسب حال یہ کاغذ کے چند اوراق نہیں ہیں بلکہ شادی کے سامان مہیا کرنا ضروری ہیں۔ شیخ رفیع الدین محمد صاحب نے جواب دیا کہ یہ کاغذ کے چند اجزاء ہماری گذشتہ اسلاف کی ایک محسوس یادگار اور میراث

ہیں ہم دنیا کی تمام حشمت و شوکت سے افضل اور قیمتی سمجھتے ہیں اس لڑکی کے ایک فرزند (مراد شاہ عبدالرحیم صاحبؒ) پیدا ہوگا۔ جو بڑا ہو کر اہل اللہ کی جماعت کا سرتاج قرار دیا جائے گا اور عالم کا مقتدا و پیشوا تسلیم ہوگا۔ چونکہ وہ ہماری اس معنوی میراث کا مستحق ہوگا لہٰذا یہ تمام اوراق اس کے حوالے کر دینا۔ رہے شادی کا سامان ان کا ہمیں فکر نہ کرنا چاہئے۔ خدا تعالیٰ مسبب الاسباب ہے خود مہیا کر دے گا۔

چنانچہ جب شیخ عبدالرحیم صاحب پیدا ہوئے اور ابتدائی عمر کے مرحلے طے کر کے سن رشد کو پہونچے تو آپ کی نانی صاحبہ نے وہ تمام اوراق آپ کے سپرد کر دیئے۔ جو آپ کے بہت کام آئے۔

جس مبارک زمانہ میں شیخ عبدالرحیم صاحب کی ولادت ہوئی اس وقت اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ سریر آرائے سلطنت تھے۔ اور آپ کے والد بزرگوار شیخ وجیہ الدین صاحب سلطنت کی طرف سے ایک معزز عہدہ پر ممتاز تھے۔ قطع نظر اس کے آپ خود بھی، دولت و ثروت رکھتے تھے۔ غرضیکہ شیخ عبدالرحیم صاحب کی اقبال یاوری سے وہ تمام سامان مہیا ہو گئے تھے۔ جو ایک خوش قسمت بچہ کی پرورش کے لئے درکار ہوتے ہیں۔

آپ کے بچپن کا زمانہ حقیقت میں آپ کی زندگی کے آئندہ حالات کا ایسا دیباچہ تھا جسے سرسری طور پر دیکھ کر مبصرین صاف کہتے تھے کہ عنقریب وہ زمانہ آنے والا ہے جس میں یہی نونہال بچہ اپنے تقدس اور روحانی تصرفات کی وجہ سے تمام عالم کا معزز و مقتدر مصلح

تسلیم کیا جائے گا۔ چنانچہ اس وقت کی پیشین گوئیوں کے واقعات بہت ہیں۔ جن میں سے بعض وہ ہیں جو خود شیخ عبدالرحیم صاحبؒ کے قلم مبارک کے تحریر فرمودہ ہیں اور چونکہ وہ زیادہ دلچسپ ہیں اس لئے انھیں قلمبند کیا جاتا ہے۔

۱۔ شیخ عبدالرحیم صاحب فرماتے ہیں کہ میرے ماموں شیخ عبدالحی صاحب ایک نہایت صالح اور خداترس انسان تھے۔ انھیں پرہیزگاری کے سوا دنیا اور اہلِ دنیا سے طبعی نفرت تھی بالکل اپنے اسلاف کے قدم بقدم چلتے تھے گو اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت میں بے انتہا کوشش کرتے تھے لیکن خدا کی شان کہ ان کی طبیعتیں متاثر نہ ہوئیں اور وہ لکھنے پڑھنے کی طرف بالکل متوجہ نہ تھے۔ جس کی وجہ سے بزرگ شیخ اپنی فلاح و معزز خاندان کے نام کو برقرار رکھنے سے بالکل مایوس و ناامید ہو گئے تھے۔

آپ کو رہ رہ کر یہی خیال پیدا ہوتا تھا کہ افسوس جو علمی فضیلت ہمارے بزرگوں نے حاصل کی تھی میری اولاد کی بدلیاقتی اسے دنیا سے مٹادے گی۔ یہی ایک خیال تھا جو شیخ کو ہمیشہ مغموم و رنجور رکھتا تھا۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ میں بچپن کے زمانے میں سر سے عمامہ اتار کر زانو پر رکھے ہوئے وضو کر رہا تھا اور جس قدر وضو میں سنن و آداب ہیں سب کی برابر رعایت کرتا جاتا تھا۔ آپ نے مجھے اس حالت میں دیکھ کر انتہا درجہ اظہارِ مسرت فرمایا اور کہا کہ خدا کا شکر ہے میں اپنی اولاد کی ناقابلیت دیکھ دیکھ کر ہمیشہ ڈرتا تھا کہ ہمارے اسلاف کا ہنر ہماری اولاد سے منقطع ہو جائے گا۔ اب مجھے قطعی طور پر معلوم ہو گیا

کہ اس ہنر کا حامل ہمارے خاندان میں موجود ہے۔ گو اپنی نسل میں نہ سہی بہن کی نسل میں موجود ہے۔

راہِ سلوک پر گامزنی

شاہ عبدالرحیم صاحب نے ارشاد رحیمیہ میں تحریر فرمایا ہے کہ میں نو دس سال کا تھا کہ خواجہ ہاشم نام کے ایک بزرگ بخارا سے دہلی آئے اور ہمارے محلہ میں آکر ٹھہرے۔ انھوں نے مجھ کو تختی یا کاغذ پر اللہ لکھنے کی تلقین کی۔ کچھ عرصے بعد فرمایا اب خیال سے دل کے ارد گرد اسم ذات لکھا کرو۔ اس کی اتنی مشق کم سنی میں ہی ہو گئی تھی کہ میں جب شرح عقائد و حاشیہ خیالی پڑھتا تھا اس وقت میں نے حاشیہ عبدالحکیم کو نقل کرنے کا ارادہ کیا تو کم و بیش ایک جز و پر اسم ذات ہی لکھتا چلا گیا اور مجھے یہ خیال ہی نہ رہا کہ حاشیہ عبدالحکیم لکھنے کے لئے بیٹھا ہوں۔ فرماتے تھے کہ خواجہ ہاشمؒ نے دو ایک باتوں سے میرا امتحان لیا اور بالآخر یہ فرمایا کہ تمہاری استعداد اونچی ہے تم بہت عالی ہمت اور حوصلہ مند ہو میں چاہتا ہوں کہ تم فی الحال اشغال صوفیہ میں سے کوئی شغل اختیار کر لو۔ چنانچہ انہوں نے شغل کتابت اسم ذات کی تلقین کی

فرمایا کرتے تھے کہ میں بارہ تیرہ سال کا تھا کہ حضرت زکریا علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خواب میں دیکھا انھوں نے ذکر اسم ذات تلقین فرمایا اس سے ایسی کیفیت ظہور پذیر ہو گئی کہ اس کو بیان نہیں کیا جا سکتا فرماتے تھے اس کے بعد میں نے حضرت شیخ عبدالعزیز شکر بار دہلوی کو خواب میں دیکھا وہ فرما رہے ہیں اے فرزند اس وقت تک کسی کے ہاتھ

میں ہاتھ نہ دینا جب تک حضرت خواجہ تم کو قبول نہ فرمالیں۔ اس کے بعد تم کو اختیار ہے۔

حضرت خواجہ خردؒ سے خواب کا ذکر

فرمایا کرتے تھے کہ اس خواب کے بعد میں حضرت خواجہ خردؒ کی خدمت میں گیا اور تعبیر دریافت کی اور یہ بھی عرض کیا کہ اس شہر دہلی کے اکابر میں اس وقت آپ کے علاوہ کوئی بھی لقب خواجہ سے ملقب نہیں ہے۔ اس پر حضرت خواجہ خردؒ نے فرمایا کہ تمہارے خواب کی تعبیر یہ ہے کہ تم کو خواجۂ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت منامی نصیب ہوگی میں اس قابل کہاں ہوں کہ حضرت شیخ عبدالعزیز شکر بار مجھے خواجہ سے تعبیر فرمائیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت

فرماتے تھے کہ مجھے اس تعبیر کا انتظار تھا۔ کثرت سے درود شریف پڑھتا تھا۔ ایک رات درود پڑھتے پڑھتے بے ہوش ہوگیا۔ اور ایک عجیب کیفیت طاری ہوئی اسی حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بیعت فرمایا اور نفی و اثبات کی تلقین فرمائی۔

حضرت خواجہ خردؒ سے بیعت کی درخواست اور ان کا مشورہ

اس واقعہ کے چند روز بعد میں نے حضرت خواجہ خرد سے عرض کیا کہ آپ نے جو بات ارشاد فرمائی تھی وہ تو حاصل ہوگئی اب اس کے بعد میرے بارے میں کیا مشورہ ہے۔ فرمایا کہ ظاہر میں بھی کسی سے بیعت ہو جانا چاہئے میں نے عرض کیا کہ میں آپ سے بیعت ہونا چاہتا ہوں۔ اس پر حضرت

خواجہ خردؒ نے فرمایا کہ میں تمکو بہت عزیز اور دوست رکھتا ہوں میں نہیں چاہتا کہ تمہاری بیعت مجھ سے ہو۔ میں نے کہا میری سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ دوستی بیعت قبول نہ کرنے کا سبب کیسے ہو گئی؟

اس بات پر آپ نے فرمایا کہ بھائی مجھ سے کبھی کبھی بعض ایسے امور کا ارتکاب ہو جاتا ہے جو حکم شرع کے مطابق نہیں ہوتے اور اتباع سنت میں بھی قدرے تساہل ہو جاتا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ تم پر اس کا اثر پڑے اور تمہارا قدم مجھ سے بیعت ہو جانے کے رشتے سے جادۂ شرع سے کچھ لغزش کر جائے۔ ہاں میری صحبت میں رہ سکتے ہو فائدہ پہنچانے میں کوئی کمی نہ کروں گا

پھر میں نے عرض کیا کہ اچھا آپ جس بزرگ سے فرمائیں میں ان سے متوسل ہو جاؤں فرمایا کہ اگر حضرت شیخ آدم بنوری قدس سرہٗ کے خلفاء میں سے کسی بزرگ سے بیعت ہو جاؤ تو بہت ہی مناسب ہے اس لئے کہ یہ حضرات، اتباع شریعت ترک دنیا اور تہذیب نفس میں امتیاز تام رکھتے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ ہمارے پڑوس میں سید عبداللہ خلیفہ حضرت شیخ آدم بنوریؒ مقیم ہیں، فرمایا بس وہی غنیمت ہیں انہی سے رابطہ پیدا کر لو۔

حضرت شاہ عبدالرحیم صاحبؒ نے فرمایا کہ میں نے اس مشورے پر عمل کیا اور حضرت حافظ سید عبداللہ اکبر آبادی کی خدمت میں حاضر ہوا باوجودیکہ وہ اپنے آپ کو بہت چھپاتے تھے اور ذوق گمنامی ان پر غالب تھا مگر پہلی مرتبہ جانے پر بیعت فرمالیا اور اپنے فیوض و برکات سے مستفیض فرمایا اور بالآخر طریقۂ نقشبندیہ میں اپنا خلیفہ بنایا اور شرف اجازت سے سرفراز فرمایا)

حافظ سید عبداللہ صاحب قریہ کھیڑی علاقہ بارہہ کے رہنے والے تھے۔ خدا طلبی کا جذبہ کم سنی ہی میں آپ کے اندر تھا۔ آپ حافظ کلام اللہ ہونے کے ساتھ ساتھ زبردست قاری اور ماہر تجوید بھی تھے۔ جب آپ نے حضرت شیخ آدم بنوریؒ کے ساتھ حج پر جانے کا ارادہ ظاہر کیا تو پیر و مرشد نے فرمایا کہ تمہارا ہندوستان میں رہنا ضروری ہے۔ چنانچہ آپ ہندوستان ہی میں رہے اور آگرہ (اکبر آباد) میں وفات پائی۔

حضرت حافظ سید عبداللہؒ کے وصال کے بعد حضرت شاہ عبدالرحیمؒ بہت محزون و غمگین رہنے لگے اور ایسے درویش کی تلاش ہوئی جس کی صحبت سے مستفیض ہوتے رہیں۔ ایک شخص نے حضرت خلیفہ ابوالقاسم کا ذکر خیر کیا۔ اسی شخص کے ہمراہ ان کی خدمت میں پہونچے۔ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب محبت و عقیدت کے ساتھ برابر خدمتِ اقدس میں حاضر ہوتے رہے اور دوسری طرف سے التفات ہائے بیکراں سے نوازے گئے۔

فتاوی عالمگیری پر نظر ثانی کا وظیفہ اور اس سلسلے میں حضرت خلیفہ ابوالقاسم کا حکم

حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب فرمایا کرتے تھے کہ تدوین فتاوی عالمگیری کے بعد بحکم حضرت عالمگیرؒ اس پر نظر ثانی کی گئی۔ شیخ حامد (جو مرزا محمد زاہد کے درس میں میرے شریک تھے) فتاوی کا کچھ حصہ ان کے سپرد ہوا۔ وہ میرے پاس آئے کہ اس کام میں میری رفاقت کرو۔ ہر روز اتنا وظیفہ تم کو بھی ملا کرے گا۔ میں نے قبول نہیں کیا۔ میری والدہ نے جب سنا تو انھوں نے اصرار کر کے مجھے اس کام پر لگا دیا۔ جب حضرت خلیفہ کو اس کی اطلاع ہوئی تو فرمایا کہ اس وظیفہ کو ترک کردو۔ میں نے عرض

کیا کہ والدہ ناخوش ہوں گی۔ فرمایا جب اللہ کے اور بندے کے حق کا مقابلہ ہو تو اللہ کے حق کو ترجیح دی جائے گی۔ میں نے عرض کیا دعا کیجئے کہ اللہ تعالےٰ کوئی ایسی شکل پیدا فرما دے کہ یہ وظیفہ خود بخود موقوف ہو جائے تاکہ والدہ بھی ناخوش نہ ہوں۔ آپ نے دعا فرمائی چند روز گذرے تھے کہ بادشاہ نے اہل وظیفہ کے نام طلب کئے اور ان کے عزل و نصب کے طور پر کچھ تغیر و تبدل کیا۔ جب میرے نام پر پہونچے تو میرا وظیفہ موقوف کیا اور حکم لکھا کہ یہ شخص چاہے تو اس قدر زمین اس کو دے دی جائے۔ مجھے معلوم کیا گیا کہ زمین لینا چاہتے ہو، میں نے انکار کر دیا اور وظیفہ موقوف ہونے پر اللہ کا شکر ادا کیا۔

حضرت شاہ عبدالرحیم صاحبؒ فرماتے تھے کہ جب حضرت خلیفہ ابوالقاسم نے چاہا کہ مجھے اجازت ارشاد عطا کریں یہ اہتمام فرمایا کہ ایک مخلص خادم کو حکم دیا کہ کھانا تیار کرو۔ بہت سے لوگوں کی دعوت کر دی اور فقیر شاہ عبدالرحیمؒ کو بھی مدعو کیا، پھر دستار میرے سر پر باندھی، میں نے عرض کیا کہ حضرت میں اس عظیم منصب کی اہلیت نہیں رکھتا اور اس کے حقوق بھی ادا نہیں کر سکتا۔ فرمایا کہ تم دوسری جگہ سے بھی تو اجازت رکھتے ہو۔ آخر سید عبداللہ کے ساتھ تمہارا معاملہ کیسا تھا۔ میں نے عرض کیا انھوں نے تو اپنے تمام حقوق معاف فرما دئے تھے۔ فرمایا کہ میں نے بھی اپنے تمام حقوق ظاہری و باطنی معاف کئے۔

حضرت شاہ عبدالرحیمؒ نے فرمایا کہ حضرت خلیفہ ابوالقاسمؒ مجھ سے ہمیشہ یہ فرمایا کرتے تھے کہ شہر آگرہ کے درویشوں سے ملاقات کرو۔ میں ٹال دیتا تھا۔ اس لئے کہ میری پوری توجہ آپ ہی کی جانب تھی۔ ایک روز

اس بات کو تاکید سے فرمایا۔ جب میری ٹال مٹول دیکھی تو ایک خادم کو حکم دیا
کہ ان کو سید عظمت اللہ چشتیؒ کے پاس لے جاؤ۔ ان سے میرا سلام کہنا اور
یہ کہنا کہ ایک درویش کو آپ کی ملاقات کے لئے بھیج رہا ہوں۔ جب میں
سید عظمت اللہ کے محلے میں پہونچا تو خادم کو ان کا مکان یاد نہ رہا۔
اتفاقاً وہاں بچے کھیل رہے تھے میری نظر ایک بچے پر پڑی میں نے کہا کہ یہ
بچہ بزرگ زادہ معلوم ہوتا ہے اس سے دریافت کرنا چاہیئے۔ اتفاق
کی بات وہ بچہ سید عظمت اللہ کا تھا۔ وہ مجھ کو اپنے ساتھ مکان لے گیا
اور اندر جاکر حضرت سید خلیفہؒ کا پیغام پہونچایا۔ سید صاحبؒ نے اندر سے
یہ کہلا کر بھیجا کہ میں صاحب فراش ہوں چلنے کی طاقت نہیں رکھتا اس لئے
باہر نہیں آسکتا، کنبے کی عورتیں گھر میں آئی ہوئی ہیں اس لئے اس وقت
پردہ ہونا مشکل ہے۔ مجھے ملاقات سے معذور رکھا جائے۔ پھر اس کے
فوراً بعد ایک دوسرے شخص کو یہ فرماکر اندر سے بھیجا کہ خلیفہ کے مریدوں کو
بٹھا دو۔ پھر خادموں سے فرمایا کہ مجھے چارپائی پر اٹھاکر دروازے تک
لے جاؤ۔ چنانچہ دروازے میں تشریف لے آئے اور فرمایا کہ اگرچہ میں معذور
تھا مگر دوبارہ میرے دل میں یہ بات آئی کہ خلیفہ کا کسی کو بھیجنا بے حکمت
نہیں ہوگا۔ اس کے بعد انھوں نے میرا نام ونسب دریافت کیا اور
اس سلسلے میں خوب تحقیق فرمائی۔ میں نے شیخ عبدالعزیز شکر بار دہلوی
سے اپنا رشتہ چھپا لیا تھا۔ اس کو اس لئے بیان نہیں کیا کہ جانتا تھا ان کا
سلسلہ ان تک پہونچتا ہے، اس نسبت کی بنا پر وہ ایسے ضعف کے عالم
میں بھی تواضع فرمائیں گے جس سے ان کو تکلیف ہوگی۔ لیکن انھوں نے
اپنی فراست سے اس رشتے کو سمجھ لیا۔ بعد ازاں آپ نے ایک اشکال کی

تقریر کی اور اس کا جواب مجھ سے طلب فرمایا۔ میں نے عرض کیا کہ استفادہ کے لئے حاضر خدمت ہوا ہوں نہ کہ افادے کے لئے۔ فرمایا کہ میں اس سوال کے کرنے پر مامور ہوں۔ یہ سن کر میں نے اس وقت جو کچھ میرے ذہن میں تھا جواب دیا۔ وہ بہت خوش ہوئے اور چارپائی سے نیچے اتر آئے اور بے حد تواضع فرمائی — پھر فرمایا کہ مجھ سے بڑی کوتاہی ہوئی مجھے معلوم نہ تھا۔ ازاں بعد فرمایا کہ شیخ عبدالعزیز شکر بار قدس سرہٗ نے ہمارے دادا صاحب کو وصیت فرمائی تھی کہ اگر کوئی ہماری اولاد میں سے تمہارے پاس آئے اور اس اشکال کا جواب اس طرح دے دے تو اس کو میری یہ امانت پہنچا دینا۔ یہ امانت، اجازت طریقہ اور بعض تبرکات ہیں۔ میرے دادا تمام عمر تلاش کرتے رہے مگر ایسے شخص کو نہ پایا آخر میرے والد کو وصیت کر گئے۔ انہوں نے بھی تجسس کیا نہ پایا۔ اب میری نوبت آئی میں نے بھی تمام عمر جستجو کی نہ پایا اور اب پایا ہے۔ میرا آخری وقت ہے کوئی ایسا فرزند جو اس نسبت کی اہلیت رکھتا ہو نہیں رکھتا ہوں اس وجہ سے افسوس کرتا تھا۔ الحمد للہ کہ اس وقت آرزو ہوئی۔ یہ فرما کر عمامہ میرے سر پر باندھا۔ اور اجازت دی — بہت سی مٹھائی اور نقد کی ایک مقدار بھی میرے ہمراہ کر دی۔ جب یہ سب چیزیں لے کر حضرت خلیفہؒ کی خدمت میں واپس آیا تو انتہائی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا۔ خوب کامل اور مالا مال ہو کر آئے ہو۔ میں نے وہ سب چیزیں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رکھ دیں تو فرمایا یہ نقدی اشارہ ہے جمعیتِ ظاہری کی طرف اور عمامہ اشارہ ہے اجازت اور جمعیت باطن کی طرف۔ میں ان دونوں چیزوں میں شرکت نہیں کر سکتا — پھر کچھ مٹھائی قبول فرمالی۔

فراستِ مؤمن

حضرت شاہ عبدالرحیم صاحبؒ کو اللہ تعالیٰ نے فراست مومنانہ سے بھی خوب نوازا تھا۔ چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے ایک واقعہ نقل کیا ہے۔

حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب فرماتے تھے کہ ایک شخص فقیرانہ وضع رکھتا تھا، بڑا ہی دردمند معلوم ہوتا تھا ہر وقت کوئی شعر یا عاشقانہ دوہرہ پڑھتا رہتا تھا۔ اور بہت روتا تھا ایک دن وہ میرے پاس آیا اور تلقین وارشاد کا طالب ہوا۔ نیز زاویے میں ٹھہرنے کی درخواست کی۔ میں نے اس سے پورے طریقے سے روگردانی اور اعراض کا معاملہ کیا جب وہ چلا گیا تو میں نے حاضرین سے کہا کہ یہ شخص کالا ناگ ہے اس کی صحبت سے بہت زیادہ پرہیز کرنا چاہیے۔ مجھے حاضرین کے چہروں کا مطالعہ کر کے محسوس ہوا کہ وہ میری اس بات سے متفق نہیں ہیں۔ ایک عرصے کے بعد جب کہ عاقل خاں صوبیدار دہلی کے مکان پر شتبہ حالت میں پکڑا گیا اور قید میں ڈالدیا گیا تب یہ بھید کھلا کہ وہ ناجائز طریقہ سے ایک عورت کو بھگا لایا تھا اور اس جرم کو چھپانے کے لئے اس نے زاویہ نشینی اور درویشی اختیار کرلی تھی۔ پھر تو حقیقت حال واضح ہوگئی کہ وہ تمام گریہ وزاری اور اظہار دردمندی اس کی فریب کاری تھی۔

ایک دوسرے مقام پر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے اپنے والد ماجدؒ کی فراست کے سلسلے میں یہ واقعہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ بعض دیہات بارہہ (ضلع مظفر نگر) میں حضرت والا تشریف لے گئے تھے۔ (چونکہ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب ایک حاذق طبیب اور کامیاب معالج بھی تھے اس لئے) ایک مریض کا قارورہ آپ کے سامنے لایا گیا

اس کو دیکھ کر فی الفور نسخہ تجویز کر دیا۔ اس مجلس میں ایک ہندو طبیب بھی حاضر تھا اس نے دریافت کیا کہ جناب نے (نسخہ تجویز کرنے سے پہلے) اس مریض کے مرض کو بھی جان لیا ہے یا نہیں؟ اس بات کو سن کر حضرت رحمۃ اللہ علیہ مسکرائے اور یوں فرمایا کہ یہ ایک عورت کا قارورہ تھا۔ اس کی عمر اتنی ہے اس کے اخلاق یہ ہیں اور سبب بیماری یہ ہے۔

سبب بیماری بیان کرتے ہوئے حضرت والا کو حیا دامن گیر ہوئی (اور اس سلسلہ میں زیادہ وضاحت نہیں فرمائی) غرض کہ سب باتیں بیان فرما دیں تو اس طبیب نے کہا جناب عالی یہ باتیں علم طب کی کتابوں میں کہاں لکھی ہوئی ہیں؟ جواب میں ارشاد فرمایا کہ یہ طب کی کتابوں کی بات نہیں ہے۔ یہ تو "فراستِ صادق محمدیاں" ہے یا اسی مضمون کا جملہ فرمایا۔

کرامات واستجابت دعا

انفاس العارفین میں حضرت شاہ عبدالرحیم صاحبؒ کی کرامات اور استجابت کے واقعات بڑی کثیر تعداد میں ہیں۔ ان میں سے صرف ایک واقعہ پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت والد ماجد ارشاد فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ حبیب میرا لڑکا صلاح الدین (جو آپ کی زوجۂ اولیٰ کے بطن سے تھے) بیمار ہوا اور اتنا سخت بیمار ہوا کہ امید حیات منقطع ہو گئی حتیٰ کہ میں نے کفن خریدنے اور قبر کھودنے کو بھی کہہ دیا تھا۔ اس وقت میرا دل جوش میں آیا۔

ایک گوشے میں بیٹھ گیا اور اللہ تعالیٰ سے خوب رو رو کر دعائے صحت کی۔

اس وقت مجھے فرشتۂ غیبی کے ذریعہ صلاح الدین کی حیات وصحت کی بشارت دی گئی۔ صلاح الدین کو فوراً ایک چھینک آئی اور اس کو گویا از سرِ نو زندگی حاصل ہوگئی

دوسری شادی اور اولاد

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ جب حضرت والد ماجدؒ کی عمر ساٹھ سال کی ہوگئی ان پر منکشف ہوا کہ ایک اور فرزند پیدا ہوگا۔ نیز بعض اہل کشف حضرات کی زبانی یہ بشارت بھی ملی کہ وہ لڑکا صاحب مقامات ہوگا۔ اور فلاں فلاں مقام پر فائز ہوگا۔ تو حضرت والد ماجدؒ کے دل میں داعیۂ تزوّج پیدا ہوا جب میرے نانا حضرت شیخ محمد پھلتیؒ کو اس ارادہ کی اطلاع ہوئی تو انھوں نے چاہا کہ ان کی صاحبزادی سے نکاح ہو تاکہ وہ صاحبزادی اس لڑکے کی ماں بنے۔ فقیر نے بعض ثقہ لوگوں سے سنا ہے کہ جب یہ رشتہ طے ہوگیا تو بعض اہل نفاق وشقاق نے چہ میگوئیاں کیں کہ اس عمر میں شادی مناسب نہیں "حضرت ایشانؒ" نے جب سنا تو فرمایا کہ "اللہ نے چاہا تو ابھی میری عمر کے کئی سال باقی ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ مجھ سے اولاد بھی ہوگی"۔ اس کے بعد والد ماجد سترہ سال زندہ رہے اور دو فرزند وجود میں آئے (شاہ ولی اللہؒ اور شاہ اہل اللہؒ)

ایک عجیب واقعہ

حضرت شاہ صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں کہ

فقیر (شاہ ولی اللہ) ابھی پیدا نہیں ہوا تھا کہ ایک رات حضرت والد ماجدؒ نے حسب عادت نماز تہجد ادا فرمائی اور فقیر کی والدہ ماجدہ بھی وہیں قریب میں تہجد پڑھ رہی تھیں۔ نماز تہجد سے فارغ ہونے کے بعد والد ماجد نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔ والدہ صاحبہ بھی (ہاتھ اٹھائے ہوئے) آمین کہہ رہی تھیں (یکایک) دونوں کے درمیان دو ہاتھ نمودار ہوئے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ دو ہاتھ ہمارے فرزند کے ہیں جو عنقریب متولد ہوگا اس کے بعد فقیر پیدا ہوا۔ اور سات سال کی عمر میں تہجد کی نماز کے اندر شریک والدین ہوا۔ اور اسی وضع پر (جس پر سات سال پہلے دیکھا گیا تھا) فقیر نے اپنے دونوں ہاتھ والدین کے درمیان دعا کے لئے اٹھائے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی تحریر فرماتے ہیں کہ ایک روز جب کہ یہ فقیر بہت ہی صغیر السن تھا حضرت والد ماجد نے مجھے اہل اللہ کہہ کر پکارا۔ کسی نے اس راز کو معلوم کیا تو فرمایا اس کا بھائی اہل اللہ عن قریب متولد ہوگا۔ (بے اختیار) میری زبان پر اس کا نام اس وقت جاری ہو گیا۔

حضرت شاہ ولی اللہ کی جانب التفات بیکراں

حضرت شاہ ولی اللہؒ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ خلوت و جلوت میں میری جانب انتہائی توجہ و التفات اور تلطف مبذول فرماتے تھے (اور مجھے دیکھ کر بڑی خوشی اور مسرت کا اظہار کرتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ میرے دل میں بے اختیار یہ بات آتی ہے کہ تمام علوم و معارف کو بیک مرتبہ تیرے

سینے میں اُنڈیل دوں یہ فرما کر آپ پر ایک خاص کیفیت طاری ہو جاتی تھی اور پھر دوبارہ سہ بارہ یہی جملہ ارشاد فرماتے تھے۔ چنانچہ فقیر کو جو کچھ حاصل ہوا وہ آپ ہی کے انفاس طیبہ کا اثر اور ظہور ہے ورنہ اس فقیر نے تحصیل علم سلوک میں کچھ زیادہ محنت نہیں کی ہے۔

تحریر فرماتے ہیں کہ ایک دن فقیر زمانۂ طفولیت میں احبار و اقرباء کے ساتھ ایک باغ کی سیر کو چلا گیا جب واپس آیا تو حضرت والا نے فرمایا اے بیٹا! تم نے جتنے وقت میں باغ کی سیر کی اس وقت میں وہ کیفیت حاصل کی جو تمہارے پاس باقی رہی؟ مجھے دیکھو میں نے اتنی دیر میں اس قدر درود پڑھا ہے۔

یہ سنتے ہی فقیر کا دل باغوں کی سیر سے سرد ہو گیا پھر سیر و تفریح کا داعیہ دل میں پیدا ہی نہیں ہوا۔

آخر عمر کے چند واقعات اور وفات

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی رقم فرماتے ہیں کہ شوال ۱۱۳۱ھ میں حضرت ایشاں ایسے بیمار ہوئے کہ امید حیات منقطع ہو گئی ان ایام میں حضرت والا نے خلوت میں بلا کر مجھے حکم دیا کہ توجہ دل برابر ان کی جانب رکھوں اور اس کی نگہداشت کروں اور یہ بھی فرمایا کہ تین ماہ تک اس بات کا خاص خیال رکھنا۔ اس وقت تین ماہ کی تخصیص کا راز معلوم نہ ہو سکا تھا۔ اس سخت مرض سے چند روز میں افاقہ ہو گیا اور غسل صحت بھی کر لیا گیا۔ تین ماہ بعد مرض پھر لوٹ آیا اور کچھ عرصے بعد وفات ہوئی تو معلوم ہوا کہ تین ماہ کی تخصیص اس لئے تھی۔

حضرت شاہ صاحبؒ ایک مقام پر تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت ایشاںؒ "جب آخر عمر کو پہنچے اور صاحب فراش ہو گئے تو اس فقیر سے فرمایا کرتے تھے کہ دوات و قلم لاؤ میں چاہتا ہوں کہ اپنے معارفِ خاصہ تحریر کر دوں فقیر نے چند مرتبہ دوات و قلم کو حاضر بھی کیا مگر نہ لکھنے کی طاقت تھی نہ املاء کرانے کی۔ انفاس العارفین میں ہے کہ ان آخری ایام زندگی میں ایک روز حضرت ایشانؒ نے مجھ سے اور اصلاح آثار محمد عاشق پھلتی سے ارشاد فرمایا کہ دیکھو آپس میں خوب دوستی رکھنا تمہاری دوستی سے میری روح کی خوشی کا باعث ہوگی۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ ان کلمات کا راز بعد میں کھلا جبکہ محمد عاشق پھلتیؒ نے اس فقیر سے ارتباطِ طریقہ پیدا کر لیا اور وہ مجھ سے منتفع ہوئے امید یہی ہے کہ اس دوستی سے "فوائد بسیار" برآمد ہوں گے۔

حضرت شاہ صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت والد ماجدؒ کی عمر کا آخری رمضان جب آیا تو آپ نے صیام و قیام کا اسی طرح اہتمام کیا جیسا کہ ہر رمضان میں کرتے تھے۔ اگرچہ شیخ فانی ہونے کی بنا پر بہ حسب شریعت رخصت افطار موجود تھی اور روزہ رکھنے کی بالکل طاقت نہیں تھی اس فقیر نے اور تمام گھر والوں نے عرض کیا کہ رخصت شرع ہوتے ہوئے یہ تکلیف کیوں اٹھائی جا رہی ہے؟ اس کے جواب میں فرماتے تھے کہ روزہ رکھنے سے زیادہ سے زیادہ یہی ہوگا کہ ضعف بڑھ جانے کی وجہ سے بیہوش ہو جاؤں گا۔ بے ہوشی کا تو میں پہلے ہی سے خوگر ہوں۔ جب شوال کا مہینہ آیا تو بھوک یک لخت ساقط ہو گئی اور ضعف کا غلبہ ہو گیا ایک روز ایسی حالت ہو گئی کہ امید حیات بالکل باقی نہیں رہی تھی۔ اس نازک

حالت میں "استغفر اللہ الذی لا الہ الا ھو الحی القیوم" زبان پر جاری تھا پھر کچھ صحت اور تخفیف ہوگئی۔ صفر المظفر کے مہینے میں مرض دوبارہ لاحق ہوا ــــ جس روز وفات ہوئی ہے اس کی صبح صادق سے پہلے جب آثار موت ظاہر ہوئے تو آپ کو اس کا بڑا خیال تھا کہ نماز صبح فوت نہ ہو جائے۔ چند بار اس آخری وقت میں دریافت فرمایا کہ صبح ہوگئی یا نہیں؟ حاضرین نے کہا کہ ابھی صبح صادق نہیں ہوئی حضرت والاؒ نے غصے کے لہجہ میں فرمایا کہ اگرچہ تمہاری نماز کا وقت نہیں ہوا ہماری نماز کا وقت ہوگیا ہے۔ پھر فرمایا کہ مجھ کو قبلہ کی جانب متوجہ کر دو۔ پھر اشارے سے آخری نماز پڑھی حالانکہ وقت میں تنگ تھا۔ بعدازاں ذکر اسم ذات آہستہ آہستہ کرتے رہے اور اسی مشغولیت ذکر میں اس دنیائے فانی سے رخصت ہوگئے۔

یہ واقعہ ۱۲ صفر المظفر ۱۱۳۱ھ یوم چہار شنبہ کا ہے۔ فرخ سیر بادشاہ کی حکومت کا آخری سال تھا۔ فرخ سیر آپ کی وفات سے پچاس روز بعد اسیر ہوا بعدازاں سلطنت مغلیہ میں زبردست انقلاب برپا ہوا۔ آپ کی عمر ستتر سال کی ہوئی۔ فتح چتوڑ اور تعمیر جامع مسجد شاہجہانی دہلی آپ کو یاد تھی۔

قطعہ تاریخ وفات

در ہزار و یک صد و سی و یک از ہجر رسول
بامدار چہار شنبہ از صفر ثانی عشر
ہادی راہ طریقت شیخ دیں عبدالرحیم
کرد از دنیائے دوں در جنت الماوی

ازواج و اولاد | شاہ عبدالرحیم صاحب کی پہلی شادی سونی پت میں ہوئی تھی۔ ان سے ایک صاحبزادے صلاح الدین نام پیدا ہوئے تھے جو بڑے ہو کر فوت ہوئے انکی اولاد کا سلسلہ نہیں چلا دوسری شادی پھلت ضلع مظفر نگر میں اپنے مرید شیخ محمد صدیقی کی لڑکی سے کی جن سے دو صاحبزادے ایک شاہ ولی اللہ اور دوسرے شاہ اہل اللہ پیدا ہوئے۔

تصنیفات | حضرت شاہ عبدالرحیمؒ کو تالیف و تصنیف کا زیادہ موقع نہیں ملا۔ حسب ذیل رسالے آپ کی یادگار ہیں۔

۱۔ انفاس رحیمیہ:۔ جو چند مکتوبات کا مجموعہ ہے۔ حضرت شاہ اہل اللہ ان مکتوبات کے جامع ہیں۔

۲۔ ارشاد رحیمیہ:۔ فن تصوف اور سلوک میں ایک مفید و جامع رسالہ ہے۔

۳۔ حضرت شیخ تاج الدین سنبھلیؒ کے ایک رسالہ تصوف کا (جو عربی زبان میں تھا) فارسی زبان میں ترجمہ کیا ہے۔ جس کو حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے اپنے والد سے سبقاً سبقاً پڑھا ہے اور جس کا ذکر انفاس العارفین اور الانتباہ میں کیا ہے۔

خلفاء و مریدین | آپ کے چند خلفا اور خاص مریدین کی ایک فہرست ذیل میں پیش کی جاتی ہے۔ جو سرسری تلاش سے معلوم ہوئے ہیں۔ صحیح تعداد تو اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے۔

۱۔ حضرت شیخ محمد پھلتیؒ۔ جو حضرت شاہ عبدالرحیمؒ کے خسر اور حضرت شاہ ولی اللہ کے نانا تھے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے آپ کے حالات میں ایک مستقل رسالہ لکھا ہے۔ جس کا نام ہے۔ عطیہ الصمدیہ فی الانفاس المحمدیہ آپ کا اور آپ کے آباؤ اجداد کا فضل و کمال اس رسالہ سے واضح ہوتا ہے۔ شاہ

آپ کے صاحبزادے اور شاہ محمد عاشق پھلتیؒ۔ آپ کے پوتے ہیں ۸ جمادی الاولیٰ ۱۱۲۵ھ میں آپ نے انتقال فرمایا آپ کا مزار پھلت میں ہے۔

۲۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ جو اپنے زمانے کے آفتاب شریعت وطریقت ہیں، اپنے والد کے خلیفہ ومجاز ہیں خود "الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ" میں تحریر فرماتے ہیں۔

"فقیر نے والد بزرگوار کی ایک مدت تک صحبت حاصل کی اور ان سے بیعت کی اور آداب طریقہ کا بڑا حصہ ان سے سیکھا۔ طرق مشہورہ کا اشغال ان سے اخذ کئے۔ خرقۂ صوفیا ان کے ہاتھوں سے پہنا۔ حضرت والد ماجد اس ضعیف کی طرف بہت توجہ فرماتے تھے اصل نسبتِ حضور آپ ہی کی توجہ سے حاصل کی۔ آپ کی بہت سی کرامات کا مشاہدہ اپنی آنکھوں سے کیا واقعات عجیبہ اور اتفاقات غریبہ جو والد صاحب کو اور ان کے شیوخ کو پیش آئے تھے۔ ان باتوں کو سن کر یاد رکھا اور انفاس العارفین کی قسم اول میں قلم بند کیا۔ آخر عمر میں حضرت والد ماجد نے مجھے تلقین وبیعت اور صحبت وتوجہ کی اجازت عطا فرمائی اور یدہٗ کیدی (یعنی ان کا ہاتھ میرے ہاتھ کی مانند ہے) میرے بارے میں ارشاد فرمایا۔ والحمد للہ علی ذلک حمداً کثیراً مبارکاً فیہ

(۳) حضرت شاہ زین العابدین ابن شیخ یحییٰ ابن حضرت حضرت مجدد الف ثانیؒ۔ آپ ۱۰۴۰ھ میں پیدا ہوئے۔ بڑے باکمال تھے، فقہ، اصول فقہ اور تصوف میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ شیخ حجۃ اللہ نقشبندی سرہندیؒ سے ظاہری وباطنی علوم حاصل کئے۔ مدتوں مسند درس وتدریس

اور محفل تصوف کو رونق دی۔ بہت سے علماء نے آپ سے علم حاصل کیا ۱۱۲۳ھ میں انتقال فرمایا۔

انفاس العارفین اور انفاس رحیمیہ میں آپ کے نام حضرت شاہ عبدالرحیم کے مکتوبات درج ہیں۔ جن سے پتہ چلتا ہے کہ اپنے خاندان سے اخذ فیض کے بعد آپ نے حضرت شاہ عبدالرحیمؒ سے بھی سلوک میں رہنمائی حاصل کی ہے انفاس العارفین سے پتہ چلتا ہے کہ ان کا اصل نام فقیر اللہ اور زین العابدین لقب تھا۔ انفاس العارفین میں کئی جگہ شیخ فقیر اللہ کا نام آیا ہے وہ یہی شیخ زین العابدین نبیرۂ حضرت مجدد الف ثانیؒ ہیں۔

آپ حضرت خواجہ عبداللہ دہلوی عرف خواجہ کلاںؒ کے نواسے تھے۔

۴۔ حضرت شیخ حسام الدین انصاریؒ بن شیخ بایزیدؒ ابن شیخ بدیع الزماں سہارنپوریؒ آپ کے والد ماجد حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندیؒ کے اور آپکے جدامجد حضرت مجدد الف ثانی کے خلیفہ مجاز تھے۔ آپ نے ۱۱۰۶ھ میں رد روافض کے موضوع پر ایک معرکۃ الآراء کتاب لکھی جس کا نام مرافض الروافض ہے۔ اس کا ایک قلمی نسخہ کتب خانہ مظاہر علوم سہارنپور میں موجود ہے۔ حضرت شاہ عبدالرحیمؒ کے ایک مکتوب سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ حسام الدین انصاری سہارنپوریؒ بھی آپ کے اجازت یافتہ اور خلیفہ ہیں۔

۵۔ شاہ عبید اللہؒ۔ یہ حضرت شاہ محمد پھلتیؒ کے صاحبزادے اور حضرت شاہ ولی اللہؒ کے ماموں ہیں ان کا مزار پھلت میں ہے۔

۶۔ حضرت شاہ حبیب اللہؒ۔ یہ بھی حضرت شاہ ولی اللہ کے ماموں اور حضرت شاہ محمد پھلتی کے صاحبزادے ہیں اور پھلت میں مدفون ہیں۔

۷۔ حضرت شیخ عبدالوہاب پھلتیؒ۔ آپ حضرت شاہ محمد عاشق پھلتیؒ کے نانا اور حضرت شاہ محمد پھلتیؒ کے چچازاد بھائی تھے۔
۸۔ شیخ محمد معظم پھلتیؒ
۹۔ شیخ بدرالحقؒ جامع ملفوظاتِ شاہ عبدالرحیمؒ
۱۰۔ شیخ فیض اللہ صاحبؒ۔ یہ حضرت شاہ عبدالرحیمؒ کے خاص اصحاب میں داخل تھے۔
۱۱۔ دلدار بیگ۔ یہ بھی حضرت شاہ عبدالرحیمؒ کے مخصوص اصحاب میں شامل تھے۔

اخلاق و عادات

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت ایشاں (والد ماجد) اخلاق سلیمہ مرضیہ مثلاً شجاعت، فراست اور غیرت وغیرہ سے بوجہ اتم متصف تھے۔ عقل معاش بھی مثل عقل معاد کامل و وافر رکھتے تھے۔ ہر امر میں اعتدال کو پسند فرماتے تھے۔ لباس میں عدم تکلف ملحوظ رہتا تھا۔ موٹا، باریک جیسا کپڑا میسر آگیا استعمال کر لیا۔ امراء کے مکانات پر کبھی نہیں جاتے تھے اگر امراء آپ کے پاس حاضر ہوتے تو آپ بڑے اخلاق و تواضع سے پیش آتے تھے۔ کریم قوم کا مزید اکرام فرماتے تھے۔ اگر امراء نصیحت طلب کرتے تھے تو نہایت نرمی سے نصیحت فرماتے تھے۔ ہمیشہ تعظیم علم و علماء اور نفرت از جہل و جہلاء آپ کا شعار تھا۔

ہر حال میں آثار نبویہ کا تتبع کرتے تھے۔ آپ کے آثار استقامت میں سے ایک یہ بھی ہے کہ کبھی اپنی عمر میں (بعد سن شعور) جماعت نماز فوت نہیں کی الا یہ کہ کوئی عذر شرعی پیش آگیا ہو۔ کسی زمانہ عمر میں خواہ جوانی ہو یا

نوجوانی، امور ممنوعہ کی جانب کبھی میلان نہیں ہوا۔ اتباعِ جادہ محمدیہ آپ کا خلق جبلی تھا۔ ضرورت کے وقت بیع و شرار کا معاملہ خود کرتے تھے، عمامہ وغیرہ لباس میں مشائخ صوفیار کی وضع پسند تھی۔ غرضیکہ بے تکلفانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ بغیر شدید ضرورت کے قرض لینا مکروہ سمجھتے تھے اور جو شخص عیش و عشرت اور اچھے کھانے پینے کی خاطر قرض لیتا تھا اس سے ناراض ہوتے تھے۔ ہر علم میں کچھ نہ کچھ دخل رکھتے تھے فن طب میں آپ کی مہارت انتہا کو پہونچی ہوئی تھی۔

معمولات حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ حضرتؒ ایشانؒ نوافل تہجد کا اہتمام فرماتے تھے۔ مگر ان کے یہاں عدد رکعات کی کوئی قید نہ تھی۔ نشاط و رغبت کے ساتھ جس قدر رکعات بھی ہو جائیں۔ اشراق و چاشت بھی پڑھتے تھے، بعد مغرب (سنتوں سے فارغ ہو کر) دو رکعت نماز نفل برائے ثواب والدین و برادر کلاں پڑھنے کا معمول تھا۔ زیادہ تر تلاوت قرآن مجید میں مشغول رہتے تھے کوئی عذر ہوا تو دوسری بات ہے۔ بہت ہی خوش الحان تھے۔ رعایت تجوید کے ساتھ قرآن شریف پڑھتے تھے۔ تلاوت کے علاوہ "حلقہ یاراں" میں دو تین رکوع کا ترجمہ بیان معانی کے ساتھ کرتے تھے یک ہزار مرتبہ ذکر نفی و اثبات ہوتا۔ کچھ جہر سے پہلے جہر کے ساتھ کچھ آہستہ آہستہ۔ بارہ ہزار مرتبہ اسم ذات کا ورد لازم تھا۔ مراقبہ میں بھی رہتے تھے۔ بعد وفات حضرت شیخ ابوالرضا محمدؒ بعض مخلصین کی درخواست پر اپنے مرحوم بھائی کے انداز میں وعظ فرماتے تھے۔ شروع میں اکثر مشکوٰۃ شریف، تنبیہ الغافلین اور غنیۃ الطالبین سے اخذ کر کے وعظ فرماتے تھے۔ آخر میں تفسیر قرآن وعظ کے اندر شروع

کر دی تھی۔ بارہا میں نے آپ کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ ہم نے جو کچھ پایا درود شریف کی بدولت پایا۔ ہر روز سورہ مزمل گیارہ مرتبہ اور یا مغنی گیارہ سو مرتبہ غنائے ظاہری کے لئے پڑھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ تمام حالات میں بے اسباب ظاہر کے اپنے بندوں کے قلوب حضرت ایشاں کی طرف متوجہ فرما دیتا تھا۔

مسلک فقہی

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت ایشاں اکثر و بیشتر امور میں تو موافق مذہب حنفی عمل کرتے تھے۔ البتہ بعض باتوں میں حسبِ حدیث یا حسبِ وجدان کسی دوسرے مسلک فقہ کو ترجیح دیتے تھے۔

نسبتہائے طریق

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ حضرت ایشاںؒ کی زبان سے بارہا خلوت میں یہ سنا ہے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی سے جو نسبت ہمیں ملی ہے وہ غالب تر اور مؤثر تر ہے۔ اور وہ نسبت جو کہ خواجہ معین الدین چشتی سے ہم نے حاصل کی ہے وہ عشق سے نزدیک تر اور تاثیر اسماء اور صفائی قلب سے قریب تر ہے۔

بے ہمہ و باہمہ

ایک مخلص نے حضرت ایشاںؒ سے دریافت کیا کہ عام لوگوں کے درمیان کس طرح زندگی بسر کرنا چاہئے فرمایا اس طرح رہو کہ جیسے تم بھی ان میں سے ایک ہو۔ اپنے آپ کو ان سے بڑا اور ممتاز نہ سمجھو ــــ پھر اس نے سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا کیا طریقہ ہے۔ اس کے جواب میں یہ آیت پڑھی۔

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ الآية (سورہ

نور کی ایک آیت ہے جس میں دیندار تاجروں کی حضرت حق جلّ مجدہ نے تعریف فرمائی ہے اور جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ تجارتی کاروبار اور جائز اشغال میں مشغول رہ کر بھی انسان وصول الی اللہ کی دولت و نعمت حاصل کر سکتا ہے ترک دنیا کی چنداں ضرورت نہیں۔

ایک لطیفہ

حضرت ایشانؒ ایک مرتبہ کئی رفقاء کے ہمراہ سفر کر رہے تھے۔ بہلی ایک تھی اور سب اس بہلی پر نوبت بہ نوبت سوار ہوتے تھے۔ ایک رفیق اثناء راہ میں اپنی باری سے زیادہ سوار ہوا۔ حضرت ایشانؒ نے (جو غالباً پیدل چل رہے تھے) ایک شخص سے فرمایا کہ بہلی کے سواروں سے دریافت کرو کہ [اِعْدِلُوا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى (انصاف، تقویٰ اور پرہیزگاری سے بہت قریب ہے) یہ آیت کس پارہ میں ہے؟ شیخ بدرالحق بھلتی مقصد کلام سمجھ گئے اور برجستہ و بے ساختہ عرض کیا کہ سیپارہ لیتذرون اسی آیت کے بعد شروع ہوتا ہے (سیپارہ لیتذرون کا ذکر کرنے سے جواب میں ایک علمی لطافت پیدا ہوگئی اور عمدہ طریقہ پر عذر خواہی بھی ہوگئی)

حضرت شیخ اکبر کی تعظیم و تکریم

حضرت شاہ عبدالرحیمؒ فاروقی حضرت شیخ محی الدین ابن عربیؒ کی بہت تعظیم کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ "میں اگر چاہوں تو فصوص الحکم کی برسرِ منبر تقریر کروں اور اس کے تمام مسائل کو آیات و احادیث کے موافق ثابت کروں اور اس طرح بیان کروں کہ کسی کو کوئی شبہ نہ رہے۔

البتہ وحدت وجود کی تصریحات سے پرہیز فرماتے تھے۔ کیونکہ اکثر

اہل زمانہ اس مسئلہ کو پوری طرح نہ سمجھ سکیں گے اور ورطۂ الحاد وزندقہ میں پڑ جائیں گے۔

حکمت عملی اور آداب معاشرہ کی تعلیم

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ ارقام فرماتے ہیں کہ "حضرت والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ اس فقیر کو اپنی مجلس مبارک میں حکمت عملی اور آداب معاشرت کی بھی بہت کچھ تعلیم دیتے رہتے تھے اس سلسلہ کی چند باتیں جو میرے حافظہ میں باقی رہ گئی ہیں یہ ہیں۔

۱۔ فرمایا ——— کہ اپنی مجلس میں کسی قوم کی یا کسی علاقے کے لوگوں کی ہرگز برائی نہ کرنا کہ پورب والے ایسے ہوتے ہیں اور پنجاب والے ویسے ہوتے ہیں۔ افغانوں میں یہ عیب ہے اور مغلوں میں یہ خرابی ہے ——— ممکن ہے کہ تمہاری مجلس میں اس قوم یا علاقے کا یا ان کا حمایت کنندہ کوئی موجود ہو ——— اس کو یہ بات ناگوار گزرے گی اور مجلس مکدر ہو جائے گی۔

۲۔ فرمایا کرتے تھے کہ (خواہ مخواہ اور بلا ضرورت) ہرگز کوئی ایسی بات مجلس عام میں زبان پر نہ لانا جو "مخالف جمہور" ہو اگرچہ وہ فی نفسہ صحیح ہو۔ کیونکہ لوگ (ایک دم) اس بات کا انکار کر دیں گے اور تکدر پیدا ہو جائے گا۔

(۳) فرماتے تھے ——— کہ مجلس عام میں کسی خاص شخص کا نام لے کر اعتراض اور ردِّ صریح نہ کیا جائے (عام بات بغیر نام کے ہو)

۴۔ فرمایا کرتے تھے کہ انسان کا لباس اس کے امتیاز و کمال پر اطلاع دینے والا ہونا چاہئے۔ اگر وہ عالم ہے تو علماء کا لباس پہنے اور ان کی

سی زندگی بسر کرے اور درویش ہے تو لباس درویشی زیب تن کرے اور درویشوں کی طرح زندگی گذارے۔

۵۔ فرماتے تھے کہ عیادت بیمار پرسی کا مقصد اعظم یہ ہے کہ مریض کو تمہارے اس طرز عمل سے خوشی حاصل ہو۔ مقصد یہ نہیں ہے کہ فقط اس کے مزاج کی کیفیت معلوم ہو جائے۔ لہذا جب کوئی کسی مریض کی عیادت کا قصد کرے تو ایسا نہ ہونا چاہئے کہ مریض کو تو اطلاع نہ ہو اور وہ بالاہی بالا کسی سے کیفیت مزاج معلوم کر کے واپس ہو جائے۔ ایسا کرنے سے مقصد فوت ہوتا ہے۔ یہی حال تعزیت کا ہے اور یہی حیثیت سفارش کی ہے۔ ان دونوں میں بھی ایسا ہونا چاہئے کہ جس کو تسلی دینا ہے اس کو (تعزیت نامہ یا آمد کے ذریعے) اپنے جذبۂ ہمدردی سے مطلع کرو۔ اور جس کی سفارش کی ہے۔ اس کو بھی مطلع کر دیا جائے۔ کہ تمہاری سفارش کر دی گئی ہے۔ فرماتے تھے کہ جن جن امور میں "اقامت مصلحت و موافقت" کو اور آپس میں انسانوں کے دل جوڑنے اور محبت پیدا ہونے کو مد نظر اور ملحوظ رکھا گیا ہے۔ ان سب معاملات میں ایسا ہی ہونا چاہئے کہ صاحب معاملہ کو اپنے کام سے مطلع کر دیا جائے۔

۶۔ فرماتے تھے کہ اگر وہ لوگ جو (بظاہر) مرتبے میں تم سے کم ہیں اور (محض محبت دینی کی بنا پر) تم کو سلام کرنے میں ابتدا کرتے ہیں تم اس بات کو اللہ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت سمجھنا اور اللہ کا شکر بجالانا ایسے لوگوں سے خندہ پیشانی کے ساتھ پیش آنا ——— اور ان کے حال و مزاج کو دریافت کرنا بسا اوقات تمہارا ادنیٰ التفات جس

کی تمہارے نزدیک کوئی حیثیت نہیں، عوام کی نظر میں بڑی چیز بن جاتا ہے اور وہ اس التفات کو بڑی حیثیت دیتے ہیں اگر وہ اپنی طرف تمھارا ادنیٰ التفات بھی نہ دیکھیں گے تو بہت رنجیدہ ہوں گے ۔

صد ملکِ دل بہ نیم نگہ می تواں خرید　　　خوباں دریں معاملہ تقصیر می کنند

(یعنی سیکڑوں ملکِ دل ایک ادنیٰ التفات کے عوض خریدے جا سکتے ہیں۔ اس معاملہ میں خوبانِ زمانہ بہت کوتاہی کر رہے ہیں) (کہ ادنیٰ التفات کی زحمت بھی گوارا نہیں کرتے اور اتنا بڑا نفع نظر انداز کر رہے ہیں)

۷۔ فرماتے تھے ۔ کہ یہ بات احمقانہ ہے کہ لباس و طعام وغیرہ میں کسی مخصوص چیز کی عادت ڈال لی جائے۔ (جب تک وہ مخصوص و متعین شئے نہ ملے اس وقت تک چین نہ آئے)

۸۔ فرمایا۔ بعض دوست ایسے ہوتے ہیں کہ ان کی محبت ذاتی ہوتی ہے کہ جب بتدریج تمھاری محبت ان کے دل میں جاگزیں ہو جائے گی پھر کسی حال میں وہ محبت ان کے دل سے باہر نہ ہوگی۔ نہ مفلسی میں نہ خوشحالی میں۔ ایسے دوست کو غنیمت شمار کرنا اور اپنے فرزند سے بہتر سمجھنا۔ بعض دوست ایسے ہوتے ہیں کہ تمہاری کسی فضیلت کے ظہور کی وجہ سے یا کسی غرض سے محبت رکھتے ہیں۔ ان کو ان کے مقام پر رکھنا چاہئے۔ غرض کہ سب کو ایک درجہ میں نہ رکھا جائے اور کسی شخص پر اسکے مرتبے سے زیادہ اعتماد نہ کیا جائے۔

۹۔ فرماتے تھے کہ "کارِ عاقلاں و حکیماں" یہ ہے کہ کسی چیز سے فقط لذت حاصل کر لینا مقصود نہ ہو بلکہ اس لذت کے ضمن میں دفع ضرورت یا اقامت فضیلت ملحوظ ہو یا ادائے سنت کی نیت ہو۔

۱۰۔ فرماتے تھے کہ بات کرنے میں، چلنے پھرنے میں اور اٹھنے بیٹھنے میں قوی

لوگوں کے انداز اختیار کرنا چاہیئے۔ اگرچہ تم (قدرے) ضعیف ہی کیوں نہ ہو اگر کوئی معیوب بات یا بزدلی یا بخل اتفاقاً تم سے صادر ہو جائے تو اس کے چھپانے میں حتی الامکان کوشش کرنا اور اس سے شرمندہ رہنا اور بہ تکلف اسکے مقابل کی اچھی صفت کا مظاہرہ کرنا۔ ایسا نہ ہو کہ نفس کو کوتاہی و تقصیر کی عادت و خو پڑ جائے۔

دو رباعیاں حضرت شاہ صاحبؒ ارقام فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت والد ماجدؒ متصل نماز ظہر میری طرف متوجہ ہوئے اور فی البدیہہ یہ رباعی فرمائی ؎

گر تو راہِ حق بجواہی اے پسر — خاطر کس رام بخاں الحذر
در طریقت رکن اعظم رحمت است — ایں چنیں فرمودآں خیر البشر

(اے بیٹے اگر تو راہِ حق اختیار کرنا چاہتا ہے تو کسی کے دل کو ہرگز مت ستانا رحمدلی طریقت میں رکن اعظم ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی رحمدلی کی بہت کچھ تعلیم و تلقین فرمائی ہے)

اس رباعی کے متعلق فرمایا کہ دوات و قلم لاؤ اور اس کو لکھ لو۔ اللہ تعالےٰ نے اس مضمون کا میرے دل میں القاء فرمایا ہے تاکہ اس کی تم کو نصیحت کردوں۔ پھر فرمایا کہ یہ نصیحت آمیز رباعی اللہ کی بڑی نعمت ہے اس کا بھی شکر لازم ہے۔

حضرت شاہ عبدالرحیمؒ نفسیہ میں یہ رباعی بھی ہے ؎

اے نعمتہائے تو از حد فزوں — شکر نعمتہائے تو از حد بروں
عجز از شکر تو باشد شکر ما — گر بود فضل تو مارا رہنموں

(اے وہ ذات کہ تیری نعمتیں جس طرح حد سے زیادہ ہیں تیری نعمتوں کا شکر یہ بھی حد امکان سے باہر ہے۔ لہٰذا تیرے شکر سے عاجز ہونے کا اقرار کرلینا ہی تیرا شکر ہے۔ مگر یہ اقرار عجز بھی اس وقت ہو سکتا ہے جب کہ تیرا فضل و کرم ہماری رہنمائی کرے اور ہمارے شامل حال ہو)

ملفوظات

شیخ عبدالرحیم دہلویؒ

۱۔ فرمایا ـــــ سالک کو چاہیئے کہ رات دن ذکر کا اہتمام رکھے۔ طالب حق کو چاہیئے کہ نماز فجر سے لے کر اشراق تک مراقبہ میں بیٹھے اور مراقبے کے بعد اس وقت تک کسی سے گفتگو نہ کرے جب تک نماز اشراق نہ پڑھ لے اور جب آدھی رات ہو جائے نماز تہجد ادا کرے اور فجر تک مراقبے میں رہے۔ جب نیند غلبہ کرے پانی اپنے منہ پر چھڑک لے تاکہ نیند دور ہو جائے، اس مبارک وقت میں فتوحات غیبی کا بہت کچھ ظہور ہوتا ہے اور بہت کچھ کشادگی محسوس ہوتی ہے خصوصاً شب جمعہ کہ بہت ہی فضیلت رکھتی ہے۔

(۲) فرمایا ـــــ اگر کسی طالب پر کسی درویش کامل نے ایک بار بھی توجہ کر دی ہے اور قید ہستی سے آزاد کر دیا ہے تو یہی ایک توجہ اس کو عمر بھر کے لئے کافی ہو گی بشرطیکہ مشغول بحق رہے یہ (خوش قسمت) طالب اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک اس کا کام پورا نہ ہو جائے گا۔

۳۔ فرمایا ـــــ طالبِ حق اگر بیگانوں کی صحبت میں کبھی چلا جائے تو تھوڑی دیر سے زیادہ نہ بیٹھے۔

۴۔ فرمایا — عاشق صادق کو اس بات کی کوشش کرنا چاہئے کہ قبر میں جانے تک اپنی عمر کو یاد مولیٰ میں صرف کرے (اور اس کام میں لگا ہے) یہ بات دل میں نہ لائے کہ اس کام سے جلد فارغ ہو جاؤں جلد بازی کرے گا تو یہ راستہ اس پر کچھ بھی نہ کھلے گا — بلکہ نظر کو حصول اور عدم حصول سے بھی ہٹا لے۔ کمالِ حصول اسی کو جانے کہ حق تعالیٰ نے اپنی یاد کی توفیق عنایت فرما دی ہے۔ حصول کار اسی پر موقوف ہے جب ہمت و توجہ درست ہو گئی تو پھر کام بھی مقصود سے وابستہ ہو جائے گا۔ اگر کیفیتِ قبض (قلب میں) پیدا ہو تو ناامید نہ ہو بلکہ بدستور جد وجہد میں رہے اور شکر کرتا رہے، اگر سالہا سال بھی قبض کی کیفیت رہے تب بھی ناامید نہ ہو کیا عجب ہے کہ — اللہ تعالیٰ (اس استقامت کی برکت سے) ایک مرتبہ ہی ایسا بسط عنایت فرما دے کہ جو دولت و نعمت سالہا سال میں حاصل نہ ہوتی ہو وہ ایک لمحے میں حاصل ہو جائے — غرض کہ اپنے کام کو اچھے طریقے سے انجام دے کر اس دنیا سے جائے۔

۵۔ فرمایا — طالب کو چاہئے کہ ہر حال میں انتظار جمال محبوب حقیقی کرے اور کسی لمحہ اس فکر سے غافل نہ ہو۔ یہاں تک کہ یک بیک اس کا باطن مثل چراغ روشن ہو جائے اور ظلمتِ ہستی باقی نہ رہے ہر وقت اپنے آپ کو مبتدی سمجھے اور اشغال میں اس طرح جدوجہد کرے گویا کہ اسی وقت مرشد نے ارشاد فرمائے ہیں — یاد حق میں اپنے جگر کو کباب کر دے اور جس جگہ قیام ہو اپنی عمر کا خاتمہ اسی جگہ جانے اور اس جگہ سے کسی دوسری جگہ (مستقل طور پر)

منتقل ہونے کا خیال منقطع کر دے — موت کو حاضر جانے تاکہ مرنے سے پہلے مرجائیے" والا خاص مقام حاصل ہو — پرانی قبروں کا دھیان کرے اور عبرت حاصل کرے کہ ایک دن میرا حال بھی ایسا ہی ہوجائے گا۔ میں بھی قبر میں پہنچ جاؤں گا اور سمجھے کہ میری عمر (فرض کرو) پچاس سال باقی رہ گئی ہے تو وہ بھی ہوا کی طرح گزر جائے گی۔

۶۔ اگر کوئی تجھ پر غصہ کرے تو اپنے حال پر غور کر۔ اگر اپنے اندر ترک دنیا اور ترک جاہ و عزت پاتا ہے تو کوئی مضائقہ نہیں، سمجھ لے کہ ایسی حالت میں کوئی چیز ضرر نہیں پہنچائے گی اور کسی کا غصہ تیرا کچھ نہ بگاڑ سکے گا اور اگر اپنے اندر دنیا کی طرف میلان محسوس کرے تو جان لے کہ ہر چیز ضرر پہنچا سکتی ہے۔ بلکہ دنیا کی طرف میلان ہوتا ہی ایک مستقل ضرر ہے دل کا دنیا میں پھنسنا اور اہل دنیا سے محبت کرنا اس سے زیادہ کوئی ضرر نہیں

(۷) اگر مخلوق (خواہ مخواہ) اظہار نفرت کرے تو خوش ہونا چاہئے کہ مردود خلق مقبول حق ہو جاتا ہے اور یہ اچھی طرح ذہن نشین کرلے کہ اگر لوگ بنظر حقارت دیکھتے ہیں تو یہ حقارت کا معاملہ چند روز سے زیادہ نہیں ہے۔ اس جہان کی عزت کے لئے اس جہان کا کام — جس سے ہمیشہ واسطہ پڑتا ہے یہ یاد نہیں کرنا چاہئیے۔

۸۔ اس بات پر بھی یقین رکھ کہ ہدایت وضلالت، از جانب خدا ہے حق تعالیٰ کے سوا کسی کی خواہش اور آرزو سے یہ دونوں امر نہیں ہوتے

آخر اس جہان سے گزرنا ہے اور اس جہان کو چھوڑنا ہے جس چیز

کو اضطرار و مجبوری کے ساتھ کل چھوڑے گا۔ بہتر یہی ہے کہ آج اپنے اختیار سے اسے چھوڑ دے۔

۹۔ تو اگر کسی طرف سے کوئی تکلیف اٹھائے تو اس کے حق میں دعائے بد نہ کرے بلکہ صرف اپنی جمعیت و عافیت کو اللہ سے طلب کرے۔ اب آگے کو خواہ حق تعالیٰ اس موذی کو مبتلائے مصیبت کر دے۔ یا توفیق نیک بخش دے پس اللہ تعالیٰ کے اوپر چھوڑ دے۔

۱۰۔ جو لوگ دل کے اندھے اور طریق اہل اللہ کے منکر ہیں ان کی صحبت میں نہ بیٹھنا۔ ان کی صحبت سے پرہیز کرنا۔

۱۱۔ (طالب حق کو چاہئے کہ) کسی مسلمان کو اپنے سے کم درجہ نہ سمجھے شاید حق تعالیٰ اس کو آخر میں توفیق نیک دیدے بلکہ کافر شخص کو بھی (انجام پر نظر کرتے ہوئے) بُرا نہ سمجھے اس لئے کہ اس کا احتمال و امکان ہے کہ وہ دنیا سے مسلمان ہو کر انتقال کرے اور خاتمہ بخیر ہو جائے۔

۱۲۔ بزرگان سلف کے کمالات صرف پیش عوام بیان کرنے میں مشغول نہ رہے بلکہ اپنے اندر بھی ایک حال پیدا کرنے کی کوشش کرے۔ مطالعہ احوال بزرگان میں یہی منفعت ہے کہ خود بھی جدوجہد کرنے لگے تاکہ بزرگوں والی کیفیت اللہ تعالیٰ اس کو بھی عنایت فرما دے فقط یہ نہ ہو کہ اپنی مفاخرت کے لئے ان بزرگوں کا افسانہ بیان کیا جائے۔ صرف افسانہ گوئی سے کام نہ چلے گا۔

۱۳۔ اگر کوئی نماز اتفاق سے قضا ہو گئی تو جب تک اس کو ادا نہ کرے

کسی کام میں مشغول نہ ہو۔ کیونکہ نماز ادا کئے بغیر کسی کام میں مشغول ہونا نحوست کی بات ہے۔

۱۴ دل سالک پر جو کچھ عالم ملکوت سے ظاہر ہو وہ کسی پر ظاہر نہ کرے اپنے ابنائے جنس کے علاوہ کوئی شخص اپنے کو دوست ظاہر کرے تو اس پر کلیتہً مائل و مفتون نہ ہو جائے اس لئے کہ اہل دنیا مکار ہوتے ہیں۔ جب تک کسی کو صادق نہ پائے اور کفش بردار اہل اللہ نیز فرمانبردار اہل اللہ نہ دیکھ لے اس وقت تک کسی سے اپنا راز ظاہر نہ کرے۔

۱۵۔ اصلِ کار یہ ہے کہ اپنا اختیار درمیان سے اٹھا کر اپنے آپ کو اہل اللہ کے سپرد کر دے تاکہ مقصود حاصل ہو جائے۔ ورنہ مقصود ہرگز حاصل نہ ہو گا۔

۱۶۔ اپنے آپ کو بس ایک کا کر دے اور دو جگہ سے نیت استفاضہ نہ رکھے ورنہ کسی جگہ سے بھی فیض نہ پہونچے گا۔

حکایات

(۱) حضرت شاہ عبدالرحیم صاحبؒ نے فرمایا کہ ایک دن خواجہ خردؒ اپنے اپنے اصحاب واحباب کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے خود پلنگ پر تھے اور تمام آدمی بوریے پر ــــ اس موقع پر میں خدمت اقدس میں پہنچ گیا۔ میری بہت زیادہ تعظیم وتکریم کی ــــ خود پلنگ کی پائینتی کی جانب بیٹھ گئے اور مجھے اسرار کر کے سرہانے بٹھایا۔ ہر چند میں نے عذر کیا مگر نہیں مانے اس بات سے تمام حاضرین متحیر ہو گئے ــــ آخر کار خواجہ خرد کے صاحبزادے خواجہ رحمت اللہ سے نہ رہا گیا انھوں نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ اس مجلس میں ان سے زیادہ معمر اور قابلِ تعظیم لوگ بھی موجود ہیں۔ پھر ان کی تخصیص میں کیا مصلحت ہے ؟ ــــ

فرمایا کہ میں نے یہ معاملہ اس لئے کیا ہے تاکہ تم میرے اس طرز عمل کو دیکھ لو اور جس طرح میں نے ان کی تعظیم کی ہے تم بھی کیا کرو۔ جب میں ان کے نانا شیخ رفیع الدین محمدؒ کے گھر پہنچتا تھا تو وہ بھی میرے ساتھ ایسی ہی تعظیم کا معاملہ کرتے تھے۔ حالانکہ وہ میرے استاد تھے اور میں نے اُن سے فیوض حاصل کئے تھے اور جب شیخ رفیع الدین محمدؒ، حضرت والد ماجد خواجہ محمد باقی قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے حضرت والد ماجدؒ ان کے ساتھ یہی طریقہ تعظیم

برتتے تھے اگرچہ شیخ رفیع الدین محمدؒ آپ کے مرید و خلیفہ تھے مگر چونکہ ابتدائے سلوک میں ان کے والد شیخ قطب العالمؒ کی خدمت میں رہ کر کچھ کتابیں پڑھی تھیں اور فوائد حاصل کئے تھے اس لئے استاذ زادہ ہونے کی حیثیت سے اپنے خلیفہ کی تعظیم کرتے تھے، اب ہم کو بھی ان (شاہ عبدالرحیمؒ) سے اسی طرح کا سلوک کرنا چاہیے۔

(شمارہ ۱۲ ماہنامہ الفرقان لکھنؤ جلد ۳۳)

(۲) حضرت شاہ عبدالرحیمؒ فرماتے ہیں کہ حضرت سید عبداللہ (شاہ عبدالرحیمؒ کے پیر) مجھ سے کوئی خدمت نہیں لیتے تھے۔ ایک روز میرے دل میں یہ خیال گذرا کہ پیر و مرشد آخر مجھ سے خدمت کیوں نہیں لیتے۔ پھر میں یہ بات عرض کرنے کے لئے آپ کے زاویے میں گیا۔ گرمی کا وقت تھا۔ آپ کرتہ جسم سے اتارے ہوئے تھے جب مجھے دیکھا تو فرمایا بہت اچھے آئے۔ میری پیٹھ سے میل دور کر دو، میں خوش ہو کر پوری محنت سے اس خدمت کو انجام دینے لگا۔ درمیان میں فرمایا میاں تم پورے ہاتھ کو کیوں تکلیف دیتے ہو۔ دو انگلیوں سے بھی یہ کام ہو سکتا ہے۔ پھر فرمایا بس جو خدمت شرط طریق ہے وہ وجود میں آگئی۔ اب آئندہ دل میں اس بات کا کبھی خیال نہ لانا۔ میں نے اپنے تمام ظاہری و باطنی حقوق صحبت تم کو معاف کر دیئے۔

ایضاً صـ ۱۹

فخر النساء

(بنت شیخ محمد پھلتیؒ)

سماۃ فخر النساء، حضرت شیخ محمد پھلتی کی صاحبزادی تھیں۔ آپ عمر میں شاہ عبید اللہ اور شاہ حبیب اللہ سے چھوٹی تھیں۔ آپ نے تمام تعلیم اپنے والد صاحب سے حاصل کی۔ بچپن سے ہی آپ کی طبیعت زہد و ورع کی طرف مائل تھی۔

آپ کی شادی والد محترم نے شاہ عبدالرحیم صاحبؒ دہلوی سے کی جو شیخ محمد صاحب کے پیر بھی تھے۔ شاہ عبدالرحیم صاحبؒ کی پہلی زوجہ کا بہت عرصہ قبل انتقال ہو چکا تھا۔

شادی کے وقت سماۃ فخر النساء کی عمر چودہ سال اور شاہ عبدالرحیم صاحب کی عمر ساٹھ سال تھی۔

آپ کے دو صاحبزادے ہوئے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی جو دہلی ہی میں رہے اور وہیں دین کی خدمت کرتے ہوئے وصال پا گئے۔ آپ کا مزار مہندیوں میں شاہ عبدالرحیمؒ کے مزار کے برابر ہے۔

شاہ اہل اللہؒ، یہ شاہ ولی اللہ سے چھوٹے تھے آپ نے اپنے ننھیال میں بود و باش اختیار کی اور آج بھی آپ کا مزار پھلت میں موجود ہے۔

شاہ اہل اللہ رحمۃ اللہ علیہ

بن شاہ عبدالرحیم محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا شاہ اہل اللہ صاحبؒ۔ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحبؒ کے صاحبزادے اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلویؒ کے حقیقی چھوٹے بھائی تھے، ان کی ولادت سے قبل آپ کے والد ماجد نے حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کو ایک روز بجائے ولی اللہ کے اہل اللہ پکارا۔ خادم مولیٰ نے عرض کیا حضرت ولی اللہ فرمائیں۔ آپ نے فرمایا عنقریب ان کا بھائی پیدا ہوگا یہ اس کا نام ہے۔ میری زبان سے نکل گیا تھا چنانچہ تھوڑے عرصہ بعد ۱۱۱۹ھ میں آپ پیدا ہوئے اور اہل اللہ نام رکھا گیا اور واقعی اسم بامسمیٰ تھے۔ بچپن ہی سے تقویٰ وطہارت اور علم و فضل میں نشوونما پائی تھی۔ فطرت صفا اور طبیعت بہت عالی اور ذہن روشن اور رائے بہت درست اور فہم دقیقہ یاب اور ذکاء روشن مثل آفتاب کے رکھتے تھے اور سب درسی کتابیں اپنے بڑے بھائی حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ سے پڑھیں اور پندرہ برس کی عمر میں تحصیل سے فارغ ہوگئے اور بارہ برس کی عمر میں اپنے والد بزرگوار سے بیعت کی اور اشغالِ طریقت اخذ کئے۔ از بسکہ فطرت عالی رکھتے تھے تھوڑے عرصہ میں طریقت کی برکتیں اور حقیقت کے انوار حاصل ہوگئے اور ایک رسالہ

معنون بفوائد آپ کی تصنیفات سے ہے۔ اس میں بہت طریقت کے معارف اور حقیقت کے اسرار بیان کئے ہیں۔ شریعت پر نہایت راسخ قدم تھے اور اخلاق نہایت متین تھے۔ توکل پر عالی رتبہ تھے اور دنیا کی زخرفات کی طرف بالکل التفات نہ کرتے تھے۔ اور عقل معاش میں بھی عقل معاد کی طرح کامل تھے۔ کفایت و عدالت و ظرافت تدبیر میں بے نظیر تھے اور علم صناعی میں جیسے نجوم و رمل ہیں کامل اطلاع رکھتے تھے۔ طب میں بہت اچھی دستگاہ تھی اور موجز القانون میں بعض ضروری مسائل جو مصنف سے رہ گئے تھے زیادہ کئے۔ اور اس کو فارسی میں کر کے ایک رسالہ وافی کر دیا۔ لیکن باوجود طب میں حذاقت کے بمقتضائے بے پرواہی معالجات و مداوات نہیں کرتے تھے یہاں تک کہ ایک روز خواب میں دیکھا کہ ایک بزرگ ہیں ہاتھی پر سوار ایک نیزہ ہاتھ میں اور کہتے ہیں کہ ہم بشارت لائے ہیں کہ خداتعالیٰ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے علاج سے شفا پائی۔ اس بشارت سے خوشی حاصل ہوئی اور خادمان کو اجازت دی کہ جب کوئی بیمار آئے مجھ کو اطلاع دو۔ اگرچہ کسی حال میں بھی ہوں، فرماتے تھے معلوم نہیں کس کا معالجہ کیا ہے جس کے سبب یہ قبولیت حاصل ہوئی۔ ان دنوں ایک فقیر کا علاج بھی کیا تھا شاید بمقتضائے حدیث قدسی مرضت فلم تعد منی (الحدیث) کی نسبت یہ امر ظہور میں آیا ہے۔

باوجود ان سب کمالوں کے اور وصفوں کے اپنے تئیں کچھ سمجھنا ان کی سرشت میں نہ تھا۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے پہلے سفر

حج کے وقت خلافت کی دستار ان کے سر پر باندھی اور اجازت ارشاد وبیعت ان کو دی اور حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحبؒ کا جانشین ان کو بنایا اور فرمایا کہ۔

جیسا خرقہ ہم کو حضرت والا قدس سرہ سے پہنچا ویسا ہی ہم نے ان کو دیدیا۔ متعلقین کو چاہئے کہ ان کو بجائے پدر بزرگوار قدس سرہ سمجھیں۔

آپ نے ۱۱۸۹ھ میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے دس سال بعد انہتر سالؒ کی عمر میں قصبہ پھلت پرگنہ کھاتولی ضلع مظفر نگر میں انتقال فرمایا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

آپ کا مزار شریف بیرون احاطہ درگاہ حضرت مولانا شاہ محمد عاشق صاحبؒ خلیفۂ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ کے ہے آپ کی تصانیف کثیرہ تھیں جن کا آجکل پتہ نہیں چلتا۔

شیخ عبدالرّحیم صاحب

کی

ننھیال

عبدالرحیم صاحب کی ننھیال
شیخ طاہر
شیخ حسن
شیخ محمد معروف بہ خیالی
شیخ عبدالعزیز
شیخ قطب العالم
شیخ رفیع الدین محمد
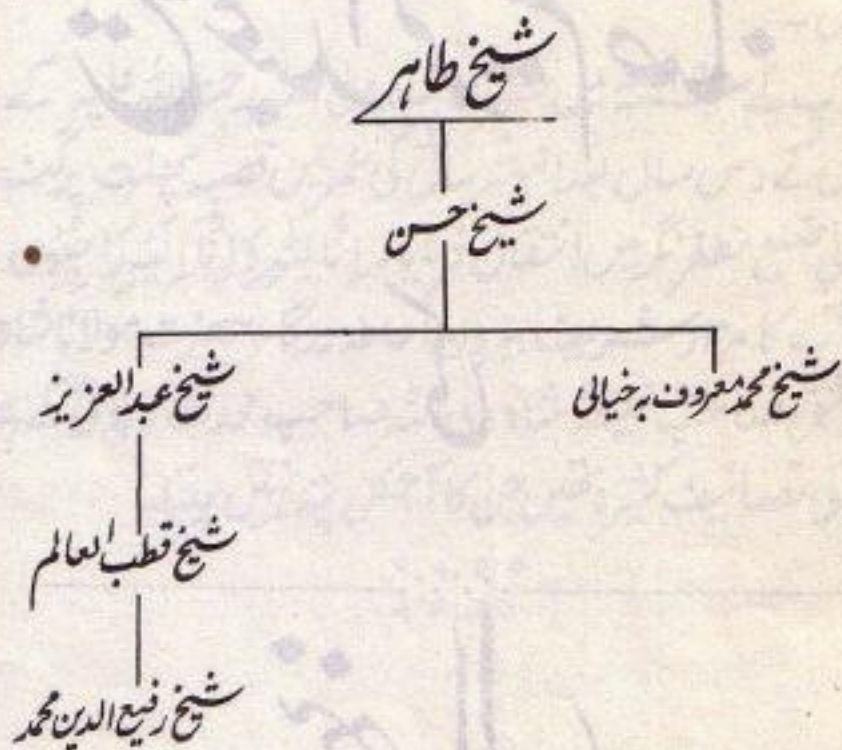
شیخ محمد طاہرؒ

شیخ محمد طاہر صاحب ملتان میں پیدا ہوئے۔ آپکا خاندان ملتان میں بڑی ناموری اور نیکنامی کے ساتھ مشہور تھا۔ جس کی نجابت و شرافت نہ صرف ملتان کے باشندے بلکہ دور دراز کے لوگ تسلیم کرتے تھے اور جس کا اعزاز و اکرام ہر طبقہ کے لوگ ہمیشہ پیش نظر رکھتے تھے۔ اس خاندان کے لوگوں کے فضل وکمال کا تمام زمانہ معترف تھا۔ ابتدائی زمانہ میں شیخ محمد طاہر صاحب کو حسب معمول قرآن شریف کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے مکتب میں بٹھایا گیا۔ لیکن ان کا دل تعلیم کی طرف متوجہ نہیں ہوا بلکہ سیر و شکار کا شوق غالب رہا جس کے نتیجے میں تعلیم سے بے بہرہ رہے۔

سن بلوغ کو پہنچنے کے بعد آپ کی ہمشیرہ نے قرآن مجید کی ایک آیت کی تفسیر دریافت کی جس کا جواب شیخ سے کچھ بن نہ پڑا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی آپ کو اس درجہ ندامت ہوئی کہ شرم کی وجہ سے سر نہ اٹھا سکے۔ آپ نے قرآن مجید بغل میں لے کر اپنے وطن مالوف کو خدا حافظ کہا۔ اور تحصیل علوم کے لئے مسافرت کی ناگوار سختیاں برداشت کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ اب آپ کی یہ کیفیت تھی کہ جس شہر یا قصبہ میں کسی عالم کی شہرت سنتے اس کی خدمت میں حاضر ہو کر کچھ نہ کچھ حاصل کرتے۔ چند روز میں آپ تھانیسر پہنچے اور یہاں استعدر قابلیت پیدا ہو گئی کہ قرآن مجید کے معانی و مطالب اخذ کرنے کی کامل مہارت اور پوری قوت حاصل ہو گئی۔ آپ نے اپنی ہمشیرہ کو خط لکھا اور ساتھ ہی

اس آیت کی تفسیر لکھدی جس کی بابت انھوں نے دریافت کیا تھا۔

شیخ محمد طاہر کو اس وقت اگرچہ تمام علوم وفنون میں کافی دسترس پیدا ہوگئی تھی لیکن بلند ہمت شیخ نے اس پر بس نہیں کیا بلکہ ان کا ذوق علمی تھانیسر سے صوبۂ بہار لے گیا۔ کیونکہ اس عہد میں بہار کے سوا تحصیل علوم اور تکمیل فنون کا کوئی دوسرا موقع نہ تھا جب آپ بہار پہنچے تو ایک مشہور صاحب علم وفضل کی خدمت میں تکمیل علوم کی غرض سے تشریف لے گئے۔ آپ نے نہایت محنت وجانفشانی سے چند روز میں تمام کتب درسیہ اور فنون رسمیہ پر عبور حاصل کرلیا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں آپ کی عدیم النظیر ذہانت اور استحضار علوم کی بے انتہا شہرت نے لوگوں کو آپ کی طرف متوجہ کیا لوگ جوق جوق آپ کی زیارت کو آتے اور آپ کے فضل وکمال اور علمی تبحر کا اعتراف کرتے۔

آپ کے اعلیٰ اخلاق کی وجہ سے اہل بہار آپ کے مداح ہوگئے اور آپ کی بہت زیادہ قدر کرتے تھے۔ بہار کے قاضی صاحب نے اپنی پیاری بیٹی کو آپ کے عقد میں دے دیا۔ عقد کے چند روز بعد آپ نے بہار کو چھوڑ دیا اور پورب کے کسی شہر میں قیام کیا۔

شیخ محمد طاہر صاحب کے یہاں تین فرزند پیدا ہوئے جن میں سب سے بڑے اور بزرگ فرزند شیخ حسن تھے۔ شیخ محمد طاہر صاحب آخری عمر میں اپنے فرزندوں اور اہل وعیال کو ساتھ لے کر شہر جونپور میں چلے آئے تھے۔ یہیں آپ نے انتقال فرمایا اور یہیں مدفون ہوئے۔ آپ کی قبر شریف ہنوز موجود ہے۔

شیخ محمد حسنؒ

(بن شیخ محمد طاہرؒ)

شیخ محمد حسن صاحب شیخ محمد طاہر کے بڑے فرزند تھے۔ آپ حلیم فطرت اور متواضع تھے۔ نو سال کی عمر میں آپ نے قرآن مجید یاد کر لیا۔ اور اس کے بعد علم صرف ونحو کی معمولی کتابیں پڑھنی شروع کر دیں اور دو تین ہی برس میں اس فن کی تمام درسی کتابیں نکال لیں۔ گیارہ یا بارہ سال کی عمر میں آپ کو صرف ونحو میں کامل مہارت ہو گئی۔ اس کے بعد آپ نے فقہ وحدیث وغیرہ علوم کی تعلیم پائی۔ آپ کا حافظہ بے مثال تھا۔ غرضیکہ آپ اٹھارہ سال کی عمر میں تمام علوم متداولہ کی تحصیل سے فارغ ہو گئے تھے۔

شیخ محمد حسن کی تربیت شیخ محمد طاہر نے خود فرمائی۔ بہرحال شیخ محمد حسن تعلیم وتربیت کے اعتبار سے اعلیٰ درجہ کے اہل کمال میں شمار ہوتے تھے۔ شیخ محمد حسن صاحب فارغ التحصیل ہوئے تو دور دور سے لوگ آپ کے پاس فقہ وحدیث کی تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے آتے تھے۔ آپ کم سنی ہی میں مقتدائے خواص تسلیم کئے گئے۔

شیخ محمد حسن صاحب نے سید حامد راجی شاہ صاحب سے بیعت کی تھی جو شیخ حسام الدین مانکپوری کے خلیفہ تھے۔ جو حقیقت میں شریعت وطریقت دونوں طرح کے علوم کو جامع اور مشائخ چشتیہ میں اعلیٰ درجہ کا اعزاز واقتدار رکھتے تھے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ شیخ ہذا شارح ہدایہ اور چند نامور علماء نے جو شیخ محمد حسنؒ

کے درس میں شریک تھے۔ آپ کے اس اعتقاد کو جو بزرگ سید حامد راجی شاہ صاحب کے حق میں رکھتے تھے تعجب کی نگاہ سے دیکھا ایک دفعہ تو برملا یہ کہہ دیا کہ سید حامد راجی شاہ سے آپ کا بیعت کرنا مناسب نہیں ہے کیونکہ آپ کو جو خاندانی عظمت حاصل ہے وہ تمام ملک میں مشہور ہے۔ آپ کا سیّد حامد راجی شاہ صاحب سے بیعت کرنا جو علم مکتب سے چنداں واقف نہیں۔ تعجب خیز ہے۔

شیخ ہداد کی یہ تقریر سن کر جناب شیخ محمد حسن صاحب نے نہایت متانت سے فرمایا کہ آپ کا یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ واجب الاحترام سید حامد راجی شاہ مکتبی علم سے حصہ نہیں رکھتے۔ لیکن تمہیں یہ معلوم ہے کہ ظاہری کتابی تعلیم جو ہر انسان کو مکتب میں دی جاتی ہے اس کے لئے کچھ یہی ضرور نہیں کہ ہر انسان اس تعلیم سے مصلح قوم بننے کی لیاقت پیدا کرے۔ بلکہ فطرت خداوندی جس انسان کو اپنے ہنر کا نمونہ بنانا چاہتی ہے اس کے ضمیر کو اول ہی روز سے روحانی جوہروں کے زیورات سے آراستہ کر دیتی ہے۔ ایسے وقت میں اگر اسے مکتبی تعلیم نہ دی جائے تو بھی کوئی اندیشہ اور مضائقہ کی بات نہیں ہوتی۔ لیکن اس پر بھی چاہتا ہوں کہ اہل علم کی ایک جماعت منتخب ہو کر محترم سیّد صاحب کی خدمت میں بھیجی جائے تاکہ جو مشکل اور اہم مسائل اور علمی باریکیاں دل میں کھٹکتی ہیں انھیں سید صاحب کی خدمت میں پیش کریں۔ اگر سید صاحب کی توجہ سے حل ہو جائیں تو میری طرح ان کو بھی معتقد و مرید ہونا چاہیے ورنہ خیر۔

چنانچہ شیخ ہداد وغیرہ نے اہلِ علم کی ایک جماعت سیّد صاحب کے امتحان کے لئے منتخب کی اور اسے آپ کی خدمت میں روانہ کیا۔ لیکن یہ عجیب اتفاق کی بات ہے کہ بعض لوگوں کے اشکال تو راستہ ہی میں حل ہو گئے بعضوں نے بزرگ سیّد صاحب کے چہرہ دیکھنے سے اور باقی لوگوں کے شکوک و شبہات آپ کے حکمت آمیز اور پر اسرار کلام کے سننے سے ختم ہو گئے۔

حاضرین آپ کے اس بے مثل اور عدیم المثال تصرف کو دیکھ کر فوراً بیعت پر رضامند ہو گئے اور بیعت کر کے حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے۔

الغرض شیخ محمد حسنؒ ایک مدت دراز تک اسی سرزمین میں طالبوں کے ارشاد و تعلیم میں مصروف و مشغول رہے۔ لیکن بعدازاں سلطان سکندر کی استدعا سے جو سلاطین دہلی میں ایک انصاف پسند بادشاہ تھا۔ پرانی دہلی میں تشریف لائے۔ اسی مقام پر آپ ۹۰۹ھ ہجری میں بحالت وجد فوت ہوئے اور آپ خاصے تندرست تھے، کسی طرح کی بیماری نہ تھی۔ آپ کی مجلس میں طالبین کا جمگھٹا لگا ہوا تھا اور ایک رُباعی جس کا اول مصرعہ

"اے ساقی ازاں مے کہ دل و دین من است"

ہے بار بار پڑھی جاتی تھی جس سے آپ پر وجد طاری ہوا اور اسی حالت میں آپ کی مقدس روح جسم عنصری سے پرواز کر گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون، آپ پرانی دہلی میں مدفون ہوئے۔

کہتے ہیں کہ سلطان سکندر کا نامور فرزند فتح خان شیخ محمد حسن کا بہت بڑا معتقد تھا۔ کتاب مفتاح الفیض جو علم سلوک میں تصنیف کی گئی ہے آپ کی بہترین یادگار ہے جس سے آپ کے باطنی علم اور بے مثال روحانی جذبات کی شان و شوکت بڑی خوبی سے واضح ہوتی ہے۔

شیخ محمد حسن کے انتقال کے بعد آپ کے چار فرزند یادگار باقی رہے۔ لیکن ان میں سے جنہیں تاریخی شہرت حاصل ہے اور جن سے شیخ صاحب کی آئندہ نسلوں کا سلسلہ بڑھا وہ صرف دو فرزند ہیں۔ شیخ محمد المعروف بہ خیالی اور شیخ عبدالعزیز یہی دو شخص ہیں جن کے فضل و کمال کی شہرت چاروں طرف پھیلی ہوئی ہے۔

شیخ محمدؒ خیالی

(بن شیخ محمد حسنؒ)

شیخ محمد المعروف بہ خیالی صاحب شیخ محمد حسن صاحب کے صاحبزادے تھے آپ صحیح الحال لطیف المشرب اور قوی الریاضت تھے۔ حکومت دہلی کی طرف سے آپ کو وہی اعزاز حاصل تھا جو آپ کے والد بزرگوار کے لئے مختص تھا۔ سلطان دہلی آپ کی بڑی عزت کرتا تھا اور سیر و سفر میں اکثر اوقات اپنے ساتھ رکھتا تھا بلکہ کمال قدردانی سے آپ کو اپنے تخت پر جگہ دیتا تھا۔ لیکن آپ نے باوجود حکومت کے اس شان و شوکت اور شاہی اعزاز و اقتدار کے اپنی اصلی حالت نہیں چھوڑی۔ یہی وجہ تھی کہ آپ اپنے عہد میں پیشوائے مذہبی تسلیم کئے گئے ہیں۔

شیخ محمد خیالی کی شہرت اگرچہ زیادہ تر علوم سلوک میں ہے لیکن آپ فقہ و حدیث اور ادب و کلام میں بھی اجتہاد کا درجہ رکھتے تھے۔ گو آپ ابتداء میں اپنے والد محترم کے مرید تھے اور انھیں کے طریقہ کو استعمال میں لاتے تھے۔ مگر انجام کار سلسلہ قادریہ کے ساتھ وابستہ ہو گئے۔ تکمیل فنون کی غرض سے دہلی سے سفر کیا اور ملک عرب پہنچ کر حرم مدینہ میں سالہا سال ریاضات شاقہ میں زندگی بسر کی۔ جب حاجی عبدالوہاب بخاری دوسری مرتبہ حرمین شریفین کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے تو آپ نے شیخ محمد خیالی کو بشارت دی کہ جناب نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں مجھ سے ارشاد فرمایا ہے اس ہندی شیخ زادے نے ایک مدت دشواری سے زندگی بسر کی ہے۔ اب تو اسے ہندوستان میں پہنچا دے لہٰذا میں

بکمال لجاجت عرض کرتا ہوں کہ آپ میرے ساتھ ہندوستان تشریف لے چلیں۔ شیخ نے فرمایا یہ سچ ہے لیکن تاوقتیکہ خود مجھے اس کا حکم نہ ہوگا ہندوستان نہیں جاسکتا۔ چنانچہ جب آپ اس پر مامور ہوئے تو حاجی عبدالوہاب بخاری آپ کو ہندوستان میں لائے اور یہاں پہنچ کر آپ کا انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ بعد وفات اپنے والد بزرگوار جناب شیخ محمد حسن کے پہلو میں مدفون ہوئے۔

شیخ محمد خیالی کے خلفاء بے شمار ہیں۔ آپ کی خانقاہ میں بعض ایسے بھی معزز و مقتدر خلیفہ ہیں جو خود امام وقت اور مجتہد فن کہلائے جاتے ہیں۔ شیخ امان اللہ پانی پتی اور شیخ عبدالرزاق جھنجھانوی بہت زیادہ مشہور ہیں۔

شیخ عبدالعزیزؒ

(بن شیخ محمد حسنؒ)

شیخ عبدالعزیز صاحب شیخ محمد خیالی کے بھائی اور شیخ محمد حسن کے صاحبزادے تھے۔ آپ دو تین ہی سال کے تھے کہ والد بزرگوار کا وصال ہو گیا۔

جب آپ ذرا ہوشیار ہوئے تو سید محمد بخاریؒ ابن حاجی عبدالوہاب بخاری کی خدمت میں تحصیل علوم کی غرض سے حاضر ہوئے۔ شیخ محمد حسن صاحب کی نسبت اور شیخ عبدالعزیز صاحب کی ذاتی خوبیوں اور فطری صلاحیتوں نے سید محمد بخاری کو آپ کا گرویدہ بنا دیا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ تھوڑے ہی عرصے میں شیخ عبدالعزیز کو فقہ، حدیث، ادب کلام اور تمام دینیات میں کامل کر دیا۔

آپ تمام علوم کے جامع اور سب علوم میں تبحر رکھتے تھے۔

کتابوں کی تکمیل کے بعد حاجی عبدالوہاب بخاریؒ کی خدمت میں چند روز رہ کر خصوصی استفادہ فرمایا اور خرقۂ سہروردیہ زیب تن فرمایا۔

حاجی عبدالوہاب بخاریؒ نے سید صدرالدین مشہور بشیخ راجو قتال سے خرقہ حاصل کیا تھا جو جناب سید جلال الدین معروف بہ مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ کے چھوٹے بھائی تھے آپ نے خود مخدوم جہانیاں اور نیز شیخ رکن الدین ابوالفتح سے خرقہ حاصل کیا تھا۔ ان کی سند طبقہ صوفیہ میں بڑی شہرت رکھتی ہے۔ جناب حاجی عبدالوہاب صاحب نے جس طرح سید راجو قتال کی صحبت سے فیض اٹھایا تھا اسی طرح مدت تک

شیخ عبداللہ قریشی کی صحبت میں بھی حاضر رہ کر فیضیاب ہوئے تھے۔

الغرض جب شیخ عبدالعزیز صاحب نے اس فضل و کمال کی شہرت حاصل کی اور علم شریعت و طریقت میں پورے طور پر تکمیل کر لی تو شیخ قاضی خاں نے اپنے فرزند رشید شیخ عبداللہ کو ظفر آباد سے شیخ عبدالعزیز کی خدمت میں روانہ کیا تاکہ وہ اس فیض باطن کو یاد دہانی کرے جو شیخ حسن صاحب نے قاضی خان کے حوالے کیا تھا اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی کہلا بھیجا کہ میں خود حاضر خدمت ہوتا ہوں مگر اس میں طلب شرط ہے۔ شیخ عبدالعزیز یہ پیام پاتے ہی متوجہ ظفر آباد ہوئے اور جب وہاں پہنچے تو زر نقد مال و متاع، گھوڑا، کپڑا وغیرہ جو کچھ پاس رکھتے تھے سب راہ خدا میں دے دیا اور حالت تجرید میں پورے تین سال تک طرح طرح کی مشقتوں اور ریاضتوں کی برداشت کی یہاں تک کہ ارشاد و تکمیل کے مرتبہ پر پہنچ گئے اور اس میں آپ کو خاطر خواہ عروج حاصل ہو گیا۔

جب یہ سب کچھ ہو گیا تو شیخ قاضی خاں ظفر آبادی نے جناب شیخ حسن کا باطنی فیض آپ کے سپرد کر دیا اور دہلی کی طرف مراجعت کرنے کی اجازت دی۔ آپ ان سے رخصت ہو کر اپنی قدیم قیام گاہ میں تشریف لائے اور ارشاد کے قوانین و قواعد کی بنیاد ڈالی۔ اور مسائل سلوکیہ کا اچھی طرح اعلان کیا۔ اگرچہ شیخ عبدالعزیز نہایت ذکی الطبع اور ذہین تھے اور اس کے ساتھ ہی فقہ، حدیث اور علم سلوک میں کامل مہارت حاصل کر چکے تھے۔ مگر پھر بھی اس اثناء میں سید ابراہیم ایرجی کی خدمت میں مدت تک علوم تصوف کے دقائق اور باریکیاں حاصل کرتے رہے اور انجام کار سلسلہ قادریہ کے خرقہ سے سرفراز کیے گئے۔ سید ابراہیم ایرجی تمام فنون علم میں کامل اور اکثر خانوادوں کی برکات کے جامع تھے۔ لیکن نسبت قادریہ اس پر غالب آگئی تھی اور خرقہ قادریہ شیخ بہاؤالدین قادری سے زیب تن فرمایا تھا۔

خلاصہ یہ کہ شیخ عبدالعزیز صاحب ہمیشہ ریاضت و مجاہدہ میں مصروف رہے اور جو کچھ آپ نے جوانی کی حالت میں اپنے اوپر لازم کیا اسے آخر وقت تک نہایت دلیری اور جرأت کے ساتھ ادا کیا۔

آپ آداب مشائخ کے تحفظ میں انتہا درجہ کی کوشش کیا کرتے تھے۔ آپ کے ادب کا یہ حال تھا کہ کبھی کسی شیخ کا نام نہیں لیا بلکہ ہمیشہ معزز الفاظ اور وزنی خطابات سے یاد کیا کرتے تھے۔

آپ میں فیاضی کا مادہ فطرتی تھا۔ علماء اور صلحاء کے علاوہ حاجت مندوں کی اعانت فرمایا کرتے تھے۔

باوجود اس شان و شوکت اور اعزاز و اقتدار کے آپ کے مزاج میں انتہا درجہ کی سادگی اور عجز و انکسار تھا درویشوں اور عالموں سے خود ان کی قیام گاہ پر جاکر ملاقات کرتے اور ہر شخص سے خواہ کسی مرتبہ کا آدمی ہوتا نہایت خندہ پیشانی اور متواضعانہ اخلاق سے پیش آتے اگر کسی کی بیماری کا حال آپ کو معلوم ہوتا تو دن میں کئی کئی مرتبہ جاکر عیادت کرتے۔

حلم، بردباری، صبر و رضا وغیرہ جس قدر عمدہ اور اچھے اخلاق ایک نہایت اولوالعزم اور بزرگ شخص میں پائے جانے ضرور لازم ہیں سب آپ میں بوجہ احسن پائے جاتے تھے۔ غرضیکہ شیخ عبدالعزیز صاحب تمام اخلاق محمودہ میں مشائخ چشت کی ایک محسوس یادگار اور دنیا کے ممتاز و مشہور اہل کمال میں سے تھے۔

شیخ عبدالعزیز صاحب نے ۷ر جمادی الاخری ۹۷۵ھ ہجری میں انتقال فرمایا اور آیۃ فسبحان الذی بیدہ ملکوت کل شیٔ والیہ ترجعون پر آپ کا خاتمہ ہوا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کو دہلی میں دفن کیا گیا۔

آپ کے تین صاحبزادے تھے۔ ان میں سے صرف **شیخ قطب عالم صاحب** کے حالات ملتے ہیں۔ باقی کے ناموں کا بھی پتہ نہیں چلتا۔

حضرت شیخ عبدالعزیز صاحب کے قلم سے لکھا ہوا سلسلہ قادریہ :-

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۵ الحمد للہ الذی ھدنا الی سبیل الرشاد وامرنا
باتباع الحق والسداد والصلوٰۃ والسلام علی نبیہ محمد والہ اولی الولایۃ والارشاد
وصحبہ الاکرمین الاکملین الامجاد وبعد فیقول العبد تراب الاقدام خدام اھل
بیت النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ذرہ ناچیز عبدالعزیز بن حسن بصرہ اللہ بعیوب نفسہ
وجعل یومہ خیرا من امسہ ان الاخ الاعز الاکرم العامل العالم افتخار الافاضل
والاکامل سلالۃ الاولیاء قدوۃ الاصفیاء الشیخ یحیی بن الشیخ معین الدین
خالدی جعلہ اللہ تعالیٰ من اھل صفوتہ واصطفاہ بخلوص محبتہ
وکمال معرفتہ لما شرفنا بشرف حضورہ وصحبتہ وتحقق لدی رسوخ اعتقادہ
ومحبتہ عقدت معہ عقد الاخوۃ الدینیۃ والبستہ خرقۃ المشائخ
الصوفیۃ قدس اللہ تعالیٰ ارواحھم ونور اشباحھم وانا لبستھا بطریق
الارشاد والوکالۃ والنیابۃ والاجازۃ والخلافۃ من شیخی ومرشدی
ومخدومی وسیدی وسندی سید السادات منبع السعادات السید ابراھیم
ابن معین بن عبدالقادر بن مرتضی الحسنی القادری سلمہ اللہ تعالیٰ وشیخی
ومرشدی المشار الیہ لبس من شیخہ ومرشدہ ابی البرکات بھاء الملۃ
والدین ابراھیم للانصاری القادری افاض اللہ علینا شابیب برکاتھم
وشیخہ ومرشدہ المشار الیہ لبس من شیخہ السید السند قطب الوقت
ابی العباس احمد بن حسن الجیلی المغربی الشافعی وھو من ابیہ السید
السند الشریف السید حسن وھو من ابیہ السید الشریف موسیٰ وھو
من ابیہ السید السند الشریف علی وھو من ابیہ
السید السند الشریف محمد وھو من ابیہ السید الشریف

حسن وہو من ابیہ السید الشریف محمد صلواحمد وہو
من ابیہ السید الشریف محی الدین ابی نصر وہو من ابیہ السید
الشریف ابی صالح وہو من ابیہ السید الشریف عبد الرزاق وہو من
ابیہ القطب الربانی والغوث الصمدانی محی الملة والدین ابی محمد
عبد القادر الحسنی الحسینی الجیلانی وہو من شیخہ ابی سعید
علی المخزومی وہو من شیخہ الاسلام ابی الحسن علی بن محمد بن
یوسف القرشی البکاری وہو من شیخہ ابی الفرح یوسف
الطرسوی وہو من الشیخ عبدالواحد ابن عبد العزیز الیمنی وہو
من ابی بکر الشبلی وہو من سید الطائفة جنید ی البغدادی
وہو من سری السقطی وہو من معروف الکرخی وہو من ابی
سلیمان داؤد بن نصر الطائی وہو من الامام علی بن موسی الرضی
وہو اخذ العلم والادب من والدہ الامام موسی الکاظم وہو
من والدہ الامام جعفر الصادق وہو من والدہ الامام محمد
الباقر وہو من والدہ الامام زین العابدین وہو من والدہ
الامام حسین وہو من والدہ الامام علی بن ابی طالب رضی اللہ
عنہم وہو من سید المرسلین وخاتم النبیین حبیب رب
العالمین محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ
الطیبین الطاہرین وہو قال ادبنی ربی فاحسن تادیبی۔

انتہی کلامہ

⁂

شیخ قطب العالمؒ

(بن شیخ عبد العزیزؒ)

شیخ قطب العالم صاحبؒ جناب شیخ عبد العزیزؒ کے بیٹے اور شیخ حسنؒ کے پوتے تھے۔ ان کے جدِ اعلیٰ شیخ طاہرؒ تھے جو اوچ شریف (ریاست بہاولپور پاکستان) میں مقیم تھے۔

شیخ قطب العالم فضل و کمال، علم و دانش و جود و سخا کا مجسمہ تھے۔ علمی ذوق و شوق خدا تعالیٰ نے آپ کو بچپن ہی عطا فرمایا تھا۔ آپ کی تربیت آپ کے والد بزرگوار نے خود فرمائی اور مختلف علوم کی تحصیل مختلف مشہور علماء سے فرمائی۔ علم فقہ، حدیث، صرف و نحو اور علم کلام میں آپ مجتہد فن تھے۔ ان کا شمار علوم کے ماہرین میں ہوتا تھا۔ آداب مجالس سے بھی بخوبی واقف تھے۔ آپ اپنے بھائیوں میں امتیازی شان کے مالک تھے۔ ہر چیز میں بصیرت تامہ رکھتے تھے۔

والد محترم کے انتقال کے بعد شیخ نجم الحق جو جناب شیخ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے نہایت ممتاز و معزز خلیفہ تھے اور جن کی باطنی توجہ و تصرف کی شہرت ہر طرف پھیلی ہوئی تھی، اپنے مرحوم شیخ کے مرقد شریف پر حاضر ہوئے اور پھر بھی تعزیت شیخ کے لئے تشریف لے گئے۔

شیخ کے عزیز و اقارب سے ملاقاتیں کرنے کے بعد دہلی سے وطن مالوف

کی طرف لوٹنے لگے تو شیخ قطب العالم کی درسگاہ میں تشریف لے گئے۔ آپ اس وقت طلبہ کے درس میں مشغول تھے اور نہایت توجہ اور اطمینان کے ساتھ علوم کے رموز و نکات بیان فرما رہے تھے۔ شیخ نجم الحق صاحبؒ نے آپ کی طرف توجہ کی نگاہ سے دیکھا اور ایک عجیب و غریب تصرف کر کے جھٹ سوار ہو گئے۔ آپ کی پالکی ابھی تھوڑی دور پہنچی تھی کہ شیخ قطب العالم صاحبؒ حد سے زیادہ بے چین ہو گئے اور آپ کی بے چینی میں مسلسل اضافہ ہوتا چلا گیا۔ یہانتک کہ آپ بغیر کسی سواری کے پاپیادہ شیخ نجم الحق کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے بیعت کر کے سلوک طریقت حاصل کیا۔

اس کے بعد جب خواجہ محمد باقی قدس سرہٗ طریقہ نقشبندیہ کے رواج دینے میں مشغول ہوئے تو شیخ قطب العالم ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مدت تک فیض صحبت حاصل کرتے رہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ خواجہ محمد باقیؒ جو شروع میں شیخ قطب العالم کے سلسلۂ تلامذہ میں داخل تھے اور ایک مدت تک آپ کی خدمت میں رہے تھے۔ اب خود شیخ قطب العالم نے (تصوف میں) ان کی شاگردی اختیار کی اور اس سلسلے میں شیخ نے کبھی خیال نہ کیا اور برابر ان سے فیض صحبت حاصل کرنے میں مشغول رہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اہل کمالات جب تک ہر درجہ کے آدمی سے استفادہ حاصل نہیں کر لیتے اپنے آپکو ہرگز اہل کمال میں شمار نہیں کرتے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا کہ:

"محدث اس وقت تک کامل نہیں ہوتا جب تک کہ اپنے اعلیٰ درجہ کا شاگرد نہ ہو اور اپنے برابر والے سے استفادہ حاصل نہ کرے۔ اور اپنے کمتر سے سماعت حدیث نہ کرے یعنی محدث کو تحقیق کا ایسا درجہ حاصل کرنا

چاہیے کہ ہر ایک رتبہ کے لوگوں سے اپنے فائدہ کی بات اور مفید مضمون کی تحقیق کرتا رہے۔"

جس زمانہ میں خواجہ محمد باقیؒ شیخ قطب العالم کی خانقاہ کے مجاور تھے اسی زمانہ کا ذکر ہے کہ ایک دفعہ آدھی رات کو شیخ پر منکشف ہوا کہ خواجہ محمد باقیؒ کی تعلیم و تلقین کی تکمیل مشائخ بخارا کے ساتھ مخصوص ہے چنانچہ آپ اسی وقت باہر تشریف لائے اور خواجہ سے فرمایا تمھیں بخارا کے مشائخ طلب کرتے ہیں اسی وقت اُدھر متوجہ ہونا چاہیے۔ خواجہ محمد باقیؒ نے فوراً سفر کی تیاری شروع کردی اور شیخ سے رخصت ہو کر بخارا کی طرف روانہ ہو گئے۔ وقت روانگی شیخ قطب العالم کے پاس بجز تہ بند کے خرقہ موجود نہ تھا اس لئے آپ نے تہ بند ہی خواجہ محمد باقی کو عنایت فرمایا جسے خواجہ محمد باقی نے دستار کے طور پر سر سے لپیٹ لیا اور فوراً بخارا کی طرف روانہ ہو گئے۔

بخارا میں پہنچکر خواجہ محمد باقیؒ خواجہ املنگیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلوک کے تمام طریقے حاصل کئے۔ خواجہ املنگیؒ نے تھوڑے عرصے میں آپ کو منزل مقصود تک پہنچا دیا۔ اور بہت جلد آپ کو خرقہ خلافت عطا فرمایا۔ خواجہ املنگیؒ کے بہت سے مریدین جو آپ کے پاس عرصۂ دراز سے روحانی فیض حاصل کر رہے تھے آپ کے اس فعل سے بہت متعجب ہوئے اور اس کا سبب دریافت کیا۔ اس پر خواجہ املنگیؒ نے فرمایا:۔

"ان کا روحانی کام مکمل ہو چکا تھا وہ تو ہمارے پاس صرف اصلاح و تصحیح کے لئے آئے تھے۔"

غرضیکہ شیخ قطب العالم کی تعلیم کا اثر تھا کہ خواجہ محمد باقی کو زیادہ

عرصہ تحصیل سلوک میں صرف کرنے کی ضرورت پیش نہ آئی اور جلد ہی اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے۔

شیخ قطب العالم کے چند فرزند تھے لیکن ان میں سب سے افضل اور عمر میں سب سے بڑے جناب شیخ عبدالرحیم دہلویؒ کے نانا شیخ رفیع الدین محمدؒ تھے۔ دیگر فرزندوں کے ناموں کا پتہ نہیں چلتا۔

شیخ رفیع الدین محمدؒ

(بن شیخ قطب العالمؒ)

جناب شیخ رفیع الدین محمد صاحبؒ، شیخ قطب العالمؒ کے فرزند رشید تھے۔ شیخ رفیع الدین محمد صاحبؒ، جناب شیخ وجیہہ الدین شہیدؒ کے خسر اور جناب شیخ عبدالرحیم محدث دہلوی کے نانا ہیں۔

آپ کے والد قطب العالم صاحب دنیا کے مشہور عالم و فاضل اور فہم و دانائی، بلاغت و فصاحت میں بہت مشہور تھے۔ شیخ رفیع الدین محمد صاحب کے اور بھی چند بھائی تھے لیکن شیخ رفیع الدین محمد صاحب تمام بھائیوں پر ایک خاص قسم کی عظمت و فضیلت رکھتے تھے۔

آپ ظاہر و باطن دونوں طرح کے علوم کے جامع اور کتب تصوّف سے حسب ضرورت واقفیت رکھتے تھے۔ ابتدا میں آپ نے اپنے والد ماجد سے طریقۂ چشتیہ قادریہ حاصل کیا اور کچھ دنوں شیخ نجم الحق صاحب کی مبارک صحبت میں فیضیاب رہے۔ اس کے بعد والد صاحب کی ترغیب و تحریص سے خواجہ محمد باقیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ایک طویل مدت تک انکی صحبت میں زندگی بسر کی اور جو کچھ حاصل کرنا تھا یہاں سے حاصل کیا۔

خواجہ محمد باقی صاحبؒ اس بلند اقبال اور ہونہار مرید کو انتہا سے زیادہ دوست رکھتے تھے اور اپنے حلقہ کے تمام تلامذہ پر ترجیح دیتے تھے۔ آپ

پیر کی غایت درجہ کی توجہ کی وجہ سے معراج کمال پر پہنچ گئے۔ شیخ عبدالرحیم صاحب فرماتے ہیں کہ خواجہ محمد باقی، شیخ رفیع الدین محمد صاحب کا بہت بڑا ادب کرتے اور ہمیشہ اعزاز و توقیر سے پیش آتے تھے۔ جب آپ کو خطاب کرتے تو شیخ یا دوسرے معزز الفاظ سے یاد کرتے تھے۔ اور جو کچھ شیخ صاحب عرض کرتے تھے اسے خواجہ صاحب ضرور مان لیتے تھے۔ اور آپ کا یہ اعزاز گویا ان مجموعی خدمت گذاریوں کا ایک بیش بہا مرقعہ تھا جسے آپ نے اپنے بزرگوار پیر کی نمایاں خدمات سے سجایا تھا۔

شیخ عبدالرحیم صاحب فرماتے ہیں کہ جب شیخ رفیع الدین محمد صاحب کی بیوی کا انتقال ہو گیا اور آپ نے شیخ محمد عارف ابن شیخ غفور اعظم پوری کی لڑکی سے نکاح ثانی کرنا چاہا تو مجلس عقد میں جناب خواجہ محمد باقی کو قدم رنجہ فرمانے کی تکلیف دی۔ خواجہ صاحب نے ضعف کا عذر کیا اور شیخ رفیع الدین محمد سے معذرت کہلا بھیجی کہ میں تمہارے عقد کے جلسہ میں ضعف کی وجہ سے شریک نہیں ہو سکتا۔ امید ہے کہ تم مجھے معذور رکھو گے۔ میرے تمہارے تعلقات نمائشی نہیں ہیں بلکہ فطری اور حقیقی طور پر قائم ہیں۔ اور جب یہ ہے تو گو میں بظاہر تمہارے جلسہ عقد میں شرکت نہیں کرتا لیکن دل سے ضرور شریک ہوں۔ شیخ رفیع الدین محمد صاحب نے جب خواجہ صاحب کی اس معذرت کو سنا تو خود خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضور کو میرے جلسہ عقد میں ضرور شریک ہونا پڑے گا۔ خواجہ نے جواب دیا کہ عزیز من! مجھے اس شرکت سے معاف کرو آجکل میرا ضعف و نقاہت اس درجہ بڑھے ہوئے ہیں کہ اعظم پور تو بہت دور ہے تھوڑی دور بھی جانے کی برداشت نہیں کر سکتا۔ شیخ نے عرض کیا کہ بھلا حضور یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ میں تنہا جاؤں بغیر آپ کے مجھے کہیں لطف صحبت

نہیں مل سکتا اگر حضور کی یہی مرضی ہے اور آپ میرے جلسۂ عقد میں قدم رنجہ نہیں فرما سکتے تو میں بھی نہیں جاتا۔ شیخ کی اس تقریر نے خواجہ صاحب کو ساتھ چلنے پر مجبور کر دیا اور اب وہ اعظم پور جانے کے لئے راضی ہو گئے۔

جب خواجہ محمد باقی اعظم پور پہنچے اور اس طرف کے صوفیوں نے آپکی آمد آمد کی خبر سنی تو سب جمع ہوئے اور بڑے جوش مسرت کے ساتھ آپ کا خیر مقدم ادا کیا۔ اور ایک پر تکلف اور عالی شان مکان میں مسند پر لا بٹھایا۔ اعظم پور کے اطراف و اضلاع سے جوق جوق صوفی آنے لگے اور آپ کی صحبت مبارک سے فیضیاب ہونے لگے۔ اس نواح کے سو سو کوس کے صوفی اس مجلس میں حاضر تھے۔ غرضیکہ اسی محفل میں شیخ رفیع الدین محمد کا نکاح منعقد ہوا اور مجلس برخاست کی گئی۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ اس واقعہ کو نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میرے والد ماجد کی والدہ ماجدہ ان ہی شیخ محمد عارف کی صاحبزادی تھیں جن کا نکاح شیخ رفیع الدین محمد سے اس مجلس میں ہوا تھا۔

شیخ کا تفرس

خانعالم جو شاہی دربار کے امیروں میں تھا اور ابتداء میں شیخ رفیع الدین محمد صاحب کا نہایت معتقد تھا۔ ایک دفعہ اس کے باغ میں ایک فقیر وضع شخص وارد ہوا۔ یہ فقیر بظاہر نہایت مہذب معلوم ہوتا تھا اور دنیا داروں کی مخالطت و صحبت سے کلی نفرت رکھتا تھا۔ بات بات میں اس کی زبان سے قال اللہ و قال رسول اللہ نکلتا تھا اور چونکہ چند روز میں اس کی توکل و قناعت اور تدین و اتقاء اور خدا پرستی کی شہرت دہلی میں پھیل گئی تھی۔ خانعالم کے دوستوں نے اس کی خدا پرستی کے حالات خانعالم سے ذکر کیے اور وہ دل سے اس کا معتقد ہو گیا۔

ایک دن کا ذکر ہے کہ شیخ رفیع الدین محمد صاحب کا بھی اس باغ میں گذر ہوا، اور آپ نے اس فقیر کو دیکھ کر خانعالم سے فرمایا کہ یہ شخص فقیر نہیں ہے بلکہ ایک نہایت زہریلا سانپ ہے۔ اس سے ہر طرح بچتے رہنا ہے۔ لیکن خانعالم نے آپ کی اس دلسوزی اور ہمدردی کو حسد پر محمول کر کے ذرا بھی التفات نہیں کیا اور بجائے اس کے کہ شیخ کی نصیحت کو پیش نظر رکھ کر اس سے احتیاط کرتا بلکہ الٹا آنکھ بند کر کے اس کی مصنوعی اور بناوٹی باتوں پر جان قربان کرنے لگا۔

ابھی اس پر بہت دن نہ گزرنے پائے تھے کہ بادشاہ دہلی نے خانعالم کو ایران کی سفارت کے لئے متعین کیا اور چونکہ اس دور دراز سفر کے لئے کثیر تعداد روپیہ کی ضرورت تھی۔ اور اتفاق سے اس وقت اس قدر روپیہ اس کے پاس موجود نہ تھا اس لئے وہ نہایت متحیر و حیران ہوا۔ فقیر نے خانعالم کی اس پریشانی کو بھانپ لیا اور تردد کا سبب پوچھا۔ خان عالم نے تمام حال مفصل کہہ سنایا۔ اس پر فقیر نے نہایت تسلی آمیز لہجہ میں کہا کہ تم روپیہ کی طرف سے پریشان نہ ہو۔ میں اکسیر بنانا جانتا ہوں لمحہ بھر میں تمہارے آگے روپیہ کا ڈھیر لگا دوں گا۔ لیکن اس کے لئے کسی قدر اسباب مہیا کرنے کی ضرورت ہے۔ بدقسمت خانعالم فوراً اس کے دھوکہ میں آگیا اور لاکھ روپیہ سے زائد رقم اس کے سامنے لا کر رکھ دی۔ مکار و عیار فقیر چند روز تک عجیب و غریب حیلے کرتا رہا اور آہستہ آہستہ تمام روپیہ غارت کر کے ایک دن روپوش ہو گیا ہر چند تلاش کیا نہ ملا۔ خانعالم شرمندگی کی وجہ سے خاموش رہا۔ عرصہ دراز کے بعد وہ مکار فقیر گرفتار کر کے خانعالم کے سامنے لایا گیا۔ اس نے بچنے کی بہت کوشش کی لیکن بچ نہ سکا اور بہت کچھ مال بھی برآمد ہوا۔

خانعالم خواجہ محمد باقی کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے حکم دیا کہ شیخ رفیع الدین محمد

صاحب کے فرمان پر گردن تسلیم خم کردو۔ چنانچہ خانعالم شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عذر معذرت کر کے بیعت کی تجدید کی۔

الغرض شیخ رفیع الدین محمد صاحب کے اوصاف و کمالات اور خداترسی اور روحانی جوہروں کی جہاںتک سچی تعریف کی جائے تھوڑی ہے۔

آپ شیخ محمد باقی کے اجل خلفاء میں شامل ہیں۔ آپ میں مروت و اخلاق درجہ کمال تک پہنچے ہوئے تھے۔ کرم و سخاوت اور جوانمردی آپ میں بوجہ احسن پائی جاتی تھیں۔ مساکین کے ساتھ حسن سلوک کرنا اور رحیمانہ برتاؤ کرنا آپ کا خاص طرۂ امتیاز تھا۔ عفو و درگزر میں آپ بہت بلند مقام رکھتے تھے۔

شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی

کی

ننھیال

شاہ ولی اللہ محدّث دہلویؒ

کی ننھیال

① شیخ ابوالفتحؒ

② شیخ ابوالکرمؒ

③ شیخ محمد عاقلؒ

④ شیخ محمد پھلتیؒ

⑤ شاہ عبیداللہؒ

⑥ شاہ محمّد عاشق پھلتیؒ

⑦ شاہ محمّد فائقؒ

⑧ شاہ عبدالسلامؒ

⑨ شاہ محمّد زکریاؒ

شیخ ولی اللہ دہلوی کی ننھیال
شیخ محمد پھلتی کا شجرۂ نسب
شیخ یوسف
شیخ محمود
شیخ احمد
شیخ فرید
شیخ محمد
شیخ فیروز
شیخ ابو الفتح
شیخ عبد الرحمن
شیخ ابو الفضل
شیخ ابو الکرم
شیخ محمد عاقل
شیخ محمد
شاہ عبید اللہ
شاہ حبیب اللہ
مسماۃ فخر النساء
(والدہ شاہ ولی اللہ)
مسماۃ فاطمہ
(زوجہ شاہ ولی اللہ صاحب)
شاہ محمد عاشق
ایک لڑکی
محمد معصوم
عبد الرحمن
شاہ محمد فائق
(زوجہ صبیحی بنت شاہ ولی اللہ)
محمد معصوم
(لاولد)
عبد السلام
محمد صادق
(لاولد)
ابو الفضل
ابو الفرج
ابو الفتح
(لاولد)
محمد زکریا
میاں جان
(لاولد)
محمد عاشق
عبد الرحمن
(لاولد)
محمد صادق
محمد یحییٰ
محمد یوسف
تین لڑکیاں
امت الحفیظ
محمد شاہ
احمد شاہ
شمسی
محمد شعیب
امۃ المجیب
انور
سرور
محمد شمیم
نسیمہ
خورشید
ثریا
محمد نسیم
ولی اللہ
فرحانہ
فخر النساء
محمد زکریا

شیخ ابوالفتحؒ

(بن شیخ فریدؒ)

شیخ ابوالفتح، جناب شیخ فرید بن شیخ محمود کے بیٹے تھے۔ آپ ابتدائی عمر میں تعلیم حاصل نہ کر سکے۔ لہٰذا عنفوان شباب میں علوم کی تحصیل میں مشغول ہوئے۔ جب تمام علمی تحقیقات سے فارغ ہوئے اور ہر قسم کے علوم میں کامل دستگاہ حاصل کر چکے تو آپ مشائخ کاملین کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرصہ دراز تک اس زمانے کے صوفیوں کی صحبت سے فائدہ اٹھایا اور مشائخ زمانہ کے فیض صحبت سے سعادت اندوز ہوئے۔

آپ نے شیخ عبدالعزیز سے استفاضہ حاصل کیا اس کے بعد شیخ نظام نارنولی کی صحبت میں رہے۔ شیخ نظام نارنولی مشائخ چشتیہ کے نامور شیخ اور خواجہ خانوی گوالیاری کے ممتاز خلیفہ تھے۔ آپ نے ان کی خدمت میں سالہا سال تک ریاضات و مجاہدات کئے۔ اور ہر قسم کے فیض سے بہرہ اندوز و کامیاب ہوئے۔ ارشاد و تکمیل کے مرتبہ پر پہنچ کر وطن لوٹ آئے اور درس و تدریس اور وعظ و تلقین میں مصروف ہو گئے۔

شیخ ابوالفتح جس دوران شیخ نظام کی صحبت میں تھے تو انھوں نے اپنی اولاد کے علوم کی تکمیل اور تربیت کی خدمت آپ ہی کے سپرد کر دی تھی جسے شیخ ابوالفتح نے بڑی قابلیت کے ساتھ ادا کیا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک صاحب دل عارف نے شیخ ابوالفتح کو شیخ نظام

کی خدمت میں دیکھ کر نہایت تعجب کے لہجے میں فرمایا:

"آفتاب ستاروں کی پناہ میں آیا ہے۔"

شیخ ہیبت اللہ انصاری نے جو شیخ عبدالعزیز پھلتی کے معتقد خلیفہ تھے اپنے انتقال کے وقت وصیت کی کہ میرے جنازہ کی نماز شیخ ابوالفتح پڑھائیں گے۔ چنانچہ شیخ ابوالفتح نے شیخ ہیبت اللہ کے جنازہ کی نماز پڑھائی۔

شیخ ابوالفتح نے خواجہ طیغور کی محترم و باعصمت لڑکی سے نکاح کیا جن سے شیخ ابوالفضل پیدا ہوئے۔

شیخ ابوالفتح کے انتقال کا وقت جب قریب آگیا تو آپ نے اپنے بھتیجے شیخ ابوالحسن کو بلا کر فرمایا کہ قرآن مجید کی کوئی سورت میرے سامنے پڑھو۔ آپ کے ارشاد کی فوراً تعمیل ہوئی اور شیخ ابوالحسن نے نہایت خوش الحانی سے قرآن مجید کی چند آیتیں پڑھیں۔ تلاوت سے فارغ ہونے کے بعد شیخ نے ہاتھ اٹھائے آیہ سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ پڑھ کر منہ پر ملے کہ آپ کی روح پرواز کر گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اوراد مشائخ میں شیخ ابوالفتح کا ایک رسالہ دنیا میں آپ کی محسوس یادگار باقی ہے جو بلحاظ مضامین نہایت لطیف اور اعلیٰ درجہ کا رسالہ ہے۔

شیخ ابوالفتح کے انتقال کے بعد آپ کے بڑے صاحبزادے شیخ ابوالفضل مسند خلافت پر متمکن ہوئے آپ نے طویل عمر پائی اور سب کی سب مرضیات الٰہی ترک دنیا۔ درس علوم دینیہ کتب سلوک احیاء العلوم وعین العلم میں بسر کی۔ جب شیخ ابوالفضل کا جام حیات لبریز ہو چکا تھا۔ آپ کے بڑے صاحبزادے شیخ ابوالکرم مسند نشین ہوئے۔

شیخ ابوالکرمؒ

(بن شیخ ابوالفضلؒ)

شیخ ابوالکرمؒ جناب شیخ ابوالفضل کے بیٹے اور شیخ ابوالفتح کے پوتے تھے۔ آپ نہایت ذکی، خوش تقریر اور قابل تھے اور اس کے ساتھ ہی فقہ و حدیث وغیرہ میں بھی آپ کو کامل مہارت اور بصیرت تامہ حاصل تھی۔

چونکہ ابتدائی زمانہ سے والد محترم کے انتقال تک شاہی ملازمت میں زندگی بسر کی تھی اس لئے ریاضات و مجاہدات کی زیادہ محنت و مشقت بھی نہیں اٹھائی تھی۔ شیخ ابوالفضل صاحبؒ کو بھی دن بدن ان کی راحت طلبی کا زیادہ یقین ہوتا گیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ شیخ ابوالفضل نے اپنی وفات تک اس بات کا تذکرہ نہیں فرمایا کہ میرے بعد سجادہ نشینی کا حق شیخ ابوالکرم کو حاصل ہے لیکن تاہم شیخ ابوالکرم کی ذاتی خوبیوں اور شرعی قیود کی پابندیوں نے قبیلہ کے تمام لوگوں کو اپنا گرویدہ کر لیا تھا۔ اس لئے وہ شیخ ابوالفضل کی وفات کے بعد شیخ ابوالکرم کی سجادہ نشینی کی حمایت میں اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور ان کا استحقاق ثابت کر کے سجادہ نشینی کی مسند پر بٹھا دیا۔ شیخ ابوالفضل کے معتقدوں اور مریدوں نے ان لوگوں کے دباؤ سے شیخ ابوالکرم کی سجادہ نشینی نہایت تحمل کے ساتھ تسلیم کی لیکن با ایں ہمہ شیخ مبارک نے جو شیخ ابوالفضل کے جاں نثار خادم تھے اس سجادہ نشینی کو تسلیم نہیں کیا۔ لیکن چند دن کے بعد

شیخ ابوالفضل ان کے خواب میں تشریف لائے اور صاف لفظوں میں فرمایا۔
"میری سجادہ نشینی کا استحقاق اس شخص کو حاصل ہے جو کل فلاں درخت کے نیچے کھانا تقسیم کرے گا۔"

جب شیخ مبارک صاحب بیدار ہوئے تو تمام لوگوں پر اس واقعہ کا اظہار کیا۔ یہ عجیب اتفاقی بات ہے کہ جب صبح کو کھانا تقسیم ہونے لگا تو کھانے کی تقسیم شیخ ابوالفضل کے بتائے ہوئے درخت کے نیچے شیخ محمد عاقل کے ہاتھ میں تھی۔ لوگوں نے یہ صورت دیکھ کر شیخ محمد عاقل کو شیخ ابوالفضل مرحوم کا سجادہ نشین تسلیم کیا۔ ادھر رفتہ رفتہ چند اس قسم کے اسباب جمع ہو گئے کہ جن کی وجہ سے شیخ ابوالکرم کی جمعیت متفرق ہو گئی اور وہ اُس افلاس و تنگدستی میں جو لازمۂ درویشی ہے صبر و تحمل نہ کر سکے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انھوں نے سجادہ نشینی سے دست برداری اختیار کی اور شیخ محمد عاقل مستقل سجادہ نشین قرار دیئے گئے۔

اگرچہ شیخ محمد عاقل صاحب کے کئی صاحبزادے تھے لیکن عمر میں سب سے بڑے اور قدر و منزلت میں سب سے افضل شیخ محمد صاحب تھے۔

شیخ محمدؒ عاقلؒ

(بن شیخ ابو الفضلؒ)

آپ شیخ ابو الفضل کے چھوٹے صاحبزادے تھے۔ آپ نے ظاہری اور باطنی علوم میں بہت مہارت حاصل کی تھی۔ آپ فقراء اور طالب علموں کی خدمت کرتے تھے اور ہمیشہ خدا ترس اور نیک لوگوں کی صحبت پسند کرتے تھے۔

آپ کے اوقات کا اکثر حصّہ یاد الٰہی اور اورادو وظائف اور اہتمام عبادت و یکسوئی میں گذرتا تھا۔ آپ کو پیدائشی طور پر اہل اللہ کے منصب پر پہنچا دیا گیا تھا۔

آپ کا مشغلہ درس و تدریس کے علاوہ مہمان نوازی، جود و سخا اور خدمت تھا۔ مہمان نوازی میں آپ کی نظیر ملنا مشکل تھی۔ ترک دنیا میں آپ اپنے تمام ہم عصروں پر فوقیت لے گئے تھے۔ غرض وہ تمام عام اخلاق اور نیک اطوار جو ایک خدا کے نیک اور برگزیدہ بندے میں ہونے لازم ہیں شیخ محمد عاقل میں بوجہ احسن پائے جاتے تھے۔

شیخ ابو الفضل کی وفات کے بعد اگرچہ شیخ ابو الکرم نے مسندِ خلافت پر قبضہ کر لیا تھا لیکن وہ اس عظیم منصب کے حقوق ادا نہ کر سکے اور مجبوراً مسندِ خلافت سے کنارہ کشی اختیار کرنا پڑی۔ ان کے الگ ہونے کے بعد شیخ محمد عاقل صاحب مسند نشین ہوئے۔

شیخ محمد عاقل کے ویسے تو بہت سے صاحبزادے تھے لیکن ان میں سب سے بڑے اور علم میں یگانۂ روزگار جناب شیخ محمدؒ صاحب تھے۔

شیخ محمدؒ پھلتی

(بن شیخ محمدؒ عاقل پھلتی)

حضرت شیخ محمد پھلتی کے والد محترم شیخ محمد عاقل تھے۔ جن کے جود و سخا، زہد و تقویٰ اور علمی کارناموں کی شہرت چہار اطراف ملک میں پھیلی ہوئی تھی۔

حضرت شیخ محمد پھلتی کو یہ بھی شرف حاصل ہے کہ وہ عارف باللہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے نانا اور شیخ عبدالرحیم صاحب کے خسر ہیں۔

شیخ محمد اپنے تمام بھائیوں میں سب سے افضل اور عمر میں سب سے بڑے تھے شیخ محمد صاحب ہی کی بدولت اس خاندان کو دنیا بھر میں تاریخی شہرت حاصل ہوئی۔

رشد و ہدایت کے آثار شروع ہی سے آپ کی پیشانی سے عیاں تھے۔ چنانچہ شیخ جلال جو دنیا کے نامور ولی اور جناب شیخ آدم بنوریؒ کے نہایت معزز و معتقد خلیفہ تھے اور شیخ محمد عاقل سے بے حد محبت اور دوستی رکھتے تھے۔ شیخ محمد کے پیدا ہونے پر بہت خوش ہوئے اور خاص خاص لوگوں کو مطلع فرمایا کہ یہ بچہ ہونہار ہوگا اور آئندہ زمانہ میں بڑی قدر و منزلت کو پہنچے گا۔ دنیاوی حشمت و شوکت اس کے قدموں کو بوسہ دیں گی اور یہ اہل دل کے حلقوں کا پیشوا اور سرتاج قرار دیا جائے گا۔

جب شیخ محمد صاحب پیدا ہونے کو تھے تو جناب شیخ جلال آپ کے والد بزرگوار کے پاس آئے اور ایک طلائی (سونے کا) دینار ہدیہ پیش کیا۔ اور جب آپ دنیا سے

منہ موڑ کر عالم بالا میں تشریف لے جانے لگے تو حاضرین کو وصیت فرمائی کہ میرا مصحف متقدس جس میں میں تلاوت کیا کرتا ہوں شیخ محمد کو پہنچا دیا جائے۔ چنانچہ آپ کے اس ارشاد کی تعمیل کی گئی۔ اور آپ کا مصحف شیخ محمد صاحب کو پہنچا دیا گیا، جسے شیخ نے بڑی شکوری کے ساتھ قبول کیا۔

تعلیم

آپ سن تمیز کو پہنچے تو تحصیل علم میں مشغول ہوئے۔ کچھ عرصہ تک نارنالول میں ایک مشہور عالم کی درسگاہ میں تعلیم پائی۔ بعدازاں جناب شیخ ابوالرضا محمد کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کچھ دنوں آپ سے تعلیم پاتے رہے۔ لیکن جب آپ کی طبیعت یہاں سے اچاٹ ہوئی تو جناب شیخ عبدالرحیم صاحب قدس سرہ کی صحبت میں تشریف لائے اور یہ صحبت آپ کی طبیعت کے بہت ہی مناسب پڑی لہٰذا تھوڑے ہی عرصہ میں آپ نے بہت کچھ حاصل کر لیا۔

جب آپ فارغ التحصیل ہو گئے اور علمی تحقیقات پر اس سرے سے اس سرے تک عبور کر گئے تو اب خداطلبی کا شوق پیدا ہوا۔ آپ نے وطن مالوف کو خدا حافظ کہا اور کمال کی تلاش میں اکناف واطراف عالم کا سفر کیا اور علمائے کاملین کی صحبتوں سے فیضیاب ہوئے۔ جب آپ تکمیل کے مرتبہ کو پہنچ گئے اور سلوک اور ارشاد کے تمام مراتب طے کر چکے تو پھر وطن مالوف میں تشریف لے آئے اور علم ظاہری و باطنی کے درس میں مشغول ہو گئے۔

اخلاق و عادات

آپ ہر ایک شخص سے نہایت خندہ پیشانی اور متواضعانہ اخلاق کے ساتھ پیش آتے اور اس کی دلجوئی کی پوری کوشش فرماتے۔ آپ صدق و راست گوئی اور تحقیق و اعتبار میں ایسے مسلم الثبوت تھے کہ لوگ آپ کے قول و نقل کو بے تامل بغیر سند و حجت کے پیش کرتے۔ آپ کا طرز معاشرت بالکل نرالا اور انوکھا تھا جس پر کبھی کسی کو نکتہ چینی کا موقع ہی نہیں ملا۔

آپ اپنے شیخ کے احترام و اعزاز اور انھیں راضی رکھنے میں انتہا سے زیادہ کوشش کرتے تھے۔ آپ نے شیخ کی مرضی کے خلاف کبھی کوئی کام نہیں کیا۔

آپ علمی فیاضی، جود و سخا، ترک حظ نفس، توکل و قناعت اور زہد و انقاد میں اپنی مثال آپ تھے۔

اطاعت شیخ

شیخ محمدؒ کے محترم شیخ کی طبیعت اکثر اوقات تجرد کی طرف مائل تھی۔ اس لئے روزانہ سبق نہ ہوتا تھا اور اگر ہوتا بھی تو بہت تھوڑا۔ شیخ محمد صاحب کو اوقات کے ضائع ہونے کا بہت صدمہ تھا۔ انھوں نے فیصلہ کر لیا کہ فرصت کے اوقات میں کسی دوسرے معلم کی خدمت میں حاضری دی جائے۔ اتفاق سے شہر کے ایک نامور اور فاضل اجل کی درسگاہ میں پہنچے دیکھا کہ معلم نہایت محنت و جانفشانی سے درس دیتا ہے۔ اس کی محنت و کوشش دیکھ کر شیخ محمد صاحب نے عزم مصمم کر لیا کہ چند درسی کتابیں یہاں نکال لینی چاہئیں۔ لیکن وہاں سے واپس ہو کر شیخ کی مجلس میں پہنچے تو شیخ نے ان کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھا پھر ایک کاغذ کے ٹکڑے پر دو تین کلمے لکھ کر زمین پر ڈال دیا اور خود اٹھ کر گھر میں تشریف لے گئے۔ شیخ کے چلے جانے کے بعد انھوں نے کاغذ اُٹھا کر پڑھا اس میں لکھا تھا:

"آج تم کہاں گئے تھے کہ مجھے تمھارا باطن ظلمت و تاریکی سے مکدر نظر آتا ہے"۔

شیخ محمد صاحب نے اسے پڑھ کر فوراً توبہ کی اور اپنے ارادہ کو فسخ کر دیا اور پھر کبھی اس قسم کا خیال تک ان کے ذہن میں نہیں گزرا۔

جذبۂ خدمت

ایک دن کا ذکر ہے کہ شیخ محمد صاحب کے شیخ محترم نے اپنے ایک مرید کو حکم فرمایا کہ یہ بکری میرے فلاں دوست کے مکان پر پہنچا دے۔ مرید نے فوراً آپ کے ارشاد کی تعمیل کی اور بکری لے کر چلا۔ راستہ میں بکری نے چلنے سے انکار کر دیا اور ایک مقام پر اڑ کر کھڑی ہو گئی۔ ہر چند اس نے

اس کے چلانے میں کوشش کی مگر بکری جگہ سے ہلی تک نہیں چونکہ اس نے بکری کا چلانا اور اپنے کندھے پر لاد کرلے جانا دونوں باتیں حرج سے خالی نہیں دیکھیں، اس لئے اب اسے یہ فکر ہوئی کہ کسی مزدور کو کچھ اجرت دے کر بکری پہنچا دینی چاہیئے۔ لیکن اتفاق سے اس وقت کوئی مزدور دستیاب نہیں ہوا اور اس صورت میں شیخ کی خدمت کی بجا آوری میں قاصر رہا۔

شیخ محمد صاحب کو جب اس بات کی اطلاع ہوئی تو آپ جلدی سے بکری کو کندھے پر لاد کر روانہ ہو گئے۔ جب واپس آئے اور شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے دونوں صاحبان کے حال پر مطلع ہو کر فرمایا کہ:۔

"شیخ محمد کو اس کی حُسن خدمات نے مقربین کے درجہ پر پہنچایا اور دوسرے مرید کو اس کے قصور نے اس مرتبہ کے حاصل کرنے سے باز رکھا"۔

خلافت

شیخ محمد صاحب فرماتے ہیں کہ آدھی رات کا وقت تھا اس سے کچھ کم و زیادہ چاروں طرف سکوت تھا۔ ہر طرف اندھیرا پھیلا ہوا تھا کہ میرے معزز شیخ مسجد سے اٹھ کر باہر آئے۔ میں آپ کے پیچھے آہستہ آہستہ قدم اٹھائے چلا آتا تھا۔ جب آپ دروازے پر پہنچے تو لمحہ بھر ہیئت مراقبہ میں کھڑے رہے۔ اس کے بعد میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اگر کوئی طالب تمہارے پاس رجوع کرے تو اسے وہ تمام باتیں تلقین کر دو جو ہم سے تمہیں پہنچی ہیں۔ ہم تم کو بخوشی اجازت دیتے ہیں۔ شیخ محمد صاحب فرماتے ہیں کہ میں شیخ کی یہ باتیں سن کر حیرت زدہ ہو گیا اور سوچنے لگا کہ اس عظیم الشان منصب کی مجھ میں قابلیت کہاں ہے اور ان باتوں کا خیال تک کبھی میرے ذہن میں نہیں گذرا ہے۔ شیخ محترم نے میرے اس خطرہ قلب کو فوراً بھانپ لیا اور فرمایا کہ تم نے جو اس وقت میری زبان سے سنا ہے بالکل سچ ہے اور اس وقت خدا تعالےٰ نے مجھے ان تمام لوگوں کے نام تعلیم کر دیئے

ہیں جو تم بے واسطہ یا باواسطہ بیعت کریں گے اور تمہارا اس بارہ میں حیرت زدہ ہونا بے فائدہ ہے۔

تصرفات اور باطنی توجہات

شیخ محمد صاحب عالی دماغ، حوصلہ مند، خوش اخلاق، قوانینِ اسلام کے پابند، بزرگان اسلام کا احترام ملحوظ رکھنے والے تھے۔ باطنی توجہات و تصرفات کے بہت سے واقعات موجود ہیں جن میں سے چند نقل کئے جاتے ہیں۔

سید علی جو آپ کے مریدوں میں سے ایک مخصوص و مستثنیٰ مرید ہیں نقل کرتے ہیں کہ میں جوش جوانی کے زمانہ میں شراب بکثرت استعمال میں لایا کرتا تھا گویا ہر وقت اور ہر ساعت اسی میں مستغرق و مخمور رہتا تھا اور کوئی ممنوع و قبیح فعل ایسا نہ تھا جس کا میں مرتکب نہ ہوتا تھا۔ جب میری حالت پستی و خرابی کے انتہائی درجے پر پہنچ گئی اور تمام اخلاق و عادات بگڑتے چلے تو میں نے اپنے دل میں پختہ ارادہ کر لیا کہ اگر مجھے کوئی ایسا کامل ملے گا جس کی نظر پڑتے ہی میں ان بُرے افعال سے باز آجاؤں اور پرہیز گاری کی خواہش فوراً میرے دل میں پیدا ہو جائے۔ اتفاق سے جناب شیخ محمد صاحب کسی تقریب کی وجہ سے قریہ سرائے میں تشریف لائے۔ چونکہ میرے والد بزرگوار پہلے سے شیخ صاحب کے معتقد تھے اس وجہ سے میں بھی ان کے ساتھ شیخ محمد صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے ایک سرسری نگاہ مجھ پر ڈالی اور فرمایا تم کہاں رہتے ہو اور کس جگہ نوکر ہو۔ ابھی یہ دو تین باتیں ہی آپ کی زبان سے سُنی تھیں کہ تمام گناہوں سے دل میں نفرت پیدا ہو گئی اور گھر جا کر شراب کی بوتلوں کو توڑ ڈالا اور غسل کر کے نیا لباس پہن کر شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پختہ توبہ کی اور شیخ کی صحبت میں رہنے کا ارادہ کر لیا۔ شیخ کی صحبت میں رہتے ہوئے ابھی تھوڑا عرصہ ہی ہوا تھا کہ مجھے کابل کا سفر پیش آگیا۔ شیخ نے خندہ پیشانی کے ساتھ

مجھے اجازت مرحمت فرمائی آپ کی زبان پر مندرجہ ذیل شعر تھا۔

گر در یمنی چو بامنی پیش منی   در پیش منی چو بے منی در یمنی

(یعنی اگر تم میرے ساتھ ہو تو گو یمن میں ہو لیکن میرے سامنے موجود ہو اور اگر میرا خیال تمھارے دل سے مٹ گیا ہے تو اگرچہ میرے پاس ہو مگر حقیقت میں یمن میں ہو)۔

کابل میں چند روز ٹھہرا تھا کہ ایک خوبصورت عورت سے بدکاری کی خواہش پیدا ہوئی اور تخلیہ بھی حاصل ہوا کہ اچانک شیخ کی مبارک صورت میرے سامنے آموجود ہوئی۔ جوں ہی میری نظر شیخ کی مبارک صورت پر پڑی تمام شہوت کا نشہ اُتر گیا۔ اور میں گناہِ عظیم سے بچ گیا۔ اس کے بعد اگرچہ میں تین چار سال تک کابل میں رہا، پھر کبھی غلط خیالات نے میرے دل پر قبضہ نہیں کیا اور میں بالکل پاک صاف رہا۔ اس واقعہ سے صاف معلوم ہوتا ہے شیخ محمد صاحب کی روحانی توجہ اور آپکے باطنی تصرف کا ایک عجیب وغریب اثر تھا۔

شیخ کی حکم عدولی کی سزا

ایک طالب علم عظمت اللہ نامی آپ کی خانقاہ میں قیام پذیر تھا۔ اس کی آواز میں انتہا درجہ کا درد تھا۔ جب وہ حمد و نعت یا منقبت پڑھتا تو شیخ جھوم جاتے تھے۔ ایکدفعہ شیخ جوشِ مسرت میں بھرے بیٹھے تھے اور کمال درجہ کا سرور حاصل تھا کہ عظمت اللہ سے کلام سنانے کی فرمائش کی اس نے انکار کر دیا۔ دو تین مرتبہ آپ نے اسے طلب فرمایا لیکن اس نے ہر مرتبہ انکار کیا۔ آپ نے غضبناک اور قہر آلود نگاہ سے اس کی طرف التفات فرمایا کہ وہ کانپنے لگا۔ شیخ کے خادم قدیم محمد جعفر صاحب نے خدمت اقدس میں عظمت اللہ کی سفارش کی، آپ نے اس کی گستاخی درگذر کی لیکن ساتھ ہی فرمایا کہ:۔

"اب اِسے وہ خوش الحانی اور وہ دل فریب آواز میسر نہیں ہو سکے

گی جس پر مجھے رغبت تھی"۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اس کے بعد اس کے آواز کی وہ ملاحت ختم ہو گئی۔ لوگوں کی نگاہ میں جو عزت تھی وہ بھی رخصت ہو گئی۔

سلب امراض شیخ محمدؒ صاحب کو تصرف کی اس دوسری شاخ سلب امراض میں وہ قوت حاصل تھی کہ بیان سے باہر ہے

ایک دفعہ سید برہان بخاری کو قولنج کا مرض پیدا ہوا جس کی وجہ سے نہایت کرب و بے چینی پیدا ہو گئی۔ ان کے رفقا نے آپ سے درخواست کی اور آپ سید برہان کے مکان پر تشریف لے گئے۔ مریض کے سرہانے بیٹھ کر اس کے مرض کو سلب کر لیا اور سید برہان فوراً شفایاب ہو گئے۔ لیکن اس کا اثر شیخ صاحب میں کبھی کبھی ظاہر ہوتا تھا اور کبھی کبھی قولنج میں مبتلا ہو جاتے تھے

کرامات آپ کی کرامات بہت سی ہیں ان میں سے چند نقل کی جاتی ہیں:۔

کھانے میں برکت ایک دفعہ بمقام سنونہ آپ کے ایک مخلص دوست نے دعوت کی اور کھانا صرف پندرہ آدمیوں کا تیار کرایا۔ جب دسترخوان بچھایا گیا تو نلوبہ کا حاکم شیخ محمد یعقوب آدمیوں کی ایک بڑی جماعت لے کر شیخ کی زیارت کے لئے آموجود ہوا۔ اچانک لوگوں کا جم غفیر دیکھ کر میزبان گھبرا گیا۔ شیخ نے اس کو تسلی دی اور فرمایا تم کسی طرح کی فکر نہ کرو دعوت ہمارے ذمہ ہے لیکن تمہیں اس قدر تکلیف ضرور کرنی ہوگی کہ بہت سارے طباق جمع کرو انشاء اللہ یہی قلیل مقدار کھانا بہت ہو جائے گا اور تمام حاضرین سیر ہو کر کھالیں گے۔ اور ایسا ہی ہوا۔ جب سب لوگ کھانے سے فارغ ہو گئے تو آپ نے فرمایا کہ فقیر لوگ گاہے گاہے ایسا بھی کیا کرتے ہیں

گستاخی کی سزا شیخ الٰہ بخش جو آپ کے قبیلہ میں ایک ذی وجاہت اور صاحب اعتبار شخص تھا اور تمول اور دولت مندی کے نشے میں مست

تھا اس نے ایک دفعہ شیخ محمد صاحب کی خدمت مبارک میں کچھ ایسی گستاخی اور بے ادبی کی جس سے آپ کو سخت رنج ہوا اور اچانک آپ کے منہ سے یہ الفاظ نکلے خداوندا اسکے بعد اس شخص کا منہ مجھے نہ دکھائیو۔ یہ کہہ کر آپ تو سوار ہو گئے اور گھر واپس آ گئے۔ اس کے بعد شیخ الہ بخش ایک نہایت مہلک اور خطرناک مرض میں گرفتار ہو گیا جس سے ہزار علاج کے بعد بھی جانبر نہ ہو سکا۔ دو روز تک حالت نزع رہی اور تیسرے روز جبکہ آپ نے مکان پر مراجعت فرمائی مر گیا۔ شیخ نے اس کے جنازہ پر نماز پڑھی اور لوگوں نے دفن کر دیا۔

ظلم کی سزا

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ شیخ عبدالوہاب آپ کے چچازاد بھائی نے ایک خوبصورت اور عالی شان عمارت بنائی۔ عمارت جب بن کر تیار ہو گئی تو شیخ عبدالوہاب کو ایک اتفاقی سفر پیش آیا۔ ان کے چلے جانے کے بعد اس طرف کے ایک رئیس رستم نامی نے جسے شیخ عبدالوہاب سے دلی دشمنی تھی اس عمارت کو ڈھانے اور گرانے کا ارادہ کیا۔ جب شیخ محمد صاحب کو اس کے ارادے کا پتہ چلا تو آپ نے فرمایا۔ سخت افسوس کی بات ہے کہ شیخ عبدالوہاب کی عمارت بلاوجہ ڈھائی جائے اور ہم موجود ہوں اور چونکہ جنگ کرنا فقیروں کا شیوہ نہیں ہے اس لئے میں ایک تصرف کرتا ہوں کہ رستم یہاں تک پہنچ ہی نہ سکے۔

چنانچہ جب رستم نے شیخ عبدالوہاب کی عمارت مسمار کرنے کے ارادے سے فوج کا ایک دستہ فراہم کیا اور سب لوگ اس کے ساتھ چلنے پر راضی ہو گئے تو سید لشکر خاں کے عاملوں میں سے ایک شخص نے اس بارے میں اس کے ساتھ اتفاق نہیں کیا اور اس مہم میں شریک ہونے سے صاف انکار کر دیا۔ راستے میں رستم نے اس سے سختی کی جس کا یہ انجام ہوا کہ عاقل کا حقیقی بھائی مارڈالا گیا۔ اس قتل کے سلسلے میں رستم سے باز پرس کی گئی اور وہ اسی مواخذہ میں مر گیا۔

پیشین گوئی

۱۱۱۹ھ میں جب عالمگیر بادشاہ کے بیٹوں شاہ عالم اور محمد اعظم میں آگرہ کے مقام پر ہولناک جنگ ہوئی تو شیخ محمد صاحب کے معتقدوں میں سے کسی نے شیخ سے خط کے ذریعہ معلوم کیا کہ ان دونوں وارثان تخت و تاج میں سے کس کے نصیب میں فتح ہے۔ آپ ان میں سے جس کی فتح تسلیم کریں میں اسی کی طرفداری کروں۔ شیخ نے لکھ بھیجا کہ شاہ عالم کی فتح ہوگی اور محمد اعظم عین میدان جنگ میں مارا جائے گا۔ انجام کار ایسا ہی ہوا اور آپکی پیشن گوئی بحکم خدا پوری ہوئی۔

شیخ محمد کی صحبت و نظر کا اثر

شیخ محمد صاحب کے علم و فضل کا پایہ بہت بلند تھا آپ کی صحبت میں بیٹھنے والا بڑے بڑے کمالات کا حامل بنا۔ چند واقعات تحریر کئے جاتے ہیں۔

سید عبدالرحیم اور سید ہاشم جو علم معقول و منقول میں شہرۂ آفاق تھے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کی بیعت و صحبت کی وجہ سے بہت اونچے مقام کے وارث بنے اور آپ کی نظر التفات کی تاثیر یہ ہوئی کہ ہر ایک میں ایک عجیب حالت پیدا ہوگئی۔ سید عبدالرحیم کو کشف قبور حاصل ہوا۔ یعنی آپ ہر ایک شخص کے دلی بھید اور مخفی اسرار ظاہر کردیتے اور جب قبر پر پہنچتے اس کی حقیقت بیان کردیتے، ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ کھاتولی کے قبرستان میں سے گذر رہے تھے۔ ہمراہیوں سے فرمایا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ آگ کا ایک بھڑکتا ہوا شعلہ زمین سے نکل کر آسمان تک پہنچ گیا ہے اور جب چند قدم آگے بڑھے تو ایک قبر کو دیکھ کر فرمایا کہ آگ کا شعلہ اس قبر سے نکل رہا ہے۔ لوگوں نے اس کا کھوج لگایا تو معلوم ہوا کہ یہ قبر ایک ایسے شخص کی ہے جو ظالم اور فاسق تھا۔

اکثر ایسا ہوا کرتا تھا کہ ایک شخص سامنے آیا اور آپ نے اس کے دل کا حال ظاہر

کر دیا۔ لیکن رفتہ رفتہ آپ مسلوب العقل ہو گئے اور مجذوبوں کی طرح بازاروں میں پھرنے لگے۔ سید عبدالرحیم کی والدہ شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور تمام حال عرض کیا۔ شیخ محمد نے فرمایا کہ اسے چند روز ہماری خدمت میں رہنے دو۔ چنانچہ لوگوں نے سید عبدالرحیم کو زنجیروں میں جکڑ کر چند روز تک آپ کی نظر مبارک میں رکھا۔ تھوڑے ہی دنوں کے بعد ان کے ہوش و حواس درست ہو گئے۔

شیخ محمد کی نظرِ التفات کا اثر

ایک دفعہ عبدالسبحان نامی ایک شخص جناب شیخ محمد صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے جوں ہی اس پر نظر التفات ڈالی۔ فی الحال ایک قسم کی توحید منکشف ہوئی جس سے وہ دیوانہ وار کوچہ و بازار میں پھرنے لگا اور ہر چیز کو خدا کہنے لگا۔ تمام شرعی و عرفی آداب بالائے طاق رکھ دیے اور کسی بات کا پابند نہ رہا۔ اور جب اس کے تمام حالات و خیالات اور بھی بگڑتے چلے لوگ اس کی اس آزادی سے تنگ ہو کر دوبارہ شیخ محمد صاحب کی خدمت میں لائے اور آپ نے اس کی کیفیتِ جذب کو ایک ہی نظر میں سلب کر دیا اور ایک خاص نظر ڈالی جس سے عبدالسبحان بدستور سابق عقل و ہوش میں آگیا اور تمام دیوانہ پن جاتا رہا۔

اولاد

جناب شیخ محمد پھلتی کے دو صاحبزادے اور ایک صاحبزادی تھیں

(۱) شاہ عبیداللہ (۲) شاہ حبیب اللہ (۳) مسماۃ فخر النساء

شاہ حبیب اللہ صاحب کے تفصیلی حالات نہیں ملتے صرف اتنا معلوم ہے کہ شاہ حبیب اللہ صاحب کو مدینہ طیبہ میں نماز جمعہ پڑھانے کی سعادت نصیب ہوئی۔ پھلت میں وہ کھڑاؤں آج تک موجود ہے جو اس زمانے میں آپ کے استعمال میں آیا کرتی تھی۔ شاہ حبیب اللہ صاحب کی اولاد میں ایک صاحبزادی کا پتہ چلتا ہے۔ غالباً ان کی شادی شاہ اہل اللہ سے ہوئی۔

شاہ عبید اللہؒ

(بن شیخ محمد پھلتیؒ)

آپ شیخ محمد صاحب پھلتی کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے۔ آپ اپنی بے نظیر قابلیت اور عدیم المثال لیاقت کی وجہ سے اس قدر معزز و ممتاز تھے کہ خاندان مغلیہ کے وارثان تخت و تاج باوجود اس شان و شوکت اور جاہ و جلال کے تعظیم کرتے تھے اور اس عہد کے مشائخ اپنی آنکھوں پر جگہ دیتے تھے۔ شاہ عبید اللہ کی مختصر الفاظ میں یہ تعریف کافی ہے کہ آپ ایک ایسے معزز و ممتاز شیخ کے فرزند رشید ہیں جن پر نہ صرف قصبہ پھلت کو بلکہ ہند و پاک کے اکثر طبقوں کو فخر حاصل ہے۔ آپ کے فیوض و برکات سے ایک عالم فیضیاب ہوا۔

شاہ عبید اللہ صاحب نے ۱۱۴۲ھ میں اپنے صاحبزادے شاہ محمد عاشق برادر خورد شاہ حبیب اللہ اور داماد شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے ساتھ حج بیت اللہ ادا کیا اور کامل تین سال مدینہ طیبہ میں مقیم رہ کر مشائخ و علماء سے اسناد حدیث حاصل کیں۔ کچھ عرصہ آپ سید البشر علیہ افضل الصلوٰۃ و التسلیم کے روضہ اقدس کے مجاور رہے اور حد سے زیادہ فیض حاصل کیا۔ آپ زیادہ تر مراقب رہے۔ حرمین شریفین میں بڑے بڑے علماء اور مشائخ سے استفادہ فرمایا۔

۱۱۴۵ھ میں واپس اپنے وطن پھلت تشریف لے آئے اور زندگی کا بقیہ حصہ وطن مالوف میں درس و تدریس میں صرف کیا۔

آپ کو بعد وفات پھلت میں دیگر خاندان کے بزرگوں کے قریب دفن کیا گیا جہاں آج بھی آپ آسودۂ خواب ہیں۔ رحمۃ اللہ علیہ

اولاد

۱۔ شاہ محمد عاشق پھلتیؒ

۲۔ مسماۃ فاطمہ۔ آپ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی زوجۂ اولیٰ ہیں۔ ان سے ایک صاحبزادے شیخ محمد محدث دہلویؒ پیدا ہوئے۔ جن کی شادی بڈھانے میں ہوئی تھی اور اپنے والد کے انتقال کے بعد بڈھانے منتقل ہو گئے تھے بعد وصال بڈھانہ کی جامع مسجد کے متصل دفن کئے گئے۔

مسماۃ فاطمہ کے بطن سے ایک صاحبزادی بھی پیدا ہوئیں جن کا نام مسماۃ امۃ العزیز عرف میتی تھا۔ جن کی شادی شاہ محمد عاشقؒ کے صاحبزادے شاہ محمد فائق سے ہوئی۔

شاہ محمد عاشق پھلتیؒ

(بن شاہ عبید اللہؒ)

شاہ محمد عاشق پھلتیؒ پھلت ضلع مظفر نگر (یو۔پی) بھارت میں شاہ عبید اللہؒ کے گھر پیدا ہوئے۔ آپ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے ماموں زاد بھائی برادر نسبتی اور شاہ عبدالعزیز صاحبؒ محدث دہلوی کے عم محترم تھے۔

آپ کا سلسلۂ نسب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ آپ نے علوم کی تحصیل اپنے والد بزرگوار اور اپنے پھوپھا حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب دہلویؒ سے کی۔

آپ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے جانشین اور خلیفہ اول ہیں۔ آپ کی نسبت شاہ عبدالرحیم صاحبؒ نے شاہ ولی اللہ صاحبؒ سے فرمایا کہ تم ان سے ہمیشہ دوستی قائم کرنا۔ یہ میری خواہش ہے۔

۱۱۴۳ھ میں شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے ساتھ حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ اپنی عظیم تالیف "حجۃ اللہ البالغہ" کا باعث و محرک شاہ محمد عاشق پھلتی کو قرار دیتے ہیں۔

اذ تعظمن اجل اخوانی لدی واکرام	جب فطانت اور ذہانت میرے
خلانی علی محمد المعروف	زیادہ جلیل القدر بھائی اور میرے

بالعاشق لا تزال محفوظا	عزیز ترین دوست میاں محمد
من کل طارق وغاسق	المعروف عاشق خدا تعالیٰ ان کو
بمنزلة هذا العلم وفضائله	محفوظ کرے ہر طارق وغاسق سے

چند سطور کے بعد فرماتے ہیں :۔

الح علی وزراء فی ولسبنی	مجھ سے التجا کر کے چمٹ گئے ہیں
واسکنی وصار اکلما اعتذرت	جب بھی عذر کرتا تو وہ مجھے حدیث
ذکرنی حدیث اللجام فالجئنی	لجام (وعید) سناتے یہاں تک کہ
اشد الالجام	انھوں نے میرا کوئی عذر نہیں سنا اور
(حجۃ اللہ البالغہ ص۲ اصح المطابع)	مجھے ہر طرف سے گھیر کا مجبور کر دیا ۔

ایک اور مرتبہ حضرت شاہ ولی اللہ نے ان کے ساتھ اپنی خصوصیت اس طرح ظاہر فرمائی :۔

"میرے علمی سلسلہ کا آغاز بھی تم سے ہی ہوا ہے اور تم ہی پر اس کا انجام بھی ہوگا اور اب معبود کی قسم تم ہی ان معارف وعلوم کے سب سے زیادہ مستحق ہو اور اہل ہو" (مقدمہ خیر کثیر ص۱۶)

حضرت شاہ محمد عاشق صاحب نے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے بارے میں تحریر فرمایا ہے :۔

بر سالکان طریقت وطالبان حقیقت	"رہروان طریقت اور حقیقت کے طالبوں
پوشیدہ نماند کہ چونکہ حق تعالیٰ سبحانہٗ	پر یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ خداوند تعالیٰ
فرد کامل را برائے مظہریت علوم	کسی کامل انسان کو اپنے علوم اور چھپے ہوئے
واسرار کامنہ خویش اصطفیٰ میفرماید	رازوں کے ظاہر کا ذریعہ بناتے ہیں اور
وآں را بمنزلہ جارحہ خود ساختہ بر زبانِ و	چن لیتے ہیں اور اس کو طریقہ آلہ کار استعمال

بے تکلم می نماید بس ظہور آں علوم
واسرار در نفس مقدسہ وے ودیعت
نہادہ اند و ظہور آں ارادہ فرمودہ
علی حسب الواردات والتقریبات
بروز نماند دریں زماں بایں مقام السنی
اعظم المحدثین ولی اللہ لسان اللہ
قطب الدین احمد ابو الفیاض ولی اللہ
است و مصدق ایں معنی آنست کہ
جناب خاتمۃ علی صاحبہا الصلوٰۃ
والتسلیمات در بعضے مبشرات ذات
ایشاں را با ذات خویش نسبت وجود
ذہنی با وجود خارجی فرمودند و دراں
مشہد بخطاب ذکی و حکیم ہذا لامت
کرامت بخشیدند۔

(مقدمہ خیر کثیر)

کرتے ہیں اور اس کی زبان سے کلام
فرماتے ہیں اور جو بھید اس کے نفس مقدس
میں ہوتے ہیں وہ اس شخص کو ظاہر
فرماتے ہیں اور ان کے ظہور کا ارادہ
کرتے ہیں تو واقعات کی صورت
میں نمودار ہوتے ہیں۔ اس زمانے
میں اس بلند مقام پر قطب الدین احمد
ابو الفیاض ولی اللہ فائز ہیں جو سب
سے بڑے محدث ہیں۔ اس زمانے کے
ولی ہیں جن کی زبان سے خدا کلام فرماتا
ہے۔ اس امر کی تصدیق اس سے
ہوتی ہے کہ خاتم النبیین حضرت
محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض
بشارتوں میں حضرت شاہ ولی اللہ کی
نسبت اپنے ساتھ یوں فرمائی کہ وہ میرے
وجود خارجی کے لئے ذہن ہیں اس
وقت حضرت امام شاہ ولی اللہ کو
ذکی اور حکیم الامت کا خطاب عطا فرمایا۔"

تالیف: حضرت شاہ محمد عاشق صاحب کی تالیفات و تصنیفات کا پتہ نہیں چلتا بجز اس مقدمہ کے جو خیر کثیر کے ساتھ مجلس علمی ڈابھیل نے شائع کیا ہے۔

اولاد : شاہ محمد عاشق صاحب کے تین صاحبزادے تھے۔

(۱) شاہ محمد فائق صاحبؒ (۲) شاہ محمد عبدالرحمٰن صاحبؒ (۳) شاہ محمد معصوم صاحبؒ۔

وفات :۔ شاہ محمد عاشق صاحبؒ کی تاریخ وفات کا صحیح پتہ نہیں چلتا کہ کب ہوئی۔ ایک اندازے سے ۱۱۸۷ھ معلوم ہوتا ہے۔ آپ کو درگاہ شریف پھلت ضلع مظفر نگر کے عین وسط میں دفن کیا گیا۔

شاہ محمد فائقؒ

(بن شاہ محمد عاشقؒ)

عارف باللہ شاہ محمد فائق، جناب شاہ محمد عاشقؒ پھلتی کے لائق ترین صاحبزادے تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد جناب شاہ محمد عاشقؒ سے حاصل کی۔ اس کے بعد شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ سے دہلی جاکر تعلیم حاصل کی۔ ظاہری اور باطنی علوم کی تحصیل و تکمیل کے بعد وطن مالوف پھلت ضلع مظفر نگر تشریف لے آئے اور اپنے خاندانی مدرسے میں درس و تدریس میں مصروف ہو گئے۔

آپ پاکیزہ اخلاق کے مالک تھے۔ آپ سے انسانوں کے علاوہ جنات نے بھی تعلیم حاصل کی۔

آپ کی وفات پھلت میں ہوئی اور اپنے خاندانی قبرستان میں مدفون ہوئے۔

اولاد آپ کے تین صاحبزادے تھے:

(۱) شاہ محمد معصومؒ (لاولد)

(۲) شاہ عبد السلامؒ

(۳) شاہ محمد صادقؒ (لاولد)

آپ کی نسل کا سلسلہ شاہ عبد السلام سے قائم ہوا۔

شاہ عبدالسلامؒ

(بن شاہ محمد فائقؒ)

شاہ عبدالسلام صاحب، شاہ محمد فائق صاحبؒ کے منجھلے صاحبزادے تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد صاحب سے حاصل کی۔ اس کے بعد ظاہری و باطنی تعلیم دہلی جاکر شاہ عبدالعزیزؒ سے حاصل کی۔

تحصیل علوم کے بعد دہلی میں مدرسہ رحیمیہ میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا اور تمام عمر اسی مدرسہ میں پڑھایا۔

آپ کی شادی اعوان پور (میرٹھ) میں پٹھان خاندان کی لڑکی سے ہوئی۔ پھلت کے لوگوں کو یہ بات بہت ناگوار ہوئی ہے کہ پٹھانوں میں رشتہ کیوں کیا۔ آپ نے اس بات کی بالکل پرواہ نہیں کی اور انکی دینداری اور بدعات و مکروہات کے خلاف جہاد سے آپ بہت خوش تھے۔

آپ کے بہت سے مرید تھے۔ ان میں مشہور مولوی نواب قطب الدین دہلوی ہیں۔

آپ نے دہلی میں وفات پائی اور مہندیوں کے قبرستان میں حضرت شاہ عبدالرحیمؒ۔ شاہ ولی اللہؒ اور شاہ عبدالعزیزؒ کے قریب پیروں کی طرف مدفون ہیں۔

آپ کی اولاد میں ایک صاحبزادے تھے جن کا نام محمد زکریا تھا۔

شاہ محمد زکریاؒ

(بن شاہ عبد السّلام پھلتیؒ)

شاہ محمد زکریا صاحبؒ شاہ عبد السلام صاحب پھلتیؒ کے نامی گرامی صاحبزادے تھے۔ آپ کو بچپن ہی سے علم حاصل کرنے کا بہت شوق تھا۔ آپ مدرسہ رحیمیہ دہلی میں تعلیم حاصل کی اور تحصیلِ علم کے بعد اپنے وطن مالوف پھلت تشریف لے گئے اور وہیں درس وتدریس میں بقیہ عمر بسر کی۔

نواب مولوی قطب الدین دہلوی مرحوم کی یہ آرزو تھی کہ کسی طرح کوئی تعلق خاندانی ولی اللّٰہی سے قائم ہو جائے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں کوششِ بسیار کے بعد اپنی بہن بادشاہ بیگم کا نکاح شیخ محمد زکریا صاحب پھلتی سے کر دیا۔ شاہ اسمٰعیل شہیدؒ اور سید احمد شہید بریلویؒ نے جب جہاد کا اعلان فرمایا تو اس کے لئے پھلت ضلع مظفر نگر ہی کو منتخب فرمایا اور تقریباً پندرہ دن تک آپ پھلت میں قیام پذیر رہے۔ اور خاندان ولی اللّٰہی کے تمام افراد نے ہر طرح اس میں حصہ لیا۔ جب شاہ اسمٰعیلؒ اور سید احمد صاحبؒ بالاکوٹ کے مقام پر شہید ہو گئے تو مجاہدین کی کمان شیخ محمد زکریا ہی نے سنبھالی اور امیر المومنین کہلائے۔

آپ کا وصال پھلت ہی میں ہوا اور اپنے دادا حضرت شاہ محمد جیو مرحوم کی مسجد کے احاطہ میں مدفون ہوئے۔

اولاد

آپ کے تین صاجزادے اور چھ صاجزادیاں تھیں۔

(۱) عبدالوہاب عرف میاں جان۔

(۲) محمد عاشق۔

(۳) عبدالرحمٰن عرف اللہ جلایا۔

عبدالوہاب صاحب کے ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ محمد عاشق صاحب کے تین لڑکے (۱) محمد صادق (۲) محمد عیسیٰ (۳) محمد یوسف۔ اور تین لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ جن میں سے محمد صادق صاحب کے ایک لڑکے حامد صاحب تھے جو جوانی ہی میں وفات پا گئے تھے۔ باقی دونوں صاجزادوں کی اولاد کا سلسلہ آجتک قائم ہے۔

محمد عیسیٰ صاحب مرحوم کے تین صاجزادے اور ایک صاجزادی پیدا ہوئیں۔

(۱) محمد رضا (لاولد انتقال ہوا) (۲) محمد شاہ (۳) احمد شاہ

محمد شاہ صاحب ماشاء اللہ بقید حیات ہیں اور ان کے دو صاجزادے اور تین صاجزادیاں ہیں۔

(۱) محمد شمیم (۲) محمد نسیم

(۱) نسیمہ (۲) خورشید (۳) ثریا پروین

محمد شمیم صاحب کے ایک صاجزادے اور دو صاجزادیاں ہیں۔

(۱) ولی اللہ (۲) فرحانہ شمیم (۳) فخرالنساء

محمد شمیم صاحب ماشاء اللہ پی آئی اے میں ملازم ہیں اور آجکل پی آئی اے کی طرف سے امریکہ میں نیویارک کے مقام پر تعینات ہیں۔

محمد نسیم صاحب زیلن کمپنی میں ملازم ہیں۔ احمد شاہ صاحب بھی بقید حیات ہیں اور پھلت ضلع مظفر نگر (بھارت) میں موجود ہیں۔ دو لڑکیاں اور چار لڑکے ہیں۔

اولاد و احفاد
حضرت شاہ ولی اللہؒ
محدّث دہلوی

شاہ عبد الرحیم
شاہ اہل اللہ
شاہ مقرب اللہ
شاہ ولی اللہ
شاہ محمد
شاہ عبد العزیز
آپ کے ہاں اولاد ذکور نہیں ہوئی
شاہ رفیع الدین
شاہ عبد القادر
انکی اولاد ذکور کا پتہ نہیں لگا
شاہ عبد الغنی
محمد موسیٰ
محمد عیسیٰ
محمد مخصوص اللہ
حسن جان
شاہ محمد اسمٰعیل شہید رح
مولوی محمد عمر
امۃ الغفار
مولانا عبد السلام
بنت
بنت
بنت
حرم مولوی محمد عیسیٰ بن رفیع الدین
حرم عبد الحی بڈھانوی
ملا عبد القیوم بھوپالی (محدث بھوپال)
حرم ملا محمد افضل لاہوری
محمد یعقوب
محمد اسحٰق
بنت
عبد الرحمٰن
بن محتشم بن معظم بن مقرب اللہ بن اہل اللہ برادر شاہ ولی اللہ
بنت
سید معز الدین
سید معین الدین
سید احمد
امۃ العائشہ
سید حسن آرا
سید عبد الغنی
سجادہ نشین درگاہ
خواجہ کلیم اللہ صاحب جہاں آبادی دہلویؒ

سلسلۂ اولاد و احفاد حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ

① شیخ محمد محدث ؒ	⑦ حضرت شاہ محمد عمرؒ
② شاہ عبد العزیزؒ	⑧ مولانا عبد الحی بڈھانویؒ
③ شاہ رفیع الدینؒ	⑨ حضرت شاہ محمد اسحٰقؒ
④ شاہ عبد القادرؒ	⑩ حضرت شاہ محمد یعقوبؒ
⑤ شاہ عبد الغنیؒ	⑪ حضرت مولانا مخصوص اللہؒ
⑥ شاہ محمد اسمٰعیل شہیدؒ	⑫ حضرت مفتی عبد القیوم بھوپالیؒ

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

بن شیخ عبد الرحیم محدث دہلویؒ

پیدائش حضرت شاہ ولی اللہ صاحب چار شوال ۱۱۱۴ھ مطابق ۱۷۰۳ء چہار شنبہ (بدھ) کے دن طلوع آفتاب کے وقت بمقام پھلت (ضلع مظفر نگر) پیدا ہوئے، آپ کے والد ماجد کا نام شیخ عبدالرحیم اور والدہ کا نام فخر النساء تھا جو شیخ محمد پھلتی کی صاحبزادی اور شاہ محمد عاشق پھلتی کی پھوپھی تھیں۔

حضرت شاہ عبدالرحیم صاحبؒ نے مختلف بشارتوں کی بنا پر ولی اللہ نام رکھا اور حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ سے عقیدت کی وجہ سے دوسرا نام قطب الدین احمد رکھا اور مادۂ تاریخ کی مناسبت سے تاریخی نام عظیم الدین تجویز ہوا۔ خدا کی شان کہ مولود میں تینوں ناموں کی مناسبت ہر لحاظ سے بدرجہ اتم پائی گئی اور اپنے قلم سے شاہ (ولی اللہ) صاحبؒ خود کو "احمد" لکھتے ہیں۔

آپ کے والد محترم کی زوجۂ اولیٰ سے ایک صاحبزادے صلاح الدین پیدا ہوئے جو لاولد فوت ہوئے۔ ایک بشارت کی بنیاد پر آپ نے نکاح ثانی مسماۃ فخر النساء بنت شیخ

محمد پھلتیؒ سے کیا جن کی اولاد میں سب سے بڑے صاحبزادے
شاہ ولی اللہؒ تھے۔

سلسلۂ نسب حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا
سلسلۂ نسب والد کی طرف سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور
والدہ محترمہ کی جانب سے حضرت امام موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ تک منتہی
ہوتا ہے۔ جس کی توضیح بنفسہ رسالہ "امداد فی مآثر الاجداد" میں اس
طور پر رقم فرمائی ہے۔

"سلسلۂ نسب ایں فقیر بامیر المؤمنین عمر بن الخطاب میرسد
بایں طریق کہ فقیر ولی اللہ (قطب الدین احمد) ابن الشیخ عبدالرحیم ابن
الشہید وجیہہ الدین ابن معظم ابن احمد ابن محمد ابن قوام الدین عرف
قاضی قادن بن قاضی قاسم بن قاضی کبیر الدین عرف قاضی بدھا ابن
عبدالملک بن قطب الدین بن کمال الدین بن شمس الدین مفتی بن شیر ملک
بن محمد عبدملک بن ابوالفتح ملک بن محمد عمر حاکم ملک ابن عادل ملک بن
فاروق بن برجیس بن احمد بن محمد شہریار بن عثمان بن ہامان
ابن ہمایوں بن قریش بن سلیمان بن عفان ابن عبداللہ ابن محمد
ابن عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ وعنہم اجمعین"

مجموعہ کمالات عزیزی میں شجرۂ نسب میں چند ناموں کا فرق
ہے اس میں حضرت مولانا ظہیر الدین سید احمد صاحب نبیرۂ حضرت
مولانا شاہ رفیع الدین صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس
طرح تحریر فرمایا ہے۔

"شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم بن وجیہہ الدین شہید بن معظم

بن منصور بن احمد بن محمود بن قوام الدین عرف قاضی قواذن بن قاضی قاسم بن قاضی کبیر عرف قاضی بدھا بن عبدالملک بن قطب الدین بن کمال الدین بن شمس الدین المفتی عرف قاضی پیران بن شیر ملک بن عطاملک بن ابوالفتح ملک بن عمرو الحاکم ملک بن عادل ملک بن فاروق بن جرجیس بن احمد بن محمد بن شہریار بن عثمان بن ہامان بن ہمایوں بن قریش بن سلیمان بن عفان بن عبداللہ بن محمد ابن عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہم اجمعین "
(مجموعہ کمالات عزیزی صہ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی)

اس خاندان کے جو بزرگ سب سے پہلے ہندوستان میں وارد ہوئے وہ شیخ شمس الدین مفتی تھے جو غالباً اسلامی حکومت کے آغاز ہی میں یہاں آ گئے۔ رہتک میں قیام فرمایا یہ اس وقت بھی ایک بارونق شہر تھا۔ شیخ ممدوح علوم ظاہری و باطنی دونوں کے حامل اور صاحب کشف بزرگ تھے۔ جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اپنے رسالہ "امداد فی ماثر الاجداد" میں فرماتے ہیں "

"وایں بزرگ مرعالم و عابد بودہ است و اول کسیکہ از نژاد قریش دراں بلدہ درآمد و بسبب وے شعائر اسلام ظہور نمودہ و طغیان کفر منطفی شد"

شیخ شمس الدین صاحب نے رہتک میں ایک مدرسہ قائم کیا اپنی بزرگی اور علوم تبت کی وجہ سے اس زمانہ کے دستور کے

موافق مفتی شہر مقرر ہوئے تا آنکہ ـــــــ آپ کے بڑے بیٹے کمال الدین مفتی ان کے بعد شیخ عبد المالک پھر قاضی کبیر الدین پھر قاضی قاسم اور سب سے آخر میں قاضی قوام الدین (عرف قاذن) اسی عہدہ پر ممتاز رہتے آئے مگر جب قاضی قاذن کے بیٹے محمود کی نوبت آئی تو چونکہ یہ سپاہیانہ زندگی کے دلدادہ تھے۔ اس لئے انھوں نے قبول عہدہ سے انکار کر دیا۔ مگر اس پر بھی خاندان کے شرف علم و فضل میں کوئی تغیر نہ ہوا۔

شیخ محمود کی شادی سونی پت کے سادات میں ہوئی اس حرم کے فرزند جن کی تربیت شیخ عبد الغنی بن شیخ عبد الحکیم سونی پتی نے بہترین طریق پر کی، شیخ احمد جوانی ہی کے عالم میں رہتک لوٹ آئے بیرون قلعہ ایک عالی شان سلسلۂ عمارت بنوا کر اپنے خاندان کے تمام افراد کو اس میں رہنے کے لئے مکان دیئے گئے ان بزرگوار شیخ احمد کے صاحبزادے منصور اور پوتے شیخ محمد معظم بھی علم و فضل میں عالی پایہ رکھتے تھے۔ لیکن طرز زندگی چونکہ سپاہیانہ تھی اسی لئے ساری عمر جنگ و جدل میں بسر کر دی۔

شیخ محمد معظم کے بیٹے شیخ وجیہہ الدین (شاہ ولی اللہ صاحب کے دادا) عالم دین اور صاحب حال ہونے کے ساتھ ایک بہادر سپاہی بھی تھے۔ چنانچہ عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کی جو لڑائی ان کے بھائی شجاع کے ساتھ ہوئی اور جس میں بجز چار لشکریوں کے تمام فوج بھاگ گئی اس موقعہ پر شجاع کے ہمراہ مست ہاتھی تھے جن کے حملوں سے ادھر بھگدڑ مچ گئی۔ شیخ وجیہہ الدین اپنی چار ساتھیوں

کو لے کر سب سے زیادہ شریر ہاتھی پر ٹوٹ پڑے۔ ہاتھی نے ان کو گھوڑے سمیت سونڈ میں لپیٹنا چاہا کہ حملہ آور نے سونڈ کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ زخمی ہاتھی شدت تکلیف سے بلبلاتا ہوا اپنی ہی فوج پر پلٹ پڑا۔ شجاع کے لشکر میں ایک سرے سے ابتری پھیل گئی۔ عالم گیر نے یہ تماشا خود دیکھا۔ شیخ سے بہت خوش ہوا۔ ان کی کمر میں اپنے ہاتھ سے تلوار باندھی۔ منصب میں اضافہ کرنا چاہا مگر انھوں نے انکار کر دیا پھر جب دکن میں سیوا جی کی چیرہ دستیاں حد سے بڑھنے لگیں تو اورنگ زیب نے شیخ وجیہ الدین ہی کو اس مہم پر بھیجا، لیکن راستہ میں لٹیروں سے جو مڈبھیڑ ہو گئی تو وہیں جامِ شہادت نوش فرما کر سو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ان بزرگوار شیخ وجیہہ لدین کے صاحبزادے شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ تھے جو حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد صاحب تھے۔

بچپن حضرت شیخ عبدالرحیم صاحبؒ اپنے ہونہار اور بلند اقبال فرزند سے بے حد محبت رکھتے تھے اور اس کی سلامت روی اور خوش آیند حرکات سے محظوظ ہوتے تھے اور ہمیشہ اس کی راحت و آسائش کو اپنے آرام و چین پر ترجیح دیتے تھے۔ جوں جوں شاہ صاحب عمر میں ترقی کرتے جاتے تھے اور زندگی کے مرحلے طے کرتے جاتے تھے جناب شیخ عبدالرحیم صاحبؒ کی آپ پر توجہ زیادہ ہوتی جاتی تھی حضرت شاہ ولی اللہ صاحب خود تحریر فرماتے ہیں۔

مجھ پر سب سے بڑی نعمت خداوندی جس کے مقابلہ میں تمام

نعمتیں ہیچ ہیں یہ ہے کہ جناب والد بزرگوار اس فقیر (ولی اللہ) سے ہمیشہ راضی رہے بچپن کے زمانہ سے آخر عمر تک جو مہربانیاں مجھ پر مبذول رہیں۔ میں ان میں سے کما حقہ ایک کو بھی بیان نہیں کر سکتا۔ میرے لئے اس سے زیادہ اور کیا فخر کا باعث ہو سکتا ہے کہ جب آپ کا انتقال ہونے لگا تو مجھے سینہ سے لگا کر بیعت وارشاد کی اجازت عامہ دی اور کلمہ ید ہ کید ی (اس کا ہاتھ مثل میرے ہاتھ کے ہے) مکرر سہ کرر ذکر کیا۔ خاص تحصیل علوم اور لڑکپن کے زمانہ میں جس قدر حضرت کی توجہ خاص مجھ پر مبذول تھی اس قدر توجہ میں کسی باپ میں اپنے فرزند کی نسبت نہیں دیکھتا بایں ہمہ میں نے اپنی عمر میں کوئی ایسا باپ اور کوئی استاد کوئی مرشد نہیں پایا جس نے اپنے فرزند و تلمیذ کی نسبت شفقت و مہربانی کے وہ دقائق مرعی رکھے ہوں۔ جو حضرت والا نے اس فقیر کی نسبت رکھے اللھم اغفرلی ولوالدی وارحمھما کما ربیانی صغیرا وجازھما بکل شفقۃ ورحمۃ ونعمۃ بھما علی مائۃ الف اضعافھا انک قریب مجیب۔

جس زمانہ میں اس فخر خاندان اور فرید عصر کی ولادت ہوئی۔ اس وقت جناب شیخ عبدالرحیم صاحب گو اعلٰی درجہ کے دولت مند اور صاحب اقتدار نہ تھے۔ لیکن پھر بھی متوسط درجہ کی حالت رکھتے تھے گورنمنٹ قلعہ کی طرف سے کسی قسم کی امداد نہ تھی نہ بادشاہ وقت کی جانب سے کسی طرح کا کوئی وظیفہ مقرر تھا۔ صرف توکل پر گذران اور ہر وقت خدا پر نظر تھی اسی کا یہ نتیجہ تھا کہ آپ ہمیشہ خوش حال رہتے۔ اور ضرورت کے وقت غیبی سامان مہیا پاتے۔ چنانچہ اس وقت بھی وہ

تمام سامان مہیا تھے جو ایک خوش نصیب بچہ کی پرورش کے واسطے ہوئے ضروری ہیں اس لئے شاہ ولی اللہ صاحب کی بڑے اہتمام سے پرورش ہوئی اور عمر کا ابتدائی حصہ اعلیٰ درجہ کی تربیت کے ساتھ ختم ہوا۔

تعلیم حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اپنی تعلیم کے بارے میں خود تحریر فرماتے ہیں۔

"یہ فقیر اپنی عمر کے پانچویں برس مکتب میں پڑھنے بیٹھ گیا ساتویں برس میں والد نے مجھے نماز پر کھڑا کیا اور روزے رکھنے کا حکم دیا۔ میرا ختنہ بھی اسی سال ہوا۔ اور اسی سال میں نے قرآن مجید بھی ختم کر لیا۔

ساتویں برس ہی میں درسیات (فارسی) شروع کر دیں سال بھر میں یہ سلسلہ بھی ختم ہوا۔ اور صرف و نحو پڑھنے لگا۔" دس برس کی عمر میں شرح جامی پڑھ کر معقولات پر جا پہنچے جن کے بعد منقولات اپنے والد بزرگوار سے (اس طرح) پڑھ لیں

ہدایہ آخرین (کچھ حصہ چھوڑ کر) شرح فقہ اکبر حسامی توضیح تلویح۔ مشکوٰۃ المصابیح (باستثناء کتاب البیوع و کتاب الآداب) یہ حصے علالت کی وجہ سے رہ گئے تھے صحیح البخاری (کتاب الطہارت تک) شمائل ترمذی، بیضاوی مدارک (بعض مقامات) شرح عقائد کامل، شرح خیالی، شرح مواقف۔ اور منطق میں شرح شمسیہ و بعض مختصرات، حقائق میں شرح رباعیات، لوائح، مقدمہ

شرح لمعات، مقدمہ نقد النصوص، ان کتب کے سوا شاہ (عبدالرحیم) صاحب کا مجموعہ بیاض مشتمل بر خواص اسماء وحقائق اور کتب طب ونحو ومعانی وہندسہ و حساب بھی آپ ہی سے پڑھا۔

غرض کہ تیرہ سال کی عمر میں شاہ صاحبؒ نے ان تمام علوم میں کمال حاصل کر لیا تھا۔

آپ نے اپنے والد ماجد کے علاوہ جن حضرات سے پڑھا ان کا تذکرہ اس طرح سے ہے یعنی —— شیخ محمد افضل سیال کوٹی سے بعض کتب حدیث، شیخ وفد اللہ مکی ابن شیخ محمد سلیمان مغربی سے موطا امام مالک قراۃ بروایت یحییٰ بن یحییٰ، شیخ تاج الدین القلعی المکی الحنفی سے صحیح البخاری، موطا امام محمد کتاب الآثار اور مسند الدارمی۔

۱۱۴۳ھ میں مدینۃ النبیؐ پہونچے اور شیخ ابو طاہر الکردی (متوفی ۱۱۴۵ھ) ابن شیخ ابراہیم الکردی المدنی کے درس میں الجامع الصحیح البخاری کا درس شروع تھا۔ اس میں شرکت کے علاوہ بقیہ کتب صحاح ستہ وموطا امام مالک ومسند الدارمی وکتاب الآثار کے اطراف سنا کر سند واجازت حاصل کی بشمول چند دیگر کتب احادیث کے شیخ ابو طاہر ممدوح کو آپ پر اس قدر فخر تھا کہ اکثر فرمایا کرتے:۔

”ولی اللہ لفظ کی سند مجھ سے لیتا ہے اور میں معنی کی سند اس سے حاصل کرتا ہوں“

شادی حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے چودھویں سال میں قدم رکھا تھا کہ آپ کے والد ماجد نے شادی کی سلسلہ جنبانی شروع کردی اور اس سلسلہ کے پورا کرنے میں نہایت سرگرمی دکھائی۔ سمدھیانے کے لوگوں نے سامان کے نہ فراہم ہونے کا عذر پیش کیا اور تھوڑے دنوں کی مہلت چاہی لیکن جناب شیخ عبدالرحیم صاحبؒ نے انہیں صاف طور پر لکھدیا کہ میں جو اس بارہ میں جلدی کرتا ہوں اس کا ایک خاص سبب ہے جو عن قریب آپ لوگوں پر ظاہر ہو جائے گا۔ بہتر یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس کار خیر میں ذرا توقف نہ کریں اور جس طرح ممکن ہو صاحبزادی کی شادی میں عجلت سے کام لیں، اسباب مہیا نہ ہونے کا قوی عذر نہیں ہے۔ چنانچہ وہ اس خط کے پہونچنے کے بعد راضی ہو گئے اور اپنی لڑکی (مسماۃ) فاطمہ بنت شاہ عبید اللہؒ کو جناب شاہ ولی اللہ صاحب کے نکاح میں دے دیا مسماۃ فاطمہ، شاہ محمد عاشق پھلتی کی ہمشیرہ تھیں۔

شاہ صاحب کا نکاح ہوتے ہی آپ کی خوشدامن صاحبہ نے سفر آخرت قبول کیا اور اتفاق سے اس کے چند ہی روز بعد خوشدامن کی والدہ انتقال کر گئیں۔ جس سے خود شاہ صاحب اور آپ کی زوجہ محترمہ کو انتہا درجہ کا ملال ہوا۔ ابھی اس رنج واندوہ سے فرصت نہ ملی تھی کہ شیخ فخر العالم جناب شیخ ابوالرضا محمد صاحب کے صاحبزادے انتقال کر گئے اور اس کے کچھ عرصہ بعد جناب مولانا شاہ ولی اللہ صاحب کی (دوسری) والدہ مکرمہ

یعنی آپ کے برادرِ کلاں شیخ صلاح الدین کی حقیقی والدہ فوت ہو گئیں۔

زاں بعد خود جناب شیخ عبدالرحیم صاحب قدس سرہٗ مختلف بیماریوں میں مبتلا ہوئے اور سخت ضعیف و ناتواں ہو گئے۔ انتقال کے وقت آپ کو کوئی ایسا قوی عارضہ نہ تھا۔ لیکن متواتر صدمات اور ضعف و ناتواں نے انہیں بالکل تحلیل کر دیا تھا چنانچہ اس واقعہ کے چند دنوں بعد آپ بھی انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یہ تھا وہ مخفی بھید جس کی وجہ سے جناب شیخ عبدالرحیم صاحبؒ نے اپنے بلند اقبال صاحبزادے کی شادی میں عجلت کی تھی۔

دو ڈھائی سال کے اندر اندر جناب شاہ ولی اللہ صاحبؒ کو ایسے سخت حوادثات پیش آئے۔ مگر شاہ صاحب نے بڑے ہی استقلال اور جواں مردی سے کام لیا۔

بیعت و خلافت

جناب شاہ ولی اللہ صاحب تیرہ سال کی عمر میں علوم متعارفہ سے فارغ التحصیل ہو گئے اور علم سلوک کا کافی حصہ حاصل کر لیا۔ چنانچہ اسی سال آپ کے والد بزرگوار حضرت شیخ عبدالرحیم صاحب نے آپ کے سر پر فضیلت کا عمامہ رکھا اور درس کی عام اجازت دی اور اس مبارک تقریب میں ایک امیرانہ جلسہ قائم کیا عام و خاص کو دعوت دی اور کافی کھانا تیار کرایا۔ تمام شہر کے مشائخ۔ قضاۃ۔ فقہا اور علماء عصر حاضر ہوئے اور سب کی موجودگی میں جناب شیخ عبدالرحیم صاحب

نے اپنے بلند اقبال اور فخر خاندان فرزند کو علوم متعارفہ اور سلوک و تصوف کے درس کی اجازت دی اور دستار بندی کی رسم ادا کرکے آپ کی اور آپ کے علم کی ترقی کی دعا مانگی۔ مجلس میں جس قدر علماء، فقہا اور مشائخین موجود تھے۔ سب نے متفقہ الفاظ میں اس زور سے شیخ صاحب کو مبارکباد دی کہ ساری مجلس گونج اٹھی۔

شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنے والد ماجد مولانا شاہ عبدالرحیم صاحبؒ کے علاوہ شیخ ابو طاہر ممدوح، شیخ احمد شناوی، شیخ احمد قشاشی، سید عبدالرحمٰن ادریسی المشہور محجوب، شیخ عیسٰی جعفری مغربی، شیخ شمس الدین محمد بن علا بابلی اور شیخ ابراہیم کردی مدنی، شیخ حسن العجمی، شیخ احمد نخلی اور شیخ عبداللہ بن سالم البصری ثم المکی سے بھی زمانہ قیام حجاز میں تعلیم حاصل کی۔

جب شاہ عبدالرحیم صاحبؒ آپ کی تربیت روحانی پر متوجہ ہوئے تو اس وقت آپ کی عمر کا پندرھواں سال شروع تھا۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔

"انھوں نے مجھے طریقت کے راستے پر ڈالا۔ اور نقشبندیہ سلسلے میں داخل کیا۔"

جب شاہ صاحب سترہ سال کی عمر تک پہونچے تو آپ کے والد ماجد رحمۃ اللہ نے آپ کو بیعت و ارشاد کی اجازت مرحمت فرمادی اور خود اسی سال میں اللہ تعالیٰ سے جاملے۔ والد ماجد کی رحلت

کے بعد شاہ ولی اللہ صاحب نے مسندِ علم و ارشاد کو مزین فرمایا اور آپ کے سفرِ آخرت کے بعد آپ کے چاروں صاحبزادے اس محفلِ علم و عمل کی زینت کا سبب بنے۔

تدریس حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے تحریر فرمایا ہے کہ۔

"جب میں سترہ برس کا ہوا تو میرے والد نے مجھے تدریس کے کام پر لگایا اور میں آئندہ بارہ برس تک یہی کام کرتا رہا۔ اس سے مجھے یہ فائدہ ہوا کہ علم کی سب شاخوں پر عبور حاصل ہو گیا۔"

غرض کہ حضرت شاہ صاحب علماً و عملاً مسلم الثبوت استاد مان لئے گئے اور عوام و خواص کے معتقد علیہ تسلیم ہوئے اور اس عہد کے بڑے بڑے استاد اور ماہرینِ فن آپ کی شاگردی کو فخر جانتے اور دور دور سے تعلیم کے لئے حاضر ہو کر شاہ صاحبؒ کے فیضان سے مستفیض ہو کر حظِ وافر اٹھاتے۔ آپ نے علم نبوی کی اس درجہ اشاعت کی کہ اس کا ذوق و شوق حد سے زیادہ بڑھ گیا۔ طالب علموں کے ہر ہر حلقہ میں حدیث اور اصول حدیث کا تذکرہ ہونے لگا۔ قرآن و حدیث کی اشاعت و تشہیر میں جو آپ نے کوشش کی ہے اس کا ہندوستان کے علمی حلقوں پر بہت بڑا احسان ہے۔

ہندوستان میں سب سے پہلے جناب شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے حدیث کی بنیاد ڈالی، ان کے انتقال کے بعد خدا تعالٰے نے شیخ عبدالرحیم صاحب کو اس کام کے لئے پیدا کیا۔ شیخ صاحبؒ نے پرانی دہلی میں اس مقام پر ایک مدرسہ قائم کیا جو اب مہندیوں

کے نام سے مشہور ہے اور اس مدرسہ کا نام "مدرسہ رحیمیہ" رکھا جس میں علم نبوی کی تعلیم دینی شروع کی دور دراز سے جوق در جوق طلبہ حدیث پڑھنے کے لئے آنے لگے شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے والد بزرگوار کے انتقال کے بعد مدرسہ رحیمیہ میں درس دینا شروع کیا۔ آپ کی خداداد قابلیت اور محنت کشی کی شہرت نے شوقین طلبہ کو اپنا گرویدہ کر لیا تھا

طلبہ کے ساتھ برتاؤ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ ہر ایک طالبعلم کے ساتھ خواہ وہ کسی رتبہ کا ہوتا عام اخلاق اور فیاضی سے پیش آتے اور سب کے ساتھ شریفانہ برتاؤ کرتے۔ بعض بعض محنتی اور قابل طلبہ کو اپنی ذات خاص سے امداد دیتے اور بہت ہی تسلی اور دلجوئی سے انہیں خوش رکھتے۔

سفر حجاز اگرچہ اس بارہ سال کے عرصہ میں شاہ ولی اللہ صاحب کی علمی مشق معراج کو پہونچ گئی تھی اور دینی وعقلی معلومات میں حیرت ناک ترقی پیدا ہو گئی تھی لیکن ابھی طبیعت مبارک میں وہی تحقیق وتلاش کا مادہ موجود تھا جو آغاز عمر میں تھا۔ یعنی جہاں تک ممکن ہو علم نبوی کی تحصیل وتکمیل میں ترقی کرنا چاہئے۔ اور اس علم کو ایک ایسے عروج پر پہونچا دینا چاہئے جس سے زیادہ ممکن نہ ہو۔ چنانچہ اس خیال کا سلسلہ آپ کے دل میں روز بروز بڑھتا چلا جاتا تھا۔ اور آپ اپنی آرزو پر کامیاب ہونے کے ہر پہلو کو دیکھ رہے تھے۔ بالآخر آپ نے فیصلہ کر لیا کہ اب مجھے عرب چلنا اور وہاں کے مشائخ سے روایت حدیث کرنا چاہئے۔ اس کے ساتھ

ہی آپ کو حرمین محترمین کی زیارت کا شوق دامن گیر ہوا اور آپ نے دفعتہً سامانِ سفر مہیا کر کے اُس طرف توجہ مبذول فرمائی۔

الغرض حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ اخیر ۱۱۴۳ھ مطابق ۱۷۳۲ء میں خانہ کعبہ کی زیارت سے مشرف ہوئے اور کامل ایک سال تک مکہ معظمہ کی مجاورت اور مدینہ طیبہ کی زیارت سے معزز و ممتاز ہو کر شیخ ابوطاہر قدس سرہ اور دیگر مشہور و نامور مشائخ عرب سے روایت حدیث حاصل کی اسی اثنا میں آپ چند روز تک جناب سید البشر علیہ التحیۃ والتسلیم کے روضہ منورہ کے مجاور رہے اور انتہا سے زیادہ فیض حاصل کیا۔ آپ حرمین شریفین کے بڑے بڑے زبردست علماء و فضلاء سے ملے اور نئے نئے مشائخ سے ملاقاتیں کیں۔ اور ہر طبقہ کے مشائخ سے استفادہ کیا۔

جناب شاہ ولی اللہ صاحب حج مبرور کے ارکان فرضیت کے بار سے سبکدوش ہوئے اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار مبارک سے فیض و شرف حاصل کر چکے تو شیخ محمد وفد اللہ ابن شیخ محمد بن محمد بن سلیمان المغربی کی خدمت میں پہونچے جنہوں نے چند قدم آگے بڑھ کر آپ کا استقبال کیا اور بہت عزت سے بٹھایا اور معمولی مزاج پرسی کے بعد آپ کا حال دریافت کیا شاہ ولی اللہ صاحب نے شکریہ ادا کرنے کے بعد اپنا مدعا بیان کر دیا کہ میں آپ سے سند حدیث لینا چاہتا ہوں اور اسی لئے ہندوستان سے یہاں حاضر ہوا ہوں۔ شیخ وفد اللہ صاحب نے

بخوشی اس بات کو منظور کیا اور ایک خاص وقت آپ کے لئے مقرر کر دیا چنانچہ آپ نے موطا یحییٰ بن یحییٰ اول سے آخر تک بہت تھوڑے عرصہ میں سنادی اور اس کے بعد شیخ محمد بن محمد بن سلیمان المغربی کی تمام مرویات کی اجازت حاصل کی۔

اس کے بعد شاہ ولی اللہ صاحب، جناب شیخ ابو طاہر محمد بن ابراہیم کردی مدنی کی خدمت میں پہنچے اور چند روز تک ان کی خدمت میں رہے۔

شیخ ابو طاہر صاحب نے علاوہ سند احادیث کے اپنا خرقہ بھی عنایت فرمایا اور خود دست مبارک سے جناب شاہ ولی اللہ کے زیب جسم کیا جو حقیقت میں تمام صوفیوں کے خرقوں کو جامع وحاوی تھا اور چلتے وقت بہت سے باطنی فیوض تلقین کئے جب شاہ صاحب وطن لوٹنے لگے تو بے اختیارانہ جوش کے ساتھ آپ کی زبان سے یہ شعر نکلا ؎

نسیت کل طریق کنت اعرفہ الا طریقا یودینی لربعکم

جوں ہی شاہ صاحب کی زبان سے رخصتانہ الفاظ نکلے اور اس شعر کی آواز شیخ کے کانوں میں پہونچی تو آپ کی آنکھیں پرنم ہوگئیں۔ اور بطریق مشایعت آپ کے ہمراہ آہستہ آہستہ چلے جاتے تھے۔

جناب مولانا شاہ ولی اللہ صاحب شیخ تاج الدین قلعی حنفی کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے اور سند احادیث حاصل کی

مراجعت ہند جب شاہ ولی اللہ صاحب علماء حرمین سے اسناد

حدیث حاصل کر چکے اور مشائخ صوفیہ سے فیض صحبت اٹھا چکے تو اخیر ۱۱۴۴ھ میں دوبارہ ارکان حج ادا کئے اور ابتدا ۱۱۴۵ھ میں وطن کی طرف متوجہ ہوئے اور اسی سال چودھویں رجب جمعہ کے دن صحت و سلامتی کے ساتھ دہلی پہونچے۔ شہر کے عام باشندے اور نامی گرامی فضلا ر حاضر ہوئے۔ آپ نے سب سے خندہ پیشانی کے ساتھ ملاقات کی۔ سفر کا تکان دور ہونے کے بعد مدرسہ رحیمیہ میں علم حدیث کا درس شروع فرما دیا۔ ایک زمانہ تک علم حدیث کے درس کے ساتھ ساتھ وعظ و افتار کا کام بھی انجام دیتے رہے۔ اسی دوران تدریس کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی شروع کر دیا۔ شاہ صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

میں نے دیکھا کہ جیسے حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ میرے گھر تشریف لائے ہیں۔ حضرت حسینؓ کے دست مبارک میں ایک قلم ہے جس کی نوک ٹوٹی ہوئی ہے۔ حضرت حسنؓ نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا تاکہ وہ قلم مجھے عطا فرمائیں کہ یہ قلم میرے نانا کا ہے پہلے حسینؓ اسے درست کر لیں پھر دوں گا۔ حسینؓ قلم کو جیسا درست کر سکتے ہیں کوئی اور نہیں کر سکتا۔ حضرت حسینؓ نے قلم لے لیا اور اسے درست کر دیا میں وہ قلم پا کر بہت مسرور ہوا۔ پھر ایک چادر لائی گئی جس پر دھاریاں تھیں۔ ایک دھاری سبز اس سے اگلی سفید۔ پہلے یہ چادر ان حضرات کے سامنے رکھی گئی پھر حضرت حسینؓ نے اسے اٹھایا اور فرمایا کہ یہ چادر میرے نانا کی ہے۔ پھر وہ چادر مجھے اڑھا دی گئی۔ میں نے تعظیماً

اس کو اپنے سر پر رکھ لیا اور حق تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ کے اس خواب کی تعبیر آپ کے ایک سوانح نگار نے یہ بیان کی ہے کہ "اس وقت ہندوستان میں اسلام جن نرغوں میں گھر گیا تھا اس کے مقابلے کے لئے شاہ صاحب کا انتخاب کیا گیا۔ یہ مقابلہ تلوار سے نہیں کرنا تھا بلکہ یہ قلم کی جنگ تھی۔ حضرت حسنؓ کے دستِ مبارک میں ٹوٹے ہوئے قلم کا ہونا اس طرف اشارہ تھا کہ ایک مدت سے ہندوستان ہی نہیں بلکہ تمام دنیا میں ایک بھی قابلِ ذکر مصنف پیدا نہیں ہوا تھا۔ اب یہ ٹوٹا ہوا قلم شاہ ولی اللہ صاحب کے سپرد کیا گیا مگر حضرت حسینؓ سے درست کروانے کے بعد دیا گیا۔ جس میں یہ اشارہ تھا کہ ہر چیز سے بے پرواہ ہو کر صرف حق کی حمایت میں میدان میں کود جانا چاہئے۔ آخر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر آپ کو اڑھا دی گئی۔ یہ اس طرف اشارہ تھا کہ مخالفین مقابلے پر آئیں گے دشمن ستائیں گے۔ مگر شاہ صاحب کی زندگی ردائے محمدیؐ کے سائے میں گذرے گی اس لئے مخالفین کی کچھ پیش نہ جائے گی"۔

شاہ صاحب نے "درثمین" میں یہ خواب درج کرنے کے بعد تحریر فرمایا ہے کہ اسی دن سے میرا سینہ شرعی علوم میں تصنیف کے لئے کھل گیا۔

شاہ عبدالعزیزؒ نے ارشاد فرمایا ہے کہ شاہ ولی اللہ صاحب اشراق کے بعد لکھنے بیٹھ جاتے تو دوپہر تک زانو نہ بدلتے اور نہ جسم کو کھجاتے تھے حتیٰ کہ تھوکتے تک نہ تھے۔

ایک اور مرتبہ شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے اس خواب کا تذکرہ کرنے کے بعد فرمایا کہ:-

"اس واقعہ کے بعد والد کی کیفیت باطنی اور جذب تقریر ساری باتوں کی حالت کچھ اور ہی ہوگئی، ان کے جو پرانے شاگرد تھے وہ آپ کی حالت دیکھ کر یہ محسوس کرتے کہ وہ بالکل بدل گئے ہیں"

غرض کہ آپ گھنٹوں لکھتے چلے جاتے پھر بھی تھکنے کا نام نہ لیتے تھے۔

بقول حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ آپ کی تحریر میں ایک خصوصیت یہ ہوتی تھی کہ:-

"مراقبے کے بعد جو بات کشفی طور پر معلوم ہوتی وہی لکھتے تھے"

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی کتابوں کا رنگ ساری دنیا سے نرالا ہے۔ آپ نے عربی زبان میں جتنی کتابیں لکھی ہیں ان کی عبارت میں زیادہ تر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز گفتگو کی پیروی کی ہے۔ حتی الوسع یہ کوشش کرتے کہ اپنا مدعا انہی الفاظ اور محاورات میں ادا کریں جو زبان رسالت سے خاص تعلق رکھتے ہیں چنانچہ ان کی عبارت میں قرآنی طرز تکلم کا اثر زیادہ ہے۔

حضرت شاہ صاحب مسلمان عوام کو خطاب کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

"آدم کے بچو! دیکھو! تمہارے اخلاق سوچکے ہیں۔ تم پر بے جا حرص و آز کا ہوکا سوار ہوگیا ہے۔ تم پر شیطان نے قابو پالیا ہے

عورتیں مردوں کے سر چڑھ گئی ہیں اور مرد عورتوں کے حق تلف کر رہے ہیں۔ حرام کو تم نے اپنے لئے خوشگوار بنا لیا ہے اور حلال تمہارے لئے بدمزہ ہو چکا ہے۔ قسم ہے اللہ کی، اللہ نے ہرگز کسی کو اس کی برداشت سے زیادہ تکلیف نہیں دی۔ چاہئے کہ تم اپنی حیوانی خواہشوں کو نکاح کے ذریعہ پورا کرو خواہ تمہیں ایک سے زیادہ نکاح کرنے پڑیں اور اپنے مصارف اور وضع قطع میں تکلف سے کام نہ لیا کرو۔ اسی قدر خرچ کرو جس کی تم میں سکت ہو۔ یاد رکھو ایک کا بوجھ دوسرا نہیں اٹھاتا۔ اور اپنے اوپر خواہ مخواہ تنگی سے کام نہ لو۔ اگر تم ایسا کرو گے تو تمہارے نفوس بالآخر فسق کی حدود تک پہونچ جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ اس کو پسند فرماتا ہے کہ اس کے بندے اس کی آسائیوں سے فائدہ اٹھائیں اور یہ بھی اس کو پسند ہے کہ وہ جو چاہیں کریں مگر اعلیٰ مدارج پر اس کے احکام کی پابندی کریں۔ اپنے شکم کی خواہشوں کی تکمیل کھانے سے کرو اور اتنا کمانے کی کوشش کرو کہ تمہاری ضرورتیں پوری ہو جائیں۔ دوسروں کے سینے کے بوجھ بننے کی کوشش نہ کرو۔ ایسا نہ ہو کہ تم ان سے مانگو اور وہ نہ دیں۔ اسی طرح بادشاہوں اور حکام پر بھی بوجھ نہ بنو۔ تمہارے لئے یہی پسندیدہ ہے کہ تم خود کما کر کھاؤ۔ اگر تم ایسا کرو گے تو خدا تمہارے معاش کی راہ بھی سجھائیگا جو تمہارے لئے کافی ہوگی۔

" اے آدم کے بچو! جسے خدا نے ایک جائے سکونت دے رکھی ہے اور اتنا پانی جس سے وہ سیراب ہو جاتا ہو اور اتنا کھانا کہ جس سے زیست بسر ہو جاتی ہو اور اتنا کپڑا جس سے تن ڈھک جاتا ہو اور

ایسی بیوی جو اپنی شرم گاہ کی حفاظت کر سکتی ہو اور رہن سہن کی جد وجہد میں اس کو مدد دے سکتی ہو، اس شخص کو دنیا کامل طور سے مل چکی ہے۔ چاہئے کہ اس پر خدا کا شکر ادا کرے۔ اے آدم کے بچو! تم نے ایسے بگڑے ہوئے رسوم اختیار کر لئے ہیں جن سے دین کی اصلی صورت بگڑ گئی ہے۔ تم عاشورے کے دن چھوٹی باتوں پر اکٹھے ہوتے ہو۔ اسی طرح شب برات پر کھیل کود کرتے ہو اور مُردوں کے لئے کھانے پکا پکا کر کھلانے کو اچھا خیال کرتے ہو۔ اگر تم سچے ہو تو اس کی دلیل پیش کرو۔

اسی طرح اور بھی بری بری رسمیں تم میں جاری ہیں جنھوں نے تم پر زندگی تنگ کر دی ہے۔ مثلاً تقریبوں پر دعوتوں پر حد سے زیادہ تکلف برتنا شروع کر دیا ہے۔ اسی طرح ایک بری رسم یہ بھی ہے کہ کچھ ہو جائے لیکن طلاق کو گویا تم نے ناجائز ٹھہرا لیا ہے۔ بیوہ عورتوں کو نکاح سے بھی روکتے ہو۔

ان رسموں کی وجہ سے تم اپنی دولت نیز وقت ضائع کر رہے ہو اور جو روش صحت بخش تھی اسے چھوڑ بیٹھے ہو۔ تم نے اپنی نمازیں برباد کر رکھی ہیں۔ تم میں کچھ لوگ ہیں جو دنیا کمانے اور دیگر دھندوں میں اتنے پھنس گئے ہیں کہ نماز کے لئے انھیں وقت ہی نہیں ملتا۔ کچھ لوگ ایسے ہیں جو قصے کہانیاں اور داستانیں سننے میں وقت گنواتے ہیں اگر لوگ ایسی مجلسیں ان مقامات پر کریں جو مسجدوں سے قریب ہوں تو شاید ان کی نمازیں ضائع نہ ہوں۔ آدمی کو چاہئے اللہ کی یاد کے لئے جو فرصت ملے اسے غنیمت شمار کرے، کم از کم تین وقتوں، صبح، شام اور پچھلی رات کے ذکر کا ضرور خیال رکھے۔ حق تعالیٰ کی یاد اس کی تسبیح

وتہلیل اور تلاوت قرآن کے ذریعے کرے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں سنو اور ذکر کے حلقوں میں حاضر ہوا کرو

تم نے زکوٰۃ کو بھی چھوڑ دیا ہے حالانکہ کوئی ایسا دولت مند نہیں جس کے اقرباء میں کوئی حاجت مند نہ ہو۔ اگر دولت مند مسلمان حاجتمند اقرباء کی مدد کیا کریں ان کو کھلایا پلایا کریں اور زکوٰۃ کی نیت کر لیا کریں تو یہ بھی ان کے لئے کافی ہو سکتی ہے۔ تم میں سے بعضوں نے روزے چھوڑ رکھے ہیں۔ خصوصاً فوجی ملازم یہ کہتے ہیں کہ وہ روزہ رکھنے پر قادر نہیں یعنی جو محنت کرتے ہیں اس کے ساتھ روزے نہیں رکھ سکتے تم کو معلوم ہونا چاہئے کہ تم نے راہ غلط کر دی ہے۔ ملاء اعلیٰ کی طرف سے جن اصلاحی مطالبات کی تکمیل کا مطالبہ اس زمانے میں ہو رہا ہے ان کا ایک طویل سلسلہ ہے۔"

تبلیغی مکتوبات حضرت شاہ صاحب کے خیال میں جن تدبیروں سے ہندوستان میں مسلمانوں کے دینی، سیاسی اور معاشرتی زوال کو روکا جا سکتا تھا انہیں آپ نے مکتوبات کی شکل میں قوم کے مختلف طبقوں تک پہنچانا شروع کر دیا۔ ذیل میں چند مکتوبات کے اقتباس درج کئے جاتے ہیں جو آپ نے سلاطین، امراء، افسران حکومت، سپاہیوں، پیرزادوں، غلط کار عالموں، بر خود غلط واعظوں حجرہ نشینوں اور زاہدوں کے نام لکھے۔

سلاطین کے نام مکتوب اے بادشاہو! ملاء اعلیٰ کی مرضی اس زمانے میں یہ ہے کہ تلواریں کھینچ لو اور اس وقت تک نیام میں داخل نہ کرو جب تک مسلم مشرک سے جدا نہ ہو جائے اور اہل کفر کے سرکش رہنما

کمزوروں کے گروہ میں شامل نہ ہو جائیں۔ ان سے جنگ کرتے رہو تاآنکہ فتنہ فرو نہ ہو جائے پھر جب کفر اور اسلام کے درمیان اتنا نمایاں امتیاز پیدا ہو جائے تو چاہیے کہ ہر تین یا چار دن کے سفر کی منزلوں پر اپنا ایک ایک حاکم مقرر کرو۔ ایسا حاکم جو عدل و انصاف کا مجسمہ ہو قوی ہو جو ظالم سے مظلوم کا حق وصول کر سکتا ہو اور خدا کے حدود کو قائم کر سکتا ہو اور اس میں سرگرم ہو کر پھر لوگوں میں بغاوت اور سرکشی کے جذبات پیدا نہ ہوں وہ جنگ پر آمادہ نہ ہوں اور دین سے مرتد ہونے کی کسی میں جرأت نہ رہے نہ کسی کو گناہ کبیرہ کے ارتکاب کی مجال ہو۔ اسلام کا کھلے بندوں اعلان اور اس کے شعائر کا علانیہ اظہار کیا جائے۔ ہر شخص اپنے سے متعلق فرائض کو صحیح طور سے ادا کرے۔ چاہیے کہ ہر شہر کا حاکم اپنے پاس اتنی قوت رکھے جس کے ذریعے اپنے متعلق علاقے کی اصلاح کر سکتا ہو مگر اسی کے ساتھ ساتھ اُسے اتنی قوت فراہم کرنے کا موقع نہ دیا جائے جس کے بل پر وہ خود اس سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی تدبیریں سوچنے لگے اور اس طرح حکومت کے مقابلے پر اتر آئے۔

چاہیے کہ مقبوضات کے بڑے بڑے علاقوں پر ایسے امیر مقرر کئے جائیں جو جنگی مہارت چھیڑنے کا اختیار بھی رکھتے ہوں۔ ایسے ہر امیر کو بارہ ہزار سپاہ دی جائے مگر اس سپاہ میں ایسے آدمی بھرتی کئے جائیں جن کے دلوں میں جہاد کا ولولہ ہو اور جو خدا کی راہ میں کسی کی ملامت سے خوفزدہ نہ ہوں ہر سرکش اور متمرد کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت بھی ہونی چاہیے۔

اے بادشاہو! جب تم یہ کرلو گے تو اس کے بعد ملاء اعلیٰ کی رضامندی یہ چاہے گی کہ تم لوگوں کی منزلی اور عائلی زندگی کی طرف توجہ کرو۔ انکے باہمی معاملات کو سلجھاؤ اور ایسا کردو کہ پھر کوئی معاملہ ایسا نہ ہونے پائے جو شرعی قوانین کے مطابق نہ ہو۔ اسی کے بعد لوگ امن وامان کی صحیح مسرت حاصل کرسکیں گے۔

امیروں اور افسران حکومت سے خطاب

اے امیرو! کیا تم خدا سے نہیں ڈرتے تم دنیا کی فانی لذتوں میں کیوں ڈوبے جارہے ہو! جن لوگوں کی نگرانی کا کام تمہارے سپرد کیا گیا ہے انہیں تم نے چھوڑ دیا ہے تاکہ ان میں سے بعض لوگ بعض دوسرے لوگوں کو کھاتے اور نگلتے رہیں، کیا تم علانیہ شرابیں نہیں پیتے؟ اور پھر تم اپنے اس فعل کو برا بھی نہیں سمجھتے! کیا تم نہیں دیکھ رہے ہو کہ بہت سے لوگوں نے اونچے اونچے محل اس لئے کھڑے کرلئے ہیں کہ ان میں زنا کاری کی جائے، شراب ڈھالی جائے اور جُوا کھیلا جائے؟ لیکن تم مداخلت کرکے ان کو روکتے نہیں کیا حال ہے ان بڑے بڑے شہروں کا جن میں چھ سو سال سے کسی پر حد شرعی جاری نہیں ہوئی ہے۔ جب کوئی کمزور ہتھے چڑھ جاتا ہے تو اسے پکڑ کر باندھ لیتے ہو لیکن کوئی طاقتور ہو تو اُسے چھوڑ دیتے ہو تمہاری ساری ذہنی قوتیں اس پر صرف ہورہی ہیں کہ طرح طرح کے لذیذ کھانے پکواتے رہو اور نرم وگداز جسم کی عورتوں سے لطف اٹھاتے رہو۔ اچھے کپڑوں اور اونچے مکانوں کے سوا اور کسی چیز کی طرف تمہاری توجہ منعطف ہی نہیں ہوتی۔ کیا تم نے اپنے سر کبھی خدا کے سامنے جھکائے؟ خدا کا نام تو تمہارے نزدیک صرف تذکروں

اور قصے کہانیوں میں استعمال کرنے کے لئے ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لفظ خدا سے تم زمانے کا انقلاب مراد لینے لگے ہو۔ کیونکہ تم اکثر کہتے ہو خدا اس پر قادر ہے کہ فلاں کام کر دے"۔

فوجی سپاہیوں کے نام پیغام

" اے فوجیو اور عسکریو! تمہیں خدا نے جہاد کے لئے پیدا کیا ہے۔ مقصد یہ تھا کہ خدا کی بات اونچی ہو۔ خدا کا کلمہ بلند ہو اور تم شرک کی جڑوں کو دنیا سے نکال پھینکو لیکن تم اس کام کو چھوڑ بیٹھے۔ جس کے لئے پیدا کئے گئے تھے۔ اب تم گھوڑے پالتے اور ہتھیار جمع کرتے ہو اور بس۔ اور اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ اپنی دولت میں اضافہ کرو۔ یہ کام کرتے میں تم جہاد کی نیت سے خالی رہتے ہو۔ تم شرابیں پیتے۔ بھنگ کے پیالے چڑھاتے ڈاڑھیاں مونڈتے اور مونچھیں بڑھاتے ہو۔ تم عوام پر ظلم کرتے ہو اور جو کچھ ان سے لے کر کھا جاتے ہو اس کا بدل ان کو نہیں ملتا۔ خدا کی قسم تم عنقریب اللہ کی طرف واپس جاؤ گے۔ پھر وہ تمہیں بتائے گا کہ تم کیا کرتے رہے ہو! خدا کی مرضی یہ ہے کہ تم پارساؤں، صالحین اور نمازیوں کا لباس اور انہیں کی سی وضع اختیار کرو۔ چاہئے کہ ڈاڑھیاں بڑھاؤ مونچھیں کٹواؤ، پنج وقتہ نماز ادا کرو، عوام کا مال نہ چھینو، جنگ کے میدان میں ڈٹے رہو، سفر اور جنگ کے موقع پر نماز میں جو آسانیاں رکھی گئی ہیں انہیں سیکھو پھر نماز پر قائم ہو جاؤ اور اپنی نیتوں کو درست کر لو۔ اللہ تمہارے جاہ و منصب میں برکت دے گا اور تمہیں دشمنوں پر فتح عنایت فرمائے گا۔

ارباب صنعت اور اہل حرفت سے خطاب

دیکھو! امانت داری کا جذبہ تم میں

مفقود ہو گیا ہے۔ تم اپنے رب کی عبادت سے خالی الذہن ہو چکے ہو اور فرضی ہنر اور خود ساختہ معبودوں پر قربانیاں چڑھا رہے ہو۔ تم مدار اور سالار کاج کرتے ہو۔ تم میں سے بعض نے فال نکالنے اور گنڈے تعویذ کرنے کا پیشہ اختیار کر رکھا ہے۔ یہی ان کا ہنر ہے اور یہی دولت یہ لوگ ایک خاص قسم کا لباس پہنتے ہیں۔ خاص طرح کے کھانے کھاتے ہیں۔ ان میں سے جن کی آمدنی کم ہے وہ اپنے بال بچوں کے حق ادا نہیں کرتے۔ تم میں سے بعض نے شراب فروشی کو پیشہ بنا رکھا ہے۔ اور بعض عورتوں کو کرائے پر چلا کر اپنا پیٹ پال رہے ہیں۔ یہ کیسے بدبخت آدمی ہیں کہ اپنی دنیا اور آخرت دونوں برباد کر رہے ہیں۔ حالانکہ حق تعالے نے ان کے لئے طرح طرح کے پیشوں اور کھانے کمانے کے دروازے کھول رکھے ہیں جو ان کی اور ان کے متعلقین کی ضرورتوں کے لئے کافی ہو سکتے ہیں بشرطیکہ خرچ میں اعتدال کی راہ اختیار کریں۔ تم نے خدا کی ناشکری اور حصول رزق کی غلط راہ اختیار کر لی!۔ کیا تم جہنم کے عذاب سے نہیں ڈرتے؟ اپنی صبح و شام خدا کی یاد میں بسر کیا کرو۔ اور دن کا بیشتر حصہ کام میں لگایا کرو۔ راتیں اپنی عورتوں کے ساتھ گذارو اور اپنے خرچ کو اپنی آمدنی سے کم رکھو۔ جو بچ جایا کرے اس سے مسافروں اور مسکینوں کی مدد کیا کرو! آمدنی کا کچھ حصہ مصائب کے وقت کے لئے بھی جمع کر لیا کرو اگر تم نے یہ راہ اختیار نہ کی تو غلط راستے پر پڑ جاؤ گے پھر تمہاری کوئی تدبیر کارگر نہ ہو گی“

پیرزادوں سے خطاب

اے وہ لوگو! جو اپنے آباء کے رسوم کو بغیر کسی حق کے پکڑے ہوئے ہو۔ یعنی بزرگانِ دین کی اولاد ہونے کی وجہ سے آرام کی

زندگی بسر کر رہے ہو، میرا آپ سے یہ سوال ہے کہ آپ لوگوں کو کیا ہوگیا ہے جو آپ ٹکڑیوں اور ٹولیوں میں بٹ گئے ہیں؟ آپ میں سے ہر ایک اپنی اپنی منڈلی میں اپنا اپنا راگ الاپ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ جو طریقہ نازل فرمایا ہے اُسے چھوڑ کر ہر ایک اپنی جگہ پر ایک مستقل پیشوا بنا ہوا ہے اور لوگوں کو صرف اپنی طرف بلا رہا ہے! ہر شخص خود کو راہ یافتہ اور رہنما بتا رہا ہے۔ حالانکہ خود گم کردہ راہ ہے اور اوروں کو راستے سے بھٹکا رہا ہے۔ ہم ایسے لوگوں کو قطعاً پسند نہیں کرتے جو لوگوں کو محض اس لئے مرید کرتے ہیں کہ ان سے ٹکے وصول کریں۔ وہ ایک قابل احترام علم سے دنیا بٹورنے کا کام لیتے ہیں۔ اسی طرح ان لوگوں سے بھی خوش نہیں ہیں جو لوگوں کو اللہ اور رسولؐ کے بجائے اپنی طرف بلاتے ہیں۔ چاہئے کہ صوفیائے کرام کے اشاروں کے بارے میں عام لوگوں کے اجتماعوں میں محض زبانی جمع خرچ سے یہ تاثر نہ دیا جائے کہ تصوف میں عمل کی ضرورت نہیں صرف زبانی باتوں سے کام چل جاتا ہے۔

لوگو کیا تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں کوئی عبرت نہیں کہ۔

اَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ	یہ میری راہ ہے سیدھی، اس پر چل پڑو اور مختلف راہوں کے پیچھے نہ پڑو۔ وہ تمہیں اللہ کے راستے سے بچھڑا دیں گے۔

غلط کار علماء کو نصیحت

ارے بے عقلو! جنہوں نے اپنا نام "علماء"

رکھ چھوڑا ہے۔ تم یونانیوں کے علوم میں ڈوبے ہوا ور صرف ونحو نیز معانی میں غرق ہو اور یہ سمجھ رہے ہو کہ علم یہی ہے۔ یاد رکھو! علم یا تو قرآن کی کسی محکم آیت کا نام ہے یا سنت ثابتہ قائمہ کا۔ تم کو چاہئے کہ قرآن سیکھو۔ پہلے اس کے حل طلب لغات کو حل کرو سبب نزول کا پتہ چلاؤ اور متعلقہ مشکل مقامات کو سمجھو۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو حدیث صحیح ثابت ہو چکی ہے اسے محفوظ کرو یعنی رسول اللہ نماز کس طرح پڑھتے تھے۔ آپ کا وضو کرنے کا طریقہ کیا تھا، حج کس طرح ادا فرماتے تھے۔ جہاد کا کیا قاعدہ تھا۔ گفتگو کا کیا انداز تھا۔ اپنی زبان کی حفاظت کس طرح فرماتے تھے۔ اور آپ کا اخلاق کیسا تھا۔ چاہئے کہ حضورؐ کی روش کی مکمل پیروی کرو۔ اور آپ کی سنت پر عمل کرتے رہو مگر اس میں بھی اس بات کا خیال رہے کہ جو سنت ہے اسے سنت ہی سمجھو۔ فرض کا درجہ نہ دو۔ اسی طرح چاہئے کہ تم پر جو فرائض عائد کئے گئے ہیں انہیں سیکھو۔ مثلاً وضو کے ارکان کیا ہیں۔ نماز کے ارکان کیا ہیں۔ زکوٰۃ کا نصاب کیا ہے، قدر واجب کیا ہے امیت کے حصوں کی مقدار کیا ہے؟ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا مطالعہ کرو۔ جس سے آخرت کی رغبت پیدا ہو اور صحابہ رضؓ اور تابعینؒ کے حالات پڑھو۔ آج کل تم جن باتوں میں پڑے ہوئے ہو اور جن میں سر کھپا رہے ہو ان کو آخرت کے علم سے کیا واسطہ! یہ تو دنیا کی باتیں ہیں۔ ان باتوں کی حیثیت محض ایسے علوم کی ہے جو ذرائع وآلات ہیں۔ ان کی حیثیت ذریعوں ہی کی رہنے دو، ان کو مستقل علم نہ بناؤ۔ علم کا پڑھنا تو اس لئے واجب ہے کہ اس کو

سیکھ کر تم مسلمانوں میں اسلامی شعائر کو رواج دو۔ لیکن تم نے دینی شعائر اور دین کے احکام کو تو پھیلایا نہیں۔ لوگوں کو زائد از ضرورت باتوں کا مشورہ دینے لگے۔ تم نے اپنے کرتوت سے عام مسلمانوں کو یہ باور کرا دیا ہے کہ علماء کی بہت کثرت ہوگئی ہے حالانکہ ابھی کتنے ہی بڑے بڑے علاقے ایسے پڑے ہیں جو علماء سے خالی ہیں اور بہت سے علاقے ایسے بھی ہیں جن میں علماء ہیں تو سہی مگر وہاں ابھی تک اسلامی شعائر کو غلبہ حاصل نہیں ہو سکا۔

بر خود غلط واعظوں اور حجرہ نشینوں سے خطاب

"دین میں تنگی، خشکی اور سختی کی راہ اختیار کرنے والوں سے میں پوچھتا ہوں کہ بجز اپنے اوپر دین عائد کرنے والو! تمہارا یہ کیا حال ہے؟ میرا یہی سوال ہے واعظوں، عابدوں اور ان حجرہ نشینوں سے بھی ہے جو خانقاہوں کے حجروں میں بند ہو کر بیٹھ گئے ہیں۔ ہر بھلی بری بات۔ ہر رطب یابس تمہارا ایمان بن گیا ہے۔ تم لوگوں کو وعظوں میں جعلی اور من گھڑت حدیثیں سناتے ہو۔ تم نے اللہ کی مخلوق پر زندگی تنگ کر دی ہے حالانکہ تم اس لئے پیدا کئے گئے ہو کہ لوگوں کو آسانیاں بہم پہنچاؤ۔ جس کے برعکس تم ان کو دشواریوں میں مبتلا کر رہے ہو! تم ایسے لوگوں کی باتیں بطور دلائل پیش کرتے ہو جو بیچارے مغلوب الحال تھے اور عشق الہی میں عقل و حواس کھو بیٹھے تھے۔ اہلِ عشق کی باتیں وہاں کے وہیں لپیٹ کر رکھ دی جایا کرتی ہیں، ان کا چرچا نہیں کیا کرتے تم نے وسواس کو اپنے لئے گوارہ کر لیا ہے اور اس پر عمل کا نام احتیاط رکھا ہے حالانکہ تمہیں صرف یہ چاہئے تھا کہ اعتقاداً و عملاً ضروری

باتیں سیکھتے۔ مغلوب الحال لوگوں کی باتوں کو خالص امور میں گڈمڈ کرنے کی ضرورت نہ تھی اور نہ ارباب کشف کی باتوں کو ان میں خلط ملط کرنا چاہئے تھا۔ چاہئے کہ پہلے خود دین سیکھو پھر اوروں کو اس کی طرف بلاؤ۔ کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ سب سے بڑی رحمت اور سب سے بڑا کرم اللہ کا وہ ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہونچایا ہے۔ صرف وہی ہدایت صحیح ہدایت ہے جو آپ نے دی ہے۔ پھر کیا تم بتا سکتے ہو کہ تم جو افعال کرتے ہو کیا یہی رسول اللہؐ اور آپ کے صحابہ کرامؓ کے افعال بھی تھے۔

ان دعوتی پیغامات سے صاف واضح ہوتا ہے کہ آپ کے نزدیک مسلمانوں کے تمام طبقے کی اصلاح دین کی روشنی میں کرنی چاہئے

اخلاق و عادات آپ کا بچپن بالکل انوکھا اور نرالا تھا۔ شاہ صاحبؒ نے کم سنی میں کبھی کسی چیز کی ضد نہیں کی۔ آپ بڑوں کا اتنا ادب کرتے تھے کہ اپنے سے بڑے عمر والے شخص سے سر اٹھا کر کبھی بات نہیں کی اور اگر کسی نے کچھ پوچھا تو نہایت متانت و سنجیدگی کے ساتھ نیچی گردن کر کے جواب دیا۔ والد محترم سے بھی نگاہ ملا کر بات نہیں کی۔ سامنے پاؤں پھیلا کر کبھی نہیں بیٹھے۔ آپ بچپن کے زمانہ میں دانشمندانہ باتیں کرتے تھے کہ دیکھنے والوں کے دل بے اختیار آپ کی طرف مائل ہو جاتے تھے۔

آپ بچپن میں بھی کھیل سے پرہیز کرتے تھے اور گھر سے باہر بھی کھیلنے نہیں جاتے تھے۔ سیر و تفریح میں وقت ضائع کرنے کو ناپسند کرتے تھے۔ ہمیشہ ایک گہری سوچ میں ڈوبے رہتے۔

ایک دن کا ذکر ہے کہ آپ کے عزیز و قریب کسی باغ میں سیر کے لئے گئے اور شاہ صاحب کو بھی ہمراہ لیتے گئے۔ جب آپ وہاں سے واپس آئے تو آپ کے والد بزرگوار نے اپنے پاس بلایا اور دستِ شفقت سر پر پھیر کر فرمایا فرزند من! تم نے آج رات دن میں کیا چیز حاصل کی دیکھو ہم نے اتنی دیر میں اتنے درود پڑھے، جوں ہی شاہ صاحب نے والد بزرگوار کی زبان مبارک سے یہ الفاظ سنے شرمندی کی وجہ سے پسینہ پسینہ ہو گئے اور سیر و تفریح سے کامل توبہ کی اور اس کے بعد پھر کبھی سیر کے لئے گھر سے باہر نہیں نکلے۔

آپ کے مزاج میں سادگی تھی۔ جو کھانا ملا نہایت مسرت و خوشی سے کھا لیا جو کپڑا میسر ہوا پہن لیا آپ نے کبھی کسی چیز کی خواہش ظاہر نہیں کی شیخ عبدالرحیم صاحب اپنے اس ہونہار اور بلند اقبال فرزند سے نہایت ہی محبت رکھتے تھے۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب اپنے قلم سے لکھتے ہیں۔ کہ میرے والد بزرگوار اپنی تمام اولاد میں مجھ سے زیادہ محبت رکھتے تھے اور اکثر اوقات خلوت و جلوت میں اس فقیر کی طرف التفات خاص فرماتے تھے۔ جب مجھے دیکھتے بے حد خوش ہوتے اور تلطف آمیز لہجہ میں دلجوئی کرتے ابھی میں صغیر سن ہی تھا کہ آپ مجھے اپنے پاس بٹھا کر فرمایا کرتے تھے۔ کہ فرزند من! میرے دل میں بے اختیار یہ بات پیدا ہوئی ہے کہ ایک ہی دفعہ تمام علوم و فنون تمہارے دل میں ڈال دوں اور اسی کے ساتھ ایک جوش پیدا ہوتا ہے جسے میں بہت ہی مشکل سے بٹھا

سکتا ہوں اس کے بعد جناب شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں بمقابلہ اور بھائیوں کے جو خدا تعالیٰ نے اس فقیر کو علمی کمالات کا زیادہ سرمایہ عطا کیا درحقیقت میں جناب والد بزرگوار کے سایہ عاطفت اور آغوش تربیت میں پلنے کا صدقہ اور آپ کے نفس مبارک کا اثر ہے ورنہ اس فقیر نے تحصیل علوم میں چنداں محنت وجانکاہی نہیں کی۔

شاہ صاحب کی شریفانہ چال اور مہذبانہ طرز روش نے تمام لوگوں کے دلوں پر قبضہ کر لیا تھا۔ آپ کے اندر عالم شباب کی کج خلقی نہ تھی۔

بچپن اور جوانی کی طرح آپ کا بڑھاپا بھی قابل تعریف تھا۔ جو عجز وانکساری اور تواضع شروع زندگی میں تھی آخر عمر میں بھی پوری طرح قائم رہی۔ درس وتدریس کی گرم بازاری آخر عمر تک اسی طرح باقی رہی۔ زہد واتقا، خدا پرستی وطاعت گذاری بڑھاپے کی ضعف وکمزوری کے وقت بھی قائم رہی۔

فضل وکمال شاہ ولی اللہ صاحب کی شہرت اگرچہ زیادہ تر تفسیر وادب میں ہے لیکن آپ حدیث وفقہ میں بھی درجہ اجتہاد کے مالک تھے اور مجتہدین میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ کلام وادب جو عربیت کا بہت بڑا جوہر ہے اس میں آپ کو بہت بڑا کمال حاصل تھا۔ غرض کہ حدیث تفسیر فقہ، ادب، کلام، سیر، مغازی ومعانی وغیرہ میں آپ کا شمار مجتہدین فن میں ہوتا ہے اور ان کے علاوہ بھی بہت سے علوم تھے۔ جن میں آپ کی نظر نہایت وسیع تھی۔ ہندوستان میں شیخ عبد الحق محدث دہلوی کے بعد شاہ ولی اللہ صاحب ہی ہیں جن کی کوششوں

سے حدیث کا علم گھر گھر پہنچ گیا۔

علوم خمسہ قرآنیہ، تاویل مقطعات اور رموز قصص انبیاء میں فوز الکبیر فتح الخبیر اور تاویل الاحادیث ایسے عمدہ اور مختصر رسالے ہیں جنہوں نے بڑی بڑی تفاسیر کے مطالعہ سے شائقین کو مستغنی کر دیا اور مسائل فقہیہ مذاہب اربعہ یعنی حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی کی تحقیقات مذاہب صحابہؓ و تابعین اور اقوال جماعت فقہاء محدثین سے کر کے فقہ حدیث کی بنیاد از سر نو قائم کی اور اسرار حدیث و مصالح احکام کو ایسی عمدگی اور خوش اسلوبی سے بیان کیا کہ ان سے پہلے کے مصنفین کو یہ بات کمتر نصیب ہوئی ہے۔ کتاب حجۃ اللہ البالغہ ان کے اس کمال پر شاہد بیّن ہے۔

الغرض قرآن و حدیث کے علاوہ قریب قریب یہی حال ہر علم و فن کا تھا اور چونکہ جناب شاہ صاحبؒ خود مجتہد فن اور اہل کمال تھے اس وجہ سے علماء اور طالبین فن کی حد سے زیادہ قدر کرتے تھے۔ اور اپنی عام فیاضی سے ان کے حوصلے بڑھاتے تھے جس کا لازمی اثر یہ تھا کہ علمی اشاعت کا ذوق و شوق سرگرم طبیعتوں میں انتہا سے زیادہ بڑھ گیا تھا۔

علمی فیاضی

سینکڑوں طلبہ جو تحصیل علوم کی غرض سے آپ کی درسگاہ میں داخل ہوتے ان کی خورد و نوش اور ضروری حاجات کا انتظام اپنی ذات خاص سے کرتے اور بقول شخصے ع۔

خدا خود میر سامان ست ارباب توکل را

آپ کے پاس وہ غیبی سامان مہیا تھا جس کی وجہ سے کسی امداد اور وظیفہ کی ضرورت نہ تھی۔ آپ کی فیاضی کی شہرت عالمگیر تھی، شاہ

صاحبؒ اپنی عالی ہمتی اور فراخ حوصلگی سے طلبہ کی مہمان نوازی کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھتے بالخصوص بزرگان دین کے ساتھ قطع نظر ہمدردی اور خدمت کے نہایت ارادت مندی اور جوش محبت سے پیش آتے۔

طباعی | طباعی اور ذہانت میں جناب شاہ ولی اللہ صاحبؒ ضرب المثل تھے جس کا ادنیٰ ثبوت یہ ہے کہ آپ طالب علمی کے دوران متعدد علوم کی تحصیل فرماتے تھے۔ شاہ صاحب تفسیر، حدیث فقہ ومغازی کے حافظ تھے۔ اور ادب وکلام ان کا ادنیٰ سا علم تھا۔ فقہ حدیث، تفسیر، معانی، بیان، اصول، عقائد۔ تصوف، منطق، کلام، اور فلسفہ کی درسی کتابیں اور طب، ہیئت اور حساب کے چند مختصر رسالے اپنے والد بزرگوار جناب شیخ عبدالرحیم صاحب سے پڑھے۔ خدا تعالیٰ نے ذہن وحافظہ ایسا قوی دیا تھا کہ ایک ہی زمانہ میں ان علوم کی تحصیل کرتے تھے۔ آپ کے تحصیل علوم کی سند جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کے ذریعہ سے زاہد بن اسلم ہروی کے طریق پر محقق دوانی تک پہونچتی ہے کتب حدیث آپ نے دو مرتبہ پڑھیں پہلی مرتبہ ہندوستان میں مولانا محمد افضل معروف بحاجی سیالکوٹی سے اور دوسری مرتبہ ۱۱۴۳ھ میں مدینہ طیبہ میں پہونچکر شیخ ابوطاہر مدنی سے جو اپنے وقت کے ایک بڑے مشہور محدث تھے تجدید اجازت کی آپ کے طبع سلیم اور ذہن رسا پر شیخ ابوطاہر مدنی فخر کیا کرتے تھے اور اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ولی اللہ لفظ کی سند مجھ سے لیتا ہے اور میں معنی کی سند اس سے حاصل کرتا ہوں۔

فہم وفراست | شاہ ولی اللہ صاحب کا ذہن رسا بڑے بڑے ماہر فن اور

ائمہ وقت کے ہم پایہ تھا۔ اہم مطالب اور دقیق و پیچیدہ مسائل کو چند منٹوں میں حل فرما دیتے ۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ کہیں سے ایک فتوٰی جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کی خدمت میں آیا جسے ہندوستان اور دیگر بلاد کے مشہور و نامور علما نے واپس کر دیا تھا۔ کیونکہ زیادہ پیچیدگی کے سبب سے اس کا نفس مطلب بالکل کسی کی سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ شیخ عبدالرحیم صاحب کے طلبہ کے حلقہ میں ایک نہایت مستعد اور ذکی طالبعلم تھا۔ جو حدیث و فقہ اور دیگر تمام علوم کی کتابیں نکال چکا تھا اور جس کی ذہانت و طباعی تمام لوگوں میں مشہور تھی خود شیخ عبدالرحیم صاحب اس کی طبع سلیم اور ذہن رسا کی تعریف کیا کرتے تھے اور تمام منتہی طلبہ کے حلقے میں ممتاز و مستثنٰی جانتے تھے الغرض شیخ صاحب نے اس فتوے کو اس طالب علم کے سپرد کیا اور فرمایا کہ یہ فتوٰی تمہارے سپرد کیا جاتا ہے احکام شریعت کے مطابق اس کا فیصلہ کرو اور ایسا فیصلہ لکھو کہ فریقین میں سے کسی کو شکایت کا موقع باقی نہ رہے اور باہمی رضامندی سے یہ معاملہ طے ہو جائے۔ چنانچہ وہ طالب علم فتوٰی لے کر گیا اور کامل ایک مہینے تک برابر اس پر غور کرتا رہا۔ لیکن ہنوز کوئی بات اس کی سمجھ میں نہیں آئی انجام کار بمجبوری شیخ صاحب کو اطلاع دی کہ یہ معاملہ ایسا اہم اور پیچیدہ ہے کہ مجھے امید نہیں پڑتی کہ آپ کے سوا کوئی فقیہ اسے طے کر سکے ۔ جناب شاہ ولی اللہ صاحب اس وقت کل سولہ[۱۶] سال کی عمر کے تھے اور ابھی علوم و فنون کی مکمل تکمیل نہ ہوئی تھی۔ جس وقت اس طالب علم نے فتوٰی واپس کر دیا تو جناب شیخ عبدالرحیم صاحب نے اپنے فرزند رشید جناب شاہ ولی اللہ صاحب کے حوالہ

کر کے فرمایا مجھے امید ہے کہ اس کا فیصلہ تمہارے ہاتھ سے ہو جائیگا شاہ صاحب نے فوراً اس فتوے کو اٹھا لیا اور گھر جا کر اس کا جواب لکھا اور ایسا جواب شافی لکھا جسے سن کر شیخ عبدالرحیم صاحب اور تمام طلبہ نہایت خوش ہوئے اور جسے تمام علماء نے تسلیم کیا اور کہا انصاف یہ ہے کہ اگر شاہ ولی اللہ چندر روز اور علمی مشق میں صرف کریں گے تو تمام ائمہ وقت اور فقہائے زمانہ میں مجتہدانہ کمال حاصل کرلیں گے۔

شیخ عبدالرحیم صاحب آپ کے والد بزرگوار جیسے علوم ظاہری کے باخبر تھے ویسے ہی علوم باطنی کا شرف بھی خدا تعالیٰ نے انہیں عطا فرمایا تھا۔ جب شاہ ولی اللہ صاحب کی عمر مبارک چودہ برس کی تھی تو آپ علوم دینیہ سے بخوبی واقف ہو گئے تھے اور ہر علم میں کمال حاصل ہو گیا تھا۔ پندرھویں سال میں قدم رکھتے ہی آپ نے حضرت شیخ عبدالرحیم صاحب سے بیعت کی اور اشتغال صوفیہ خصوصاً طریقہ نقشبندیہ میں اپنا بیش قیمت وقت صرف کرنا شروع کیا اور والد بزرگوار کی زندگی ہی میں عرفان کے اعلیٰ مدارج طے کر لئے اور اس علم کو عروج کمال پر پہنچادیا اور سترھویں سال بیعت وارشاد کی اجازت حاصل کی اور باطنی علوم سے جو کچھ تلقین کرنا تھا۔ اس وقت کر دیا

انشاء پردازی شاہ ولی اللہ صاحبؒ انشاپردازی کے فن میں بھی بےمثل اور یگانۂ روزگار تسلیم کئے گئے ہیں اور آپ کی یہ صفت خاص تمام فاضلوں کو تسلیم ہے کہ بڑے بڑے مضمونوں کو نہایت مختصر اور جامع الفاظ میں اس خوبصورتی سے ادا کرتے تھے کہ مضمون کا اصلی اثر اور زور پوری طرح قائم رہتا تھا۔ آپ کے مکاتیب اور خاص خاص مناظروں اور علمی بحثوں

میں جا بجا علم انشار کے نمونے لکھے نظر آتے ہیں۔

تقریر آپ کے والد حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب کی تقریر نہایت شستہ اور منجھی ہوئی ہوتی تھی۔ لیکن شاہ ولی اللہ صاحب کی تقریر میں اس بلا کا جادو تھا۔ جس کا اثر موافق و مخالف دونوں پہ یکساں پڑتا تھا۔ آپ کی زبان بڑے بڑے مناظروں اور علمی مجلسوں میں کبھی نہیں رکتی تھی اور ہر موقع پر شستہ اور برجستہ جواب دیتے تھے جب آپ کسی مسئلہ پر بحث کرنے لگتے تھے تو ایک محویت و استغراق طاری ہو جاتا تھا۔ آپ کی تقریر میں اس بلا کا جادو تھا کہ مخالفین کو بجز سکوت و خاموشی کے کسی طرح کا دم مارنے کی مجال نہ ہوتی تھی۔ سامعین کے تمام حلقوں پر سکوت حکومت کرتا تھا۔ اور اثنار وعظ میں کوئی کسی سے اشارہ تک نہیں کر سکتا تھا۔

اثنار تقریر میں کسی موقع پر نہ رکتے تھے سلسلۂ کلام میں الفاظ کی تکرار نہ ہوتی تھی اور نہ معانی کو بار بار بیان کرتے تھے۔ جس فن پر گفتگو کرتے تھے تا وقتیکہ اس کا سلسلہ پورا اور ختم نہ ہو جاتا تھا دوسرے کو اختیار نہ کرتے تھے۔ اثنار تقریر میں ادب کا پہلو کبھی نہیں چھوڑتے تھے اور جب ایک گفتگو کا سلسلہ ختم کرتے تب دوسری گفتگو شروع کرتے تو پچھلی تقریر پہلی سے زیادہ موثر اور دلکش ہوتی تھی مخالفوں کے دلوں پر قبضہ کر لینا آپ کے آگے کوئی بات ہی نہ تھی سنگ دلوں کو موم بنا لینا آپ کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔

فن شاعری شاہ ولی اللہ صاحبؒ کو لوگوں نے گیارھویں صدی کے نامور شعرار میں ایک ممتاز اور نمایاں مقام دیا ہے۔ آپ ادب میں

بھی اعلیٰ درجہ کے ادیب تھے۔ آپ کے اشعار سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کس قدر عشق خداوندی میں سرشار تھے۔

آپ نے اپنا برتر اور پاکیزہ خیال بڑے ہی پر اثر اور پرجوش الفاظ میں اپنے کلام میں ظاہر ہے۔ آپ کا کلام آئندہ صفحات میں درج کیا گیا۔

فقہی مسلک شاہ ولی اللہ صاحب کے عملاً حنفی ہونے کی سب سے بڑی شہادت خود ان کی وہ تحریر ہے جس کا عکس مولانا مسعود عالم ندوی مرحوم نے اپنے تعارف کے ساتھ الفرقان کے شاہ ولی اللہ نمبر صفحہ ۲۴۷ و مابعد میں شائع کیا ہے۔

خدا بخش لائبریری پٹنہ میں صحیح بخاری کا ایک مکمل نسخہ موجود ہے جو شیخ محمدؒ بن شیخ ابو فتح بلگرامی الٰہ آبادی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ یہ نسخہ شاہ صاحب کے حلقۂ درس میں استعمال ہوا ہے اور اس پر ان کے دستِ خاص کا اجازت نامہ ثبت ہے۔ اس اجازت نامہ کے آخر میں شاہ صاحب نے حسب ذیل الفاظ تحریر فرمائے ہیں۔

کتبہ بیدہ الفقیر الی رحمۃ اللہ الکریم الودود ولی اللہ بن
عبد الرحیم بن وجیہ الدین بن معظم العمر نسب الدھلوی
وطنا الاشعری عقیدۃ الصوفی طریقۃ والحنفی عملاً
(الحنفی والشافعی درساً)"

یہ تحریر ۱۱۵۹ھ کی ہے جیسا کہ خود شاہ صاحب نے اس کے آخر میں صراحت کی ہے۔ شاہ صاحب کو روحانی طور پر "ایاک ان تخالف القوم فی الفروع" کا جو حکم دیا گیا تھا اسی کا نتیجہ ہے کہ شاہ صاحبؒ نے (الحنفی عملاً) لکھ کر

اپنے حنفی ہونے کا اعلان کر دیا ہے۔

(اصول فقہ اور شاہ ولی اللہ ص ۳۹-۴۰)

(از ڈاکٹر مظہر بقا صاحب ادارہ تحقیقات اسلامی)

وفات جب شاہ ولی اللہ صاحب کی عمر تریسٹھ سال ہو چکی تو چند روز ہلکی سی بیماری میں مبتلا ہو کر بروز بدھ بوقت ظہر مورخہ ۲۹ محرم ۱۱۷۶ھ مطابق ۲۰ اگست ۱۷۶۲ء بمقام دہلی وفات پائی۔ آپ کی تاریخ وفات ذیل کے مصرع سے نکلتی ہے۔

"او بود امام اعظم دیں"

دوسری تاریخ وفات ہے ع

"ہائے دل روزگار رفت"

شاہ صاحب اپنے آبائی قبرستان مہندیوں (دہلی) میں دفن ہوئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

شادی اور اولاد حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی چودھویں سال میں شادی ہوئی اور مختصر عرصہ میں ہی اہلیہ محترمہ کا انتقال ہو گیا۔ یہ شادی ماموں زاد دختر سے ہوئی تھی جو ان کے بڑے ماموں شیخ عبید اللہ پھلتی کی صاحبزادی اور شاہ محمد عاشق کی ہمشیرہ تھیں۔ شاہ صاحب کے ایک صاحبزادے شیخ محمد صاحب ان کے بطن سے ہیں۔ ان کے بطن سے ایک صاحبزادی امۃ العزیز عرف مستیتی بھی پیدا ہوئیں۔ جن کا عقد محمد عاشق پھلتی کے صاحبزادے شاہ محمد فائق صاحبؒ سے ہوا تھا۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کا دوسرا عقد ۱۱۵۷ھ میں مولوی

سید حامد علی سونی پتی کی صاحبزادی سے ہوا جن کے بطن سے چار صاحبزادے پیدا ہوئے جن کی پیدائش میں چار چار سال کا فرق ہے۔

(۱) شاہ عبدالعزیز صاحبؒ۔

آپ کی ولادت ۱۱۵۹ھ مطابق ۱۷۴۶ء میں ہوئی۔ آپ نے لکھا ہے کہ میرے والد صاحب کے اولاد زندہ نہیں رہتی تھی۔ جب میں پیدا ہوا تو میرے ماموں شاہ محمد عاشق پھلتیؒ اور میرے والد شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے مجھ کو مسجد میں رکھ دیا گویا مجھے خدا کو دے دیا اور پھر واپس مسجد سے اٹھا لیا گویا خدا تعالیٰ نے مجھ کو بخشش دیا۔ اس لئے مجھ کو مستیا بھی کہا جاتا ہے۔

آپ کے کوئی فرزند نرینہ پیدا نہیں ہوا۔ تین لڑکیاں ہوئیں تھیں۔ مگر وہ سب کی سب آپ کی حیات میں ہی انتقال فرما گئیں۔ بڑی صاحبزادی کا نکاح مولوی عیسیٰ صاحبؒ سے ہوا تھا جو مولانا شاہ رفیع الدین صاحب کے فرزند تھے اور دوسری صاحبزادی کا نکاح شیخ محمد افضل صاحب سے ہوا تھا۔ ان کے دو فرزند پیدا ہوئے ایک مولانا محمد اسحٰق صاحبؒ اور دوسرے مولوی محمد یعقوب صاحبؒ اور تیسری صاحبزادی کا نکاح مولوی عبدالحئی بڈھانوی سے ہوا تھا جن سے ملا عبدالقیوم بھوپالی پیدا ہوئے۔

(۲) مولانا شاہ رفیع الدین صاحبؒ۔

آپ کی ولادت ۱۱۶۳ھ مطابق ۱۷۴۹ء میں ہوئی۔ آپ سے مولوی محمد موسیٰ صاحبؒ، مولوی مخصوص اللہ صاحبؒ، مولوی عیسیٰ صاحبؒ اور مولوی حسن جان صاحبؒ۔ یہ چاروں فرزند پیدا ہوئے اور ایک دختر۔

(۳) مولانا شاہ عبد القادرؒ :-

آپ کی ولادت ۱۱۶۷ھ میں ہوئی۔ آپ سے صرف ایک لڑکی پیدا ہوئی جن کا عقد اپنے بھتیجے مولوی مصطفیٰ صاحب سے کیا تھا۔ ان سے ایک لڑکی پیدا ہوئی جو مولوی شاہ محمد اسمٰعیل شہیدؒ کی زوجیت میں دی گئی۔ جن سے مولوی محمد عمر صاحب مجذوبؒ پیدا ہوئے۔

(۴) مولانا شاہ عبد الغنیؒ :-

آپ ۱۱۷۱ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے نامور صاحبزادے شاہ محمد اسمٰعیل شہیدؒ تھے۔

حکایات

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ

۱۔ حضرت مولانا اشرف علی صاحب قدس سرہ نے فرمایا کہ جب شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے اوّل اوّل فارسی میں قرآن مجید کا ترجمہ کیا تو دہلی والے بہت بگڑے اور شاہ صاحب کو فتحپوری کی مسجد میں گھیر لیا اور قتل پر آمادہ ہو گئے۔ اس وقت میں لوگوں کے پاس ہتھیار تھے۔ شاہ صاحب کے پاس بھی تلوار تھی۔ بس شاہ صاحب تلوار کے ہاتھ گھماتے ہوئے باہر نکل آئے۔ کسی کی ہمت نہ ہوئی کہ جو کچھ کر سکتا۔

(حسن العزیز جلد دوم صفحہ ۲۰۶ ملفوظ ۳۴۷)

۲۔ حضرت مولانا اشرف علیؒ صاحب تھانوی قدس سرہ نے فرمایا کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے لکھا ہے کہ مجھ کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین چیزوں پر مجبور فرمایا۔ اور میرا جی نہ چاہتا تھا۔ اول تو ان مذاہب اربعہ سے خارج ہونے کو منع فرمایا۔ دوسرے یہ کہ حضرت علیؓ کو صحابہؓ سے افضل جاننے کو جی چاہتا تھا اس سے روکا اور افضلیت شیخین پر مجبور کیا۔ تیسرے ترک اسباب میری اصل خواہش تھی مجھ کو حضورؐ نے ثبت الاسباب پر مجبور فرمایا۔ پس اسباب ظاہرہ کو اختیار کرنا سنت ہے

(امثال عبرت دوم صفحہ ۲۵)

۳۔ شاہ ولی اللہ صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں کہ ہر شخص اپنے مشائخ کے اتباع کی کوشش کرتا ہے چنانچہ کہدیا کرتے ہیں کہ بھائی ہم نے تو اپنے بزرگوں کو یوں ہی کرتے ہوئے دیکھا ہے، پھر فرمایا حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ نے کہ شاہ ولی اللہ صاحب بڑے درجہ کے شخص ہیں اگر اس قدیم زمانے میں ہوتے تو کھپ جاتے۔

(حسن العزیز جلد دوم صـ۲۶ ملفوظ ۱۳۵)

۴۔ حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہ نے فرمایا کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے لکھا ہے کہ صحبت کے لئے اس شخص کو اختیار کرو جو محدث بھی ہو اور فقیہ بھی۔ صوفی بھی۔ اعتدال اسی سے ہوتا ہے یہ قول ان کا قول جمیل میں ہے۔ (حسن العزیز جلد چہارم صـ۲۵۸)

(۵) حضرت امیر شاہ خان صاحبؒ نے فرمایا کہ ایک شخص نے شاہ ولی اللہ صاحبؒ دہلوی، مولانا فخر الدین صاحبؒ، مرزا مظہر جان جاناں صاحبؒ کی دعوت کی۔ تینوں کو ایک جگہ بٹھا کر چلا گیا۔ دوپہر ڈھلے آیا اور ایک ایک ٹکہ تینوں کے ہاتھ پر رکھدیا اور یہ کہا کہ حضرت میں ایک کام کو چلا گیا اور دعوت کا بالکل خیال نہ رہا۔ اس وقت نا وقت ہو گیا ہے کھانے کا انتظام نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کھانے کے دام دئے گئے۔ مولانا فخر الدین صاحب نے تو اس کا شکریہ ادا کیا اور فرمایا کہ بھائی یہ بھی تمہارا احسان ہے۔ کیونکہ اگر ہم صبح سے اس وقت تک مزدوری کرتے تب ایک ٹکہ کے مستحق ہوتے اور تم نے ہم کو آرام سے بٹھا کر ایک ٹکہ دے دیا۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے خاموشی کے ساتھ لے لیا اور کچھ نہ کہا۔ مگر مرزا صاحب ناخوش ہوئے اور یہ کہا کہ تو نے ان حضرات کا وقت ضائع کیا۔ کیونکہ شاہ صاحب

اس وقت تک حدیث پڑھاتے اور مولانا فخر الدین صاحب اپنے مریدوں کو فائدہ پہنچاتے میں اپنی نسبت کچھ نہیں کہتا کہ میں کیا کرتا مگر تو نے ان حضرات کو ان دینی خدمتوں سے روکدیا۔ خبردار آئندہ ایسا نہ کرنا۔ اس کے بعد تینوں حضرات اٹھ کر چلے گئے

یہ قصہ بیان فرما کر خان صاحب نے فرمایا کہ یہ قصہ مجھے حضرت حاجی صاحبؒ نے بھی بیان فرمایا اور مولانا نانوتویؒ نے بھی، اور مولانا گنگوہیؒ نے بھی۔ حضرت حاجی صاحبؒ نے تو اس قصہ کو بیان فرما کر یہ فرمایا کہ مولانا فخر الدین صاحبؒ کی بات بہت انکساری کی ہے اس سے چشتیت ٹپکتی ہے اور مولانا نانوتوی نے فرمایا کہ شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی بات بڑھی ہوئی ہے کہ ان کے نفس نے اصلاً حرکت نہ کی اور حضرت گنگوہیؒ فرمایا کرتے تھے کہ مرزا صاحبؒ کی بات بہت بڑھی ہوئی ہے۔ عدل کا اقتضا یہی ہے کہ جو مرزا صاحبؒ نے فرمایا۔

ف۔ اس سے اپنے حضرات کا اختلاف مذاق اور اس سے اختلاف آرا صاف ظاہر ہے۔ حضرت مولانا تھانوی قدس سرہ نے فرمایا کہ احقر کا میلان حضرت گنگوہیؒ کی رائے کی طرف ہے۔

(ارواحِ ثلاثہ صـ۱۶)

۲۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ شاہ ولی اللہ صاحب دہلویؒ جب مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو بمقتضائے بشریت بچوں کی صغر سنی کا تردد تھا۔ اسی وقت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ تشریف لائے اور فرماتے ہیں کہ (تو کاہے کا فکر کرے ہے جیسی تیری اولاد ویسی ہی میری) پھر آپ کو اطمینان ہوگیا۔ مولانا نے فرمایا

کہ شاہ صاحبؒ کی اولاد عالم ہوئی اور بڑے مرتبوں کو پہنچی۔ جیسے بھی صاحب فضل وکمال ہوئے ظاہر ہے۔

(ارواح ثلاثہ صـ ۱۹)

۷۔ حضرت امیر شاہ خان صاحبؒ نے فرمایا کہ میں نے مولوی سراج احمدؒ خورجویؒ اور مولوی محمد شاہ صاحب رامپوریؒ سے سنا ہے کہ شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے اپنے ایک خط میں شیخینؓ کی افضلیت پر اس آیت سے استدلال فرمایا ہے۔

وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَآءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا
(پارہ ۴ رکوع ۲ آیت ۲)

اور تم پر جو اللہ تعالیٰ کا انعام ہے اس کو یاد کرو جب کہ تم دشمن تھے پس اللہ تعالیٰ نے تمہارے قلوب میں الفت ڈالدی سو تم خدا تعالیٰ کے انعام سے آپس میں بھائی بھائی ہو گئے۔

اور تقریر استدلال اس طرح فرمائی ہے کہ حق تعالیٰ نے صحابہؓ پر اپنا احسان جتاتے ہوئے فرمایا ہے کہ تم خدا کی اس نعمت کو یاد کرو کہ تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن تھے اس نے تمہارے دلوں کو ملا دیا اور تم اس کی نعمت سے بھائی بھائی ہو گئے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں صحابہؓ میں آپس میں عداوت نہ تھی اور وہ آپس میں بھائی بھائی تھے اور یہ ظاہر ہے کہ یہ برکت تھی آپ کے وجود اور آپ کی تعلیم کی۔ جب یہ معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ صحابہؓ میں یہ صفتِ اخوّت پورے طور سے کس وقت تک رہی سو پورے طور پر یہ صفت دو خلافتوں تک رہی اور اگر حضرت عثمانؓ کی خلافت کے ابتدائی چھ برس بھی شمار کئے جائیں تو کئے جا سکتے ہیں اور اس کے بعد

صحابہ میں آپس میں مخالفتیں اور جھگڑے قضیے پیدا ہو گئے سو اس سے پتہ چلتا ہے کہ اول کی ڈھائی خلافتیں اخیر کی ڈیڑھ خلافت سے افضل ہیں اور اس زمانہ کے خلیفوں کی برکت اور تعلیم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت اور تعلیم کی بہ نسبت اخیر کے خلیفوں کی برکت و تعلیم کے زیادہ حصہ لئے ہوئے تھی اور اس سے پہلے خلیفوں کی افضلیت بعد کے خلیفوں پر ظاہر ہے اور ثابت ہے کہ پہلے دو خلیفوں کی تعلیم اخیر کے دو خلیفوں سے زیادہ علی منہاج النبوۃ تھی۔

ف: حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ نے فرمایا کہ یہ تفاوت ناقص و کامل کا نہیں۔ کامل اکمل کا ہے۔

(ارواح ثلاثہ ص۱۷)

انتخاب کلام

شاہ ولی اللہ دہلوی

قصیدہ در بعض معارف غامضہ

الا طال شوق الابرار الی لقائی ‏ وانی لاشد شوقا الیھم متھم

من ندانم بادہ ام یا بادہ را پیمانہ ام ‏ عاشق شوریدہ ام یا عشق یا جانانہ ام

بتلائے حیرتم جاں گویمت یا جان جاں ‏ اصطلاح شوق بسیارست ومن دیوانہ ام

با جمالِ ذاتیش حسن دگر درکار شد ‏ چشم ابروام مرام یا زلف اوراشانہ ام

میل ہر عنصر بود سوئے مقر اصلیش ‏ جذبۂ اصل ست ہر ہر شورش مستانہ ام

غافل از خود ماند از صوت چو پر شد آئینہ ‏ تا ترا بشناختم جانا ز خود بیگانہ ام

اے امیں بر منتہیم نام تجدد تہمت ست ‏ در ازل پیش از زماں تعمیر شد میخانہ ام

غزل

دوائے درد من بر جمع اضداد تو مینازم ‏ نمک ریز دل مجروح من ہستی و مرہم ہم

جہان و جاں فدائے وضع شوخ شہر آشوبت ‏ قیامت می نمائی و دم عیسیٰ و مریم ہم

توئی اول توئی آخر توئی ظاہر توئی باطن ‏ تو مقصود اہل دل توئی مشتاق و ہمدم ہم

زیک منبع درینجا مختلف فوارہ می جوشد ‏ مزاج حرص قارون زہد ابراہیم ادہم ہم

بخارے از زمیں خیزد بباد جو درآمیزد ‏ گہے باراں ریزان است و گاہے برف و شبنم ہم

کدامی طرفہ نیرنگی کاشانہ سر دادی ‏ کہ عالم پائے کوب از دست عشقت گشت و آدم ہم

در شرح غزلیکہ بر تضمین بیت اول غزالی علیہ الرحمۃ انشا کردند

نخستیں بادہ کاندر جام کردند ‏ ز مزاجش عکس آں گلفام کردند

بے قرارم روز و شب بے روئی یار　　باز بنما روئی یارم یا قدیر
اندرونم بے حجابش تار شد　　کے شود یارب بوصلش مستنیر
اے برادر جدا ازیں ہشیار باش　　فرق می کن درمیاں شیر و شیر

غزل دیگر

ساقی کرمے کن نہ ز ہوش خود رفتم　　من یار خودم خود از دوش خود رفتم
مثل مئے جوشاں کز خم بدر افتد　　جوشے زدہ بر خود از جوش خود رفتم
از ہر بن موئم جوشد مئے دیگر　　از فرط تمائل ز آغوش خود رفتم
زیں تیز زبانے آزردہ دلم من　　خوش آنکہ ز تانے خاموش خود رفتم

یہ غزل مزاحفات بحر بسیط سے ہے اس کے ارکان چار بار مستفعلن فعلن ہے جو فارسی میں نہایت کمیاب ہے اکثر شعراء متقدمین کے کلام اس بحر سے خالی ہیں۔

رباعیات در بیان بعض قواعد سلوک

علمی کہ نہ ماخوذ از مشکوٰۃ نبی است　　واللہ کہ سیرابی از آں تشنہ لبی است
جائے کہ بود جلوۂ حق حاکم وقت　　تابع شدن حکم خود بولہبی است
دانی کہ چہ بود نہج قدیم اے دلدار　　شغل دل تو ظاہر و باطن بایار
ایں را شوی از درس عوارف عارف　　واں فن دگر یاد بگیر از احرار
در مذہب ما ہست ز اسباب غرور　　ذکرے کہ بود عاطل از انوار حضور
در حاشیۂ نفی شو از خلق نفور　　در جانب اثبات برو سوئے غفور
مستی و ولہ شرط طریق افتاد ست　　بے مست شدن کار کسی نکشاد ست
در ذکر خفی جہر تخیل کردن　　شرط ست و زاد و ستاد طریقیم یاد ست

هویدا شد در امکاں صورتِ حق — بآں صورت جہاں را دام کردند

ہمیں بایست تفصیلی ازاں رو — مکارم را بما اتمام کردند

شرابِ وحدت از خمخانۂ غیب — مرا صبح ازل در کام کردند

چو غلطیدم ز مستیہا بہر سو — حریفاں مستی از من دام کردند

حقیقت را کہ مستور از نظر بود — بما مشہود خاص و عام کردند

پس آنکہ موج دریا باز گردید — باتمام فنا اکرام کردند

ایں رمزے دقیقے با تو گویم — بخود آغاز و نیز انجام کردند

غزل دیگر

بزلف پیچ در پیچ کسے گم کردہ ام خود را — خروش درد دل شبہا نمی کردم چہ می کردم

دلے پر درد جاں افگار یار تند خو دارم — جہاں لبریز یاربہا نمی کردم چہ می کردم

غم تحصیل و بار شغل و درد غزل می بینم — جنوں ترک منصبہا نمی کردم چہ می کردم

کسے با دل ہمی سازد کسے با گل ہمی بازد — اگر من یاد آں لبہا نمی کردم چہ می کردم

مئے تحقیق را از خم مشربہا بروں دیدم — خروج از قید مشربہا نمی کردم چہ می کردم

حجاب وصل مطلوب است دل بستن مطلبہا — ایں گر ترک مطلبہا نمی کردم چہ می کردم

اشعار

ناگزیر تو منستم اے بے نظیر — رو مگرداں بعد ازیں از ناگزیر

من ترا مشفق ترم از صد پدر — در من آویز و مرا محکم بگیر

غیر من گر با تو دل بستہ بود — آں وبالست و عذابست و سعیر

جان من در ہجر یار خود بسوخت — من عذاب الھجر اجرنی یا مجیر

خواہی کہ بہ صرف محبت کوشی — باید کہ بتقلیل علائق کوشی
دل را ز خیالات جہاں صرف کنی — چشم از صور جملہ عالم پوشی

″ در عشق تو از جملہ جہاں بگذشتم — وز ہرچہ بجز یاد تو زاں بگذشتم
مقصود من بندہ بجز وصلِ تو نیست — اندر طلبت از دل و جاں بگذشتم

″ دائم دلِ من پیشِ تو حاضر باشد — چشمم برخ خوب تو ناظر باشد
در مذہبِ ما شرک جلی ست صریح — گر سوئے دگر خطرۂ خاطر باشد

″ دانی چہ بود سہل کثیر البرکات — در مشرب اہل دل وجود عدمات
تحصیل عدم بداں یعنی مانع — در نفی خواطر و درستِ جہات

″ خوش آنکہ بانوار وضو رنگین ست — زیرا کہ طہارت ز اصول دین ست
تنویر دل و نفی خواطر خواہی — قوی ذریعۂ وصولش این ست

″ تحصیل عدم اگر ندانی کردن — باید نظر اہل فنا ز جستن
ایں دار عضال را دوائے ازیں — در حکمتِ اہلِ دل نخواہی دیدن

″ آنانکہ ز ذات ناس بیہی رستند — با لمعۂ انوار قدم پیوستند
فیض قدس از ہمت ایشاں میجو — دروازۂ فیض قدس ایشاں ہستند

″ آن ذات کہ از قید جہت بیرون ست — از حیطۂ اسما صفت بیرون است
ہر مرتبہ زاں ذات نشانے دارد — ہر چند ز تعیین ہمت بیرون است

″ ہر مدرگہ شد مظہر آں یار عجیب — ظاہر شدہ از صورتش آثار عجیب
در لوح دل از ثبت کنی صورتِ او — پیدا شود از لوح دل اسرار عجیب

″ قومے بکتابت احرف موصوف — جمعے بتلاوت اسما معروف
شخصے کہ ازیں قوم قدم پیش نہاد — گشت است بایں رتبۂ [illegible]

تا بہ کے محنتِ مہجوری و دوری بکشم ۔ تا زمینِ وطنم سوئے وطن باز روم

تا بہ کے ہمدمیِ سنگ بود شیوۂ من ۔ گوہرے از عدنم سوئے عدن باز روم

تا بہ کے بستۂ زنجیرِ تعلق باشم ۔ آہوئے از ختنم سوئے ختن باز روم

بوئے جاں میرسد از بادِ یمن در دو جہاں ۔ شاہ ملکِ یمنم سوئے یمن باز روم

دلے دارم ز خود خالی حبابش میتواں گفتن ۔ در و کیفیتِ جوشِ شرابش میتواں گفتن

وجودِ بے نمودِ معنیِ نادیدنے دارد ۔ دریں نیرنگہا بوئے کبابش میتواں گفتن

سویدائے دلِ ما یابی اندر پیچ و تابِ او ۔ نقوشِ عالمِ ام الکتابش میتواں گفتن

فرو پاشید از ہم کثرتِ موہوم چوں شبنم ۔ ز فیضِ معنیٔ ما آفتابش میتواں گفتن

فراغ یافتم از حج و عمرہ ۔ چو احرام سرِ کوئے تو بستم

چو دیدم روئے زیبائے تو جاناں ۔ ز تشویشِ وجودِ خویش رفتم

بیا ساقی بدہ جامے شرابے ۔ کہ مخمورِ صبوحے والستم

محبت نام جوشِ طبع و میلِ نفس اگر باشد ۔ سر اہلِ محبت در دو عالم گاؤخر باشد

ز نازک طبع غیر از خود نمائیہا نمی آید ۔ درختِ بید را دیدم دائم بے ثمر باشد

بوسعت مشرباں رنگِ تعلق در نمی گیرد ۔ اگر نقشے زنی بر روئے دریا بے اثر باشد

صفائی طبع میخواہی ز صحبت دامن اندر کش ۔ کہ آبِ دور از مردم ہمیشہ با صفا باشد

مزاجِ صاف طبعاں را بجز غربت نمیسازد ۔ مکدر گردد آبِ صاف چوں یکجا وطن گیرد

صفا با خبثِ باطن نیز گاہے جمع میگردد ۔ بردبا لوصہ را چوں در دبنشیند تماشا کن

ہرزہ گردی مانعِ سوزِ دل است اے ہوشمند ۔ سیل تا ننشست یکجا باطنش صافی نشد

مکاتیب شاہ ولی اللہ دہلویؒ

شاہ ولی اللہ صاحب کا پہلا خط شیخ ابراہیم مدنی کے نام

من الشیخ ولی اللہ العمری الی الشیخ
ابراھیم المدنی فی تعزیۃ والدہ الشیخ
ابی طاھر المدنی قدس اللہ اسرارھم
اعلی اللہ معالم العلم وشید
بنیانہ ورفع اعلام الدین وسدد
ارکانہ وروّی ریاض الحدیث واعظم
رواءہ ونضر اھلہ ونور حزبہ واعلی
سمائہ بدروس الحبر الھمام قدوۃ
الانام وارث المجد کابرا عن کابر
حائز میراث اسلاف الاکابر الشیخ
ابراھیم بن سیدی الشیخ ابی طاھر
الکردی المدنی اما بعد فاعظم
اللہ تعالیٰ اجرکم والھمکم صبرکم
علی شیخنا رضی اللہ عنہ وارضاہ عنی
فی حقیق ان اعزیہ وبلج لی

شیخ ولی اللہ العمری کا خط بنام شیخ ابراہیم مدنی
ان کے والد شیخ ابو طاہر مدنی قدس اللہ اسرارہم کی
تعزیت میں خدا تعالیٰ علم کے آثار اونچے اور اس کی
بنیادیں مضبوط کرے دین کے جھنڈے بلند اور
اس کے ارکان مستحکم کرے، حدیث کے باغ کو سرسبز
وشاداب اور اس کی رونق کو دوبالا کرے، اہل
حدیث کو تازگی اور اس کے سرپرستوں کو نور بخشے
اور دانشمند بزرگ میرے استاد شیخ ابو طاہر کردی
مدنی کے فرزند رشید مولانا شیخ ابراہیم کے حدیث کی
درس واشاعت کی وجہ سے علم حدیث کو عروج کمال
پر پہونچائے جو پیشوائے مذہبی اور مقتدائے مخلوق
ہیں اور اپنے بزرگ اسلاف کے بزرگی وفضیلت کے
جائز وارث ہیں اس کے بعد واضح ہو کہ خدا تعالےٰ
آپ کا اجر بڑھائے اور ہمارے شیخ رضی اللہ عنہ
پر صبر کرنے کا آپ کو الہام کرے۔ مجھے سزاوار ہے

بد عاء الصبر عليه فوالله مازالت
منذ قرع سمعي حديث وفاته وبلغني
خبر انتقاله الى رحمة ربه وجناته
في قلق قالق للكبد. وملل كملل في
الرمد وفوق سحاب مطر الهم والاسى
وتحت بحار باللظى تتدفق كيف لا و
كان رضي الله عنه بركة اهل الارض
وتجلي برهانها وامام دار الهجرة و
عمدة اركانها وكان حدبه على ما
قد ظهرت الايات ولاحت مخائله و
امارات وصارت شغفي به يضرب
به الامثال ولا يعلم كنهه الا الكبير
المتعال والنسى منه اني لما جاني
الترحال وفصلت العير وقاربت
الفصال ذكرت له كيت كيت ثم تمثلت
له بهذا البيت۔

نسيت كل طريق كنت اعرفه
الا طريقا يؤديني لربعكم

فاغرورقت عيناه واحمرت وجنتاه
حتى خنقته عبرة البكاء ثم بعد
ذلك بتهض في الدعاء ولا انسى منه

کہ میں اپنے شیخ کی تعریف کردوں اور دعا صبر میں
کوشش کروں۔ خدا کی قسم جب سے شیخ کے انتقال
کی جانگزا خبر میرے کان میں پہنچی ہے اور مجھے معلوم
ہوا ہے کہ آپ دنیا سے منہ موڑ کر خداوندی رحمت
اور اس کی جنتوں میں انتقال کر گئے ہیں تو میں
ایک ایسے قلق اور اضطراب میں گرفتار ہوں جو جگر
کو پاش پاش کئے دیتا ہے اور اس اندوہ و رنج
میں مبتلا ہوں جس میں صاحب امر مبتلا ہوتا ہے
میرے سر پر ایک ایسا ابر چھایا ہوا ہے جو غم واندوہ کا
مینہ برساتا ہے اور میرے نیچے مشتعل آگ کا دریا
لہریں لے رہا ہے اور کیوں نہ ہو میرے شیخ رضی
اللہ عنہ حقیقت میں زمین کے باشندوں کیلئے
برکت اور مدینہ طیبہ کے مقتدا مسواد ر اس کے
عمدہ ارکان تھے نہیں مجھے اس درجہ محبت تھی
جس کی نشانیاں ظاہر اور علامات واضح روشن
تھے اور میری محبت ان کے ساتھ ضرب المثل تھی
جس کی حقیقت خدا تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی نہیں
جان سکتا میں اس وقت کو کبھی فراموش نہیں
کر سکتا کہ جب میرے کوچ کا زمانہ قریب ہوا اور
جدائی کی گھڑی سر پر آکھڑی ہوئی اور رخصتانہ
ملاقات کے دوران میں نے ان کی مزاج پرسی کے

انی سالتہ عن کمیۃ عمرہ من السنین

فقال مغترق المنایا مابین ستین و

سبعین - فلو شئت ان ابکی دما

لبکیتہ علیہ ولکن ساحۃ الصبر

اوسع وان سلوان فوادی وعصیۃ

اعتمادی عند ھجوم دواعی البکاء

وضیق الارض علی والسماء انہ رضی

اللہ عنہ خلف مثل جنابکم دام

المجد بفنائکم وان الشبل یشبہ

الاسد وانما یظھر سر الوالد من

الولد ؎

یفنیت بقاء الدھر یا کھف اھلہ

وھذا دعاء للبریۃ شامل

والسلام

بعدہ یہ بیت پڑھی ؎

نسیت کل طریق کنت اعرفہ

الا طریقا یودینی لربعکم

یعنی میں بجز ایک رستہ کے جو مجھے تمہاری زمین تک پہونچادے ان تمام رستوں کو بھول گیا جنسے میں اس سے پیشتر واقف تھا تو آپ کی پُرنم آنکھوں سے آنسوؤں کی ندیاں بہنے لگیں اور دونوں رخسارے سرخ ہو گئے - یہاں تک کہ گریہ کی گرمی سے آپ کا گلا گھٹ گیا زاں بعد آپ نے نہایت خلوص کے ساتھ اس عاجز کے حق میں دعا کی - اور میں اس واقعہ کو کبھی بھول نہیں سکتا کہ جب میں نے آپ کی مقدار عمر دریافت کی تو جواب میں فرمایا کہ ساٹھ وستر کے مابین ہے - تو اگر میں ان باتوں کو یاد کرکے خون کے آنسو رونا چاہوں تو رو سکتا ہوں لیکن صبر کا میدان زیادہ وسیع ہے اور اسباب گریہ کے ہجوم اور آسمان وزمین کی تنگی کے وقت میرے دل کی تسلی اور میرے بھروسہ کی لاٹھی صرف یہ ہے کہ شیخ رضی اللہ عنہ نے آپ جیسا فرزند اپنی مخصوص یادگار چھوڑی ہے اس میں ذرا شک نہیں کہ شیر کا بچہ شیر کے مشابہ ہوتا ہے و فرزند سے

کی خصلت ظاہر ہوتی ہے، اے زمانے کے ولی ہمی
تیری بقا زمانہ کی بقائے دوام کے ساتھ ہے، اور
یہ دعا تمام مخلوق کو شامل ہے والسلام

المکتوب الثانی

من الشیخ الموصوف الی استاذہ قدوۃ
المحدثین جمال الدین ابی طاہر
الکردی المدنی قدس اللہ سرھما
واعلی فی الملاء الاعلی ذکرھما۔
لازالت شابیب الرحمۃ والبرکات منھلۃ
منسجمۃ۔ وسحائب العنایۃ والکرامۃ
ممطرۃ ومستدیمۃ علی الصقع المحفوف
بالبررۃ الکرام الموصوف بالمجد فوق
ما نذکر یا لکلام جناب من اجل ان
اذکرہ بصریح اسمہ واستغنی من
ذلک بتعیینہ بعلامتہ ووسمہ
ومن العجائب ان افوہ بذکرہ
ولقد اغار بان یمر بخاطری
ومن اجدہ فی خلدی حاضرا فلا
تغرب عنی بحیاۃ ولا یغیب والفیہ
فی بصری متمثلا فلا یصبنی فقدہ

دوسرا خط

شاہ ولی اللہ کا دوسرا خط اپنے استاد شیخ
المحدثین جمال الدین ابو طاہر کردی مدنی کے نام
خدا تعالی ان دونوں کو پاک کرے اور ملاء اعلی
میں ان کا ذکر بلند کرے۔
رحمت و برکات کے مینہ اور عنایت و کرامات کے
بادل اس گوشۂ زمین پر ہمیشہ برستے رہیں
جسے بزرگ نیکوکار فرشتہ گرد و پیش سے
احاطہ کئے ہوئے ہیں اور جو فضیلت خاص سے
موصوف ہے اس کا سلسلہ کلام میں ذکر کرنا
فوق ادب ہے اور اس کی جناب اس سے
بہت دور ہے کہ میں صراحۃً اس کا نام لوں
یا علامت و نشان کے ساتھ معین کروں ۔
ومن العجائب ان افوہ بذکرہ
ولقد اغار بان یمر بخاطری
جسے میں اپنے دل میں حاضر پاتا ہوں اور وہ زندگ
بھر کبھی مجھ سے غائب نہیں ہوتا اور جس کی تصویر

ولا ریب حضرت شیخنا و قدوتنا
و مخدومنا و مولانا الاکرم الافخم
الاجل ؎

بقیت بقاء الدھر یا کھف اھلہ
وھذا دعاء للبریۃ شامل

اما بعد فھذا المستمد بتوجھاتکم
المعتمد علی دعواتکم یحمد اللہ تعالٰی
الیکم فی جمیع الامور ظاھرھا و
باطنھا و یشکر لدیکم نعمہ التی لا یحصی
عددھا ولا یحصر مددھا من جملتھا
صوم رمضان بمکۃ المبارکۃ واعتکاف
العشرۃ الاخیرۃ فی المسجد الحرام و
لقد حدثنی الشیخ عمر میناہ خادم بیت
اللہ تعالٰی عمرہ اللہ تعالٰی کما سرنی انہ ادار النزولکم
فی الحج ولینتظر قدومکم فی ایام العج والثج

فساغ الی الشراب وکنت قبلاً
اکاد اغص بالماء الفرات

حقق اللہ تعالٰی ھذہ الامنیۃ منا و
منہ انہ علی کل شیٔ قدیر و باجابۃ
الدعا جدیر و نسئل منکم الدعا
بالسلامۃ فی السفر والاقامۃ و

میری آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے اور پھر کبھی
نظروں سے ہٹتی نہیں وہ ہمارے شیخ ہمارے مقتدا
ہمارے مخدوم ہمارے بزرگ ہیں ؎

بقیت بقاء الدھر یا کھف اھلہ
وھذا دعاء للبریۃ شامل

اس کے بعد واضح ہو کہ آپ کی دلی توجہات کا محتاج
اور آپ کی دعاؤں پر بھروسہ کرنیوالا تمام باطنی
وظاہر امور میں خدا کی تعریف اور اس کی ان نعمتوں
کا شکریہ کرتا ہے جو گنتی میں نہیں آسکتیں منجملہ
ان کے مکہ معظمہ میں رمضان کا روزہ اور مسجد
حرام میں عشرہ اخیرہ کا اعتکاف ہے۔ مجھے خانہ
کعبہ کے خادم شیخ عمر میناہ نے خبر دی (خدا تعالے
اسے خوش رکھے جیسا اس نے مجھے خوش کیا) کہ آپ
حج کیلئے تشریف لاتے ہیں اور وہ آپ کے نزول کیلئے
مکان تیار کر رہا ہے اور قربانی و لبیک کہنے کے
زمانہ میں آپ کی تشریف آوری کا انتظار ہے ؎

فساغ الی الشراب وکنت قبلاً
اکاد اغص بالماء الفرات۔

خدا تعالے میری اور اس کی آرزو کو پورا کرے
بیشک وہ ہر چیز پر قادر ہے اور دعا قبول
کرنیکے لائق اور سزاوار ہے میں آپ سے سفر و

بعافیہ لا بلاء بعدھا و برحمۃ لا سخط بعقبھا والسلام والاکرام

خیر کی حالت میں سلامت و تجربت کی دعا چاہتا اور اسکی عافیت و رحمت کی التدعا کرتا ہوں جس کے بعد کوئی بلا اور جس کے پیچھے کوئی عذاب ہو۔

والسلام والاکرام۔

المکتوب الثالث

بعد رفع تحیاتٍ لاتزال منہار وائح الاخلاص عابقۃٌ وفائحۃٌ واعلاء دعواتٍ لانتقاء عنھا نسائم قبول القبول غادیۃً ورائحۃ۔ من عبدٍ ضعیف ارقۃ جمیل اللطف وجزیل الامتنان وصبّ ولفٌ شان عظیمُ الحُسن وعمیم الاحسان

اخذ تمونی منی فی ملاطفۃ
فلست اعرف غیرھا قد عرفتکم

الی حضرت من تقاصرت الالسنۃ و التعبیرات عن وصف کمالہٖ وتضایقت الاسالیب والتحبیرات عن نعت جمالہ فالمطری فی مدحتہٖ عجم قاصر و مفرط فی تفریطہٖ مفرط فاتر ۔ وعنہ تنقش و اصفیہ بوصفہ یغنی الزمان وفیہ مالم یوصف

تیسرا خط

ان تحفوں کے ارسال کرنے کے بعد جنسے ہمیشہ اخلاص کی عطر آمیز ہوائیں چل کر دل و دماغ کو معطر کرتی ہیں اور ان دعاؤں کے ہدیہ کرنے کے پیچھے جن سے قبول القبول کی ہوا کے خوش آئند جھونکے صبح و شام جدا نہیں ہونے واضح ہو یہ عریضہ اس ضعیف و خاکسار بندہ کی طرف سے ہے جسے آپ کے لطیف جمیل اور احسان عظیم نے غلام بنا لیا ہے اور عام احسان نے اسکی حالت کو مرہون منت کر دیا ہے ؎

اخذ تمونی منی فی ملاطفۃ
فلست اعرف غیرھا قد عرفتکم

یعنی جب سے تم نے مجھے اپنے سایہ عاطفت میں لیا ہے اور میں تمہیں پہچانتا ہے اس وقت سے میں نے بجز عنایت و مہربانی کے اور کچھ نہیں دیکھا اور یہ عریضہ اس شخص کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے

شیخنا وقدوتنا ومخدومنا ومولانا
الاکرم الافخم الاجل الابجل دام اللہ
تعالٰی بادامۃ ایامہ حیات علوم الدین
وابقی مھجتھا وخلد بتخلید عھدہ
رونق معارف الحق وابد بھجتھا۔
فان ھذا المستمد بتوجھاتکم العلیۃ
والمعتمد علی دعواتکم المستجابۃ
وصل الی مکۃ زادھا اللہ شرفا و
تعظیما مامونا عن جمیع المخوفات
سالما عن جمیع المکروھات اللھم الا
الم فراقکم الذی لاصبر علی صبرہ
الا کصبر المصبور ولامصانعۃ معہ
الا کمصانعۃ المغلوب المقھور ؎
واللہ لوحلف العشاق انھم
قتلی من الحب یوم البین ما حنثوا
والی اللہ المشتکی وھو المستعان وھو
العالم بالاسرار والاعلان والمسؤل
منکم الدعاء فی الاوقات المرجوۃ وطلب
الخیر فی الواردات المجبورۃ والحمد للہ
اولاً و اٰخرا

جس کے وصف کمال سے زبانیں اور تعبیریں قاصر
اور نعت وجمال سے اسلوب وتحریرات کا دائرہ تنگ
ہے اور اس کی مدح میں نہایت مبالغہ سے تعریف
کرنیوالا محض عاجز اور گونگا ہے اور افراط کے
ساتھ قدح سرائی میں مشغول ہونیوالا تھک جانیوالا ہے
وعلی تفنن واصفیہ بوصفہ یفنی الزمان وفیہ مالم یوصف
وہ ہمارے شیخ ہمارے مقتدا ہمارے مخدوم ہمارے مکرم
ومحترم اور بزرگ مولانا ہیں خدا تعالٰی ان کے بقائے
دوام کی وجہ سے دینی علوم کی زندگی میں مداومت کی
روح ڈالے اور ان کی رونق ہمیشہ قائم رکھے اور
ان کے زمانہ کی ہمیشگی کے سبب معارف حق کو سدا تر و
تازہ رکھے اور اس کی تازگی کی رونق کو دوبالا کرے
اس کے بعد گذارش ہے کہ آپ کی توجہات عالیہ کا
محتاج اور آپ کی مقبول دعاؤں پر بھروسہ کرنیوالا
تمام خطرناک مواقع سے محفوظ اور ناگوار چیزوں سے
صحیح سالم مکہ معظمہ میں پہنچا خدا اس کی شرف وعظمت
بڑھائے خدا کا شکر ہے کہ اس وقت مجھے کسی طرح
کا خوف واندیشہ اور رنج واندوہ نہیں ہے لیکن
آپ کی مفارقت کا رنج اس وجہ سے ہے جس پر مجھے کسی طرح
صبر نہیں آتا مگر جیسے زنجیر میں بندھے ہوئے شخص یا
قفس میں پڑے ہوئے جانور کو صبر ہوتا ہے۔

مغلوب و مقہور آدمی اپنے دل کو تسلی دیتا ہے ؎

واللہ لو حلف العشاق انہم : قتلی من الحب یوم البین ما حنثوا

یعنی اگر عشاق اس بات پر قسم کھائیں کہ ہم محبت کی وجہ سے مفارقت کے دن قتل کئے گئے ہیں تو واللہ وہ حانث نہ ہوں گے

میری شکایت کا علاج خدا کے پاس ہے اور اسی سے مدد چاہتا ہوں وہی باطن اور ظاہر کو جانتا ہے میں آپ سے مقبول اوقات میں دعا کا خواستگار اور طالب خیر ہوں

المکتوب الرابع

تحیات اصولها ثابتة فی ارض المحبة الخالصة وفروعها فی السماء ودعوات دعائمها مستقرة فی ممتد الرحمة الخالصة وسقوفها فی اعلی العلیا یرفعها احقر الخلیقة ومن لیس بشیء فی الحقیقة الی الصقع المحفوف بالملائکة الملتمنة للتسبیح والتحمید - والجناب الموصوف بلا یشقی جلیسهم وان کان اوجب الطرد والتبعید دائرة مرکزها عروة الوثقی لا انفصام لها من تمسک بها هدی الی صراط مستقیم ومحکمة شاهر حبل لا انقطاع له من اعتصم به اداه الی سنین

چوتھا خط

وہ تحفے جن کی جڑ محبت خالصہ کی زمین میں قائم اور شاخیں آسمان میں ہیں اور وہ دعائیں جن کے ستون رحمۃ خالصہ کے کرے میں گھرے ہوئے ہیں اور چھتیں غایت رفعت میں ہیں احقر خلائق جو حقیقت میں کوئی چیز نہیں ہے اس گوشہ میں پہنچاتا ہے جسے فرشتے گھیرے ہوئے تسبیح و تحمید کا نعرہ بلند کرتے ہیں اور اس بارگاہ عالی میں پیش کرتا ہے جس کا جلیس ہم صحبت بدبخت نہیں ہوتا اگرچہ وہ اس قابل ہے کہ خداوندی رحمت سے دور کر دیا جائے۔ اس کی جناب ایک ایسا دائرہ ہے جس کا مرکز مضبوط کڑا ہے جو کہیں ٹوٹ نہیں سکتا جس نے اسے پکڑا سیدھی راہ پر لگ لیا اور اسکی محفل ایک ایسی مستحکم رسی ہے جو کبھی کٹ نہیں سکتی جس نے اسے مضبوطی سے پکڑا اس نے اس کو شارع عام اور

السنن والنهج القويم ہ

لا یدرک الواصف المطري خصائصہ
وان یکن سابقا في کل ما وصفا

شیخنا وقدوتنا ومخدومنا ومولانا
الاکرم الافخم الاجل والامجد ادام
الله تعالی المجد بین بردیه وخلده
کهفا لمن لاذبه واعتمد علیه
اما بعد فان المستمد بتوجهاتکم
المعتمد علی دعواتکم یشکر
الیکم الله تعالی علی نعم ظاهرة
وباطنة لا یحصی ویحمد الیکم
الله علی ذوارف عوارف
لا تعد ولا عدها یرجی ویسال
منکم الدعاء لمزیدها و
لا ستدامة قدیمها وجدیدها
والسلام والاکرام۔

المکتوب الخامس

من الشیخ عارف بالله الی الشیخ ابراهیم
المدني رحمهما الله تعالی لازالت

سنت کے طریقہ پر پہنچا دیا ہے

لایدرک الواصف ماتری خصائصہ
وان یکن سابقاً فی کل ما وصفا

یعنی مبالغہ کرنیوالا مداح اس کی خصوصیتوں کو
پا نہیں سکتا اگرچہ وہ مدح سرائی میں وہ سابق و
ممتاز ہی کیوں نہ ہو۔ وہ ہمارے شیخ ہمارے
پیشوا ہمارے ممدوح ہمارے محترم ومکرم بزرگ و
افضل مولانا ہیں خدا تعالیٰ صبح و شام ان کی زندگی
میں ترقی دے اور اسے دائم وقائم رکھے اور انکی
حفاظت اس شخص کے لئے ہمیشہ رکھے جو اُن کی
ملازم صحبت رہے اور بھروسہ رکھے۔ اس کے بعد
آپ کی توجہات کا محتاج اور آپ کی دعاؤں
پر بھروسہ کرنیوالا خدا کی ان ظاہری و باطنی
نعمتوں کا شکر ادا کرتا ہے جو شمار میں نہیں آسکتیں
اور عوارف کے ان بہتے چشموں پر خدا کی تعریف
کرتا ہے جن کا حصر نہیں ہو سکتا اب آپ سے
مزید نعمت اور قدیم وجدید نعمتوں کے ہمیشہ رہنے کی
دعا چاہتا ہے والسلام والاکرام۔

پانچواں خط

شیخ عارف باللہ مولانا ولی اللہ کا خط
شیخ ابراہیم مدنی رحمۃ اللہ کے نام۔ عوارف کے

ذوارف العوارف هامية على بركة
الانام خلف السادات الكرام القائم
مقام الائمة الاعلام مولانا الشيخ
ابراهيم ايده الله تعالى ابن شيخنا
الاجل الامجد مولانا الشيخ ابي طاهر
ابن العارف قدوة الانام حجة الاسلام
مولانا الشيخ ابراهيم الكردي المدني
قدس الله تعالى باسرارهما من
الفقير ولي الله بن عبد الرحيم
العمري الدهلوي عفا الله عنه سلام
عليكم ورحمة الله وبركاته ان
سالتم عن صحتكم فانه بعافية في
نفسه واهله وولده رطيب اللسان
بذكر اباءكم الكرام وشكر نعماءهم
ونشر علومهم وارجو من الله تعالى
ان يحفظني ببركاتهم ويحيي ذكرهم
في هذه البلاد بهذا العبد الضعيف
واولاده واصحابه انه قريب مجيب
واسأل منكم ان لا تنسوني في صالح
دعواتكم بجاه النبي صلى الله عليه
وسلم وقد كتبت اليكم قبل هذا

صاف وستھرے ہوئے چشمے خلائق حوض یعنی سادۃ
کرام کے فرزند رشید مولانا شیخ ابراہیم پر ہمیشہ گرتے
رہیں جو ائمہ اعلام کے قائم مقام اور ہمارے مکرم
ومعزز مولانا شیخ ابو طاہر کے فرزند عارف باللہ
حجۃ الاسلام قدوۃ الانام مولانا شیخ ابراہیم کردی
مدنی کے پوتے ہیں خدا تعالیٰ ہمیں ان کے اسرار
کی بدولت پاک کرے فقیر ولی اللہ بن عبدالرحیم
العمری الدہلوی عفا اللہ عنہ کی طرف سے آپ پر
سلام اور خدا کی رحمت و برکت ہو آپ نے جو اپنے
محب کی خیریت دریافت کی تھی سو خدا کا شکر ہے
کہ وہ خود اور اس کی اہل و اولاد خیریت سے ہے
اور آپ کے آباء کرام کے ذکر سے رطب اللسان ہے،
ان کی نعمتوں اور علمی اشاعتوں کا شکر ادا کرتا ہے
مجھے خدا سے امید ہے کہ وہ ان کی برکات کی وجہ سے
مجھے ہمیشہ محفوظ رکھے اور ان بلاد میں اس ضعیف
اور اس کی اولاد و اصحاب کے سبب سے ان کا ذکر
زندہ رکھے میں تم سے درخواست کرتا ہوں اور نبی
صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ دیتا ہوں کہ اپنی نیک
دعاؤں میں فراموش نہ کریں اگرچہ میں نے اس سے
پیشتر بہت سے خطوط آپ کی خدمت میں روانہ
کئے لیکن نہ تو آپ نے جواب سے معزز فرمایا نہ

مكاتيب كثيرة وما شرفتمونا بجواب و
لا كرمتمونا بسلام ولا كتاب وما
كان ذلك ظننا بكم والمسئول الآن
خلاف ما كان ان تكتبوا الجواب مع
ما حامل رقيمتنا هذه ومع كل جاء
يجيئنا من تلك المواضع المشرفة
وتخبرونا عن سلامتكم واولادكم و
اصحابكم والسلام۔

المكتوب السادس

من الشيخ العارف الى الشيخ وفد الله المالكي المكي

بسم الله الرحمن الرحيم الحمد لله وصلى
الله على سيدنا محمد و آله وسلم من الفقير
ولي الله بن عبد الرحيم العمري الدهلوي
عفى عنه سلام عليكم ورحمة الله وبركاته
اما بعد فالمامول من مكارم اخلاقكم ان تدعوا
لنا في مواضع الاجابة واوقاتها لديننا
ومعيشتنا واولادنا واصحابنا وقد
اخبرني ولدكم الشيخ حسين انكم
اجتمعتم في صغر سنكم بفريد عصره الشيخ
محمد بن العلاء البابلي قدس الله سره
فاجازكم بما تصح له روايته فان كان

سلام کتاب سے ممتاز کیا، حالانکہ میرا خیال
آپ کی نسبت ایسا نہ تھا اب میں بخلاف سابق
کے التماس کرتا ہوں کہ آپ اس رقیمہ کے حامل
کی معرفت جواب تحریر کرکے ارسال کریں اور ان
محترم مواضع سے ہر آنے والے کے ہاتھ سرفراز نامہ
بھیجیں اور اپنی اور اولاد کی سلامتی سے
مطلع کریں والسلام،

چھٹا خط

شیخ عارف باللہ مولانا ولی اللہ کا خط شیخ
وفد اللہ مالکی مکی کے نام۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ خدا کو سب تعریف ہے
اللہ تعالیٰ ہمارے سردار محمد اور ان کی آل پاک پر
رحمت وسلام نازل فرمائے۔ فقیر ولی اللہ بن عبدالرحیم
العمری الدہلوی کی طرف سے تم پر سلام اور خدا کی
رحمت وبرکات کے بعد واضح ہو کہ آپ کے عام اخلاق
و بزرگ عادات سے امید ہے کہ ہمارے دین و
معیشت اور اولاد و اصحاب کے لئے اپنے اجابت
کے اوقات و مواضع میں دعا کریں۔ مجھے آپ کے
فرزند رشید شیخ حسین سے معلوم ہوا ہے کہ آپ نے
کم سنی کے زمانہ میں فرید عصر شیخ محمد بن العلاء
بابلی قدس اللہ سرہ سے ملاقات کی ہے اور انہوں

المکتوب الثامن

من الشیخ عارف باللہ الی بعض خلانہ۔

ان الزمان قد تغیر وان المشرب قد تکدر ولیس کل تزیا تزین المسلمین مسلماً ولیس کل ما یدعیہ الانسان لنفسہ مسلماً فایاک وخمسۃ من الناس فانھم فی الحقیقۃ منزلۃ النسناس صوفی شاطح یحتال لرفع التکلیف ولا یقف فی مجاری امرہ عند التوقیف ومعقولی مجادل ینشر فتنۃ الشکوک والاوھام ولا ینقاد بقیاد العزیز العلام وفقیہ مخترج یستطیب لرجع علی اقوال المیتۃ ولا یتبع ما وضحہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم لامتہ وزاھد متقشف یتشدد فی دینہ کان لترخص لیس فی خزینۃ

فی الحال تمہارے پیش نظر ہیں ان میں زیادہ اہتمام نہ کرو تمام لوگوں میں بہتر وہ شخص ہے جو شکر یاد رکھے اور اپنے دعوی کو ثابت کرے والسلام۔

آٹھواں خط

شیخ عارف باللہ کی طرف سے بعض دوستوں کو۔

زمانہ کا رنگ بالکل بدل گیا ہے اور مذہب کا چشمہ نہایت مکدر ہو گیا ہے اور ہر پوشش جو مسلمانوں کو زینت و رونق دیتی ہے حقیقت میں اسلامی نہیں ہے اور ہر وہ چیز جس کی انسان اپنے لئے خواہش کرتا ہے کبھی اسپر کامیاب نہیں ہو سکتا۔ تم پانچ طرح کے لوگوں سے اپنے تئیں بچاؤ جو حقیقت میں انسناس کے منزلہ میں ہیں ایک بیحیا صوفی سے جو رفع تکلیف کے لئے حیلہ کرتا ہے اور اپنے مجاری امور میں توقف نہیں کرتا، دوسرا جھگڑالو معقولی جو شکوک واوہام کے فتنے پھیلاتا اور خدا کا منقاد و مطیع نہیں ہوتا ہے تیسرا فتنجی خو فقیہ جو مردہ اقوال پر خوش ہوتا اور جس کی نبی صلعم نے اپنی امت کے لئے توضیح کی ہے اس کی پیروی نہیں کرتا۔ چوتھا خشک زاہد جو دین میں اس درجہ سختی اور تشدد کرتا ہے کہ گویا اسے کسی بارے میں

الامر کذالک فھو اسناد عالی جدا
فالمرجو من جنابکم ان تشرحوا بالاجازۃ
مجملۃ ومفصلۃ وتخبرونا باسانیدکم
العالیۃ وفوائدکم المنتخبۃ ومسلسلاتکم
المتصلۃ لعل اللہ یجمعنی وایاکم فی
مقام صدق فی زمرۃ اولیائہ وحملۃ
سنۃ رسولہ صلعم والسلام۔

المکتوب السابع

من الشیخ عارف باللہ الی بعض اخوانہ
اخی ملازمۃ العلماء غنم ومجالس الرعاء
عزم اللہ اللہ فی مواظبۃ طاعاتہ و
الاھتمام بعباداتہ۔ اعلم ان الملاعبۃ
لا تورث الاحسرۃ وان المفاکھۃ لا تخلف
الاقسوۃ ایاک واضاعۃ اوقات فی
الدعۃ والبطالات والام تنکص
علی عقبیک ولا تھتم بما بین یدیک
واحسن الناس من اذا سمع وعی و
حقق ما ادعی والسلام۔

نے آپ کو اپنی تمام مرویات صحیحہ کی اجازت عنایت کی ہے
اگر حقیقت میں یہ واقعہ نفس الامری ہے تو وہ ایک
نہایت ہی اعلیٰ درجہ کی اسناد ہے مجھے آپ سے امید ہے
کہ مجمل و مفصل اجازت سے اس فقیر کو معزز و ممتاز کریں
گے اور اپنی اسناد عالیہ اور فوائد منتخبہ اور مسلسلات
متصلہ سے اطلاع دیں گے شاید خدا تعالیٰ مجھے
اور آپ کو مقاصد صدق میں اپنے اولیاء کے زمرہ
اور اپنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے
حاملین کے گروہ میں جمع کرے۔ والسلام

ساتواں خط

شیخ عارف باللہ کا خط بعض دوستوں کے نام
برادر من علماء کی ملازمت بہت غنیمت ہے۔ اور
عقلاء کی ہم نشینی عزم و استقلال محرک ہے
خدا تعالیٰ کی اطاعت پر ہمیشگی بہت کم یاب ہے
اور اس کی عبادات کے اہتمام سے اکثر حلقے خالی
ہیں واضح کہ کھیل کود میں مصروف رہنا بجز حسرت
کے اور کچھ واجب نہیں کرتا اور زیادہ خوش کلامی
سخت دلی پیدا کرتی ہے تم راحت و آسانی اور باطل
کاموں میں اپنے اوقات ضائع نہ کرو اپنے تئیں
ان مضرت اور ایذا رساں باتوں سے بچاؤ جو انجام
کار تمہاری طرف عود کرنے والی ہیں اور جو چیزیں

وغنی طاغ یتکلف زی الاعاجم
ویتداخل فی مضاربہ الحماجم
والسلام۔

المکتوب التاسع

من الشیخ العارف الشیخ ولی اللہ قدس
سرہ الی الشیخ محمد عاشق رحمۃ ربہ
بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ المنعم
المفضل الکریم المتعال علی جمیع نعمہ
ومن جملتھا سلامتکم ادام اللہ تعالی
عافیتکم ورزقکم ما تمنیتم من فضلہ
بل مالم یخطر علی قلب بشر وما
ذلک علی اللہ بعزیز وصل المکتوب
بعد مدۃ مدیدۃ ونحن معکم انشاء
اللہ حیث کنتم وقد قدر اللہ تعالی
فی ھذہ الایام ان نحرر قرۃ
العینین فی تفضیل الشیخین
بسط لائق بالمقام وقد تمت منہ خمسۃ
کراریس والتقدیر ان یکون قدیبا من عشرۃ
کراریس وقد من اللہ تعالی بجمع الھمۃ علی
تحریرہ والھم علوما مناسبۃ نسأل من

اجازت ہی حاصل نہیں۔ پانچواں سرکش مالدار جو
تکلف وبناوٹ کے ساتھ اور عجمیوں کی ہیئت
اختیار کرتا اور ان کے ہم نوالہ ہم پیالہ ہونے کو
دوست رکھتا ہے۔ والسلام

نواں خط

شیخ عارف جناب شیخ ولی اللہ کی طرف سے
شیخ محمد عاشق رحمہ اللہ کو۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اس منعم خدا کو تعریف ہے
جو فضل وکرامت کا مالک اور اپنی تمام نعمتوں پر بزرگ
ہے منجملہ ان نعمتوں کے ایک آپ کی سلامتی ہے
خداتعالیٰ آپ کو ہمیشہ عافیت سے رکھے اور تمہاری
آرزوئیں اپنے فضل سے برلادے بلکہ ان چیزوں
پر کامیاب کرے جن کا خطرہ بھی کسی آدمی کے دل پر
نہ ہوتا ہو اور یہ خدا کے نزدیک کچھ مشکل نہیں ہے
ایک زمانہ دراز کے بعد آپ کا خط آیا اور اگرچہ
بظاہر ہم تم سے دور ہیں لیکن حقیقت میں ہر جگہ
تمہارے ساتھ ہیں ہم ان دنوں میں خدا کی تقدیر
سے رسالہ قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین
ایک ایسے بسط کے ساتھ لکھ رہے ہیں جو اس کے مناسب
ہے گو اس کا اندازہ دس جزو کے قریب کیا گیا ہے
لیکن اب تک پانچ جزو کی تکمیل ہوئی ہے خدا کا

الله تعالى الاهتمام على هذا النهج
ولاحول ولاقوة الا بالله وقد
وصل الولد العزيز عبد الرحمٰن
مع اولاده بالخير والعافية وقد
تلقيناهم تلقيا حسنا وقرأ علي من
كتاب الفوز الكبير شيئا وعسى ان
يقرأ على هذا النمط حتى يختم انشاء
الله تعالى والسلام۔

المكتوب العاشر

من الشيخ الاستاذ العارف بالله
الشيخ ولي الله الى الفاضل العلامة
المخدوم معين الملة والدين
السندي طاب ثراه احسن الله
الى اخينا المكرم المعظم مخدومنا
المبجل جامع الكمالات سباق
الغايات وجعله كاسمه معينا
للسنة والدين امينا على خزائن
علم اليقين وعين اليقين اما

احسان ہے کہ اس نے اس رسالہ کی تحریر پر ہماری
ہمت جمع کردی اور اس کے مناسب علوم الہام کئے
ہم خدا تعالیٰ سے التماس کرتے ہیں کہ جس طرز روش
سے یہ شروع ہوا ہے اسی پر اس کا خاتمہ ہو اور
ہمیں بجز خدا کی مدد کے گناہ ولغزش سے بچنے اور
نیک کام کرنے کی قوت نہیں ہے مگر آنکہ فرزند رشید
عبدالرحمٰن مع اولاد کے بخیر وعافیت پہنچے اور ہم نے
ان سے بہت اچھی طرح ملاقات کی وہ آج کل ہم
سے فوز الکبیر پڑھ رہے ہیں کچھ حصہ تو پڑھ چکے
ہیں اور باقی کی نسبت امید ہے کہ اسی طرح کے
ساتھ پڑھ کر ختم کریں انشاء اللہ تعالیٰ والسلام

دسواں خط

شیخ استاد عارف باللہ شیخ ولی اللہ کا خط
فاضل علامہ مخدوم معین سندی کے نام۔

خدا تعالیٰ ہمارے مکرم ومعظم اور ہمارے محترم
وبزرگ مخدوم برادر پر نگاہ کرم رکھے جو تمام کمالات
کو جامع اور غایات میں سب سے آگے نکل جانے
والا ہے اور جیسا کہ اس کا نام ہے سنت ودین
کا معین ومددگار اور علم الیقین وعین الیقین کے خزانوں
پر امین مقرر کرے اس کے بعد فقیر ولی اللہ عفا اللہ عنہ
تمہیں سلام پہنچاتا اور اوقات مقبولہ میں تمہارے

بعد فالفقیر ولی اللہ عفی عنہ یسلم
علیکم ویدعو اللہ لکم فی الاوقات
المرجوۃ وقد استشرتمونی فی
الانتقال الی بندر سورت ثم
الانتقال منہ الی موضع آخر وانا
لا اعدل بحج بیت اللہ العظیم
وزیارت نبیہ الکریم علیہ الصلوۃ
والتسلیم شیئا فان اتفق الخروج
من الوطن بسبب من الاسباب
فلا ینبغی ان یقصد الاھذان
وقد اخبرتمونی عن قلت الزاد
فعلی اللہ توکلوا وبہ ثقوا والیہ
فوضوا انفق ولا تخش من ذی
العرش اقلالا واما عزم ترک
الرجوع الی الوطن فلا تستبدوا بہ
حتی یشرح اللہ صدرکم او صدر
رجل لاجلکم والحمد للہ اولا
واخرا۔

لئے دعا کرتا ہے۔ تم نے جو مجھ سے سورت کے بندر اور
پھر وہاں سے کسی اور مقام پر سفر کر جانے کی بابت
مشورہ لیا ہے تو گذارش یہ ہے کہ میں حج بیت اللہ
اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم
کی زیارت کے قصد سے کبھی باز نہیں رکھ سکتا
کیونکہ اگر کسی وجہ سے وطن سے نکلنے کا اتفاق
ہو جائے تو پھر ان دونوں متبرک مقامات کے علاوہ
اور کہیں کا قصد کرنا لائق نہیں ہے اور تم نے جو
قلت خرچ اور کمی زاد کی نسبت لکھا ہے تو خدا
پر بھروسہ کرو اور اپنی تمام مہمات کی باگ اسکے
ید قدرت میں دیدو۔ اور جملہ کام اسے سونپ دو
جو کچھ پاس رکھتے ہو خرچ کر ڈالو اور مال کے
تھڑ جانے کا اندیشہ نہ کرو۔ وطن کی طرف مراجعت
نہ کرنے پر جو تم نے عزم بالجزم کر لیا اس پر اصرار
وہٹ نہ کرو۔ حتی کہ خدا تعالیٰ تمہارا یا تمہارے
لئے کسی اور شخص کا سینہ کھولدے۔ اول و آخر
خدا کا شکر ہے۔

تصنیفات

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ

۱۔ فتح الرحمان فی ترجمۃ القرآن ۔ یہ قرآن مجید کا فارسی زبان میں ایک نہایت مختصر ترجمہ ہے ۔ آپ نے بڑے بڑے معرکۃ الآرا مضامین اور نہایت اہم اور دقیق مطالب چند مختصر اور گنتی کے الفاظ میں بڑی خوبصورتی اور جامعیت کے ساتھ ادا کئے ہیں

۲۔ فوز الکبیر شرح فتح الکبیر ۔ یہ فارسی زبان میں ایک بہت چھوٹا سا رسالہ ہے جو اصول تفسیر میں لکھا گیا ہے اس میں اصول تفسیر کے وہ اہم اور پیچیدہ مباحث ایسی مختصر اور سہل عبارت میں تحریر فرمائے ہیں کہ کم استعداد کے طلبہ بھی خاطر خواہ فائدہ اٹھا سکتے ہیں ۔

۳۔ فتح الخبیر ۔ یہ عربی زبان میں نہایت لاجواب رسالہ ہے قرآن مجید کے مشکل اور غریب لغات سہل اور متعارفہ الفاظ میں حل کیے گئے ہیں اور جابجا قرآنی آیات کی تفسیر جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح و مشہور احادیث اور صحابہ کرامؓ کے مستند اقوال سے کی گئی ہے ۔ یہ ایک ضروری کتاب ہے جس سے قرآن مجید کے معانی پڑھنے والے کو انتہا سے زیادہ مدد ملتی ہے

۴۔ مصفیٰ شرح مؤطا۔ فارسی زبان میں مؤطا امام مالکؒ کی نہایت عمدہ شرح لکھی ہے۔ حدیث کی تحقیقات اس تبحر و لیاقت سے کی ہے جس سے آپ کا مجتہدانہ کمال صاف نمایاں ہوتا ہے۔

۵۔ مسویٰ شرح مؤطا۔ یہ بھی مؤطا امام مالکؒ کی عجیب و غریب اور مستند شرح ہے۔ اس میں مؤلف موصوف نے اپنی خداداد قابلیت کا نہایت عمدہ کمال دکھایا ہے۔ یہ عربی زبان میں ہے۔

۶۔ حجۃ اللہ البالغہ۔ یہ ایک ضخیم عربی تصنیف ہے۔ اس کتاب میں حضرت شاہ صاحبؒ نے شریعت کے تمام اسرار کو بیان کیا ہے یہ بے نظیر کتاب اسلام کو سمجھنے میں نہایت عمدہ معاون ہے حکمت تشریح۔ حدیث۔ فقہ۔ تصوف۔ اخلاق اور فلسفہ وغیرہ جملہ علوم اس میں موجود ہیں۔ اس کا ترجمہ اردو میں حضرت علامہ ابو محمد عبدالحق صاحب حقانیؒ نے کیا تھا۔ جو طبع ہو چکا ہے۔

۷۔ انصاف فی بیان سبب الاختلاف۔ یہ ایک مختصر سا رسالہ ہے جو عربی میں تحریر کیا گیا ہے اس میں حضرت شاہ صاحبؒ نے تقلید و مجتہد کے اقسام بیان کئے ہیں اس کا اردو ترجمہ کشاف کے نام سے طبع ہو چکا ہے۔

۸۔ عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید۔ یہ بھی عربی زبان میں تحریر کیا گیا ہے۔ اس میں تقلید و اجتہاد کے احکام نہایت تفصیل کے

ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ اس کا اردو ترجمہ چھپ چکا ہے

۹۔ ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء۔ یہ ایک مبسوط عربی کتاب ہے جس میں مقام خلافت۔ خلفائے راشدینؓ کے فضائل و مناقب تفضیل حضرات شیخینؓ۔ صحابۂ کرام کے مراتب، خلفائے راشدینؓ کے کارنامے، امور خلافت سے متعلق تمام اہم اور معرکۃ الآراء مسائل پر مدلل بحث ہے۔

یہ کتاب حضرات خلفائے راشدینؓ کی بہترین سیرت اور بہترین تاریخ ہونے کے علاوہ بہت سے دینی امور و معارف کا خزانہ ہے اور اپنے موضوع میں بے نظیر ہے۔ اس کا اردو ترجمہ مولانا محمد عبدالشکور صاحب لکھنویؒ اور مولانا اشتیاق احمد صاحب نے کیا ہے جو شائع ہو چکا ہے۔

۱۰۔ قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین:۔ یہ فارسی تصنیف ہے اس میں حضرت شاہ صاحبؒ نے اول ایک ایسی کلی صفت بیان کی ہے جو افضلیت کا مدار علیہ ہے اس کے بعد یہ ثابت کیا ہے کہ یہ مخصوص صفت جس پر افضلیت کا دار و مدار ہے یہ وجہ کمال صرف حضرات شیخین حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کو حاصل تھی۔ حضرت عثمانؓ اور حضرت علی مرتضیٰؓ کے فضائل و خصائل بھی ذکر کئے ہیں۔ یہ ایک ایسی لاجواب اور بے مثل کتاب ہے جس کی مثال کتب متقدمین میں کہیں نہیں ملتی۔

۱۱۔ فیوض الحرمین۔ یہ حضرت شاہ صاحب کی عربی تالیف ہے جس میں علاوہ واقعات حرمین کے علم تصوف کی تحقیقات بہت

کچھ کی گئی ہے۔ اس کا اردو ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے۔

۱۲۔ الطاف القدس:۔ قیام حرمین محترمین کے دوران جو جو الہامات ہوئے ان کو ضبط تحریر میں لے لیا گیا ہے۔ یہ بہت مطالب خیز رسالہ ہے۔ فارسی زبان میں تحریر کیا گیا ہے۔

۱۳۔ الدر الثمین فی مبشرات النبی الکریم۔ یہ آپ کی عربی تالیف ہے۔ اس میں آپ نے اپنے عجیب وغریب حالات اور اپنے والد محترم مولانا شیخ عبدالرحیم صاحبؒ اور چچا جناب شیخ ابو الرضا محمدؒ صاحب کے وہ واقعات قلم بند کئے ہیں جو انھوں نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک سے حاصل کئے اپنے فن میں اپنی نظیر آپ ہے۔

۱۴۔ تاویل الاحادیث۔ یہ عربی زبان میں ہے۔ اس کتاب میں جناب شاہ صاحبؒ نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارک تک کے تمام انبیاء علیہم السلام کے قصص بیان کئے ہیں جن کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے اور اس کے ساتھ ہی ان حوادثات کے وجوہ بطریق رموز بیان کئے ہیں جو انھیں پیش آئے۔

۱۵۔ انفاس العارفین۔ یہ آپ کی فارسی تالیف ہے۔ اس کتاب کے چند حصے ہیں۔ پہلے حصہ میں حضرت شاہ صاحبؒ نے اپنے والد حضرت شیخ عبدالرحیم صاحبؒ کے علمی حالات، باطنی تصرفات وکرامات، ملفوظات ومکتوبات، غرضیکہ ابتدائے زمانہ سے تاریخ وفات تک کے تمام واقعات بطریق اجمال ذکر کئے ہیں۔ دوسرے

حصہ میں اپنے عم بزرگوار شیخ ابوالرضا محمدؒ کے ابتدائی حالات اوران کے عام اخلاق و عادات اور تصرفات و اشراقات اور ملفوظات معرفت سمات مکتوبات و مسودات اور انتقال وغیرہ کے حالات کسی قدر بسط و شرح کے ساتھ تحریر کئے ہیں۔
تیسرے حصہ میں اپنے اجداد عظام کا ذکر کیا ہے اور کچھ ان علماء حرمین محترمین کا بیان ہے جن سے آپ کو سند سلوک حاصل ہوئی تھی خاتمہ کتاب میں خود اپنے حالات نہایت اختصار کے ساتھ ذکر کئے ہیں یہ ایک نہایت عجیب و غریب کتاب ہے۔

۱۶۔ شرح رباعیتین۔ حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ کی دو رباعیوں کی فارسی شرح ہے۔ اثنار شرح میں ان مصطلح رموز و نکات کو بیان کیا ہے جن پر تصوف کے سمجھنے کا دارومدار ہے۔

۱۷۔ قصیدۃ الحبیب المنعم فی مدح سید العرب والعجم۔ عربی زبان میں ایک بڑا قصیدہ نظم کیا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آپکی بے انتہا محبت کا بین ثبوت ہے۔

۱۸۔ سطعات۔ سلوک و تصوف سے متعلق فارسی تالیف ہے۔ اس رسالہ میں طلسم الہی اور اصطلاحات صوفیہ کا ذکر ہے اور تصوف کے رموز و اشارات کی توضیح ہے۔ یہ ایک نہایت ہی مفید اور منفعت بخش کتاب ہے۔

۱۹۔ انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ۔ اس کتاب میں اولیاء اللہ کے

حالات و واقعات مذکور ہیں۔ یہ فارسی زبان میں لکھی گئی ہے۔

۲۰۔ چہل حدیث۔ اس چھوٹی سی کتاب میں شاہ صاحبؒ نے وہ حدیثیں جمع کی ہیں جو اسلام کی مدار علیہ ہیں۔ آپ نے نہایت مختصر مختصر حدیثیں جو ہر شخص کے لحاظ سے مفید اور سود مند ہیں درج کی ہیں۔

۲۱۔ فیوض الحرمین۔ اس کتاب میں شاہ صاحبؒ نے وہ مسائل درج کئے ہیں جو آپ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک سے حل کئے ہیں یہ کتاب بھی باوجود قلیل الحجم ہونے کے ان گنت مسائل سے لبریز اور مطالب سے پر ہے۔

۲۲۔ ہوامع شرح حزب البحر۔ یہ فارسی تالیف ہے۔ اس کتاب میں حزب البحر کی بڑے عجیب انداز سے شرح کی ہے زکوٰۃ کا طریقہ اور ہر فقرے فقرے کے مطلب کے لئے جدا جدا پڑھنے کا قاعدہ اور اعتصام و احتشام پڑھنے کی ممانعت اور ان کی وجہ بیان کی ہے۔ غرض کہ یہ کتاب عاملوں کی روح اور حاجت مندوں کی جان ہے۔

۲۳۔ حسن العقیدہ۔ عقائد سے متعلق عربی رسالہ ہے۔

۲۴۔ سرور المحزون۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مختصر سیرت جو فارسی میں تحریر کی گئی ہے۔ اس کا اردو ترجمہ خلیفہ محمد عاقل صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے جو عام فہم ہے

۲۵۔ سیر الامین المامون۔

۲۶۔ قول الجمیل۔ تصوف و سلوک کتاب ہے جو عربی میں لکھی

گئی ہے اس کا اردو ترجمہ بھی چھپ چکا ہے۔

۲۷- ارشاد الی مہمات علم الاسناد- عربی تصنیف ہے جو علم اسناد سے متعلق تحریر کی گئی ہے۔

۲۸- تراجم بخاری- یہ علم الحدیث سے متعلق عربی تالیف ہے۔

۲۹- فیما یجب حفظ للناظر- عربی تالیف جو علم الحدیث سے متعلق ہے

۳۰- انسان العین فی مشائخ الحرمین- مشائخ حرمین کا فارسی زبان میں تذکرہ تحریر فرمایا ہے یہ وہ لوگ ہیں جن سے شاہ صاحب نے ملاقات فرمائی یا ان سے مختلف حیثیتوں سے استفادہ فرمایا۔

۳۱- امداد فی ماثر الاجداد- شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے اپنے اکابر اور خاندانی بزرگوں کے حالات فارسی زبان میں قلم بند فرمائے ہیں

۳۲- بندۃ الابریز فی طبقۃ العزیزیہ۔

۳۳- عطیۃ الصمدیۃ فی الانفاس المحمدیہ۔

۳۴- وصیت نامہ- یہ فارسی زبان میں ہے- اس کا اردو ترجمہ بھی ہو چکا ہے۔

۳۵- مکتوبات مع فضائل ابو عبداللہ اسمٰعیل البخاریؒ- فارسی۔

۳۶- فیض عام- فارسی تالیف ہے- متفرقات۔

۳۷- مکتوب المعارف- تصوف سے متعلق فارسی زبان میں ہے

۳۸- رسالہ مکتوب مدنی- فارسی میں تصوف کی کتاب ہے۔

۳۹- ہمعات- فارسی تالیف ہے- مسائل تصوف کو بیان فرمایا گیا ہے- اس کا اردو ترجمہ چھپ چکا ہے۔

۴۰۔ لمعات ۔ فارسی تالیف ہے یہ بھی تصوف کی کتاب ہے اس کا اردو ترجمہ چھپ چکا ہے ۔

۴۱۔ خیر کثیر ۔ فارسی تالیف ہے ۔ اس کا اردو ترجمہ ہو چکا ہے

۴۲۔ شفاء القلوب ۔ فارسی تالیف ہے ۔ فن تصوف میں ہے ۔

۴۳۔ بدور البازغہ ۔ فارسی میں تحریر کی گئی ہے ۔ فن تصوف کی کتاب ہے اس کا بھی اردو ترجمہ ہو چکا ہے ۔

۴۴۔ زہراوین ۔ فارسی تالیف ہے جو تصوف سے متعلق ہے ۔

۴۵۔ رسائل تفہیمات ۔ فن تصوف میں فارسی تالیف ہے ۔

۴۶۔ انتباہ فی اسناد حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ علم الحدیث سے متعلق عربی تصنیف ہے ۔

۴۷۔ المقدمۃ السنیہ ۔ علم عقائد سے متعلق عربی تالیف ہے ۔

۴۸۔ المقالۃ الوضیہ ۔ وصیت سے متعلق کتاب ہے ۔

۴۹۔ فتح الودود معرفۃ الجنود ۔ علم الخلائق سے متعلق عربی تالیف ۔

۵۰۔ مسلسلات ۔ علم اسناد سے متعلق عربی تالیف ۔

۵۱۔ عوارف ۔ تصوف وسلوک پر عربی تصنیف ہے اس کا اردو ترجمہ چھپ چکا ہے ۔

۵۲۔ مکاتیب ۔ عربی ۔ علم انشاء کا کمال ان مکاتیب سے ظاہر ہوتا ہے ۔

ان تصانیف کے علاوہ بھی شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی بہت سی تالیفات تھیں زیور طبع سے آراستہ نہ ہو سکیں ۔ اور اب تقریباً معدوم ہو چکی ہیں ۔

شیخ محمدؒ محدث دہلویؒ

(بن شاہ ولی اللہؒ)

عام طور پر مورخین شاہ ولی اللہ صاحب کے چار صاحبزادوں کا ذکر کرتے ہیں حالانکہ آپ کے پانچ صاحبزادے اور ایک صاحبزادی امۃ العزیز تھیں۔ جن کا عقد شاہ محمد عاشق کے صاحب زادے سے ہوا تھا (تذکرۃ الرشید)

سب سے بڑے صاحبزادے شاہ محمد محدث دہلوی تھے، مولوی محمد محسن ترہتی اپنی تالیف الیانع الجنی (تالیف ۱۲۸۰ھ میں لکھتے ہیں۔

وکان لعبد العزیز اخ اقدم منہ سنا اسمہ محمد وکان اخاہ لابیہ اخذ عن ابیہ وھو ایضا قد یم الوفاہ رحمہ اللہ تعالی۔ (الیانع الجنی ص۷۶)

شاہ عبدالعزیز صاحب کے ایک بھائی تھے جو ان سے عمر میں بہت بڑے تھے ان کا نام محمدؒ تھا۔ وہ ”شاہ صاحب کے اخیافی بھائی تھے اور ان کی وفات بھی شاہ صاحب سے بہت پہلے ہوئی تھی ان پر اللہ کی رحمت ہو۔

مولانا عاشق الٰہی میرٹھی تحریر فرماتے ہیں۔

شاہ ولی اللہ کے پانچ صاحبزادے تھے۔ ایک پہلی بیوی کے مولوی شیخ محمدؒ ..... مولوی شیخ محمدؒ لاولد گئے (تذکرۃ الرشید ص۳)

شاہ ولی اللہ کی شادی اپنی ماموں زاد بہن شیخ عبید اللہ کی صاحبزادی سے ۱۱۳۲ھ میں ہوئی تھی۔ انہی کے بطن سے شاہ محمد پیدا ہوئے تھے۔ شاہ صاحب کی کنیت اسی بنا پر ابو محمد تھی "الارشاد" کے سرورق پر شاہ صاحب کا مکمل اسم گرامی یوں تحریر ہے۔

"ابو محمد احمد بن عبد الرحیم المدعو بہ شاہ ولی اللہ الدھلوی"

اس کتاب کے صد۲ پر تحریر ہے۔

ولہ ولد قبل مولانا عبد العزیز مسمی بہ محمد فکنی بابی محمد"

شاہ عبد العزیز سے بڑے آپ کے ایک صاحبزادہ محمد تھے اس لئے آپ کی کنیت ابو محمد ہے۔

مولوی سید ظہیر الدین احمد ولی اللہی نے جو اس خانوادے کے ایک فرد تھے۔ انھوں نے تاویل الاحادیث کے آخر میں شاہ صاحب کے حالات تحریر کئے ہیں، وہ لکھتے ہیں :-

"شاہ (ولی اللہ) صاحب کا پہلا عقد شیخ عبید اللہ صاحب پھلتی کی صاحبزادی اور شیخ محمد عاشق پھلتی کی بہن کے ساتھ ۱۴ سال کی عمر میں ہوا تھا۔

صاحب نزہۃ الخواطر مولوی عبد الحئی صاحب نے ۱۳۱۲ھ میں دہلی اور اس کے اطراف کا سفر کیا تھا۔ دہلی میں ان کی ملاقات سید ظہیر الدین احمد سے ہوئی جنہوں نے انہیں بتایا تھا کہ :-

شاہ صاحب کی بھی دو شادیاں ہوئی تھیں پہلی پھلت میں ہوئی

.... ان سے ایک صاحبزادے ہوئے.. شیخ محمدؒ صاحب

(دہلی اور اس کے اطراف ص۶۵)

شیخ محمدؒ کی تعلیم وتربیت شاہ صاحب ہی کی نگرانی میں ہوئی تھی انھوں نے علوم دینیہ کی تکمیل اپنے والد ماجد ہی سے کی تھی شاہ عبدالعزیز نے شمائل ترمذی اپنے ان بڑے بھائی کی قرأت ہی سے پڑھی تھی مولوی عبدالحی جنہوں نے ان کے ترجمہ کے لئے "شیخ العالم المحدث" کا عنوان قائم کیا ہے۔ لکھتے ہیں وقرء شمائل ترمذی سماعا علیہ بقراءۃ اخیہ الشیخ محمد"

(نزہۃ الخواطر جز سادس ص۲۲۸)

شاہ عبدالعزیز نے شمائل اپنے باپ سے اپنے بھائی شیخ محمدؒ کی قرأت سے پڑھی تھی۔

شیخ محمدؒ غالباً شاہ ولی اللہ کی دوسری شادی کے بعد پھلت منتقل ہوگئے تھے۔ مولوی سید ظہیرالدین احمدؒ کا بیان ہے کہ:۔

وہ ہمیشہ پھلت ہیں رہے" (دہلی اور اس کے اطراف ص۶۵)

لیکن مولوی عبدالحی لکھتے ہیں۔ وانتقل بعد وفات ابیہ الی بڈھانہ فسکن بھا مات سنۃ ثمان ومائتین والف فدفن فی الجامع الکبیر بقریۃ بڈھانہ،

(نزہۃ الخواطر ج ۶ ص۲۲۸)

اپنے والد کی وفات کے بعد بڈھانہ منتقل ہوگئے اور وہیں رہے ۱۲۰۸ھ میں وصال ہوا اور بڈھانہ کی جامع مسجد کے متصل دفن کئے گئے

بڈھانہ اور پھلت ضلع مظفر نگر (یو،پی) کے دو گاؤں ہیں، شاہ ولی اللہؒ کا مولد و ننہال بھی پھلت ہے شاہ صاحبؒ کے چھوٹے بھائی شاہ اہل اللہ کا مزار بھی یہیں ہے پھلت میں آج بھی وہ کمرہ موجود ہے جسمیں شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی ولادت ہوئی تھی۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ
ابن شاہ ولی اللہ دہلویؒ

پیدائش حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ۱۱۵۹ھ میں پیدا ہوئے غلام حلیم تاریخی نام ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی زوجہ اولیٰ سے ایک صاحبزادے شیخ محمد محدثؒ تھے اور دوسری زوجہ سے چار صاحبزادے تھے جن میں سب سے بڑے شاہ عبدالعزیزؒ تھے۔

تعلیم حفظ قرآن کے بعد آپ نے تعلیم زیادہ تر اپنے والد ماجد سے پائی اور کچھ تعلیم حضرت شاہ محمد عاشق پھلتیؒ اور حضرت شاہ نور اللہؒ بڈھانوی سے بھی حاصل کی۔ منجانب اللہ ذہانت، ذکاوت اور غیر معمولی حافظہ عطا ہوا تھا۔ ۱۵ سال کی عمر میں اپنے والد کے سامنے ہی تمام علوم وفنون مروجہ سے فارغ ہو گئے تھے اور اسی زمانے سے پڑھانا شروع کر دیا تھا۔

بیعت اپنے والد ماجد سے تمام سلاسل میں بیعت ہوئے اور تھوڑے ہی عرصے میں میدان سلوک طے کر لیا، ۱۶ سال کے تھے کہ والد ماجد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے تمام خلفاء کی موجودگی میں آپ ہی قائم مقام اور سجادہ نشین بنا دئے گئے اور اپنے چھوٹے بھائیوں مولانا شاہ رفیع الدینؒ۔ شاہ عبدالقادرؒ اور شاہ عبدالغنیؒ کی تعلیم و تربیت کا کام آپنے بحسن وخوبی انجام دیا۔

نکاح واولاد آپ کا نکاح شاہ نوراللہ صدیقی بڈھانوی کی صاحبزادی سے ہوا جن سے ایک صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں پیدا ہوئیں۔ صاحبزادے کا نام احمد تھا جیسا کہ بیاض رشیدی کے ایک مکتوب سے ظاہر ہوتا ہے۔ ان کا انتقال بچپن ہی میں ہوگیا تھا۔ سب سے بڑی صاحبزادی حضرت شاہ رفیع الدین کے بڑے صاحبزادے مولانا محمد عیسیٰؒ کے عقد نکاح میں آئیں۔ دوسری صاحبزادی شیخ محمد افضل فاروقیؒ سے منسوب ہوئیں جن کے دو صاحبزادے حضرت شاہ محمد اسحاقؒ اور شاہ محمد یعقوبؒ تھے۔ اول الذکر ۱۱۹۷ھ میں اور ثانی الذکر ۱۲۰۰ھ میں پیدا ہوئے۔ تیسری صاحبزادی حضرت مولانا محمد عبدالحی بڈھانوی کی زوجہ تھیں۔ مولانا عبدالحیؒ شاہ نوراللہ کے پوتے اور شاہ عبدالعزیزؒ کی زوجہ محترمہ کے حقیقی بھتیجے تھے۔ غالباً ان تیسری صاحبزادی سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ مولانا عبدالحی کی ایک دوسری زوجہ کے بطن سے مولانا عبدالقیوم محدث بڈھانویؒ ثم بھوپالی تھے۔ مولانا عبدالقیوم محدثؒ حضرت شاہ محمد اسحاق محدثؒ کے داماد تھے۔ مولانا عبدالقیوم کی ایک صاحبزادی تھیں اور دو صاحبزادے مولانا محمد یوسف اور میاں محمد ابراہیم تھے۔ مولانا ذوالفقار احمد صاحب بھوپالیؒ الروض الممطور میں لکھتے ہیں کہ "مولوی محمد یوسفؒ مثل اپنے والد ماجد مرحوم کے درس حدیث میں مشغول رہتے ہیں۔ نہایت صالح متدین ہیں۔"

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا ایک الہام یا آگاہ

نواب صدیق حسن خاں مرحوم نے اتحاف النبلاء میں بجوالہ قول جلی رسوانح شاہ ولی اللہ مرتبہ شاہ محمد عاشق پھلتیؒ لکھا ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ نے فرمایا کہ "ہمیں آگاہی دی گئی ہے کہ یہ لڑکے جو ہمیں لطفِ الٰہی سے عطا ہوئے ہیں

سب سعید ہیں۔ ایک نوع کی ملکیت ان میں ظہور کرے گی۔ تدبیر غیب تقاضا کرتی ہے کہ دو شخص اور پیدا ہوں جو مکہ و مدینہ میں سالہا احیاء علوم دین اور حجاز میں وطن اختیار کریں۔ ماں کی طرف سے ان کا نسب ہم تک پہونچے گا۔ آدمی زادہ ماں کی طرف میلان طبعی رکھتا ہے اس لئے اپنے ماں کے وطن کو چھوڑ کر کسی اور جگہ منتقل ہو۔ یہ بات بظاہر بالطبع مشکل نظر آتی ہے مگر ہاں قسر قاسر سے (کسی وجہ سے) ایسی صورت پیدا ہو جائے تو دوسری بات ہے۔" اس ملفوظ کو تحریر کرنے کے بعد نواب صاحب فرماتے ہیں کہ "مصداق اس آگاہی کا وجود ہر دو نواسۂ شاہ عبدالعزیز دہلوی قدس سرہٗ کا ہے، یعنی مولانا محمد اسحٰق (م ۱۲۶۲ھ) اور مولانا محمد یعقوب (م ۱۲۸۲ھ) رحمہما اللہ تعالیٰ کہ دہلی سے (۱۲۵۸ھ میں) ہجرت کرکے ان دونوں نے مکہ مکرمہ میں اقامت فرمائی اور سالہا اہل عرب و عجم میں روایت حدیث شریف کو زندہ کیا لیکن اس وقت یہ خاندان علم و کمال تمامہا ختم ہو گیا اور کوئی ان میں سے باقی نہ رہا یفعل اللہ ما یشاء و یحکم ما یرید۔

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کے تلامذہ

آپ کے اجازت یافتہ تلامذہ اور خلفاء و مریدین کا حلقہ یقیناً بہت وسیع ہوگا۔ تذکرۂ علماء ہند، نزہۃ الخواطر، عمدۃ الصحائف مولفہ مولوی عبدالکریم حنفی قادری، سراج العوارف مؤلفہ شاہ ابوالحسین احمد نوری مارہروی تذکرۃ الکرام (تاریخ امروہہ) تذکرہ مشاہیر کاکوری اور بعض دیگر تذکروں کی مدد سے حسب ذیل تلامذہ کی فہرست تیار کر چکا ہوں۔ یقیناً یہ بہت کم ہیں۔ مگر اس میں مشاہیر تلامذہ ایک حد تک سب آگئے ہیں۔ ان میں سے بہت سے

وہ حضرات ہیں جن کی مستقل سوانح عمریاں لکھی جانی چاہئیں۔

(۱ و ۲ و ۳) ہر سہ برادران گرامی قدر (۴ و ۵) ہر دو نواسے (۶) مولانا شاہ محمد اسمٰعیل شہید دہلوی برادر زادہ (۷) مولانا مخصوص اللہؒ ابن شاہ رفیع الدین دہلویؒ (۸) مولانا عبدالحیؒ بڈھانویؒ (۹) شاہ غلام علی مجددی دہلویؒ (۱۰) شاہ ابوسعید مجددی رامپوری ثم دہلویؒ (۱۱) مولانا شاہ احمد سعید مجددیؒ ابن شاہ ابوسعید مجددیؒ (۱۲) مفتی الٰہی بخش کاندھلویؒ (۱۳) مولانا سید قطب الہدےٰ احسنی ساکن رائے بریلی (۱۴) مولانا رؤف احمد رافت مجددی رامپوریؒ۔ (۱۵) مولانا حسین احمد محدث دہلویؒ (۱۶) مرزا حسن علی صغیر محدث لکھنویؒ (۱۷) مولانا حیدر علی رامپوریؒ (۱۸) مولانا حیدر علی فیض آبادیؒ مؤلف ازالۃ الغین و منتہی الکلام (۱۹) مولانا سید احمد علی بجنوریؒ (۲۰) مولانا سلامت اللہ کشفی بدایونی ثم کانپوری (۲۱) مولانا ثناء الدین احمد بدایونی (۲۲) مولانا شاہ سید آل رسول برکاتی مارہروی (۲۳) اخوند حافظ عبدالعزیز قادری دہلوی (۲۴) مولانا فضل حق خیرآبادی (۲۵) مولانا رشید الدین خاں دہلویؒ (۲۶) مولانا کریم اللہ دہلویؒ (۲۷) مولانا محبوب علی دہلویؒ (۲۸) مولانا سید محمد اسحٰق بن سید محمد عرفانؒ رائے بریلی۔ (۲۹) مولانا عبدالخالق دہلویؒ (۳۰) مولانا غلام جیلانی رفعت رامپوریؒ (۳۱) مولانا کرم اللہ محدث دہلویؒ (م ۱۲۵۲ھ) (۳۲) شیخ قمر الدین حسینی سونی پتی (۳۳) مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادی (۳۴) مولانا غلام محی الدین بگویؒ (۳۵) حافظ غلام علی چڑیا کوٹی (۳۶) مولانا محمد شکور مچھلی شہری (۳۷) مولانا سید جلال الدین برہان پوریؒ (۳۸) مولانا سید آل حسن قنوجیؒ (نواب صدیق حسن خاں کے والد ماجد) (۳۹) شاہ رحمٰن بخش چشتی امروہیؒ ابن حضرت شاہ عبدالباری صدیقی چشتی (۴۰) مولانا سید رمضان علی امروہیؒ (۴۱) مولانا نجابت

حسین ساکن محلہ قاضی ٹولہ بانس بریلی (یہ نام زبانی روایت کی بنا پر درج کیا گیا ہے) (۴۲) شیخ فضل حق عرف غلام میاں ساحر علوی کاکوروی (۴۳) مفتی صدر الدین آزردہ (۴۴) مولانا شاہ ظہور الحق قادری پھلواروی (آپ نے مکاتبۃً حضرت شاہ عبد العزیزؒ سے اجازت حدیث حاصل کی کما فی نزہتہ الخواطر)

مولوی ببر علی دہلوی و مولوی دھومن سہارنپوری | مؤلف تذکرۂ علمائے ہند نے لکھا ہے کہ یہ دونوں حرف شناس بھی نہ تھے (اُمّی تھے) حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ کی صحبت میں رہتے تھے قوت حافظہ ایسی تھی کہ جو کچھ شاہ صاحب سے سنتے تھے لفظ بہ لفظ یاد رکھتے تھے۔ حضرت شاہ صاحب کی زبان سے قرآن مجید کا وعظ بارہا سن چکے تھے۔ اگر کوئی کہتا کہ کچھ فرمایئے کہتے کہ قرآن کی کوئی آیت پڑھو اگر پڑھنے والا غلط پڑھتا تو تصحیح کرتے اور اس کا ترجمہ کرکے تفصیل و تشریح کرتے تھے۔ مفتی اسد اللہ الٰہ آبادی مرحوم فرماتے تھے کہ ایک دفعہ میں دہلی گیا اُس زمانے میں ببر علی زندہ تھے ان کے اوصاف سن کر میں ان کی ملاقات کا مشتاق ہوا، نمازِ جمعہ شاہجہانی جامع مسجد میں ادا کی، نماز کے بعد مجلس وعظ منعقد ہوئی بعض لوگوں نے کہا یہی مولوی ببر علی ہیں جو وعظ کہہ رہے ہیں میں نے نہایت توجہ سے ان کا وعظ سنا جتنا ان کا وعظ سُنا تھا اس سے زیادہ ان کو پایا۔ وعظ سے جب فارغ ہوگئے تو میں نے سلام و مصافحہ کیا اور ایک آیت کا مطلب دریافت کیا، انھوں نے برجستہ اس کا مطلب بیان کیا اور میرے اشکال کو بھی دور کر دیا ؏ صحبتِ صالح ترا صالح کند۔

(ملخص از ترجمہ تذکرۂ علمائے ہند مرتبہ ایوب قادری)

اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت شاہ عبد العزیزؒ کے فیض صحبت سے خواص تو خواص عوام بھی کس قدر متاثر ہوئے تھے۔

تصانیف حضرت شاہ عبد العزیزؒ کی تصنیف و تالیف میں جو کتب شائع ہو چکی ہیں یا جو موجود اور مشہور ہیں ان کی فہرست نزہۃ الخواطر اور حیات ولی سے اخذ کر کے پیش کرتا ہوں۔ ان کے علاوہ بھی نہ معلوم کتنا ذخیرۂ تالیف اور ہوگا جو انقلاب زمانہ اور غفلت سے تلف ہو گیا۔ ان کتابوں میں سے ہر ایک پر ایک مفصل تبصرہ کیا جا سکتا ہے۔ فی الحال فہرست اور اجمالی تعارف پر اکتفا کرتا ہوں۔

(۱) آپ کی مشہور تالیف تفسیر فتح العزیز ہے جو کہ تفسیر عزیزی بھی کہلاتی ہے۔ اس تفسیر کو ایسے زمانے میں جب کہ مرض کا شدید غلبہ تھا املا لکھوایا تھا۔ یہ کئی جلدوں میں تھی۔ اس کا اکثر حصہ ہنگامہ ۱۸۵۷ء میں ضائع ہو گیا۔ اول و آخر کی صرف دو جلدیں دستیاب ہوئیں۔ جو شائع ہو چکی ہیں اور ان کا اردو میں ترجمہ بھی ہو گیا ہے۔

(۲) تحفۂ اثنا عشریہ، علم کلام میں ایک زبردست علمی شاہکار ہے فرقہ امامیہ کی پوری حقیقت اور ان کے اعتراضات کے مکمل جواب ہیں۔ قرآن و حدیث کے مطالب اور تاریخ و سیرت کے بہت سے گوشے اس کے مطالعے کھلتے ہیں۔ لفظ چراغ سے ان کی تصنیف کا سال ۱۲۰۴ھ نکلتا ہے مولوی اسلمی مدراسی نے اس کا عربی میں بھی ترجمہ کر دیا تھا۔ خود حضرت شاہ صاحب نے ایک مجلس میں تحفۂ اثنا عشریہ کا ذکر آنے پر فرمایا کہ ایک شخص نے اس کتاب کے بارے میں لکھا تھا "ھذا الکتاب لو بیع ذھبًا لکان البایع مغبونًا" (یعنی یہ کتاب ایسی ہے کہ اگر اس کے برابر سونا لے کر اس کو فروخت کیا جائے تب بھی بیچنے والا خسارہ میں رہے گا۔)

(۳) بستان المحدثین۔ اس میں کتب حدیث کی فہرست ہے اور ان

کے مدونین وجامعین کے شرح وبسط کے ساتھ سوانح ہیں۔ بے نظیر کتاب ہے اس کا اردو ترجمہ مولانا عبدالسمیع صاحبؒ دیوبندی مدرس دارالعلوم دیوبند نے کیا تھا

(۴) عجالۂ نافعہ۔ فارسی زبان میں اصول حدیث میں مختصر اور بڑا جامع ونافع رسالہ ہے اور اس کا بھی اردو ترجمہ ہوگیا ہے۔

(۵) میزان البلاغۃ، علم البلاغۃ میں ایک عمدہ متن ہے۔ اس کو غالباً سب سے پہلے قاضی بشیرالدین صدیقی میرٹھی مرحوم نے مفتی عزیزالرحمن صاحب نقشبندی دیوبندیؒ کے حاشیے کے ساتھ اپنے مطبع مجتبائی میرٹھ میں شائع کیا۔

(۶) میزان الکلام۔ علم کلام میں ایک عمدہ متن ہے۔

(۷) سرالجلیل فی مسئلۃ التفضیل۔ یہ رسالہ علٰحدہ بھی شائع ہوا ہے اور فتاوٰی جلد دوم میں شامل ہو کر بھی۔

(۸) عزیزالاقتباس۔ خلفائے راشدین کے فضائل میں ہے۔

(۹) سرالشہادتین۔ شہادت حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کے بارے میں ایک مختصر رسالہ ہے۔ مگر حضرت شاہ صاحبؒ کی طرف اس کی نسبت میں بعض کو کلام ہے۔

(۱۰) رسالہ فی الانساب۔

(۱۱) رسالہ فی الرؤیا۔

(۱۲) حواشی جو منطق اور حکمت کی کتابوں پر ہیں۔

(۱۳) فتاوٰی۔ یہ مطبع مجتبائی میں دو جلدوں میں شائع ہوچکے ہیں۔ ان کا اردو میں ترجمہ بھی شائع ہوچکا ہے۔ فتاوٰی کے ساتھ پانچ چھ رسائل بھی

شائع ہوئے ہیں جو بہت اہم ہیں۔

ان کتابوں کے ساتھ ساتھ حاجی رفیع الدین فاروقی مراد آبادیؒ کی کتاب "اسولۃ واجوبۃ" کے جوابات کو بھی حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کی تالیف قرار دینا چاہئے۔ یہ کتاب جہاں تک مجھے معلوم ہے کتب خانۂ دارالعلوم ندوہ لکھنؤ، کتب خانہ مظاہر علوم سہارنپور، کتب خانہ مسلم یونیورسٹی علیگڑھ اور کتب خانہ قاضی شہر رامپور میں موجود ہے۔ حاجی رفیع الدین مراد آبادیؒ اس کتاب کے دیباچے میں جو تحریر فرماتے ہیں اس کا ترجمہ ذیل میں درج ہے۔ اصل عبارت دیباچہ کتب خانہ دارالعلوم ندوۃ سے نقل کی گئی تھی،

"حضرت شاہ عبدالعزیزؒ سلمہ اللہ تعالیٰ نے ایک تفسیر تالیف کی ہے جسکا نام فتح العزیز ہے ابھی اس کے مسودات بیاض کی منزل تک نہیں پہونچے ہیں۔ یوں تو اس میں تحقیقاتِ بسیار اور لطائف بے شمار تحریر ہوئے ہیں۔ مگر پانچ (۵) علوم پر خصوصیت سے کی گئی ہے۔

(۱) سورتوں کے عنوانات اور اجمالاً ہر سورۃ کا مضمون۔ (۲) بعض آیات کا بعض کے ساتھ ربط۔ (۳) تشابہات القرآن۔ (۴) نصوص و احکام قرآنی کے اسرار۔ (۵) لطائف نظم قرآن۔

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کی مجالسِ درسِ قرآن

مشہور مناظر و متکلم حضرت مولانا سید حیدر علی فیض آبادیؒ نے اپنی معرکۃ الآرا کتاب ازالۃ الغین کے مقالۂ تاسعہ میں حضرت شاہ صاحب کی مجالسِ درسِ قرآن کا آنکھوں دیکھا حال تحریر فرمایا ہے۔ ذیل میں اس کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔

"علامہ دہلوی حضرت شاہ عبدالعزیزؒ روز جمعہ سہ شنبہ کو مجلس وعظ

اپنے مدرسے میں منعقد کرتے تھے۔ مشتاقین وہاں جمع ہوتے تھے اور یہ وعظ کافی دیر تک ہوتا تھا۔ علماء کرام تفسیر بیضاوی، تفسیر نیشاپوری، کشاف اور دیگر تفاسیرِ مشکلہ اپنے سامنے رکھتے تھے اور سمجھ لیتے تھے کہ اس وقت فلاں اشکال کو فلاں تفسیر میں سے حل فرمایا گیا ہے۔ میں نے بارہا یہ دیکھا کہ جس شخص کے دل میں کسی قسم کا اعتراض یا شبہ آتا تھا آپ کی تقریر سے وہ شخص مطمئن ہو جاتا تھا۔ آپ کے فیض صحبت سے اکثر غیر مسلم مسلمان ہو جاتے اور شک و تردد والے قوت اعتقاد حاصل کرتے تھے۔ فقیر کا سفر دہلی محض تحقیق مذہب کے سلسلے میں ہوا تھا۔ جب اس بابرکت صحبت میں التزام کے ساتھ رہا تو تمام شکوک و اوہام ختم ہو گئے۔

آخری درسِ قرآن حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا آخری درسِ قرآن اِعْدِلُوا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی کی تفسیر تھا۔ یہاں سے شاہ عبدالعزیز نے شروع کی اور ان کا آخری درس اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ کی تفسیر تھا۔ اس سے آگے کو حضرت شاہ محمد اسحٰقؒ نے سلسلہ جاری رکھا۔ (ماخوذ از نزہۃ الخواطر بحوالہ مقالات طریقت)

حلیہ مبارک حکیم سید عبدالحی نزہۃ الخواطر میں تحریر فرماتے ہیں۔ آپ طویل القامت، نحیف البدن، گندم گوں، کشادہ چشم اور گھنی داڑھی والے تھے۔

مسلک علامہ نواب صدیق حسن خاں مرحوم نے اتحاف النبلاء میں لکھا ہے کہ ان کا (شاہ عبدالعزیز کا) خاندان علوم حدیث و فقہ حنفی کا ہے۔ خدمت اس علم شریف کی جیسی اس خاندان سے وجود میں آئی ویسی اس ملک میں اور کسی سے معلوم و معہود نہیں ہے۔ (الروض الممطور بحوالہ اتحاف)

مرض وفات اور وفات نزہتہ الخواطر میں ہے کہ ۲۵ سال کی عمر سے آپ کو گوناگوں امراض لاحق ہو گئے تھے۔ جس کی وجہ سے بینائی پر اثر پڑ گیا تھا بنابریں مدرسہ کا کام شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر کے سپرد کر دیا تھا۔ زیادہ تر یہی دونوں بھائی طلبہ کو درس حدیث دیتے تھے۔ خود بھی درس حدیث دیتے تھے مگر کم۔ تصنیف وتالیف، فتویٰ و وعظ کا کام برابر جاری رہا۔ آپ کے مواعظ حقائق قرآن سے لبریز ہوتے تھے آخری عمر میں تو آپ اس قابل بھی نہ رہے تھے کہ مجلس میں ایک ساعت بیٹھ سکیں۔ دونوں مدرسوں (قدیم وجدید) کے درمیان دو آدمیوں کے سہارے چلا کرتے تھے اور اس وقت میں چلتے چلتے بھی درس دیتے تھے اور رشد ہدایت کی طرف رہنمائی بھی اپنے کلمات طیبات کے ذریعے فرماتے جاتے تھے، عصر اور مغرب کے درمیانی وقت میں اس سڑک تک (دو آدمیوں کے سہارے تشریف لے جاتے تھے۔ جو مدرسہ اور جامع مسجد دہلی کے درمیان میں ہے۔ لوگ اس وقت آپ کے قدوم کے منتظر رہتے تھے اور اپنے سوالات اور علمی اشکالات آپ کی خدمت میں پیش کر کے حل کرتے تھے، بھوک اتنی کم ہو گئی تھی کہ کئی کئی دن کے بعد غذا استعمال فرماتے تھے۔

بالآخر وہ زمانہ بھی قریب آگیا جب کہ یہ ہندوستان کا آفتاب علم غروب ہونے والا ہے۔ مولوی سید احمد علی بجنوری نے (یہ بجنور غالباً لکھنؤ کے قریب ایک قصبہ ہے) حضرت شاہ صاحبؒ کے حالات ایک خط میں لکھے ہیں الروض الممطور میں یہ خط درج ہے۔ میں اس خط کا ضروری حصہ یہاں نقل کرتا ہوں۔ کہیں کہیں مفہوم باقی رکھتے ہوئے الفاظ میں تغیر کر دیا گیا ہے۔

ماہ رجب ۱۲۳۹ھ سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ چار دن کے آدھ پاؤ بلکہ اس سے بھی کم غذا استعمال کرتے تھے۔ تمام رات بخار رہتا تھا اور اکثر سوا پہر چڑھتے تھے۔ آخر رمضان میں طبیعت پہلے سے زیادہ ناساز ہوئی، چنانچہ ۲۹ رمضان کو شام کے وقت غشی طاری ہو گئی۔ ہاتھ پاؤں سرد ہو گئے، تمام گھر میں ایک عجیب قیامت برپا ہو گئی۔ اس کی صبح کو عید تھی اور پیر کا دن تھا، کچھ افاقہ ہو گیا۔ موافق معمول کے پہر دن چڑھے نماز عید ادا کی گئی کہ مسجد شاہجہانی میں پھر غشی طاری ہوئی۔ گھر آ گئے، طبیعت بے مزہ رہی منگل کا دن درس کا دن تھا۔ بکمال بے طاقتی منبر پر کچھ دیر آرام کر کے آیۂ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقَاکُمْ کی تفسیر پر اکتفا کیا پھر کچھ دن باقی رہا تھا کہ فقیر کو طلب فرما کر وصیت نامہ لکھوایا۔ جس میں فرش اور ذاتی کتب خاص کو مولانا محمد اسحٰقؒ کے نام ہبہ کیا اس کے علاوہ اور بھی امور تھے فقیر کی مہر اس پر ثبت کرائی اور مولانا رشید الدین خان وغیرہ کو طلب کر کے ان کی مہریں بھی ثبت کرائیں۔ اس دن حال بہت متغیر تھا۔

مغرب سے پہلے پہلے اجازت نامۂ احادیث اپنی مہر خاص سے مزین فرما کر اس فقیر کو عنایت فرمایا۔ اب طعام بالکلیہ موقوف ہوا۔ بدھ کا دن آیا اطباء نے جمع ہو کر ایک نسخہ تجویز کیا، اس کو استعمال کیا۔ پہر دن چڑھے نماز اشراق ادا کی بعدہٗ اجابت ہوئی۔ دوا بعینہٖ نکلی۔ معلوم ہوا کہ قوتِ ماسکہ زائل ہو گئی ہے۔ بدھ کے دن شام کو بہت لوگ مرید ہوئے۔ جمعرات کے دن حالت اور متغیر ہو گئی۔ جمعہ کے دن چاہا کہ معمول کے مطابق مدرسہ میں آئیں نہ آ سکے۔ درس موقوف ہوا مگر زیارت سب کو میسر ہوئی۔ شام کے وقت تفسیر مدارک اور تفسیر رحمانی سنی۔ بعدہٗ کچھ نقدی برادرزادوں کو او

ذوی الارحام حاضر و غائب پر تقسیم فرمائی۔ قصہ مختصر یہ کہ شنبہ کے دن سکوت طاری ہوا اور نبض مختل ہو گئی۔ مگر نماز پنجگانہ اشارے سے پڑھتے تھے۔ دو پہر کو قرآن مجید طلب فرما کر مولانا محمد اسحٰق سے سورۂ ق ایک رکوع تک سنی بعدہٗ فرمایا کہ قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا سے کہ ابتدا درس کی ہو گئی۔ پڑھو۔ بعد مغرب غلام حسین نامی ایک صاحب مرید ہوئے۔ نماز عشا کی پڑھی۔ چار گھڑی رات کی باقی رہی تھی کہ اضطراب لاحق ہوا۔ دو پنکھے دائیں اور بائیں جھلے جا رہے تھے، آرام کسی صورت نہ تھا۔ برخلاف عادت کے سوائے تہبند کے باقی سب کپڑے بدن سے اتار ڈالے تھے۔ بعد نماز فجر، شوال کو اتوار کے دن داعی اجل کو لبیک کہا اور اس دار فانی سے عالم جاودانی کی طرف انتقال فرمایا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ تمام شہر دہلی پر ایک ایسی حالت واقع ہوئی کہ بیان میں نہیں آسکتی"

کمالاتِ عزیزی میں بھی آپ کے آخری وقت کے کچھ حالات نواب مبارک علی میرٹھی نبیرۂ نواب خیر اندیش خان مرحوم نے لکھے ہیں، اس میں ہے کہ آخری وعظ کے دن آپ نے مشہور مصرع

من نیز حاضر می شوم تصویر جاناں در بغل

کو تصرف کر کے یوں پڑھا۔

من نیز حاضر می شوم تفسیر قرآں در بغل۔

آپ نے وصیت فرمائی تھی کہ میرا کفن اسی کپڑے کا ہو جو میں پہنتا ہوں آپ کا کرتہ دھوتر کا اور پائجامہ گاڑھے کا ہوتا تھا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ نماز جنازہ شہر کے باہر ہو چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ کمالاتِ عزیزی میں ہے کہ آپ کے جنازے کی نماز پچپن ۵۵ مرتبہ ہوئی۔

مزار اپنے والد ماجد حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے پہلو میں مہندیوں میں دفن ہوئے۔

تاریخ ہائے وفات حضرت شاہ روف احمد رافت مجددی رامپوری نے حسب ذیل تاریخ کہی

شاہ عبدالعزیز فخر جہاں — عالم علم آیتِ قرآن
صبح یک شنبہ ہفتمیں شوال — از بدن گشتہ روح او پراں
سن ہجری چو جستم از ہاتف — گفت اے نکتہ سنج قاعدہ داں
سالِ فوتش ز ہر عدد پیداست — از احد تا الوف زیں عنواں
خواہی از عدد کہ تاریخش — اولاً چار چیز رکن پس ازاں
یک بیفزاد ضرب کن در دہ — پس بیں طرح بست بست داں
در صد و بست چار باقی را — ضرب فرما تو اے فہیم زماں
پس بنقصان یک عدد دریاب — فوتِ آں معجز زہن و زباں

حکیم مؤمن خاں مؤمن دہلوی مرحوم نے حسب ذیل قطعہ تاریخ لکھا

انتخاب نسخہ دیں مولوی عبدالعزیز — بے عدیل و بے نظیر و بے مثال و بے مثل
جانب ملکِ عدم تشریف فرما کیوں ہوئے — آگیا تھا کیا کہیں مردوں کے ایمان میں خلل
بے تمہارے چرخ کس کو تو یہاں سے لے گیا — کیا کیا یہ ظلم تو نے کیوں پڑے اجل
جب اٹھائی نعش اک عالم تہ و بالا ہوا! — لوٹتا تھا خاک پر ہر قدسی گردوں محل
کیا کسی ناکس پہ تھا مقصد کیا جسوقت دفن — ڈالتا تھا خاک پر ہر قدسی گردوں
مجلس درد آفریں تعزیت میں میں بھی تھا — جب پڑھی تاریخ مومن نے یہ کر کے بدل

دستِ بے دادِ اجل سے بے سروپا ہو گئے

فقر، دیں، فضل و ہنر، لطف و کرم، علم و عمل

ق ی ض ن ط ر ل م

۱۰۰ ۱۰ ۸۰۰ ۵۰ ۹ ۲۰۰ ۳۰ ۴۰

سنہ ۱۲۳۹ھ

آثار الصنادید میں یہ قطعۂ تاریخ ہے۔

حجۃ اللہ، ناطق و گویا — شاہ عبدالعزیز فخر زمن

مہر نصف النہار در عرفاں — مثل بدر منیر در ہمہ فن

روز شنبہ و ہفتم شوال — درمیان بہشت ساخت وطن

از سر لطف او سلم تاریخش — رضی اللہ عنہ گفت حسن

ل ۳۰   ۱۲۰۱ + ۳۸

سنہ ۱۲۳۹ھ

کتب خانہ دارالعلوم ندوۃ لکھنؤ کے ایک قلمی نسخے سے حسب ذیل تاریخ ملی (چند اشعار کا انتخاب کیا گیا ہے)، شاعر کا پتہ نہ چل سکا۔

جنابِ اقدسِ عبدالعزیز والا قدر — کہ بود محوِ رضائے خدائے بے ہمتا

فقیہِ بے بدل و عالمِ عدیم المثل — ولی کامل و استاد و مرشدِ دانا

مدبرے کہ بہ اقلیم دانش و حکمت — جز او نبود کسے را عمل ز سرتا پا

امامِ جملہ دبیراں نکتہ سنج و فصیح — قوامِ جملہ ادیباں و موجدِ انشا

معین اہلِ ورع مقتدائے دینداراں — ظہیر شرع پسنداں صاحب تقویٰ

مطاع و مرشد شاہِ جہان و اولادش — ملاذ و مرجع میر و وزیر و شاہ و گدا

بجستم از خرد کاردان تاریخش — ہزار نالہ کشید و بسر زد و گفتا

پس از وضو و طہارت نویس ایں مصرع — نہفت زیر زمیں مہر دین و ماہ ہدیٰ

۱۲۳۹ھ

ارشادات

حضرت شاہ عبد العزیزؒ

جو ایک صاحب کے جواب میں آپ نے ارشاد فرمائے ہیں ان میں سے ضروری، مختصر اور مناسب مقام یہاں بھی درج کئے جاتے ہیں تاکہ لوگوں کو اس سے فائدہ ہو۔

سوال۔ کس چیز کی برکت سے گناہوں سے نفرت اور طاعت کی طرف رغبت ہوتی ہے؟

جواب۔ اس مقصد کے لئے لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْم کثرت سے پڑھنا بہت مفید ہے۔ اور کلمہ توحید کی نفی و اثبات اور تشدد و مد کے ساتھ اس کی ضرب قلب پر لگانی اور قل اعوذ برب الفلق اور اعوذ برب الناس صبح و شام پڑھنی۔

سوال۔ پنج وقتی نماز کے بعد تسبیح اور مناجات پڑھنے کے بارے میں کیا ارشاد ہوتا ہے؟

جواب۔ صبح کی نماز کے بعد لَآاِلٰهَ اِلَّا الْمَلِكُ الْحَقُّ الْمُبِیْنُ سو مرتبہ پڑھنا چاہئے اور ظہر کی نماز کے بعد اگر فرصت ہو تو حَسْبِیَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ پانچسو مرتبہ اگر فرصت نہ ہو پچیس مرتبہ اور عصر کی نماز کے بعد تسبیح فاطمہ یعنی سبحان اللہ ۳۳۔ الحمد للہ ۳۳ بار، اللہ اکبر ۳۴ بار۔ اور مغرب کی نماز کے بعد کلمہ تمجید یعنی سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ پانچسو مرتبہ پڑھنا چاہئے۔ اور عشاء کی نماز کے بعد درود شریف کوئی سی ہو سو مرتبہ مدینہ منورہ کی طرف رخ کرکے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت مبارک کا خیال کرکے پڑھنا چاہئے۔

سوال۔ عفو گناہ اور خاتمہ بالخیر ہونے کے لئے کیا پڑھنا چاہئے۔

جواب۔ عفو گناہ کے لئے استغفار نہایت مناسب ہے۔ اور خاتمہ بالخیر ہونے کے لئے کلمہ طیبہ کا زیادہ ذکر کرنا اور نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھنا نہایت مفید

سوال۔ قبر کے عذاب سے بچنے کے لئے کیا پڑھنا چاہئے۔
جواب۔ سورہ تبارک الذی عشاء کی نماز کے بعد ہمیشہ سونے سے قبل پڑھنی چاہئے اور سورہ حم السجدہ کی بھی عشاء کی نماز کے بعد تلاوت کرنی چاہئے۔
سوال۔ نفسِ امارہ اور شیطان لعین کے فریب سے بچنے کے لئے کیا پڑھنا چاہئے۔
جواب۔ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔ زیادہ پڑھنا چاہئے، اول قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس صبح اور مغرب کی نماز کے بعد گیارہ مرتبہ ہمیشہ پڑھنی چاہئے۔
سوال۔ رمضان کے سوا اور کس مہینہ میں روزہ رکھنا چاہئے۔
جواب۔ رمضان کے سوا یہ روزے بہتر ہیں۔ نویں ذی الحجہ کے روزے کا نہایت ثواب ہے۔ اور اس سے دو برس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور دسویں محرم کہ روزہ عاشورا ہے اس دن کے روزہ کا بھی نہایت ثواب ہے اور وہ روزہ مسنون ہے اور اس سے ایک برس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور اس کے سوا یہ بھی مسنون ہے کہ ہر مہینہ میں تین دن روزہ رکھا جائے اور بہتر ہے کہ تیرھویں اور چودھویں اور پندھویں تاریخ کو یہ روزہ رکھا جائے اور اس طرح بھی سنت ادا ہو جاتی ہے کہ اول عشرہ میں ایک روزہ رکھا جائے اور دوسرے عشرہ میں ایک روزہ اور تیسرے عشرہ میں ایک روزہ رکھا جائے اور دوشنبہ اور پنجشنبہ کا روزہ مستحب ہے۔ اور صبح شب برات کے دن کا روزہ اور شش عید کا روزہ بھی مستحب ہے اور عشرہ ذی الحجہ کا روزہ بھی

مستحب ہے مگر بقر عید کے دن روزہ رکھنا نہ چاہئے اور جس قدر ہو سکے رجب میں روزہ رکھنا بھی مستحب ہے اور اس میں بہت ثواب کا وعدہ فرمایا گیا ہے۔

سوال۔ کوئی درود شریف اور استغفار ہمیشہ وظیفہ کرنے کے لئے ارشاد ہو۔

جواب۔ اگر ہو سکے تو ہر شب ورنہ شب جمعہ میں ہمیشہ سو مرتبہ یہ درود شریف پڑھنا چاہئے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاٰلِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ اور بہترین استغفار سید الاستغفار ہے سوتے وقت معنی کا لحاظ کر کے پڑھنا چاہئے۔

سوال۔ آداب تلاوت قرآن شریف کیا ہیں۔

جواب۔ قرآن شریف کی تلاوت کے آداب یہ ہیں باوضو مؤدب قبلہ رو بیٹھنا اور حروف بخوبی ادا کرنا اور مد و شد کا لحاظ رکھنا۔ وقف کی جگہ وقف کرنا۔ یہ سب ظاہری آداب ہیں۔ اور باطنی آداب یہ ہیں کہ مبتدی کو چاہئے کہ تصور کرے کہ گویا میں رب العزۃ کے حضور میں تلاوت کر رہا ہوں اور اللہ جل شانہٗ گویا استاد کی جگہ سن رہا ہے اور منتہی کو چاہئے کہ تصور کرے کہ کلام بلا واسطہ خاص رب العزت سے سنتا ہوں اور فرق دونوں صورت میں یہ ہے کہ پہلی صورت میں اپنی زبان سے پڑھنا ہوتا ہے اور اللہ جل شانہٗ کا سننا اور دوسری صورت میں حضرت رب العزت سے ارشاد ہوتا ہے اور اپنے کانوں سے سننا۔ اور یہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا ہے۔ چنانچہ شیخ الشیوخ نے عوارف میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے اِنِّیْ لَاُقَرِّءُ الْاٰیَۃَ حَتّٰی اَسْمَعَھَا مِنْ قَائِلِھَا یعنی

آیۃ پڑھتا ہوں۔ اور بار بار اس کا تکرار کیا کرتا ہوں۔ یہانتک کہ وہ آیۃ اسکے قائل یعنی اللہ تعالیٰ سے سن لیتا ہوں اور شیخ الشیوخ نے عوارف میں یہ کلام نقل کرنے کے بعد کہا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اس وقت بمنزلہ درخت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہوتے تھے اور اَنِّیْ اَنَا اللّٰہُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ کہتے تھے۔

سوال۔ عذاب موت دفع ہونے کے لئے ارشاد ہو۔

جواب۔ روایت سے ثابت ہے کہ سکرات موت آسان ہونے کے لئے ہمیشہ آیۃ الکرسی اور سورۂ اخلاص پڑھنی چاہیے اور یہ بھی حدیث میں آیا ہے کہ عذاب قبر دفع ہونے کے لئے ہمیشہ سورۂ تبارک الذی عشاء کے بعد سونے کے قبل پڑھنی چاہئے اور ایسا ہی سورۂ دخان پڑھنے کے بارہ میں بھی روایت ہے۔

سوال۔ قبر میں جو سوال وجواب ہوتا ہے وہ بدستخط خاص مزین بمہر عنایت ہو۔

جواب۔ قبر میں مؤمن کامل جو جواب دیتا ہے وہ موافق احادیث کے لکھا جاتا ہے۔ مہر کی ضرورت نہیں۔ اور یہ جواب ورد زبان کرنا چاہئے اور وہ نئے کپڑے پر خوشبو سے لکھوا کر اپنے پاس رکھنا چاہئے۔ وہ جواب یہ ہے۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ نَّبِيًّا وَّرَسُوْلًا وَّبِالْقُرْاٰنِ اِمَامًا وَّبِالْكَعْبَةِ قِبْلَةً وَّبِالْمُؤْمِنِيْنَ اِخْوَانًا وَّبِالصِّدِّيْقِ وَبِالْفَارُوْقِ وَبِذِى النُّوْرَيْنِ وَبِالْمُرْتَضٰى اَئِمَّةً رِضْوَانُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ مَرْحَبًا بِالْمَلَكَيْنِ الشَّاهِدَيْنِ الْحَاضِرَيْنِ

وَاَشْهَدُ اِيَّانَا نَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ عَلٰى هٰذِهِ الشَّهَادَةِ نَحْيٰ وَعَلَيْهَا نَمُوْتُ وَعَلَيْهَا نُبْعَثُ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰى۔

ترجمہ:۔ میں گواہی دیتا ہوں اس بات کی کہ اللہ کے سوا کوئی بندگی کے قابل نہیں اور گواہی دیتا ہوں یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اسکے پیغمبر ہیں راضی ہوا میں اللہ سے ازروئے رب ہونے کے اور اسلام سے ازروئے دین ہونیکے اور راضی ہوا میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ازروئے نبی ہونے کے اور رسول ہونے کے اور راضی ہوا میں قرآن سے ازروئے مقتدی ہونیکے اور کعبہ سے ازروئے قبلہ ہونے کے اور راضی ہوا میں مسلمانوں سے ازروئے بھائی ہونیکے اور راضی ہوا میں حضرت صدیقؓ اور حضرت فاروقؓ اور حضرت ذی النورینؓ اور حضرت علی رضی اللہ عنہم سے ازروئے امام ہونیکے اور ان حضرات کی شان میں اللہ تعالیٰ رضامندی لیے اور خوشی ہے دو فرشتوں کے آنے سے کہ گواہ اور موجود ہیں۔ اور اے تم دونوں فرشتو گواہ رہو اس پر کہ ہم گواہی دیتے ہیں یہ کہ نہیں کوئی معبود پرستش کے قابل سوائے اللہ کے اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اسی شہادت پر ہم زندہ رہیں اور اسی پر ہم مریں اور اسی پر قیامت میں اٹھائے جاویں گے اگر اللہ تعالےٰ نے چاہا۔

سوال۔ جب کسی شخص کو مرض موت کا گمان ہو جائے اور یہ معلوم ہو جائے کہ اب یہ نہ بچے گا تو اس وقت موت کے قبل جب تک مریض کا ہوش و حواس باقی رہے اس کو کیا کرنا چاہئے یا ورثہ مریض کو اس کی رفاہیت و نجات کے لئے کیا کرنا چاہئے

جواب۔ جب کہ مریض زندگی سے مایوس ہو جائے اور یہ معلوم ہو کہ اب موت جلد آجائے گی تو اس کے وارثوں کو چاہئے کہ پہلے غسل یا وضو یا تیمم کے ذریعہ سے بخوبی پاک کریں اور اسے چارپائی پر قبلہ رو بٹھائیں اور اس کے پاس کی جگہ

بالکل پاک وصاف کر دیں گلاب وغیرہ چھڑکیں اور وہ جگہ عطر و خوشبو سے معطر کریں اور دنیا و مافیہا کا ذکر اس کے سامنے موقوف کر دیں اور رونا پیٹنا ہرگز نہ کریں اور زن و فرزند اور اس کے متعلقین کو اس کے روبرو نہ کریں اگر وہ خود یاد کرے تو ایک مرتبہ اُن لوگوں کو اس کے سامنے لے آویں اور اس کے سامنے کلمہ واستغفار بلند آواز سے پڑھتے رہیں تاکہ خود اسے یاد آ جائے اور وہ بھی پڑھنے لگے اور اسے تاکید نہ کریں کہ تو بھی پڑھ بلکہ خود وقتاً فوقتاً کلمہ واستغفار بلند آواز سے پڑھیں تاکہ اسے یاد آ جائے اور قبر کی سختی اور حساب کا خوف اور آخرت کی شدّت کا اس کے سامنے ذکر نہ کریں بلکہ اللہ تعالیٰ کی وسعت رحمت کا ذکر کریں اور گناہوں کی بخشش کا تذکرہ کریں اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی عام شفاعت کا ذکر کریں۔ اور ارواح صالحین خصوصاً مشائخ اور پیران طریقت کا تذکرہ اس کے روبرو کریں اور وہ امور ذکر کریں کہ جس سے گنہگاروں کے گناہ دور ہوتے ہیں اور یہ بھی ذکر کریں کہ خدا کے ہاں تھوڑا عمل بھی قبول ہو جاتا ہے تاکہ خوف پر اس کی امید غالب ہو جائے اور جو کچھ اس وقت وصیت کرے وہ خوش دلی سے قبول کریں اور ضامن ہو جائیں کہ یہ وصیت ضرور بجا لاویں گے تاکہ اس کا دل متردد نہ ہو اس کے روبرو سورۂ یٰسین اور سورہ الحمد اور سورہ قل ہو اللہ احد پڑھیں اور کبھی کبھی اور سورتیں اور آیاتِ قرآنی پڑھیں۔

سوال۔ نماز استسقا اور نماز کسوف اور نماز خسوف اور نماز عاشورا کی ترکیب عنایت ہو۔

جواب۔ چاہئے کہ نماز استسقار کے لئے مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ

رئیس عیدگاہ میں برابر تین دن باہر نکلے اور پیادہ پا جانا بہتر ہے۔ اور پرانا اور مستعمل کپڑا پہن کر نکلے اور عید کی طرح زینت اور آراستگی نہ کرے اور خشوع وخضوع اور شرمندگی کے ساتھ عیدگاہ میں جائے اور دو رکعت نماز نفل پڑھے اور قراۃ پکار کر پڑھے اور اس کے بعد خطبہ پڑھے اور دعا کرے اور گناہوں سے بہت توبہ اور استغفار کرے اور چاہئے کہ امام اپنی چادر کے نیچے کا کنارہ اوپر کرے اور اوپر کا کنارہ نیچے کرے اور دائیں طرف کا کنارہ بائیں طرف کرے اور بائیں طرف کا کنارہ دائیں طرف کرے۔ اور نہایت تضرع وزاری کے ساتھ دعا کرے اور حدیث میں جو دعا آئی ہے وہ پڑھے اور وہ دعا یہ ہے اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا غَيْثًا مُغِيْثًا مَرِيْئًا مُرِيْعًا نَافِعًا غَيْرَ ضَارٍّ عَاجِلًا غَيْرَ اٰجِلٍ اَللّٰهُمَّ اسْقِ عِبَادَكَ وَبَهَائِمَكَ وَانْشُرْ رَحْمَتَكَ وَاَحْيِ بَلَدَكَ الْمَيِّتَ۔

اور **نماز کسوف**۔ کی ترکیب یہ ہے کہ جمعہ کا امام لوگوں کے ساتھ دو رکعت نفل نماز پڑھے جس طرح اور دوسری نفل پڑھی جاتی ہے اسی ترکیب سے پڑھے اور قرأت پوشیدہ یعنی آہستہ پڑھے اور جس قدر زیادہ قرآن ہو بہتر ہے اور اس کے بعد دعا اور استغفار میں مشغول رہے اس وقت تک کہ ماہتاب روشن ہو جائے

اور **نماز عاشورا**، کی ترکیب کتب مشائخ میں اس طرح پائی گئی کہ عاشورا کے دن جب آفتاب بلند ہو تو دو رکعت نفل نماز پڑھے۔ پہلی رکعت میں الحمد کے بعد آیۃ الکرسی ایک مرتبہ پڑھے اور دوسری رکعت میں الحمد کے بعد سورۂ حشر کا آخر پڑھے اور سلام کے بعد جس قدر چاہے درود شریف پڑھے اور مشائخ کی بعض روایات میں یہ ترکیب ہے کہ چھ رکعت

پڑھے اور پہلی رکعت میں سورۂ والشمس اور دوسری میں انا انزلناہ اور تیسری میں اذا زلزلت الارض اور چوتھی میں قل ھو اللہ اور پانچویں میں قل اعوذ برب الفلق اور چھٹی میں قل اعوذ برب الناس پڑھے اور جب نماز سے فارغ ہو جاوے تو سجدہ کرے اور اپنی حاجت کے لئے دعا کرے

سوال۔ زیارت قبور کی ترکیب ارشاد ہو۔

جواب۔ جب عوام مؤمنین کی قبر کی زیارت کے لئے جائے تو پہلے قبلہ کی طرف پشت کرکے اور میت کے سینے کے سامنے منہ کرے اور سورۂ فاتحہ ایک مرتبہ اور سورۂ قل ھو اللہ احد تین مرتبہ پڑھے۔ اور جب مقبرہ میں جائے تو یہ کہے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ اَھْلَ الدِّیَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُسْلِمِیْنَ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَنَا وَلَکُمْ وَاِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰہُ بِکُمْ لَاحِقُوْنَ اور اگر منجملہ اولیاء و صلحاء کے کسی بزرگ کی قبر کی زیارت کے لئے جاوے تو چاہیئے کہ اس بزرگ کے سینہ کی طرف بیٹھے اور اکیس مرتبہ چار ضرب سے یہ پڑھے سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلٰٓئِکَۃِ وَالرُّوْحِ اور سورۂ انا انزلناہ تین مرتبہ پڑھے۔ اور دل سے خطرات کو دور کرے اور دل کو اس بزرگ کے سامنے رکھے تو اس بزرگ کی روح کی برکات زیارت کرنے والے کے دل میں پہونچیں گی۔

سوال صاحب قبر کے کمال معلوم ہونے کی ترکیب ارشاد ہو۔ اور اس سے استمداد کی ترکیب بھی۔

جواب اہل قبور میں سے بعض بزرگ کمال میں مشہور ہیں اور ان کا کمال متواتر طور پر ثابت ہوا ہے۔ ان بزرگوں سے استمداد کا طریقہ یہ ہے کہ اس بزرگ کی قبر کے سرہانے کی جانب قبر پر انگلی رکھے اور شروع سورہ بقرہ سے مفلحون تک پڑھے۔ پھر قبر کی پائینتوں کی طرف جاوے

اور امن الرسول آخر سورہ تک پڑھے اور زبان سے کہے کہ اے میرے حضرت فلاں کام کے لئے درگاہ الٰہی میں دعا و التجا کرتا ہوں آپ بھی دعا کریں پھر قبلہ کی طرف منہ کر کے اپنی حاجت کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا والتجا کرے۔

اور جن اہل قبور کا کمال معلوم نہیں۔ ان کے کمال معلوم کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ اول تو وہی ترکیب زیارت قبور کی عمل میں لاوے جو اولیاء اور صالحین کی قبر کی زیارت کا طریقہ لکھا ہے اور پھر بعد فاتحہ و درود اور ذکر سبوح کے جب اپنا دل صاحب قبر کے سینے کے سامنے رکھے تو اگر اپنے دل میں راحت اور تسکین پاوے تو جان لے کہ یہ قبر کسی بزرگ صاحب کمال کی ہے لیکن استمداد اولیاء مشہورین سے چاہئے۔

سوال آئندہ حالات کے معلوم کرنے کے لئے استخارہ وغیرہ کی ترکیب ارشاد ہو۔

جواب استخارہ کی ترکیب مشہور ہے اور قول جمیل میں مذکور ہے۔ اور آسان طریقہ ہے کہ شب چہار شنبہ اور شب پنجشنبہ اور شب جمعہ میں اس ترکیب سے برابر استخارہ کرے کہ جب دنیوی امور اور عشاء نماز سے فارغ ہو جاوے تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم تین سو مرتبہ پڑھے۔ پھر الم نشرح بسم اللہ کے ساتھ ستر مرتبہ پڑھے اور اپنے سینے و منہ پر دم کرے اور دربار الٰہی میں دعا کرے کہ اے غیب کے جاننے والے فلاں کام میں جو کچھ ہونے والا ہے وہ خواب یا بیداری میں ہاتف کے ذریعے مجھے معلوم کرا دے اور اس کے بعد سو مرتبہ یہ درود شریف پڑھے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ اور دعاء استخارہ جو حدیث

یں آئی ہے مع استخارہ اپنے مطلب کے لئے تین مرتبہ پڑھے اور اپنے دل کی حالت پر لحاظ کرے اگر مصمم عزم اس کام کا ہو جاوے تو اس کام کو شروع کردے اور جو عزم میں فتور ہو تو موقوف رکھے۔ وہ دعا یہ ہے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُکَ بِعِلْمِکَ وَ اَسْتَقْدِرُکَ بِقُدْرَتِکَ وَ اَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ الْعَظِیْمِ فَاِنَّکَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَ تَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلَّامُ الْغُیُوْبِ اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ اَوْ دُنْیَایَ اَوْ عَاقِبَۃِ اَمْرِیْ فَقْدِرْہُ لِیْ وَیَسِّرْہُ لِیْ ثُمَّ بَارِکْ لِیْ فِیْہِ وَاِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّہٗ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ اَوْ دُنْیَایَ اَوْ عَاقِبَۃِ اَمْرِیْ فَاصْرِفْہُ عَنِّیْ وَ اصْرِفْنِیْ عَنْہُ وَاقْدِرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ کَانَ ثُمَّ رَضِّنِیْ بِہٖ۔

سوال دنیا کی مشکلات اور سختی دفع ہونے کیلئے کوئی دعا ارشاد ہو۔

جواب دعا کرب باطہارت اور باوضو بلا گنتی اور بلا قید پڑھنا اس بارہ میں مجرب ہے اور وہ دعا یہ ہے۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْحَلِیْمُ الْکَرِیْمُ سُبْحَانَ اللّٰہِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ سُبْحَانَ اللّٰہِ رَبِّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِکَ وَ عَزَائِمَ مَغْفِرَتِکَ وَالْغَنِیْمَۃَ مِنْ کُلِّ بِرٍّ وَّالسَّلَامَۃَ مِنْ کُلِّ اِثْمٍ لَا تَدَعْ لِیْ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَہٗ وَلَا ھَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَہٗ وَلَا حَاجَۃً لِّیْ مِنْ حَوَائِجِ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ اِلَّا قَضَیْتَھَا یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ۔

اور اعمال مشائخ میں ختم خواجگان بھی مجرب ہے اور اس کی ترکیب معروف و مشہور ہے اور یہ ختم بھی مفید ہے۔ یَا بَدِیْعَ الْعَجَائِبِ بِالْخَیْرِ یَا بَدِیْعُ ایک ہزار دو سو مرتبہ پڑھے خواہ تنہا یا دو یا اور دوسرے لوگ مل کر پڑھیں۔

سوال آبرو و حرمت محفوظ رہنے کے لئے ترکیب ارشاد ہو۔

جواب یا عزیز اکتالیس بار صبح کے وقت پڑھے اور اپنے ہاتھوں پر دم کر کے منہ پر پھیر لے اور جب حاکم کے روبرو جاوے تو اس وقت بھی یہ ترکیب مفید ہوتی ہے اور یہ مجرب ہے۔

اور یہ ترکیب بھی مجرب ہے کہ چاندی کی انگوٹھی ہو اور اس کا نگینہ بھی چاندی کا ہو اور اس نگینہ پر یہ اسم عزیز بوقت شرف قمر کندہ کرادے اور شرف قمر کا وقت ہر مہینے میں ہوتا ہے اور اہلِ نجوم سے اس کی تحقیق ہو سکتی ہے اور اس انگوٹھی میں عطر لگا کر احتیاط سے رکھدیوے اور جب دربار میں حکام کے سامنے جانا منظور ہو تو داہنے ہاتھ کی چھوٹی انگلی میں پہنکر جائے۔ اور ایسا ہی جب عدالت اور کچہری میں جانا ہو تو اس وقت کے لئے بھی مفید ہے اور مجرب ہے۔ اور شکل مربع یہ ہے جو انگوٹھی کے نگینہ پر کندہ کرایا جائے گا۔

ز	ی	ز	ع
ع	ز	ی	ز
ز	ع	ز	ی
ی	ز	ع	ز

سوال فراخی رزق کے لئے کوئی شئے ارشاد ہو۔

جواب چاشت کے وقت چار رکعت نماز پڑھیں اور سلام کے بعد سجدہ کریں اور اس میں ایک سو چار مرتبہ یَا وَھَّابُ پڑھیں اور اگر فرصت نہ ہو تو صرف پچاس مرتبہ پڑھیں اور یہ بھی مجرب ہے کہ کسی رات میں سورۂ واقعہ دو مرتبہ پڑھیں ایک مرتبہ مغرب کے بعد پڑھیں اور ایک مرتبہ عشا کے بعد اور صبح کی نماز کے بعد سو مرتبہ یَا مُغْنِیُّ پڑھیں اور جو فرصت ہو تو گیارہ سو مرتبہ پڑھیں اور سورۂ مزمل عشا کی نماز کے بعد اکیس مرتبہ پڑھیں اور زیادہ فرصت نہ ہو تو سات مرتبہ پڑھیں اور جو اتنی بھی فرصت نہ ہو

تو ایک مرتبہ پڑھے۔ لیکن جب اس آیت پر پہونچے رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ فَاتَّخِذْہُ وَکِیْلًا حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ پچیس مرتبہ پڑھیں۔ پھر اس کے بعد سورۃ کو تمام کرلیں۔

سوال ادائے قرض کے لئے کچھ ارشاد ہو۔

جواب ادائے قرض کے لئے جو دعا مشہور ہے اس کو نماز کے بعد تین مرتبہ پڑھنا مجرب ہے اور وہ دعا یہ ہے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْھَمِّ وَالْحُزْنِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْکَسَلِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنَ الْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ غَلَبَۃِ الدَّیْنِ وَقَھْرِ الرِّجَالِ اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ بِحَلَالِکَ عَنْ حَرَامِکَ وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِکَ عَمَّنْ سِوَاکَ

سوال سب آفات و بلیات اور دنیوی مکروہات سے محفوظ رہنے کے لئے کچھ ارشاد ہو۔

جواب تینتیس آیتیں شام کے بعد پڑھنی چاہئیں اور جو فرصت نہ ہو تو صرف آیۃ الکرسی دس مرتبہ صبح کو پڑھنی چاہیئے تینتیس آیتیں یہ ہیں۔ چار آیت شروع سورہ بقر سے مفلحون تک اور تین آیۃ آیۃ الکرسی سے خالدون تک اور تین آیۃ آخر سورہ بقر کی لِلّٰہِ مَافِی السَّمٰوٰتِ سے آخر سورہ تک اور تین آیۃ سورۂ اعراف کی اِنَّ رَبَّکُمُ اللّٰہُ سے الْمُحْسِنِیْنَ تک اور دو آیۃ آخر سورۂ بنی اسرائیل کی قُلِ ادْعُوا اللّٰہَ اَوِادْعُوا الرَّحْمٰنَ سے آخر سورہ تک اور دس آیت شروع سورہ والصافات سے لازب تک اور تین آیت سورہ رحمٰن کی یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ سے فَلَا تَنْتَصِرَان تک اور تین آیۃ سورہ حشر کی لَوْ اَنْزَلْنَا ھٰذَا الْقُرْاٰنَ سے آخر سورہ تک اور دو آیۃ سورہ جن کی قُلْ اُوْحِیَ سے شَطَطًا تک۔

سوال تسخیر حکام کے لئے کچھ ارشاد ہو کہ ہمیشہ حکام زمانہ تفیق و مہربان رہیں اور کسی طرح کی اذیت نہ دیں۔

جواب۔ جب ان کے سامنے جاوے تو یَا رَحْمٰنَ کُلِّ شَیْئٍ وَّ رَاحِمَہٗ یَا رَحْمٰنُ۔ سترہ مرتبہ پڑھ کر اپنے منہ پر دم کر دے اور اپنے گھر میں حاکم کے مکان کی طرف متوجہ ہو کر یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ دو سو مرتبہ پڑھے اور دعا کرے کہ حق تعالیٰ اس کا دل مسخر کر دے۔

اور یَا عَزِیْزُ کا عمل جو اوپر مذکور ہوا ہے وہ بھی اس بارہ میں مفید ہے۔

سوال اکثر خواب میں عجیب و غریب حالات دیکھنے کا اتفاق ہوتا ہے کہ بیداری میں اس کے دیکھنے کا کبھی اتفاق نہیں ہوتا ہے بلکہ وہ حالت وہم و خیال میں بھی نہیں گذرتی اور وہ خواب باعثِ کدورت ہوا کرتا ہے۔ اس بارہ میں کوئی نسخے ارشاد ہو۔

جواب سوتے وقت قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس اور آیۃ الکرسی ایک ایک مرتبہ پڑھنا چاہئے اور جو اس سے دفع نہ ہو تو یَا شَدِیْدُ تین مرتبہ پڑھ کر اپنے بدن پر دم کرنا چاہئے اور سوتے وقت یہ دعا پڑھنی چاہئے۔ بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ وَضَعْتُ جَنْبِیْ وَبِكَ اَدْفَعُهٗ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰی اِحْفَظْنِیْ مِنْ نَوْمِیْ جَنْبِیْ بِمَا تَحْفَظُ بِهٖ عِبَادَكَ الصَّالِحِیْنَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّیَاطِیْنِ رَبِّ اَنْ یَّحْضُرُوْنِ

سوال سفر کے جانے کے لئے کوئی ترکیب اور دعا ارشاد فرمائیے۔

جواب سفر کا ارادہ ہو اور روانگی کے لئے مستعد ہو جائے تو دو رکعت نماز نفل پڑھے اور یہ دعا پڑھے بِسْمِ اللّٰهِ خَرَجْنَا وَبِسْمِ اللّٰهِ وَلَجْنَا

وَعَلٰی رَبِّنَا تَوَکَّلْنَا اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ خَیْرَ الْمَخْرَجِ وَخَیْرَ الْمَوْلَجِ اَللّٰھُمَّ ھَوِّنْ عَلَیَّ السَّفَرَ ھٰذَا وَاطْوِلِی الْبُعْدَ کُنْ لِیْ صَاحِبًا فِی السَّفَرِ وَخَلِیْفَۃً فِی الْاَھْلِ اَللّٰھُمَّ اَعِذْنِیْ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ وَکَاٰبَۃِ الْمُنْقَلَبِ وَسُوْءِ الْمَنْظَرِ فِی الْمَالِ وَالْاَھْلِ وَالْوَلَدِ اَللّٰھُمَّ زِدْنِیْ فِیْ سَفَرِیْ ھٰذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوٰی وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضٰی۔ یہ دعا پڑھ کر دائیں ہاتھ کی کلمہ کی انگلی اپنے سر کے گرداگرد پھیرے اور اپنے مال واسباب اور جانوران واحباب کے گرداگرد پھیرے اور کہے بِسْمِ اللّٰہِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ حَوَالَیْنَا حِصَارٌ وَمُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ قُفْلٌ وَمِسْمَارٌ دَخَلْتُ فِیْ حِرْزِ اللّٰہِ وَفِیْ کَفِّ اللّٰہِ وَفِیْ حِمَایَۃِ اللّٰہِ الَّذِیْ ھُوَ اَعَزُّ وَاَجَلُّ وَاَکْبَرُ مِمَّا اَخَافُ وَاَحْذَرُ۔

اس دعا کے بعد یہ کہے الٰہی بستم دست وپا وزبان وگوش وہوش کسانیکہ مارا بد خواہند و بد ارادہ کنند از دزدان ورہزنان وعیاران و ظالمان واشرار خلق از درندگان وگزندگان وچرندگان وپرندگان۔ بِاَلْفِ اَلْفِ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔ اس حصار کے پڑھنے کے بعد تین مرتبہ دستک دے اور روانہ ہو اور سواری پر پہلے اپنا دایاں ہاتھ رکھے۔ اور جہاں خطرہ کی جگہ ہو وہاں یَا حَفِیْظُ نوسو اٹھانوے مرتبہ پڑھے اور اپنے جان ومال اور ساتھیوں پر دم کرے۔ اور سورۂ لایلاف اکثر پڑھا کرے۔ باوضو اور قبلہ رو بیٹھ کر پڑھنے کی کچھ قید نہیں۔

سوال دنیوی دشمنوں کی شرارت دفع کرنے کے لئے کچھ ارشاد ہو۔

جواب دنیوی دشمنوں کی شرارت دفع کرنے کے لئے یہ دعا مجرب ہے اسے پڑھتا رہے طہارت اور گنتی اور دیگر شرائط کی قید نہیں وہ دعا یہ ہے۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَنَعُوْذُبِکَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ اور سورہ تبت یدا اور سورہ الم ترکیف کا پڑھنا بھی دفع اعدا کے لئے مجرب ہے فقط۔

ملفوظات

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ

(۱) فرمایا۔ کہ باعتبار سورۃ آخری سورہ اِذَا جَآءَ ہے جس کو سورۂ نصر اور سورۂ فتح بھی کہتے ہیں۔ اس سورۃ میں معناً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی خبر ہے۔ یعنی جب ہر طرح کی نصرت ہماری طرف سے آپکو پہنچ گئی اور مقصد بعثت انجام پاگیا تو اب ہمارے پاس آجائیے۔

(۲) فرمایا۔ کہ مقصد چشتیاں، قوت عشق کا بروئے کار لانا اور ابھارنا ہے۔ اس کے لیے جو امور ممد و معاون ہوں ان کو اختیار کرتے ہیں جیسے ذکر جہر وغیرہ۔ اور اس کے لیے جو چیزیں مضر ہیں ان سے اجتناب کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جب عشق حاصل ہو گا تو حضور و انکسار وغیرہ سب کچھ حاصل ہو جائے گا ——— مقصود نقشبندیاں ——— احضارِ نقش دلدار اور تصحیح خیال ہے۔ لہذا جو چیزیں اس کے لئے معاون ہیں ان کو اختیار کرتے ہیں اور جو مضر ہیں ان سے پرہیز کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ "استقرار حضور" سے فنا و عشق سب کچھ حاصل ہو جائیگا ——— مقصود قادریاں ——— تصقیل (صیقل کرنا) اور انکسار نفس ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب دل صاف ہو گیا تو اس کے مقابل میں جو کچھ ہے وہ جلوہ گر ہو جائے گا۔

(۳) سید احمد شہیدؒ (رائے بریلوی) جو کہ بزرگ زادۂ سادات قطبی ہیں اور حضرت شاہ صاحب کے مرید و خلیفہ ہیں جن کے بارے میں حضرت والا

فرمایا کرتے ہیں کہ حضرت سید آدم بنوری کی نسبت "باستقرار تام" اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا فرمائی ہے اور بہت سے لوگ دہلی میں ان کی روحانیت سے مستفیض ہوئے ہیں۔ انھوں نے حضرت شاہ صاحب سے دریافت کیا کہ لفظ "اللہ" کیا معنی رکھتا ہے؟ جواباً ارشاد فرمایا کہ منگل کے دن میں نے قل ھو اللہ کی تفسیر میں کہا تھا کہ اللہ ایسی ذات کا نام ہے جو جامع جمیع صفات کمالیہ ہے اور وہ حضرت حق جل مجدہ کی ذات ہے۔ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ سے منقول ہے کہ یہی اسم اعظم ہے بشرطیکہ اس نام کے پڑھنے والے کے دل میں ماسوی کا دخل نہ ہو۔ پھر انھوں سید احمد نے عرض کیا کہ مجھے تمام اسماء الٰہی میں اسی نام (اللہ) سے اطمینان وسکون زیادہ حاصل ہوتا ہے ــــ ارشاد فرمایا کہ شیخ ابو النجیب سہروردیؒ جو کہ شیخ شہاب الدین سہروردی کے چچا اور پیر ومرشد ہیں ــــ ان کا معمول تھا کہ جب کوئی مرید شغل باطن کی درخواست کرتا تھا تو اس کو اپنے سامنے بٹھا کر اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام تلاوت کرتے تھے۔ معانی کے ساتھ اور ان معانی کی تشریح کے ساتھ ــــ اور جس نام سے مرید زیادہ لذت یاب اور مانوس محسوس ہوتا تھا اس کو وہی نام تلقین کرتے تھے، پھر رفتہ رفتہ اسم اللہ تک پہنچاتے تھے ورنہ فرمادیتے تھے کہ (علاوہ فرائض کے تم تسبیح وتلاوت نفل اور خدمت فقراء میں مشغول رہو۔

پھر فرمایا کہ تمام اسماء اسی اسم میں داخل ہیں ــــ پھر یہ آیت پڑھی اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ۔ آگاہ باش کہ اللہ کے ذکر سے دل اطمینان پذیر ہوتے ہیں۔

۱۳: ایک مرید نے عرض کیا حضرت اطمینان کے کیا معنی ہیں فرمایا

دل کا چین اور خطرات پریشان سے دل کا یکسو ہو جانا یعنی خاطر جمعی۔

(۵) ایک مرید چہل قدمی کے وقت آپ کے راستے سے اینٹ پتھر کے ٹکڑے (جن سے ٹھوکر لگنے کا خوف تھا) دور کرتا جاتا تھا، فرمایا میاں تکلیف نہ اٹھاؤ پھر فرمایا حدیث میں اس عمل کو شعبۂ ایمان اور موجب ثواب فرمایا گیا ہے۔

(۶) فرمایا ـــــ اولیاء چار قسم کے پائے جاتے ہیں۔

(۱) مستغرق۔ جیسے شیخ عبدالحق ردولوئیؒ اور شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ

(۲) اہلِ خدمات جیسے اقطاب۔

(۳) اہلِ تجرید و تفرید۔

(۴) عرفاء۔ جو کہ ہر مظہر میں حق کا مشاہدہ اور تحقیق اشیاء کرتے ہیں جیسے شیخ اکبرؒ اور حضرت مجددؒ

(۷) ایک مرید نے عرض کیا کہ بعض اعمال برائے رفع حاجات دینی و دنیوی جو احادیث میں آئے ہیں (مثلاً نماز حاجت) یا دعائیں وہ اعمال اس زمانے میں (فوراً) اپنی تاثیر کیوں نہیں دکھاتے ـــــ ارشاد فرمایا کہ علماء نے اس کا جواب تین طریقے سے دیا ہے۔

(۱) شرائط قبولیت مفقود ہیں۔ جب شرط نہ پائی گئی تو مشروط بھی فوت ہوا۔

(۲) ان احادیث میں یہ آیا ہے کہ اس دُعا کا یہ خاصہ ہے۔ یہ نہیں ہے کہ خواہ مخواہ ایسا ہی ہو جائے گا۔ (کبھی کبھی مصلحت کے ماتحت اس دعا کو قبول نہیں فرماتے) اگر (سائل کی مرضی کے مطابق) ہر دعا قبول کر لی جائے تو ایک محذورِ عظیم لازم آئے گا۔ مثلاً ایک شخص دعا کرے آپ

و بارش چاہتا ہے دوسرا اپنی کسی وقتی مصلحت کی وجہ سے بارش نہ ہونا چاہتا ہے۔ اسی پر اور باتوں کو قیاس کر لو۔

(۳) تیسرا جواب یہ ہے اور یہی تحقیقی جواب ہے کہ کثرت ظلمات گناہ کے سبب سے نورانیت دعا اپنا کھلا ہوا نتیجہ اور فائدہ برآمد نہیں کر رہی ہے۔

دیکھو موسم برسات میں اگر اندر خشک جگہ میں بھی سامان رکھا ہو تو اس میں (کچھ نہ کچھ) نمی اور تری کا اثر آجاتا ہے۔ یبوست چنداں اپنا کام نہیں کرتی اور موسم گرما میں اس کے برعکس ہے۔ اسی طرح جب فضا ظلمات معاصی سے پر ہوتی ہے تو استجابت دعا کم ہوتی ہے یا ہوتی ہے مگر مفہوم نہیں ہوتی یا کبھی اللہ تعالیٰ قدرے دعا قبول کر لیتا ہے۔

(۸) میر احمد علی شاہ نے عرض کیا کہ حضرت والا نے بعد ختم قرآن متصلاً پھر قرآن شروع فرمایا اس کی اصل کیا ہے؟ ارشاد فرمایا حدیث شریف میں آیا ہے۔ بہترین عمل (منزل پر) اترنا اور سفر کے لئے کمر کس لینا ہے۔ یعنی جب قرآن شریف ختم کرے تو پھر شروع کر دے (اذکار نووی میں یہ حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور اس حدیث کے آخر میں ہے کہ بعض صحابہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ اترنے اور سفر کرنے سے کیا مراد ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قرآن کا ختم کرنا اور پھر شروع کرنا) اسی دوران میں فرمایا کہ مجھ کو قرآن مجید کے اندر جو معنی ہائے عجیب و غریب بہم پہنچتے ہیں اور ان کی جس قدر آمد ہوتی ہے حدیث میں اتنے معانی کی آمد نہیں ہوتی۔ حدیث شریف کا مطلب و مفہوم (زیادہ تر) موافق کتب (شارحین حدیث) بیان کرتا ہوں۔

(۹) مجلس میں ایک شخص نے سوال کیا — عقیقہ فرض ہے؟ ارشاد فرمایا، نزد ابوحنیفہؒ وشافعیؒ ومالکؒ سنت ہے۔ اور نزد احمدؒ فرض ہے

(۱۰) فرمایا — کچھ عرصہ ہوا ایک شیعی (شیعہ) درگاہ سلطان المشائخ میں وارد ہوا شہر کے فضلاء علماء فقراء اور عوام و خواص درگاہ میں حاضر ہوتے ہی ہیں۔ اس نے شہر کے بعض فضلاء سے سوال کیا۔ ایک نو مسلم ہے وہ بعد قبولِ اسلام کس مذہب و مسلک کو اختیار کرے اور وہ کیسے جانے کہ کون سا مذہب حق ہے؟ اگر طلب علم کرے تو ایک مدت درکار ہے اور انجام کے لحاظ سے خطرات ہیں۔ بعض نے اس کا جواب کچھ دیا بعض نے کچھ۔ ایک جواب یہ دیا گیا کہ فریقین کی متفق علیہ اور مختار باتوں کو اختیار کرکے تحصیل علم کرتا رہے اور تحصیلِ علم کے بعد جس راستے کو اچھا جانے اس پر چلے۔ آخر یہ مسئلہ بندے کے سپرد کیا گیا جب لوگ میرے پاس آئے تو اس (نو وارد) شخص کو بھی اپنے ہمراہ لائے۔ میں نے کہا کہ وہ نو مسلم چھ باتوں سے جان لے کہ (مسلمانوں میں) مذہبِ حق کون سا ہے۔

اوّل یہ دیکھے کہ مکّہ جہاں خانۂ خدا ہے وہاں کونسا طریقہ جاری ہے اور کونسا طریقہ ناپید ہے۔ دوسرے مدینہ میں کونسا مسلک و مذہب ہے؟ تیسرے قرآن کس کو محفوظ ہوتا ہے اور کس کو نہیں۔ چوتھے بعد نبوت، ولایت کس فرقے میں جاری ہے۔ پانچویں عید و جمعہ (کا اہتمام) کہاں ہے۔ چھٹے ہندوستان میں جہاد فی سبیل اللہ کس نے رائج کیا اور یہ سلطان محمود غزنوی اور شہاب الدین غوری کون تھے۔

(۱۱) ارشاد فرمایا کہ غازی الدین خان جو اچھے شاعر تھے کہا کرتے تھے کہ جس شعر میں معنی نہ ہوں (مہمل ہو) اس کو (خواہ مخواہ کھینچ تان کرکے) تصوف میں لے جاؤ معنی پیدا کرلے گا۔

(۱۲) ایک مرید نے عرض کیا کہ بعد عصر سورۂ عمّ تیسا، لون کی تلاوت کو بزرگوں نے

مورث و موجب محبت الٰہی بتایا ہے کیا حدیث میں بھی یہ بات آئی ہے یا فقط بزرگوں کا تجربہ ہے؟ فرمایا کہ یہ بات حدیث میں نہیں ہے۔

(۱۳) ارشاد فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ کسی بندے کو علم کی دولت یا کوئی اور نعمت عطا فرمائے تو اس کو چاہیے کہ اس نعمت کی ترویج و اشاعت کا اہتمام کر کے اس نعمت کو مزید کرلے

(۱۴) فرمایا کہ۔ مثل والد ماجد صاحب (حضرت شاہ ولی اللہؒ) کے میں نے کسی کا حافظہ نہیں دیکھا، ہاں سنا ضرور ہے چنانچہ شعبی کے حافظے کے واقعات جن کی روایت بخاری میں جابجا آتی ہے ——— عبدالملک بن مروان حاکم وقت نے ایک مرتبہ ان کے حافظے کا امتحان اس طرح لیا کہ ان کو اپنے پاس بلوایا اور ملکِ عراق کے چار صوبوں کے دیہات و پرگنات کا حساب جمع و خرچ کا غذ سے ان کے سامنے پڑھا اور چند دن کے بعد ان کو طلب کر کے اس جمع و خرچ کی تفصیل زبانی دریافت کی۔ مطابق رجسٹر کے ان کے حافظے میں تفصیل موجود تھی سب سنادی۔ اس کے بعد امام ترمذی کے حافظہ کا واقعہ سنایا ——— اسی ضمن میں کسی نے مولوی راشد بنگالی کا ذکر کیا کہ وہ اس قدر ملکہ رکھتے تھے کہ سبق بھی پڑھاتے تھے اور مسودہ بھی لکھتے جاتے ہیں۔
فرمایا کہ یہ بات کثرت مزاولت اور مشق سے تعلق رکھتی ہے اگرچہ حافظہ اور ذہن بھی شرط ہے۔ پھر اسی ضمن میں ایک حیرت انگیز واقعہ اپنے بچپن کا سنایا۔ پھر فرمایا کہ شاہ محمد عاشق (پھلتی) جو کہ والد ماجد کے شاگرد اور خلیفہ اعظم تھے اور سبیل الرشاد وغیرہ کتب کے مصنف بھی تھے ایک مرتبہ میں نے دیکھا کہ ایک شاگرد کو بڑی محنت سے پڑھا رہے ہیں اور عین مشغولیت درس میں ان کی نسبت باطنی انتہائی جوش پر ہے۔

(۱۵) ایک مرید نے عرض کیا کہ اگرچہ حضرت والا کو گوناگوں امراض گھیرے ہوئے ہیں اور مجلس میں گفتگو بھی فرماتے رہتے ہیں اس کے باوجود اکثر اوقات حضرت کے برکات

قلبیہ ہم کو محسوس ہوتے ہیں۔ بعد انکسار فرمایا کہ توجہ چار قسم کی ہوتی ہے۔

(۱) انعکاسی۔ یہ تمام طرق میں ہے۔ جب ایک قلب دوسرے قلب کے مقابل ہو تو اس کا اثر ہوتا ہی ہے جیسا کہ آئینہ جب کسی چیز کے مقابل ہو تو وہ چیز بے ارادہ اس میں جلوہ گر ہو جاتی ہے۔ اس توجہ انعکاسی کے لئے فقط مرید کی صفائی قلب درکار ہے۔

(۲) القائی ــــ جیسے ایک شیشے کی چیز دوسرے شیشے میں انڈیلیں۔ اس میں قصد وارادہ شرط ہے۔

(۳) جذبی ــــ اس میں قلب طالب کو کھینچکر اپنے قلب کے نیچے رکھتے ہیں وہ اس ترکیب تدبیر سے متاثر ہو جاتا ہے جیسا کہ ایک خشک کپڑا ایک تر کپڑے کے نیچے آجائے تو ضرور تر ہو جاتا ہے۔

(۴) اتحادی ــــ ایک مرشد کے اوصاف بھی مرید میں سرایت کر جاتے ہیں حتی کہ یہ توجہ مرید کی صورت ظاہر پر بھی اثر انداز ہوتی ہے۔ (یعنی مرید صورتاً بہت کچھ پیر ومرشد کے مشابہ ہو جاتا ہے۔)

فرمایا کہ بزرگ چار قسم کے ہیں۔

(۱) سالک مجذوب ــــ کہ اول سلوک اختیار کیا بعد ازاں جذب کی نوبت آئی یہ بہترین قسم ہے۔

(۲) مجذوب سالک ــــ کہ پہلے ایک قسم کے جذب سے سرفراز ہوئے بعد ازاں سلوک اختیار کیا۔

(۳) سالک محض ــــ جو جذب سے مشرف نہیں ہوئے۔

(۴) مجذوب محض ــــ جن کی عقل، غلبۂ تجلیات حق کی بنا پر سلب ہو جاتی ہے۔

ایک مرید نے عرض کیا کہ سلوک و جذب کے کیا معنی ہیں؟

فرمایا ـــــ سلوک تو اجتہادات کسب (کوشش و جدوجہد) کا نام ہے

اور جذب عنایت خداوندی ہے جو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے چنانچہ ایک شاعر نے

کہا ہے ؎

کوششِ عاشق بیچارہ بجائے نرسد ❊ تاکہ از جانبِ معشوق نباشد کششے

(یعنی جبتک محبوبِ حقیقی کی طرف سے کشش نہ ہو بے چارے عاشق کی کوشش

ناکام رہتی ہے)

(۱۶) ایک مرید نے ـــــ دریافت کیا تمام افعال خلاف شرع راہ سلوک کو

بند کرتے ہیں یا بعضے ارشاد فرمایا کہ تکدر تو خلاف شرع تمام اعمال سے پیدا ہو جاتا

ہے لیکن بعض اعمال ایسے ہیں کہ نسبت مع اللہ کا بیج بھی نہیں چھوڑتے۔

جیسے مکر، فریب، نخوت، تکبر، خود نمائی۔ طلب دنیا، طلب جاہ وغیرہ۔

اور بعض کبائر ایسے ہیں کہ اگر وہ بطور ندرت کے کبھی کبھی سرزد ہو جائیں تو (بعد توبہ)

نسبت کو ختم نہیں کرتے ـــــ بعض وہ اعمال ہیں جن سے نسبت کی نورانیت کدورت

ظلمت میں تبدیل ہو جاتی ہے جیسا کہ صغائر، بے قصد و ارادہ۔

(۱۷) ارشاد فرمایا کہ نیت کا بہت زیادہ اعتبار ہے۔ نیت کا دخل ہر امر

میں ہے اور سلوک میں تو خاص طور پر نیت کو دخل ہے۔

(۱۸) ارشاد فرمایا کہ ـــــ برہان الدین ابوالخیر بلخیؒ بچپن کے زمانے

میں اپنے باپ کے ساتھ کہیں جا رہے تھے۔ راستے میں برہان الدین مرغینانیؒ

صاحب ہدایہ کا گذر ہوا۔ صاحبِ ہدایہ نے برہان الدین بلخیؒ کو خوب غور سے

دیکھا اور فرمایا کہ میرا خدا مجھ سے کہلوا رہا ہے کہ یہ بچہ بڑا ہو کر اپنے کمالات کے

باعث مرجع خلائق ہوگا۔ باپ نے جو ساتھ تھے آمین کہی چنانچہ ایسا ہی ہوا

یہی برہان الدین ملتجیؒ ایک شعر میں فرماتے ہیں ؎

گر کرمت عام شد رفت زبرہان عذاب

ور بعمل کار شد وہ کہ چہا دید نیست

(یعنی اے اللہ اگر تیرا لطف وکرم شامل ہو گیا تو مجھ برہان الدین سے عذاب دور ہو جائے گا اور اگر میرے اعمال کے مطابق کارروائی ہوئی تو نہ معلوم مجھے کیا کیا مصیبتیں دیکھنی اور جھیلنی پڑ جائیں

(۱۹) فرمایا کہ ہر دین و مذہب میں احوال خمسہ کی حفاظت و رعایت ضروری سمجھی گئی ہے۔

(۱) حفظ عقل (۲) حفظ نفس (۳) حفظ دین

(۴) حفظ نسب (۵) حفظ مال

(۲۰) ایک سائل کے جواب میں فرمایا کہ اگر کوئی خواب میں ڈرتا ہے تو اس کو یَا سُبُّوحُ بہت زیادہ پڑھنا چاہیئے۔

(۲۱) فرمایا کہ خانقاہ، خان گاہ کا معرب ہے۔ یعنی بادشاہوں کی جگہ۔

(۲۲) ایک شخص کے سوال کرنے پر فرمایا —— ہر بھوکے محتاج کو کھانا کھلانا چاہیئے خواہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم۔

(۲۳) فرمایا کہ حضرت نظام الدین اولیاء کے عہد میں تین ضیاء تھے۔ ایک ضیاء الدین سنامی جو حضرت کے منکر و مخالف تھے۔ دوسرے ضیاء الدین نخشبی بدایونیؒ جو نہ معتقد تھے اور نہ منکر تھے، تیسرے ضیاء الدین برنیؒ (بلند شہری) صاحب تاریخ ہند، یہ حضرت کے مرید تھے

(۲۴) ارشاد فرمایا کہ عزیز و اقارب اکثر معتقد نہیں ہوتے ہیں۔ اور

بعض ہمعصر لوگ بھی خواہ مخواہ نفرت وعداوت کا اظہار کیا کرتے ہیں اسکی وجہ یہ ہے کہ وہ ہر قسم کے رلواں ملواں اعمال اپنی نظروں سے دیکھتے رہتے ہیں اور ان سے ہر قسم کا معاملہ پڑتا رہتا ہے۔ بس وہ اسی بنا پر ناخوش ہوجایا کرتے ہیں۔ کہا گیا ہے المعاصرۃ اصل المنافرۃ یعنی ہمعصری منافرت کی جڑ ہے۔

(۲۵) حاضرین مجلس میں سے ایک نے عرض کیا کہ حضرت عورتیں بہت خوش عقیدہ اور با اخلاص ہوتی ہیں۔ فرمایا۔ ہاں اسی بنا پر تو حضرت سفیان ثوریؒ کا قول ہے علیکم بدین العجائز (تم بوڑھی عورتوں کے طریقے کو لازم پکڑو) یعنی جس طرح وہ اپنے معاملات میں پختہ ہوتی ہیں تم بھی اسی طرح اندر دینی پختگی پیدا کرو۔

(۲۶) ایک مرید نے عرض کیا کہ یہ جو ہوتا ہے کہ کبھی کسی سے طریقۂ چشتیہ میں مثلاً بیعت ہوتے ہیں پھر اسی بزرگ سے یا کسی دوسرے بزرگ سے قادریہ نقشبندیہ میں بیعت ہوجاتے ہیں جائز ہے یا نہیں؟ فرمایا کہ اول جس طریقے میں بیعت ہو اس کا سلوک طے کرے۔ چاہے اس میں کمی رہ جائے اور مکمل نہ ہوسکے — پھر بعد کو دوسری جگہ دوسرے طریقے میں اخذ فیض کرے تو مضائقہ نہیں ہے — طریقۂ اول کا سلوک طے کئے بغیر دوسری جگہ بیعت جائز تو ہے لیکن بیعت کو بازیچۂ اطفال نہ بنائے۔

(۲۷) ایک شخص نے سوال کیا کہ کیا ان قصبات وقریات کے رجاہل لوگوں کا یعنی نام کے مسلمانوں کا جن کا کلمہ وکلام بھی درست نہیں — ذبیحہ درست اور جائز ہے — فرمایا کہ اگر وہ ضروریات دین کا انکار نہیں کرتے تو ان کا ذبیحہ جائز ہوگا۔

(۲۸) فرمایا کہ تحفۂ اثنا عشریہ کی تاریخ تصنیف ایک شخص نے یوں کہی ہے

تحفہ را یک فنہ مداں کہ درو — سوئے ہر معرفت سراغ آمد
سوئے لفظ و معانیش بنگر — ہست دریا کہ در ایاغ آمد
بسکہ نورِ ہدایت است و یقیں — سال تصنیفِ او چراغ آمد
۱۲۰۴ھ

(یعنی تحفۂ اثنا عشریہ کو صرف ایک فن کی کتاب نہ سمجھو اس میں ہر علم و معرفت کی رہنمائی موجود ہے ــــ اس کے الفاظ و معانی پر نگاہ کرو ایسا معلوم ہوتا ہے گویا کوزے میں دریا کو بند کر دیا گیا ہے ــ چونکہ یہ کتاب نور ہدایت و یقین ہے اس لئے اس کی تاریخ تصنیف لفظ چراغ سے نکلتی ہے)۔

بہ سبیل تذکرہ فرمایا کہ ایک شاعر نے (بندے کے متعلق) یوں کہا ہے ــ

جامع علم و عمل شیخ الوریٰ عبد العزیز — آنکہ او اندر جوانی کار پیراں می کند
بسکہ استمداد دارد از سحابِ معنوی — بحر مواج است چوں تفسیر قرآں می کند

(یعنی جامع علم و عمل شاہ عبد العزیز وہ ہیں جو جوانی کے اندر عمر رسیدہ علما کا کام انجام دے رہے ہیں چونکہ وہ سحاب معنوی سے استمداد کرتے ہیں اس لئے تفسیر قرآن کرتے وقت ٹھاٹھیں مارنے والا سمندر معلوم ہوتے ہیں)

(اس قطعہ سے معلوم ہوا کہ آپ نے تفسیر فتح العزیز جوانی کے زمانے میں لکھی ہے)

(۲۹) ایک شخص نے سوال کیا کہ قدم شریف کے نقش کی اصل، احادیث میں آئی ہے؟

جواباً ارشاد فرمایا کہ سوائے جلال الدین سیوطی کے تمام محدثین اسکو صحیح

نہیں جانتے۔ میں نے بھی اس کی سند ہر چند تلاش کی نہیں پائی۔

(۳۰) فرمایا زیارتِ قبر کے بارے میں بہت سی ایسی بدعات رائج ہو گئی ہیں جن کو فقہاء منع کرتے ہیں۔

(۳۱) فرمایا کہ ــــــ ہر جانور کا بچہ جلد دوڑنے لگتا ہے اور آدمی کا بچہ بعد دو سال کے چلتا ہے اور وہ بھی ضعف اور آہستگی کے ساتھ اس کا سبب یہ ہے کہ آدمی کا سر اس کے قد کے تناسب سے بڑا ہوتا ہے برخلاف دوسرے حیوانات کے کہ ان کا سر ان کے قد و قامت کے لحاظ سے چھوٹا ہوتا ہے۔ آدمی کو بڑا سر اس لئے دیا گیا ہے کہ اس میں قوت فکریہ زیادہ چاہئے تاکہ جمیع امورات کو انجام دے سکے۔

(اسی بات کے ساتھ یہ بھی فرمایا) ایک بات یہ بھی غور کرنے کی ہے کہ اگر کوئی چیز داہنے ہاتھ پر رکھی جائے تو بوجھل معلوم ہوتی ہے برخلاف بائیں ہاتھ کے کہ اسی وزن کی چیز اس پر ہلکی معلوم ہوتی ہے۔ آخر اس کا کیا سبب ہے؟۔ اس کا سبب یہ ہے کہ داہنا ہاتھ بہت سے کام انجام دیتا ہے اس پر ایک چیز رکھ کر اس کو گویا مقید کر دیا گیا ہے۔ بایاں ہاتھ زیادہ تر بیکار و معطل رہتا ہے اسی وجہ سے وہ چیز اس کو گراں نہیں معلوم ہوتی۔

(۳۲) ارشاد فرمایا کہ بعض امور تجربے کے بعد معلوم ہوتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ مطالعہ کتب عربیہ۔ وہ شخص اچھی طرح کر سکتا ہے جس کو علم نحو خوب یاد ہو۔ اور مناظرے میں وہ غالب رہتا ہے جو اصول خوب یاد رکھتا ہے اور گھر میں بیٹھ کر فکر وہ اچھی کر سکتا ہے جو منطق میں ماہر ہو۔

(۳۳) فرمایا کہ ــــــ پختہ عالم وہ ہے جس کی چار چیزیں پختہ ہوں۔

(۱) مطالعہ (۲) درس (۳) تحریر و تقریر (۴) مناظرہ۔

(۳۴) ارشاد فرمایا کہ ہر علم کے درس کا طریقہ ہمارے یہاں جدا گانہ ہے اس کی تفصیل سے بیان کر کے فرمایا کہ درس تصوف میں میرا طریقہ یہ ہے کہ اول لوائح جامی بجائے میزان الصرف کے۔ بعدہٗ لمعات اور شرح لمعات اس کے بعد درّہ ناخرہ، تصنیف صدر الدین قونوی شاگرد محی الدین ابن عربیؒ بعدہٗ فصوص پھر فتوح الغیب۔

(۳۵) ارشاد فرمایا کہ ــــ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں چار بری عادتیں اپنے اندر رکھتا ہوں۔ اگر آپ فرمائیں تو ان میں سے ایک کو چھوڑ دوں چاروں کا چھوڑنا مشکل ہے۔ دریافت فرمایا وہ کون کون سی بری عادتیں ہیں عرض کیا۔ چوری، زنا، دروغ گوئی (جھوٹ بولنا) اور شراب۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان (چوری وغیرہ کی سزاؤں کا حال تجھ کو معلوم ہے۔ اس نے عرض کیا جی ہاں معلوم ہے فرمایا بس جھوٹ چھوڑ دے اس نے قبول کیا پھر جب کسی حرکت کا ارادہ کرتا تھا وہ جھوٹ نہ بولنے کا اقرار اور فعل بد کی سزا کو یاد کرتا تھا اور باز رہتا تھا۔ پھر اس نے کہا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ہر چہار طرف سے مقید کر دیا۔

(۳۶) ایک مرید نے عرض کیا کہ کیا رسمی طور پر مرید ہونا بھی خالی از فائدہ نہیں ہے؟۔

ارشاد فرمایا کہ ہاں تجربہ ہے کہ مرید رسمی بھی پیران طریقت کی توجہات کے ساتھ مخصوص ہو جاتا ہے۔

(۳۷) ایک بزرگ سمرقند کی جانب سفر کرنے کا ارادہ رکھتے تھے ان سے فرمایا کہ سفر میں یَا حَفِیظُ نو سو اٹھانوے (۹۹۸) بار اور سورۂ لایلاف بے تعیین

کثرت سے پڑھتے رہتا۔

(۳۸) فرمایا —— کہ لسانِ زبور و انجیل ایک تھی۔ نیز فرمایا کہ عربی و عبرانی میں فرق ایسا ہے جیسا کہ ہندی اور بنگالی زبان ہیں —— نیز فرمایا کہ ہر چہار انجیل جو نصاریٰ کے پاس موجود ہیں وہ کلامِ خدا نہیں ہیں۔ بلکہ یارانِ حضرت عیسیٰ ؑ (حواریین) نے بطور خود ان کو لکھا ہے —— کلام خدا ان کے پاس سے گم ہو گیا۔

اسی وقت ذکر حافظ شیرازیؒ چھڑ گیا جو تیمور لنگ کے ہم عصر تھے اور شیخ سعدی شیرازیؒ سے ڈیڑھ سو سال بعد ہوئے تھے —— فرمایا کہ جب تیمور نے شاہ شجاع کو قتل کر دیا تو حافظ شیرازیؒ کو بلوایا اور ان سے دریافت کیا کہ سمرقند و بخارا جو ہمارا وطن ہے آپ نے ان دونوں شہروں کو اس بیدردی کے ساتھ کس طرح بخش دیا؟

حافظ شیرازیؒ نے جواب دیا کہ ہم اسی سخاوت کی وجہ سے تو فقیر ہو گئے۔

(حافظ شیرازی کا ایک شعر ہے)

اگر آں ترک شیرازی بدست آرد دل ما را
بخالِ ہندوش بخشم سمرقند و بخارا را

(اسی شعر کے متعلق تیمور نے سوال کیا تھا)

(۳۹) نواب نوازش علی خاں صاحب نے ہزاری نے روزے کے متعلق دریافت کیا۔ ارشاد فرمایا کہ حدیث میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے —— نیز فرمایا کہ ہر ماہ کے تین روزے سنّت ہیں۔ شروع مہینے کے تین دنوں کو غُرر کہتے ہیں۔ اور آخر ماہ کے تین دنوں کو سُرَر کہتے ہیں اور درمیانی ایام (۱۳، ۱۴، ۱۵) کو "ایام بیض" کہتے ہیں —— ذکر ایام بیض (حدیث میں) بہت آیا ہے اور ذکر غُرر و سُرر بھی آیا ہے۔

(۴۰) ایک مرید نے دریافت کیا کہ حضرت عائشہؓ یا حضرت فاطمہؓ نے کبھی عورتوں کی امامت کی ہے۔ فرمایا نہیں — بلکہ یہی وجہ کراہتِ امامتِ نساء کی ہے (کہ ان جیسی تقدس مآب خواتین نے بھی عورتوں کی امامت نہیں کی) مگر عہدِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں ایسا ضرور ہوتا تھا کہ اگر کسی کو مسجد میں نماز باجماعت نہیں ملتی تھی تو وہ شخص اپنے گھر آکر اپنے اہل و عیال کے ہمراہ نماز باجماعت ادا کرلیتا تھا۔

(۴۱) فرمایا — خوارج سوائے حضرات شیخینؓ کے باقی سب سے عداوت رکھتے ہیں مگر حضرت حسینؓ اور دیگر سادات کے معتقد ہیں اور ناصبی حضرت علیؓ اور حضرت حسینؓ دونوں سے دشمنی رکھتے ہیں — فرمایا کہ خارجیوں کا تسلط کبھی کسی ملک میں نہیں ہوا۔ عمان اور مسقط وغیرہ مقامات میں رہتے ہیں — میں نے کسی خارجی کو نہیں دیکھا مگر ناصبی دیکھے ہیں۔

(۴۲) ایک مرید نے عرض کیا کہ کیا مرغ وغیرہ تمام جانوروں کے لڑانے کا ایک ہی حکم ہے؟

فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جانوروں کو آپس میں بھڑکانے اور لڑانے کی ممانعت فرمائی ہے۔ خواہ وہ وحشی جانور ہوں یا پرندے ہوں۔ البتہ جانوروں کا پالنا اگرچہ وہ صحرائی ہوں ممنوع نہیں ہے۔

حضرت انسؓ کے چھوٹے بھائی (ابو عمیرؓ) نے ایک لال چڑیا پالی تھی جب وہ چڑیا مر گئی تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یَا اَبَا عُمَیْرٍ مَا فَعَلَ النُّغَیْرُ (یعنی اے ابو عمیر تمہارا وہ لال کیا ہوا)

(۴۳) فرمایا کہ — اطبا نے کبوتر کے بہت سے فوائد و خواص لکھے ہیں (اگرچہ ان کا اڑانا منع ہے) منجملہ ان فوائد کے ایک یہ ہے کہ کبوتروں کے پروں

کی ہوا سے خفقان دفع ہوتا ہے اور لقوہ و فالج بھی ــــ کتاب خواص الحیوان میں تمام حیوانات کے عجیب عجیب حالات، تاثیر اور خواص بیان کئے گئے ہیں۔

(۴۴) ایک شخص نے دریافت کیا کہ کیا گنجفہ اور چوسر، شطرنج کی طرح حرام ہیں؟

ارشاد فرمایا کہ گنجفہ اور چوسر میں شطرنج سے بھی زیادہ حرمت ہے اس لئے کہ بعض ائمہ نے (شرائط کے ساتھ) شطرنج کو مباح بھی کہا ہے ــــ پھر فرمایا کہ جامع صغیر میں شطرنج کے کھیلنے اور دیکھنے والے پر لعنت کی حدیث لکھی ہے لیکن وہ ضعیف ہے۔

(۴۵) ارشاد فرمایا کہ حضرت علیؓ کے انیس ۱۹ صاحبزادے تھے، پانچ صاحبزادے حضرت حسینؓ کے ہمراہ شہید ہوئے اور حضرت حسنؓ کے ۹ صاحبزادے تھے جن میں قاسم لاولد تھے دوسرے صاحبزادوں میں سے اکثر کی اولاد کا سلسلہ اب تک باقی ہے۔

(۴۶)۔ ایک مرید نے عرض کیا کہ کیا بیعت نیابۃً بھی درست ہے؟

ارشاد فرمایا ــــ ہاں حدیث میں آیا ہے کہ ایک مرتبہ بہت سی عورتوں نے قصد بیعت کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرصت نہ تھی، حضرت عمرؓ کو بھیجا تاکہ نیابۃً بیعت لے لیں۔

(۴۷)۔ ایک مرید نے تانبے اور پیتل کے برتنوں کا مسئلہ معلوم کیا۔

فرمایا ان کا استعمال درست ہے لیکن تانبے کے برتن پر احتیاط و حفاظت کی غرض سے قلعی کرا لینا چاہئے تاکہ کھانا خراب نہ ہو۔ قلعی نہ ہونے کی صورت میں کراہت ہے ــــ پیتل کے برتن پر اگر قلعی نہ ہو تو مضائقہ نہیں، بہت ہنود

کی وجہ سے مکروہ (خلاف اولیٰ) قرار دیا ہے۔ خصوصاً پیتل کی تھالی اور لٹیا کہ ایک قوم کے ساتھ مخصوص ہیں (اور اسی وجہ سے مکروہ ہیں) برخلاف پیتل کٹورے کے کہ سقّوں کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ بنابریں کسی خاص قوم کے ساتھ اس کی تخصیص نہیں رہی۔ پیتل کی سلفچی اور لوٹے کے استعمال میں بھی کوئی مضائقہ نہیں۔

(۴۸) ایک مرید نے عرض کیا، کیا ایک حنفی، امام شافعیؒ یا کسی اور امام کے موافق عمل کر سکتا ہے۔ فرمایا ہاں ضرورت کے وقت کسی دوسرے امام کے مذہب پر عمل کر سکتا ہے۔ —— میں نے ایک استفتار کے جواب میں اس مسئلے کو مفصل لکھا ہے۔

(۴۹) فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے اسلاف کی عمروں میں اور ان کے اوقات میں بڑی برکت دی تھی —— چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطیؒ مصری شافعی جو کہ صاحب تصانیف کثیرہ تھے ان کے اوقات کا حساب لگایا گیا ہے پندرہ سال نکالنے کے بعد کہ وہ ان کے بچپن کا (اور تحصیلِ علوم کا زمانہ ہے) —— روزانہ بارہ ورق ان کی تصانیف کے بیٹھتے ہیں کب حج بیت اللہ کیا ہوگا اور کب درسِ علوم اور تدریس وغیرہ کا مشغلہ رکھا ہوگا؟۔

(۵۰) فرمایا کہ —— وہ علوم جن کا میں نے مطالعہ کیا ہے اور اپنی بساط کے مطابق ان کو یاد بھی رکھتا ہوں —— ڈیڑھ سو علوم ہیں —— ایک عالم نے عرض کیا کہ (عام طور پر) چوڈہ علوم بتائے جاتے ہیں —— فرمایا یہ تحصیل علم کے اعتبار سے ہیں (نہ کہ مطالعہ کے اعتبار سے)

(۵۱) ایک شخص نے عرض کیا کہ ایک روز ذکر تھا کہ منظوم خطبہ ہندوستان

میں رواج پا گیا ہے۔ تو کیا یہ جائز ہے؟۔

فرمایا مکروہ ہے مگر اس صورت میں مکروہ ہے جب کہ بالکل نظم ہی نظم ہو خواہ وہ نظم اردو میں ہو خواہ فارسی میں خواہ عربی میں ——— اگر بعد نثر (عربی) کچھ اشعار (عربی) نصیحت آمیز پڑھ دے تو کچھ مضائقہ نہیں۔

(۵۲)۔ فرمایا کہ ——— فوائد الفواد (ملفوظات سلطان المشایخ) سلوک کا دستور العمل بہت ہی اچھی کتاب ہے ——— ہر چند کہ امیر خسرو نے بھی ملفوظات سلطان المشایخ جمع کئے ہیں لیکن وہ اس قدر مقبول نہیں۔

(۵۳) فرمایا کہ ——— سلطان المشایخ عظیم الشان بزرگ تھے اور ان کے خلفا بھی کیسے کیسے عالیشان ہوئے ہیں جیسے حضرت اخی سراج (یعنی شیخ سراج الدین عثمان اودہی) حضرت نصیر الدین (چراغ دہلی)۔

(۵۴)۔ فرمایا کہ ——— حضرات قدماء چشتیہ نے سماع مع مزامیر کے ساتھ نہیں سنا چنانچہ سلطان المشایخ (حضرت نظام الدین اولیا) جو کہ سماع کے عاشق تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص مزامیر سنے وہ میری محفل میں نہ آئے۔

(۵۵)۔ ارشاد فرمایا کہ ——— شیخ سدو کے نام کا کھانا نہ کھانا چاہیے اس لئے

؎ امروہہ میں سلطان معز الدین کیقباد کے زمانے میں اب سے ٹھیک سات سو سال پہلے سب سے پہلی جامع مسجد حکومت کی جانب سے بنائی گئی۔ عہد اکبری میں سید محمد میر عدل امروہی نے اس کی شان و شوکت میں اور اضافہ کیا۔ اس مسجد میں ایک مدرسہ بھی تھا جو مدرسہ معزیہ کہلاتا تھا۔ اس مسجد کے ایک مؤذن صدر الدین (جو سدو کہلانے لگا) کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ وہ عملیات کا ماہر تھا اور غلط طریقہ پر یہ بھی مشہور ہے کہ اس کی روح ماری ماری پھرتی ہے۔ ہوس پرستوں اور شرک پسندوں نے سدو کے نام پر کھانے کمانے کے دھندے نکال لئے۔ صحیح طور پر متعین کر کے نہیں کہا جا سکتا مگر کوئی دو سو سال سے یہ شرک کا بازار گرم تھا۔ سدو کا بکرا تو مشہور ہی ہے۔ جس کو فتاویٰ اور تفسیر میں شاہ صاحب نے حرام قرار دیا ہے شرک پسندوں نے جن میں سنی، شیعہ دونوں ہیں مسجد سے باہر میلا کرنے کے لئے بیر چاہا کہ اس

کہ اس کھانے کو لوگ بھوگ کے طور پر کرتے ہیں۔ سدّو کی ایذا رسانی کے خوف سے۔
ایک مرید نے عرض کیا کہ بعض جگہ بعض جنات کی پختہ یا خام چیز پر نیاز دلاتے ہیں صرف اس خیال سے کہ یہ جن فلاں بزرگ سے تعلق رکھتا تھا

فرمایا ——— ایسا نہیں کرنا چاہئے۔

(۵۶)۔ ارشاد فرمایا کہ ——— سلطنت کفر کے ساتھ قائم رہ سکتی ہے ظلم کے ساتھ قائم نہیں رہ سکتی۔

(۵۷)۔ ارشاد فرمایا کہ ——— فی الحقیقت بیعت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بلکہ خدا سے ہوتی ہے ——— تمام مُرشد نائب حضرت رسالتمآب ہیں اور مُرید بشرطِ اجازت، نائب مرشد ہوتا ہے۔

(۵۸)۔ فرمایا کہ مثنوی مولانا ——— رومؒ کل کی کل جواہر نفیسہ کی مانند ہے لیکن اس کا ایک شعر تو لاکھ روپے کا ہے ؎

درگذرد لطف او شد بیشتر ——— بہر تقریب سخن بارِ دگر

(یعنی اگر اللہ تعالیٰ بندے کی دعا کو قبول نہ فرمائے تو یہ بھی اس کا ایک بڑا لطف و کرم ہوتا ہے اس لئے کہ اس صورت میں دوبارہ اس سے مناجات کرنے اور گفتگو کرنے کی تقریب پیدا ہو جاتی ہے۔

(۵۹)۔ فرمایا کہ ——— اگر آدمی کردار کا سچا اور پکا ہو تو بڑی اچھی بات ہے۔

(۶۰)۔ ارشاد فرمایا کہ ——— نیت ہمیشہ ڈانوا ڈول رہا کرتی ہے۔ اسی بنا پر بزرگوں نے کہا ہے کہ عمل خیر میں مشغول رہنا چاہئے انشاء اللہ تعالیٰ

(بقیہ صفحہ گذشتہ) قدیم مسجد کو اپنے مشرکانہ رسوم کا مرکز بنائیں۔ امروہہ کے حساس مسلمانوں نے ان کے مقصد کو پورا نہ ہونے دیا۔

کبھی نہ کبھی نیت درست ہو ہی جائے گی۔

(۶۱)۔ ارشاد فرمایا ـــــــ پانی کم پینے سے قوتِ گویائی بڑھ جاتی ہے۔ چنانچہ حکیم سنائی نے فرمایا ہے ؎

ذہنِ ہندی و نطقِ اعرابی ـــــــ بود از کم خوری و کم آبی

(یعنی ہندوستانی کا ذہن کم کھانے اور عرب کے دیہاتی کی قوت گویائی کم پینے کی وجہ سے ہے۔)

(۶۲)۔ فرمایا کہ ـــــــ ہر قوم کا ذہن کسی نہ کسی فن میں ہوتا ہے۔ چنانچہ ذہن ہنود حساب میں اور ذہن انگریز جزوی صنعت و حرفت میں۔ اور ریاضیات میں خوب ہے۔ اگرچہ وہ دقائق منطقیہ اور مسائل الٰہیات کو کم سمجھتے ہیں اِلّا ماشاء اللہ۔

(۶۳)۔ ارشاد فرمایا کہ ـــــــ ترک اولیٰ یا خطائے اجتہادی کیوجہ سے کسی پر طعن و اعتراض کرنا اچھی بات نہیں ہے۔ ہر معاملے میں خصوصاً کسی پر اعتراض کرنے میں طریقۂ اعتدال اختیار کرنا اچھا ہے۔

(۶۴)۔ ایک شخص نے دریافت کیا کہ فرض نماز میں امام کو لقمہ دینا درست ہے یا نہیں؟

ارشاد فرمایا کہ ـــــــ فقہا نے اس میں اختلاف کیا ہے۔ صحیح تر یہ ہے کہ لقمہ دینا چاہیے۔ اگر امام نے ایسی غلطی کی ہے جس میں معنی بدل رہے ہیں تو لقمہ دینا فرض ہے ورنہ مستحب۔

(۶۵) ارشاد فرمایا کہ ـــــــ (سورۂ فاتحہ) میں اِھْدِنَا سے پہلے نَسْتَعِیْنُ کا جو نون ہے اس میں وصل کرکے (یعنی اِھْدِنَا سے ملاکر) پڑھنا اچھا نہیں ہے۔ اگرچہ نماز میں کوئی خلل نہیں آتا۔

(۶۶)- ارشاد فرمایا کہ ——— کسی بزرگ کے بارے میں ایسا عقیدہ قائم نہ کرنا چاہیئے جو خلاف کتاب و سنّت ہو۔ سمجھ کر عقیدت کرنی چاہیئے۔ اور سوچنا چاہیئے کہ اولیاء کے حالات لکھنے والا سوائے کرامت اور خرقِ عادات کے اور باتیں کب لکھتا ہے۔

(۶۷)- ارشاد فرمایا کہ ——— انبیاء معصوم اور اولیاء محفوظ ہیں۔ معصوم وہ ہے کہ اس سے باوجود استعدادِ گناہ، گناہ سرزد ہونا محال ہو اور محفوظ وہ ہے کہ گناہ اس سے ممکن ہو۔ اگرچہ واقع نہ ہو۔

پہلی صورت مستلزم محال ہے۔ دوسری ممکن غیر واقع۔

(۶۸)- ارشاد فرمایا ——— کہ پندرہ شعبان کی رات (شب برات) کو مغرب کے وقت سے لے کر صبح صادق تک تجلیاتِ الٰہی کا نزول آسمان دنیا پر ہوتا ہے۔ اگر ہو سکے تو رات ورنہ اکثر حصہ شب میں عبادت کرے

(۶۹) ایک صاحب نے دریافت کیا کہ (بعض) اعمالِ سفلی قوی التاثیر اور بعض اعمالِ علوی ضعیف التاثیر پائے جاتے ہیں۔ اس کا کیا سبب ہے؟

جواب میں ارشاد فرمایا کہ ——— شرع شریف میں اعمال سفلی سے جو منع کیا گیا ہے وہ اس بناء پر ہے کہ ان سے دین کو نقصان پہنچتا ہے اُن کی تاثیر سے انکار نہیں کیا گیا ہے جیسے زہر ہے کہ وہ حرام ہے۔ مگر اس کی تاثیر کی قوت بھی بالکل ظاہر و مسلم ہے۔

(۷۰) ایک دن حضرت شاہ صاحب حسب دستور چہل قدمی کر رہے تھے (چھوٹے چھوٹے بچوں نے بھی بڑوں کی دیکھا دیکھی راستے میں حضرت والا سے مصافحہ کیا اس پر) ارشاد فرمایا کہ بچے بڑوں کو بوقت چہل قدمی مصافحہ کرتے ہوئے دیکھتے ہیں تو خود بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔ مقلد اور محقق کا فرق

یہی ہے۔ محقق جو کچھ کرتا ہے سمجھ کر کرتا ہے۔ پھر فرمایا کہ (اچھے کام کی) تقلید بھی اچھی ہے بسا اوقات کام آجاتی ہے۔

(۱۷)۔ تراویح پڑھتے وقت زور کی بارش آگئی۔ مگر امام نے قرأت کم نہیں کی۔ لوگ تر بتر ہو گئے۔ اس کو سُن کر ارشاد فرمایا کہ ایسے وقت میں نماز توڑ کر سائبان یا چھت کے نیچے چلا جانا بہتر ہے۔ خصوصاً بعض بیماروں کا خیال کر کے (جو جماعت میں ہوں گے) نیز ایسے وقت میں کم پڑھنا چاہئے اور سورہ کوثر (جیسی سورتوں) پر اکتفا کرنا چاہئے

(۲۷)۔ ارشاد فرمایا ——— تعزیت کے واسطے جانے میں بہت ثواب ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تعزیت کے لئے تشریف لے جایا کرتے تھے۔

(۳۷)۔ ایک شخص نے ایسے درود کی درخواست کی جس کے پڑھنے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت خواب میں ہو جائے ———

——— فرمایا کوئی سا بھی درود پڑھو اگر زیارت مقدر میں ہے تو ضرور ہو گی۔ بارہا تجربہ ہو چکا ہے کہ جو کوئی زیارت کے سلسلے میں زیادہ کوشش کرتا ہے زیادہ دیر میں کامیاب ہوتا ہے اور جس کے نصیب میں زیارت ہوتی ہے وہ آسانی سے فیض یاب ہو جاتا ہے۔

حکایات

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ

(۱) حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کے زمانہ میں مولوی فضل حق صاحب خیرآبادی اور مفتی صدرالدین صاحب کا شباب تھا۔ مولوی فضل حق صاحب اور مفتی صاحب نے ایک ایک قصیدہ لکھا کہ شاہ صاحب کے پاس چل کر پیش کریں دیکھیں ادب میں کتنی مہارت ہے لے کر چلے اور راستہ میں یہ سوجھی کہ ہر ایک نے دوسرے کا قصیدہ لے لیا کہ میرے قصیدہ کو تم اپنا بتانا تمہارے والے کو میں اپنا بتاؤں گا۔ وہاں حاضر ہوئے، شاہ صاحب نابینا ہو گئے تھے، معمولی باتیں کر کے آنے کی غرض دریافت کی۔ انھوں نے کہا ہم نے کچھ لکھا ہے۔ اصلاح کے لیے حضور میں لائے ہیں۔ فرمایا پڑھو۔ سب پڑھ گئے۔ کچھ نہیں بولے یہ سمجھے کہ یہ کچھ نہیں سمجھے۔ پوچھا کسی جگہ اصلاح فرما دیجئے۔ فرمایا اصلاح تو دیکھی جاوے گی مگر یہ تبلاؤ کہ یہ تبادلہ قصیدوں کا کہاں ہوا۔ حیرت ہو گئی۔ شاہ صاحب نے ان معمولی باتوں سے دونوں کی طبیعت کا رنگ پہچان لیا اس سے سمجھے، دونوں نے خجلت کے ساتھ اقرار کیا، دوبارہ پھر سنایا اور جا بجا اصلاح دی۔

(قصص الاکابر صفحہ ۲)

(۲) حضرت حکیم الامۃ تھانوی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ تاریخ یمینی میں ایک لفظ "تکاکرہ" ہے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہ کے زمانہ میں کوئی ادیب یہ کتاب پڑھا رہے تھے۔ یہ لغت کہیں نہیں ملا۔ آخر حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ حضرت ایک لغت تاریخ یمینی کا کہیں نہیں ملتا۔ آپ نے فرمایا کہ "تکاکرہ" ہوگا، سو یہ عربی لغت نہیں ہے بلکہ معرّب ہے اصل ٹھاکر تھا۔ اس کا معرب "تاکر" کیا گیا پھر اس کی جمع "تکاکرہ" بنائی گئی۔ (ملفوظات خیرت حصہ سوم صفحہ ۶)

(۳) حضرت حکیم الامۃ تھانوی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ کسی نے شاہ عبدالعزیز صاحبؒ سے سوال کیا کہ فاحشہ عورت کا جنازہ پڑھنا جائز ہے؟ فرمایا اس کے آشناؤں کا کیسے جائز سمجھتے ہو، حضرت شاہ صاحب کو سائل کے فہم کے موافق جواب دینے میں اللہ تعالیٰ نے کمال عطا فرمایا تھا۔

(اشرف العلوم ماہ ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ)

(۴) حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب نے ایک مرتبہ وعظ فرمایا اس وعظ میں ایک انگریز ریذیڈنٹ بھی شریک تھا۔ جب وعظ ختم ہوا تو اس ریذیڈنٹ نے کھڑے ہو کر سب اہل مجلس سے کہا کہ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ مسلمانوں سے سلطنت کیوں نکل گئی۔ مختلف لوگوں نے اس کے اس سوال کے مختلف جواب دیئے آخر میں اس انگریز نے کیسی سمجھ کا جواب دیا کہ میری رائے میں تو سلطنت نکل جانے کی یہ وجہ معلوم ہوتی ہے کہ جو سلطنت کے اہل تھے (مثل شاہ صاحبؒ کے) انھوں نے تو گوشہ نشینی اختیار کی اور دنیا پر لات ماری اور جو اس کے لائق نہ تھے ان کے ہاتھ میں آئی انھوں نے اس کو برباد کیا۔ (قصص الاکابر صفحہ ۱۸)

(۵) صاحب رزیڈنٹ دہلی حضرت شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی کی ملاقات کو آئے اور گفتگو کے دوران انھوں نے کہا کہ میں ایک بات پوچھتا ہوں کوئی جواب اس کا نہیں دیتا مثلاً ایک شخص مسافر جاتا ہے اور راستہ بھول گیا اس نے دیکھا کہ ایک آدمی سوتا ہے اور ایک بیٹھا ہے پس راستہ کس سے دریافت کرے آپ نے فرمایا کہ راستہ واسطے چلنے کے ہے نہ واسطے بیٹھنے کے اس تیسرے آدمی کو چاہیے کہ وہاں بیٹھے جب سونے والا جاگ اٹھے تو اس وقت دونوں اس سے راستہ پوچھ کر چلے جاویں۔

(مجموعہ کمالات عزیزی ص۵)

(۶) مولوی مدن صاحب بڑے فاضل متوطن شاہجہان پور عند الورود دہلی واسطے ملاقات جناب مولانا صاحب کے مدرسہ میں آئے مدرسہ کا بڑا مکان تھا شطرنجی کا فرش بچھا ہوا تھا اور ایک پلنگ بھی ایک طرف کو پڑا رہتا تھا۔ اکثر حضرت چہل قدمی فرماتے فرماتے اس پلنگ پر لیٹ جاتے اور سب آدمی جو آتے فرش پر بیٹھتے۔ مولوی مدن نے کہا کہ میں تو فرش پر نہ بیٹھوں گا۔ حضرت نے فرمایا ان کے لئے اچھا پلنگ لاؤ۔ فوراً پلنگ نواڑی لاکر سوزنی و تکیہ سے آراستہ کر دیا۔ مولوی مدن اس پر بیٹھے اور کہا کہ میں آپ کی ملاقات کا بہت مشتاق تھا اور آپ سے گفتگو کرنے کا ارادہ ہے۔ آپ نے پوچھا کس علم میں۔ مولوی مدن نے کہا علم معقول میں حضرت نے فرمایا ان کو مولوی رفیع الدین صاحب کے پاس (کہ چھوٹے بھائی جناب مولانا شاہ عبد العزیز صاحب اور فاضل متبحر تھے) لے جاؤ۔ مولوی مدن نے کہا میں تو آپ سے گفتگو کرنے کا عزم رکھتا ہوں حضرت نے فرمایا نہیں ان کی ہی کیجئے بعد اس کے مولوی مدن نے کہا بس معلوم ہوا۔ آپ نے فرمایا کیا معلوم

ہوا۔ انھوں نے کہا ہماری مجلس میں ایک دفعہ ذکر تھا شاہ عبدالعزیز منقولی اور معقولی دونوں ہیں کوئی کہتا تھا کہ فقط منقولی ہیں۔ حضرت نے فرمایا فقیر سوائے قال اللہ والرسول کے اور گفتگو کرنی بُرا جانتا ہے۔ اگر آپ کا ایسا ہی دل چاہتا ہے تو خیر اچھا شروع کیجئے۔ مولوی مدن بھی بڑے فاضل اور معقولی تھے ان کے نزدیک جو مسئلہ لاحل تھا بیان کیا جناب مولانا صاحب نے ایسا عمدہ جواب دیا کہ مولوی مدن صاحب پلنگ پر سے کود کر دور جا کھڑے ہوئے اور کہا مجھ سے گستاخی ہوئی اور اس مدن کی عاقبت بگڑ گئی آپ نے فرمایا مولوی صاحب آیئے تشریف لایئے۔ انھوں نے کہا مولوی کون ہے میرا رتبہ یہ بھی نہیں ہے کہ جو لوگ آپ کے یہاں آتے ہیں ان کی جوتیاں اتارنے کی جگہ کھڑا رہوں، للہ آپ میرا قصور معاف فرمایئے غرض بعد معافی قصور فرش پر بیٹھے۔ (مجموعہ کمالات عزیزی ص۳۷)

(۷) حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ شاہ عبدالعزیز صاحب کی مجلس میں ایک شخص نے کہا لفظ "گھونسا" کے مرادف کتنے ہو سکتے ہیں۔ شاہ صاحب نے گنوانا شروع کئے تو گیارہ لغت ہوئے اس شخص نے کہا کہ مجھے تو تمام عمر میں سات لغت ملے تھے۔

(حسن العزیز جلد چہارم ص۱۹۵)

(۸) حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے فرمایا کہ شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کے پاس ایک جہاز راں انگریز آیا اور کہا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ کو ہر فن میں دخل ہے جہاز رانی میں بھی آپ کو کچھ آتا ہے۔ شاہ صاحب نے جو بعض پرزوں کے حالات بیان کئے ہیں تو وہ اس کو بھی یاد نہ تھے۔ اس کو حیرت ہوگئی، پوچھا تو فرمایا کہ بچپن میں اس فن کی ایک کتاب دیکھی تھی اس میں

سے ہی کچھ یاد ہو گیا تھا۔ (ارواح ثلاثہ ص۴۴)

(۹) حضرت امیر شاہ خان صاحب نے فرمایا کہ جب شاہ صاحب کا تحفہ (تحفہ اثنا عشریہ) لکھنؤ میں پہنچا ہے تو لکھنؤ کے نواب نے جو اس وقت برسرحکومت تھا مجتہدینِ شیعہ سے درخواست کی کہ اس کا جواب لکھا جائے۔ مجتہدین میں سے دلدار علی خان نے جواب کا بیڑا اٹھایا لیکن تحفہ کی زبان چونکہ بے نظیر تھی اس لئے مرزا قتیل سے درخواست کی گئی کہ رمضان میں قبلہ وکعبہ لکھیں اور آپ کی عبارت میں ادا کر دیں تاکہ مضامین کا جواب مضامین سے اور عبارت کا جواب عبارت سے ہو جائے۔ مگر قتیل نے عذر کیا اور کہا کہ میں شاہ صاحب کی سی فارسی عبارت لکھنے پر قادر نہیں ہوں اور اس کی تائید میں اس نے بیان کیا کہ دلی میں ایک رنڈی سے میری آشنائی ہے اور میں نے نہایت دماغ سوزی سے اور اپنی پوری قابلیت صرف کر کے اُسے ایک خط لکھا تھا وہ رنڈی خط کو دلی کے تمام لائق فائق لوگوں کے پاس لے گئی اور درخواست کی کہ اس کا جواب لکھدیا جائے مگر اس کے جواب کا کسی نے اقرار نہیں کیا مجبور ہو کر وہ اس خط کو شاہ صاحب کی خدمت میں لے گئی اور ظاہر کیا کہ میں تمام جگہ پھر چکی ہوں مگر اس کے جواب کی کسی نے حامی نہیں بھری۔ اب مجبور ہو کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئی ہوں۔ حضور اس کا جواب لکھدیں شاہ صاحب نے خط سنتے ہی فی البدیہ اس کا جواب لکھوا دیا وہ خط چھ مہینے سے میرے پاس رکھا ہے اور میں کوشش کرتا ہوں کہ اس کا جواب لکھوں مگر اب تک مجھ سے اس کا جواب نہیں ہو سکا۔ اب آپ غور فرمائیں کہ میں تحفہ کی عبارت کا جواب کس طرح دے سکتا ہوں۔ جب قتیل نے عذر کیا تو ناچار قبلہ وکعبہ نے خود ہی جواب لکھا۔ اس جواب کو نواب صاحب نے

مرزا قتیل کے سامنے پیش کیا اور پوچھا کہ تبلائیے کیسا جواب ہے، مرزا قتیل نے کہا کہ سچ تو یہ ہے کہ قبلہ وکعبہ سے تو اپنی کتاب کا نام بھی رکھنا نہ آیا، شاہ صاحب تو تحفہ پیش کرتے ہیں اور قبلہ وکعبہ تحفہ کا جواب تلوار سے دیتے ہیں (مرزا قتیل کے اس اعتراض کا منشا یہ تھا کہ قبلہ وکعبہ نے اپنی کتاب کا نام ذوالفقار رکھا تھا) اس کے بعد قبلہ وکعبہ نے فرمایا کہ اچھا عبارت کی نسبت کچھ فرمائیے، قتیل نے کہا کہ حضور! کہاں جائس کا جولاہہ اور کہاں دلی کی سیڑھیوں کا میٹھا ہوا شہدہ (یہ قتیل نے اس لئے کہا کہ قبلہ وکعبہ جائس کے تھے اور جائس کے جولاہے مشہور ہیں)

حاشیہ:۔ **قولہ فی البدیہہ اس کا جواب لکھوا دیا۔ اقول** (از مولانا اشرف علی تھانویؒ) اگر کسی کو وسوسہ ہو کہ ظاہراً فسق ہی کا علاقہ تھا تو اس کی تقویت واعانت کیسے کی؟ جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ قائلہ اور قتیل اس قابل نہ رہے ہوں صرف اظہار لیاقت ہی کے لئے مکاتبت ہوئی ہو تو معین پر بدگمانی کا کچھ حق نہیں ؎

بگذار از ظن خطا اے بدگماں　　　اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ راخواں

(ارواح ثلاثہ ص۴۳)

(۱۰) حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کی خدمت میں ایک شخص نے ایک تصویر پیش کی اور کہا یہ تصویر جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے اس تصویر کو کیا کرنا چاہئے۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل فرمایا ہے۔ اس تصویر کو بھی غسل دینا چاہئے　(مجموعہ کمالات عزیزی ص۵)

(۱۱) ایک منشی ذی علم کسی انگریز کے نوکر حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کی خدمت میں آئے اور کہا کہ بندگی قبلہ۔ آپ نے فرمایا کہ تمہارا کیا نام ہے اس نے

کہا شیعۂ علیؓ۔ حضرت شاہ صاحب نے فرمایا۔ جناب حضرت علی کرم اللہ وجہہ ڈاڑھی رکھتے تھے یا نہیں۔ اس منشی نے کہا ہاں رکھتے تھے۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ تمہاری ریش نہیں اور فقیر کی ہے اس نے کہا صاحب ہم دنیادار ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ حضرت کے سر پر گرد اور بری تھی؟ اس نے کہا نہیں آپنے فرمایا حضرت کے دندانِ مبارک پر مسی لگی ہوئی تھی اس نے جواب دیا نہیں میں نے دانتوں کی مضبوطی کے لئے لگائی ہے آپنے فرمایا حضرت بھی انگلیوں میں چھلہ اور انگوٹھی پہنتے اور ہاتھ پاؤں میں مہندی لگاتے تھے اس نے عرض کیا نہیں۔ میں نے یوں ہی لگائی ہے۔ اُس نے کہا میں سُنّی ہوتا ہوں، آپ نے فرمایا کچھ شک ہو تو رفع کر لو، اس نے کہا ان چاروں میں شک ہے۔ آپنے فرمایا کہ اللہ جل شانہٗ وحدہٗ لا شریک لہٗ اس کے چار فرشتے مقرب ہیں۔ ایسے ہی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے چار یار اور دو ہاتھ دو پاؤں یہ چار کے چار اور خاک، آب، آتش باد۔ چار ارکان سے تمام خلق اللہ پیدا ہوئی۔ یہ چار کے چار۔ غرض ہفتاد مثال چار کی دیں۔ اس نے توبہ کی اور سنّی ہو گیا۔

(مجموعہ کمالات عزیزی صفحہ ۵)

(۱۲) بخشی محمود خاں رئیس شاہجہاں آباد کی شادی تھی انھوں نے رقعے طلب میں سب صاحبوں کو لکھے۔ ایک جناب مولانا شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کے نام بھی آیا۔ حضرت نے فرمایا اسی رقعہ کی پشت پر یہ شعر لکھ کر واپس کر دو جب وہ رقعہ واپس گیا تو وہ شعر پڑھ کر اُن کی مجلس کے سب لوگ محظوظ ہوئے۔ وہ شعر یہ ہے ؎

در محفلِ خود راہ مدہ ہمچو منے را　　　افسردہ دل افسردہ کند انجمنے را

(مجموعہ کمالات عزیزی صد)

(۱۳) حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ حضرت شاہ صاحب سے کسی نے پوچھا چاند کو عورتیں اور بچے چندا ماموں کیوں کہتے ہیں تو شاہ صاحب نے اس کی توجیہہ یہ کی کہ یہ ایجاد عورتوں کی ہے اور بچے ان کی دیکھا دیکھی کہنے لگے ہیں۔ چاند کو ماموں کا لقب اس واسطے دیا ہے کہ ماموں ماں کا محرم ہوتا ہے اس سے پردہ نہیں ہوتا۔ چاند سے بھی کوئی نہیں چھپتا جیسا آفتاب سے چھپ جاتے ہیں۔ (قصص الاکابر صنہ)

(۱۴) ایک شخص نے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب سے عرض کیا کہ محفل رقص و سرود میں انسان بخوشی بیٹھا رہتا ہے اور جو عبادت میں بیٹھے اسے نیند آنے لگتی ہے اس کی وجہ کیا ہے۔ حضرت نے فرمایا۔ دو پلنگ ہوں ایک پر کانٹے بچھے ہوں اور دوسرے پر پھول تو نیند کس پر آئے گی اس نے عرض کیا پھول کے پلنگ پر آپ نے فرمایا بس کانٹوں کا پلنگ مانند ناچ دیکھنے کے ہے اور پھولوں کا پلنگ مانند عبادت کے ہے اس لئے نیند آتی ہے۔ (مجموعہ کمالات عزیزی صنہ)

(۱۵) حضرت والد صاحب مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی کے اس دار فانی سے رحلت فرما ہوئے چند مولوی شاگرد اس خاندان کے قصبہ پھلت سے گاڑی کرایہ کر کے دہلی کو چلے اثنا راہ میں علماء باہم علمی بحث کرتے لگے گاڑیبان قوم سے برہمن تھا اس نے علماء سے کہا کہ میری ایک بات بتلاؤ کہ خدا ہندو ہے یا مسلمان۔ سب مولویوں نے اس کی سمجھ کے موافق جواب دینے سے عاجز ہو کر کہا کہ دہلی میں چل کر بڑے مولانا صاحب سے تیری بات کا جواب لیں گے۔ جب دہلی میں پہنچے اور حضرت مولانا صاحب سے

ملاقات ہوئی اس گاڑی بان نے کسی شخص سے پوچھا کہ بڑے مولوی (حضرت شاہ عبدالعزیزؒ) صاحب یہی ہیں لوگوں نے کہا کہ ہاں یہی ہیں گاڑی بان نے مولوی صاحبان قصبہ پھلت سے کہا کہ میری بات کا جواب لے دو۔ مولویوں نے کہا کہ ہاں صاحب اس کا جواب ضرور دیجئے گاڑی بان نے سوال کیا آپ نے فرمایا کہ جو ہم کہیں اسے خوب سوچیو پھر فرمایا کہ

"اگر خدا ہندو ہوتا تو گئو ہتیا کبھی نہ ہوتی"

یہ سن کر وہ برہمن مسلمان ہو گیا۔

(مجموعہ کمالات عزیزی ص۳)

(۱۶) ایک پادری صاحب دہلی میں مباحثہ کے لئے آئے مسٹر مٹکف صاحب بہادر ایجنٹ گورنر نے پادری صاحب سے کہا کہ شرط مقرر کر لی جائے۔ جو کوئی دونوں میں ہار جائے گا۔ اس سے دو ہزار روپے لئے جاویں گے۔ اگر مولوی صاحب ہار گئے تو میں دوں گا کس واسطے کہ وہ فقیر ہیں اور پادری صاحب کو حضرت کی خدمت میں لائے اور سب حال بیان کیا۔ بعدہ پادری صاحب نے کہا کہ ہم سوال کرتے ہیں اور جواب اس کا معقول چاہتے ہیں منقول نہ ہو جب بات ٹھہر گئی تو پادری صاحب نے سوال کیا کہ تمہارے پیغمبر حبیب اللہ ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں۔ پادری صاحب نے کہا تمہارے پیغمبرؐ نے بوقت قتل امام حسین رضی اللہ عنہ فریاد نہ کی حالانکہ حبیب کا محبوب زیادہ تر محبوب ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ ضرور توجہ فرماتا۔ جناب مولانا صاحب نے جواب دیا کہ:۔

"پیغمبر صاحب جواب کے لئے جو تشریف لے گئے پردۂ غیب سے آواز آئی کہ ہاں تمہارے نواسہ پر قوم نے ظلم کر کے شہید کیا لیکن ہم کو اس وقت

اپنے بیٹے عیسٰی کا صلیب پر چڑھانا یاد آیا ہوا ہے۔ یہ سن کر پیغمبر صاحب خاموش رہے۔"

پادری صاحب مان گئے۔

(ایضاً ص۸۷)

(۱۷) ایک پادری صاحب متوطن دہلی کو اپنی زوجہ سے نہایت محبت تھی بوقت روانگی سفر زوجہ سے کہا کہ اگر تم اپنے باپ کے گھر جاؤ گی۔ تو میری طرف سے تم کو طلاق ہے۔ بعد واپسی معلوم ہوا کہ زوجہ مذکورہ اپنے باپ کے گھر گئی تھی۔ علمائے وقت سے جو فتویٰ طلب کیا سب نے کہا کہ طلاق ہوگئی وہ بے چارے مایوس ہو کر رہ گئے۔ حضرت شاہ صاحب نے جن کی عمر اس وقت بارہ سال تھی۔ سوداگر موصوف سے فرمایا کہ اگر شیرینی کھلاؤ تو تمہارا نکاح پھر پھر وا دیں۔ انھوں نے اقرار کیا آپ نے فتویٰ لکھا کہ جب اس عورت کا باپ مر گیا اس وقت وہ گئی اس صورت میں وہ گھر اس کے باپ کا نہ رہا۔ بلکہ وہ گھر عورت کا ہو گیا۔ لہٰذا وہ اپنے گھر گئی۔ سب علماء نے پسند و قبول کیا۔

(مجموعہ کمالات عزیزی ص۵)

(۱۸) حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کی خدمت میں ایک شخص متوطن دہلی ملازم بادشاہی حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ باپ کی تنخواہ ایک سو بیس روپیہ تھے وہ رحلت کر گئے۔ مجھ کو صرف تیس روپے ملتے ہیں اس میں گذارہ کسی طرح نہیں ہوتا۔ دل چاہتا ہے کہ کچھ کھا کر مر جاؤں مگر سنا ہے خودکشی حرام موت ہوتی ہے اس لئے آپ سے عرض کرتا ہوں جیسا ارشاد ہو عمل میں لاؤں۔ حضرت شاہ صاحب نے فرمایا تم کلام مجید میں فال دیکھو

انھوں نے فال دیکھی وہ مقام سن کر آپ نے فرمایا کہ تم جانب دکھن یعنی جنوب کو جاؤ۔ چودہ منزل میں شہر مسلمانوں کا آئے گا۔ وہاں ٹھہر جانا اور اگر دو تین فاقہ بھی ہوں تو گھبرانا نہیں پھر انشاء اللہ تعالیٰ تم بہت خوش ہو کر آؤ گے۔ وہ شخص رخصت ہو کر ویسے ہی کہ ایک گھوڑا سواری تھا اور دو آدمی تھے روانہ ہوئے۔ چودہ منزل میں ٹونک نواب میر خان صاحب کا آیا۔ جس مسجد میں نواب صاحب نماز کو آتے تھے قیام کیا۔ نواب میر خان بہت تپاک سے پیش آئے۔ لیکن کھانے کو کچھ نہ پوچھا۔ دو فاقہ بھی ہوئے اس عرصہ میں نواب صاحب نے اپنے امراء سے مشورہ کیا کہ انگریزوں سے کیا کرنا چاہیے۔ تو سب نے صلاح لڑائی کی دی۔ نواب نے سن کر کہا اس شخص کو بلانا چاہیے جو مسجد میں ہے۔ مختصر یہ کہ نواب صاحب اس شخص کو پانچ سو روپیہ ماہوار مقرر کر کے فیل و شتر وغیرہ سامان جلوس دے کر بحضور جنرل اختر لونی صاحب کے بمقام دہلی واسطے درستی صلح کے بھیجا۔ وہ شخص پہلے حضور والا میں جناب مولانا صاحب کے حاضر ہوئے کئی اشرفیاں نذر کیں اور عرض کیا جس طرح ارشاد ہوا تھا اسی طرح ظہور میں آیا۔ آپ نے کشف باطن سے فرمایا تھا۔ حضرت نے فرمایا میں سیاق کلام مجید سے کہا تھا۔ (مجموعہ کمالات عزیزی ص۶)

(۱۹) ایک مولوی بر صاحب متوطن دہلی۔ دوسرے مولوی دھومن صاحب متوطن رام پور منیاران ضلع سہارن پور یہ دونوں ظاہر میں کچھ لکھے پڑھے نہ تھے۔ لیکن بہ برکت صحبت جناب مولانا صاحب بڑے فاضل متبحر تھے۔ نواب مبارک علی خاں صاحب لکھتے ہیں کہ میں نے دونوں کو دیکھا ہے اور وعظ بھی سنا ہے۔ مولوی بر صاحب سے جو کہتے کہ کچھ وعظ

فرمایئے۔ تو وہ فرماتے کہ اچھا کچھ پڑھو۔ جب کلام مجید سے ایک رکوع پڑھ کر سنایا مولوی صاحب نے اس کا بیان کرنا شروع کیا اس وقت ان کو تمام کلام مجید اور جملہ صحاح ستہ کتابیں حدیث شریف کی سب حفظ یاد تھیں اور تمام علوم منقول و معقول و علم معانی و کلام وغیرہ بیان ہوتے جاتے تھے اور کسی نے کچھ غلطی سہواً یا قصداً کی تو آپ فرماتے کہ اس میں غلطی ہے معنی درست نہیں ہوتے۔ پھر کلام مجید میں دیکھتے تو فی الحقیقت غلطی ہوتی تھی۔ (مجموعہ کمالات عزیزی صـ۲۲)

(۲) ایک شیعوں کا فاضل رندانہ لباس سے دہلی میں آیا۔ شیعوں نے اس کی بہت سی آؤ بھگت کی اور بیس ہزار کی امداد بھی دی کہ کسی طرح مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کو بند کرو۔ انھوں نے تحفہ اثنا عشریہ لکھ کر ہمارا ناک میں دم کر دیا ہے۔ اس نے کہا میں بھی اسی ارادہ سے آیا ہوں چنانچہ وہ ایک روز حاضر ہوا۔ حضرت کا اخیر زمانہ تھا۔ عرض کیا میرا کچھ سوال ہے آپ جواب دیجئے۔ فرمایا کہو کیا مطلب ہے۔ اس نے کہا مجھے تردد یہ ہے کہ مذہب شیعوں کا حق ہے یا سنیوں کا۔ جس سے پوچھتا ہوں وہ اپنے ہی دلائل بیان کرتا ہے مگر میری سمجھ میں نہیں آتا۔ آپ اس طور سے ارشاد فرمایئے کہ میں سمجھ جاؤں۔ آپنے فرمایا یہ تو بہت آسان بات ہے میں سمجھا تھا کوئی مشکل بات پوچھتے ہو گے۔ اس نے کہا حضرت یہ بڑی مشکل بات ہے کہ ہر شخص دلائل علمی بیان کرتا ہے اور میں بے علم آدمی سمجھ نہیں سکتا کوئی بات ہو کہ بلا تردد سمجھ میں آئے۔ آپ نے فرمایا انشاءاللہ تعالیٰ ایسا ہی ہوگا۔ لیکن تم یہ بتاؤ کہ کس قدر استعداد رکھتے ہو۔ عرض کیا جو بات چیت آپ کرتے ہیں بخوبی سمجھ سکتا ہوں مگر اس کے خیال میں یہ بات تھی کہ کوئی

بات ان سے سنکر اس میں علمی ضوابط سے گرفت کروں۔ شاہ صاحب نے کہا تم تو بڑے شوقین ہو۔ کون سے شہر کے رہنے والے ہو۔ اس نے کسی جگہ کا نام لیا۔ فرمایا یہ تو کہو جس محلہ میں تم رہتے ہو وہاں کے لوگ تو تمہیں خوب جانتے ہوں گے یا دوسرے محلہ کے اس نے کہا یہ تو ظاہر ہے کہ اپنے محلے کے لوگ بہ نسبت دوسرے محلہ والوں کے زیادہ شناسا ہوتے ہیں اور ہم محلہ ہونے کے بہت سے اسباب ہیں۔ پھر فرمایا اس بستی والے تمہیں زیادہ جانتے ہیں یا دوسری بستی والے اس نے کہا اپنی ہی بستی والے۔ پھر فرمایا اس ملک والے بہت واقف ہیں یا دوسرے ملک والے، اُس نے کہا اسی ملک والے بہر حال زیادہ واقف ہیں۔ اس وقت آپ نے فرمایا کہ جب ایسی بات ہے تو سمجھنا چاہیے کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مکہ معظمہ میں ہوئی اور آپ نے وہاں سے مدینہ منورہ کو ہجرت کی اور کسی ملک میں اکثر سفر کا اتفاق نہ ہوا۔ اب مکہ اور مدینہ میں جاکر دریافت کرو کہ حضرت کا رویہ سنیوں کے مطابق تھا یا شیعوں کے وہ سن کر چپ ہو رہا پھر فرمایا وہ کیا خصوصیت ہے کہ جس میں ان میں اور اہتیوں میں فرق ہو عرض کی معجزات۔ تو شاہ صاحب نے کہا جو خرق عادات نبی سے ہو تو اسے معجزہ کہتے ہیں اور جو اس کے پیرو اور محب صادق سے ہو تو اُسے کرامت بولتے ہیں۔ تم تو ملکوں ملکوں پھرتے یہاں تک آئے ہو ظہور کرامت حضرت سید عبدالقادر جیلانی اور سلطان نظام الدین اولیاء وغیرہ سنیوں سے سنا ہے یا نصیرالدین طوسی اور باقر داماد وغیرہ شیعوں سے یہ بھی سن کر خاموش ہو رہا۔ پھر فرمایا کہ خیر یہ تو کہو تم جو یہاں تک آئے ہو تو اپنے اہل وعیال واسباب وغیرہ کو کس کے سپرد کرکے آئے ہو کہا میرا چچیرا

بھائی ہے اور قرابت والے بھی ہیں۔ فرمایا انہیں معتبر سمجھا ہے یا خائن کہا اگر خائن جانتا تو سپردہی کیوں کرتا۔ اُس وقت آپ نے فرمایا کہ میں تم میں آل اور کلام الٰہی چھوڑتا ہوں۔ اب کہو قرآن شریف سنیوں کے سینے میں ہے یا شیعوں کے۔ یہ بھی سُن کر سکوت کیا۔ پھر فرمایا کسی شخص کو کسی سے محبت ہوتی ہے تو وہ بہر کیف اس کی متابعت کرتا ہے خواہ ظاہری امور میں ہو یا باطنی میں۔ اب سچ کہو کہ مجھ فقیر حقیر کی صورت اور وضع حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی روش پر معلوم ہوتی ہے یا تمہاری حاصل کلام حضرت نے ایسے بہت سے نظائر بیان فرمائے کہ اس سے سوائے سکوت کے اور کچھ بن نہ پڑا۔

(مجموعہ کمالات عزیزی ص۲۱)

(۲۱) ایک انگریز نے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ سے سوال کیا کہ ہماری قوم کے سو پچاس آدمی جب کسی جگہ جمع ہوتے ہیں تو سب کے سب ایک ہی رنگ و روپ کے نظر آتے ہیں۔ بخلاف آپ لوگوں کے کہ ہر ایک نئی طرح کا، کوئی کالا، کوئی گورا، کوئی سانولا۔ اس کا کیا سبب ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے فرمایا ایک طرح پر ہونا کچھ فخر و مباہات کی بات نہیں۔ کیونکہ سو گدھوں کو ایک جگہ جمع کیجئے تو سب ایک ہی رنگ کے جمع ہوں گے بخلاف گھوڑوں کے کہ کوئی کمیت، کوئی سُرنگ، کوئی سبز کوئی نقرہ، کوئی سمند ہوتا ہے اور اُن کے اوصاف بھی ویسے ہی ہوتے ہیں۔ طاقت و جوانمردی، دلیری، ملک گیری یہ کمال گدھوں میں کہاں ہے۔ انگریز دم بخود ہو گیا اور شرمندہ ہو کر چلا گیا۔

(مجموعہ کمالات عزیزی ص۲۱)

(۲۲) ایک شہدہ نے حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ جناب آپ ہر ایک شخص کے سوال کا جواب دیتے ہیں۔ میرے سوال کا جواب بھی عنایت فرمائیے۔ آپ نے فرمایا کہو کیا ہے۔ اس نے کہا ہم لوگ گولیاں جاڑے میں کھیلتے ہیں اور اس موسم کے سوا دوسرے موسم میں ہمیں خواہش نہیں ہوتی اس کا کیا سبب ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اس کے دو سبب ہیں ایک تو تمہیں اور ہمیں سب کو معلوم ہے وہ یہ کہ گولیاں مثل اور بازیوں کے نہیں جیسے گنجفہ و شطرنج وغیرہ کہ مکان میں بیٹھے کھیلے جائیں۔ اس کے لئے تو میدان کی ضرورت ہے اور میدان میں دھوپ اور بارش کے موسم میں کھیلنا دشوار ہے، دوسرا ایک اور سبب ہے کہ وہ تمہیں معلوم نہیں۔ ہمیں معلوم ہے اس نے عرض کیا ارشاد ہو۔ فرمایا گولی کھیلنے سے مقصود نشان کا اڑانا ہے جو شست کے جمنے پر موقوف ہے اور شست کا جمنا انجماد خون سے تعلق رکھتا ہے اور خون کا انجماد جاڑوں میں ہوتا ہے۔ یہ تقریر سُن کر اور حاضرین مجلس بہت محظوظ ہوئے۔ (مجموعہ کمالات عزیزی ص۲)

(۲۳) شیعوں کے ایک بہت بڑے عالم نے مولانا شاہ عبدالعزیزؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ بی بی عائشہؓ تو جنتی نہیں اُن کے جنتی ہونے پر آپ کے پاس کیا دلیل ہے۔ فرمایا تم نے مذہب کی فلاں کتاب دیکھی ہے۔ اس نے عرض کیا جی ہاں وہ تو بڑی معتبر کتاب ہے۔ فرمایا اس کتاب میں لکھا ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہ نے ایک بار کسی حیلہ سے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر نبوت کا بوسہ لے لیا تھا۔ سو وہ جنتی ہوا۔ اس عالم نے کہا ہاں اس میں کیا شک ہے۔ تو حضرت نے فرمایا جب یہ بات ہے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے جنتی ہونے میں کیا شبہ ہے جو برسوں رسول مقبول صلی اللہ علیہ

وسلم کے پہلوئے مبارک میں رہیں اس عالم نے سنتے ہی اپنے مذہب اور اعتقاد سے
توبہ کی اور سنی ہو گیا (مجموعہ کمالات عزیزی صنہ)

(۲۴) ایک انگریز مقابلہ کے لئے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کے پاس آیا
عربی و فارسی میں دستگاہ کامل رکھتا تھا۔ حضرت مولانا صاحب مسجد جامع
دہلی میں وعظ فرما رہے تھے کہ اس نے آتے ہی عرض کیا کہ حضرت میرے سوال
کا جواب دیجئے۔ آپ نے فرمایا کہو۔ اس نے ایک شعر پڑھا ؎

کسے بگفت کہ عیسیٰ ز مصطفےٰ اعلیٰ است

کہ ایں بزیر زمیں دفن وآں بأوجِ سماست

اور کہا اس شعر سے بلندی رتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ظاہر ہوتی ہے کہ وہ
آسمان پر ہیں اور آپ کے نبی زیر خاک۔ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحبؒ
نے اسی وقت یہ شعر اس کے جواب میں پڑھا ؎

بگفتمش کہ نہ ایں حجتت قوی باشد

حباب بر سر آب و گہر تہ دریاست

فرمایا یوں سمجھنا چاہیے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام عالم بالا میں بمنزلہ حباب
ہیں اور ہمارے پیشوا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم مثل گوہر نایاب
ہیں جو دریا کی تہ میں رہتا ہے۔ وہ انگریز یہ سن کر پھڑک۔ چونکہ مشیت ایزدی
میں اس کے لئے فلاح تھی اسی وقت مسلمان ہو گیا۔

(مجموعہ کمالات عزیزی صنہ)

(۲۵) ایک شخص کسی ملک کا رہنے والا حاضر ہوا۔ اور اس نے کئی کلمے
ایسے بیان کئے جو کسی کی فہم میں نہ آئے اور عرض کیا میں اس میں کچھ بھول
گیا ہوں کئی ہزار کوس پھرا جس کو کامل سنا اس سے پوچھا لیکن کسی نے

کچھ نہ کہا آپ نے فرمایا کہ یہ فلانی چیز کا منتر اور فلانی زبان میں ہے اور یہ پانچ کلمے جو تجھ کو یاد ہیں اس میں دو غلط ہیں اور وہ اس طرح پر ہیں اور تین جو تو بھول گیا ہے وہ یہ ہیں اس بات پر وہ شخص بہت خوش ہوا اور قدموں پر گر کے رخصت ہوا۔ (مجموعہ کمالات عزیزی صف۵)

(۲۶) حضرت امیر شاہ خاں صاحب نے فرمایا کہ مولوی عبدالقیوم صاحب کے صاحبزادے مولوی محمد یوسف صاحب فرماتے تھے کہ جب انگریزوں کا تسلط ہوا تو حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ اب ہندوستان کی سلطنت حکماء کے ہاتھ میں آگئی ہے ان کے ہاتھ سے نکلنا بہت مشکل ہے۔

حاشیہ۔ از مولانا اشرف علی تھانویؒ قولہ ان کے ہاتھ سے نکلنا بہت مشکل ہے اقول۔ اس پیشین گوئی کا مبنی کرامت و فراست دونوں ہو سکتے ہیں انفراداً یا اجتماعاً (ارواح ثلاثہ صف۱۴)

(۲۷) حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ نے فرمایا کہ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے پاس دو قوال آئے ان میں کسی راگ میں اختلاف تھا اور شاہ صاحب کو حکم بنایا۔ دونوں نے شاہ صاحب کے سامنے گایا۔ شاہ صاحب نے ایک کی تصویب فرمائی اور دوسرے کا تخطیہ اور بتلا دیا کہ یہ خرابی ہے۔ ان کو بڑا تعجب ہوا تو شاہ صاحب نے فرمایا کہ جب ہم مکتب میں جاتے تھے تو ہمارے راستہ میں ایک ڈوم نے بالاخانہ کرایہ پر لے رکھا تھا۔ ہم آتے جاتے سنا کرتے تھے۔ اسی سے ہم نے کچھ معلوم کیا تھا جو ہمیں یاد ہے۔ (ارواح ثلاثہ صف۴۷)

(۲۸) ایک شخص حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی کی خدمت میں آیا اور اپنا خواب بیان کیا کہ کھلی تیل پیتی ہے۔ حضرت مولانا صاحب

نے فرمایا اس خواب سے معلوم ہوتا ہے کہ تمہاری بی بی واقع میں تمہاری والدہ ہے اس نے کہا کہ صاحب یہ کہیں ہو سکتا ہے بعدہ اس نے مکان پر جا کر جو تحقیق کیا تو معلوم ہوا کہ فی الحقیقت وہ عورت اس کی ماں ہے وجہ یہ تھی کہ جب یہ شخص شیر خوار تھا دونوں میں مفارقت ہو گئی اور جوانی میں ایک دوسرے کا شناسانہ تھا اس سبب سے باہم نکاح ہو گیا۔

(مجموعہ کمالات عزیزی ص۶)

(۲۹) ایک خواجہ صاحب متوطن دہلی بیان کرتے تھے کہ میں دوپہر کو سوتا تھا۔ ایک خواب دیکھا اور گھبرایا ہوا حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کی خدمت عالی میں حاضر ہوا اور خواب عرض کیا۔ حضرت شاہ صاحب نے فرمایا تمہارے گھر میں حمل کی صورت ہے۔ خواجہ صاحب نے عرض کیا بے شک ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے فرمایا وہ ساقط ہو گیا۔

(مجموعہ کمالات عزیزی ص۶)

(۳۰) مولوی حافظ احمد علی صاحب متوطن تھانہ بھون دہلی میں طالب علمی کرتے تھے انھوں نے خواب دیکھا اور حضرت شاہ عبدالعزیزؒ سے عرض کر کے تعبیر چاہی حضرت نے فرمایا کہ اس جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ تمہاری والدہ کا انتقال ہو گیا۔ بعد کئی روز کے معلوم ہوا کہ تعبیر راست ہے۔

(مجموعہ کمالات عزیزی ص۶)

(۳۱) حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہٗ نے بیان فرمایا کہ پرانی دہلی میں ایک شخص رہتا تھا وہ مر گیا ایک لڑکی اس نے چھوڑی ایک شخص نے اس متوفی کو خواب میں دیکھا کہ میری بیٹی سے کہو کہ کچھ للہ میرے واسطے خیرات کرے صبح کو اس نے اس کی بیٹی کا حال دریافت کیا معلوم ہوا کہ وہ

آوارہ ہو کر طوائفوں میں مل گئی اور شاہ جہاں آباد میں ہے۔ یہ شخص گئے تو کوٹھے پر بازار میں رہتی تھی اور کواڑوں کو قفل لگا ہوا تھا معلوم ہوا کہ دریا پر غسل کے واسطے گئی ہے یہ شخص جمنا گھاٹ پر گئے دیکھا کہ وہ کئی مردوں کے ساتھ نہا رہی ہے اور چھینٹوں سے آپس میں لڑ رہی ہے انھوں نے کنارے پر سے اس کے باپ کا پیغام ادا کیا اس نے سنتے ہی ایک دو ہتڑ پانی بھر کر پھینکا اور کہا کہ یہ میں نے للہ اس کے واسطے دیا یہ شخص پیغام دینے والے شرمندہ ہو کر چلے آئے اسی رات اس مرد کو یعنی اس کے باپ کو خواب میں دیکھا انھوں نے کہا کہ میں نے جا کر دیکھا تو اس کی اوقات سب خراب ہو گئی ہے اس نے کہا کہ خیر یہ اس کے عمل ہیں لیکن اس نے جو دو ہتڑ بھر کر پانی پھینکا تھا اس کا ایک قطرہ ایک جانور کے حلق میں جو کہ متصل کنارہ دریا کے بہت پیاسا تھا پہنچا۔ اس کے عوض میرے اوپر بڑے انعام حق تعالیٰ نے عطا فرمائے تمہارا بڑا شکر گزار ہوں۔ (مجموعہ کمالات عزیزی ص)

(۳۲) ایک شخص نے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہ سے آکر عرض کیا یا حضرت میں نے آج شب کو خواب میں دیکھا ہے کہ میری زوجہ سے دو کتے مباشرت کرتے ہیں یا حضرت جب سے خواب دیکھا ہے کچھ عرض نہیں کر سکتا کہ مجھ پر کیا صدمہ ہے آپ نے فرمایا اس قدر کچھ پریشانی کی بات نہیں شاید تمہاری بیوی موئے زہار مقراض سے کترتی ہے اس کو منع کر دو کہ بار دگر ایسا نہ کرے۔ دریافت جو کیا گیا تو واقعی ایسا ہی تھا۔

(مجموعہ کمالات عزیزی ص)

(۳۳) ایک شخص نہایت پر ملال کہ آثار غم اس کے بشرہ سے ظاہر تھے حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا کہ

یا حضرت آج کی شب میں نے اپنے تئیں اپنی والدہ سے ہم بستر ہوئے دیکھا ہے
اس وقت سے میں گویا زندہ درگور ہوں۔ ہر چند غور کرتا ہوں لیکن کچھ خیال
میں نہیں آتا کہ آیا مجھ سے ایسا کوئی گناہِ عظیم واقع ہوا جو ایسا واقعہ جو کہ
خدا دشمن کو بھی نصیب نہ کرے مجھے نظر آیا۔ جناب مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب
نے ارشاد فرمایا کہ دریافت کرو کہ شاید تمہاری بی بی نے کلام اللہ شریف گرو
کر کے مہاجن کو سود دیا ہے بعد دریافت کلام اللہ شریف چھڑا کر آئندہ ایسے
امور سے پرہیز کرو۔ بالآخر دریافت کیا تو ایسا ہی واقع ہوا تھا۔

(مجموعہ کمالات عزیزی ص)

(۳۴) ایک شخص نے شاہ عبدالعزیز صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا
حضرت مجھے خواب میں نظر آیا ہے کہ مشرق سے مہتاب مثل ہلال نمودار ہو کر وسط
آسمان کی طرف آتا ہے۔ اور جوں جوں بلند ہوتا ہے کمال پاتا ہے آسمان پر
پہنچکر بدر کامل ہوتا جاتا ہے اور پھر درمیان سے ٹوٹ کر دو ہلال بن کر اسی
اپنی اول مشرقی طرف بسرعت تمام جا کر غروب ہو جاتا ہے۔ آپ اس بھید کو
مجھ پر ظاہر فرما دیں کہ میں توہمات باطلہ سے رہائی پاؤں یا کسی لطیفہ غیبی کا
امیدوار ہو بیٹھوں۔ آپ نے فرمایا کہ تیری بیوی کو حمل تین ماہ کا تھا آج آخر
شب وہ ساقط ہو گیا۔ اس شخص کو نہایت تامل ہوا کہ میری زوجہ کو ہرگز
حمل نہ تھا۔ بلکہ لوگوں کو تو اس کے عقر پر اتفاق ہے یہ جناب مولانا صاحب
کا فرمانا ہے۔ ورنہ حکمائے وقت کو کیوں کر لغو جانوں کہ ہر ایک ان میں سے
افلاطون ہے۔ جن کا میری زوجہ کے عقر بانجھ پن پر اتفاق رائے ہے اور
جناب شاہ صاحب کے فرمانے کو کس طرح جھوٹ سمجھوں کہ خوف زوال ایمان
اور موجب سوء عقیدت اور باعث خلع بیعت ہو گا۔ لاچار متفکر ہو کر اٹھا

اور مکان پر جا کر دریافت کیا تو ارشاد جناب شاہ عبدالعزیز صاحب کا ہی درست تھا۔ (مجموعہ کمالات عزیزی ص۲)

(۳۵) حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہٗ درس دے رہے تھے۔ اسی دوران ایک صاحب حاضر ہوئے بعد تمام ہونے درس کے انھوں نے سات اشرفیاں پیش کیں۔ حضرت نے ہنس کر فرمایا ایک چھ بچہ سے سات اشرفی بعدہٗ وہ شخص اٹھ کر چلے لوگوں نے ان کو گھیرا اور حال دریافت کیا انھوں نے بیان کیا کہ میں پورب کا رہنے والا ہوں اور اللہ تعالیٰ نے مجھے مال دنیوی بہت عطا فرمایا ہے مگر بیماری فساد خون سے ترک وطن کر کے توکلت علی اللہ العزیز الحکیم مع چند ملازم لسواری اسپ اس تلاش میں نکلا کہ شاید کوئی ایسا شخص مل جائے کہ مشکل آسان ہو اس تلاش میں پھرتا تھا کہ ایک مقام پر پہنچا ایک عورت نے کہا کہ اس پہاڑ میں ایک بزرگ تشریف رکھتے ہیں اگر تم وہاں پہنچو تو یقین ہے کہ اچھے ہو جاؤ لیکن راستہ ایسا دشوار گزار ہے کہ گھوڑا نہیں جا سکتا میں نے اپنے لوگوں سے کہا کہ تم سب یہاں رہو اور میں جاتا ہوں اگر تین مہینے میں واپس آ جاؤں تو خیر ورنہ یہ گھوڑے اور اسباب اور روپیہ تم سب تقسیم کر کے چلے جانا پھر میں پہاڑ پر گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک چھپر کا گھر چھوٹا سا ہے اور اس میں ایک درویش تشریف رکھتے ہیں سلام کیا پوچھا تو کون ہے۔ میں نے سب حال اپنا کہہ سنایا فرمایا کہ یہ پڑیہ دوا کی ہے اس کو لے جاؤ اور فلاں مقام پر ایک چشمہ ہے وہاں بیٹھ کر کھا لو اللہ کا فضل ہے تو تم اچھے ہو جاؤ گے میں نے اسی طرح عمل کیا۔ اسہال اور قے آئی اور میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اچھا ہو گیا۔ پھر میں ان بزرگ کی خدمت میں آیا۔ پوچھا کہ تمہارے گھر کا راستہ کس طرف کو ہے۔ میں نے عرض

کیا فرمایا کہ دہلی بھی راستہ میں آتی ہے۔ میں نے عرض کیا کہ نہیں لیکن اگر حکم ہوگا تو میں دہلی کے راستے جاؤں گا۔ وہ بھی راستہ ہے آپنے فرمایا کہ شاہ عبدالعزیز کا نام سنا ہے۔ میں نے کہا ہاں سنا ہے وہ تو آفتاب ہندوستان ہیں فرمایا وہ ہمارے پیر بھائی ہیں پھر اندر چھپر میں جاکر مٹھی میں یہ سات اشرفی لائے اور کہا کہ مولانا صاحب کو ہماری طرف سے دے دینا۔

(مجموعہ کمالات عزیزی ص ۹)

(۳۶) بعد نماز جمعہ دو شخص نوجوان نے ایک مسئلہ کہ بہت مشکل تھا مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب سے پوچھا۔ آپ نے جواب دیا۔ کہا کہ آپنے درست فرمایا۔ حضرت شاہ صاحب نے پوچھا کہ تم کو علم ہے۔ انھوں نے کہا نہیں۔ پھر آپ نے دریافت فرمایا کہ تم نے کیوں کر جانا کہ درست ہے انھوں نے بیان کیا کہ ہم نے یہ مسئلہ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے پوچھا آپ نے اسی طور سے فرمایا تھا۔ حضرت نے پوچھا جب تمہاری عمر کتنی تھی۔ انھوں نے کہا پانچ سو برس کی تھی۔ پھر وہ دونوں غائب ہو گئے۔ وہ دونوں جن تھے۔

(مجموعہ کمالات عزیزی ص ۱۵)

(۳۷) حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کی ایک لونڈی حالت نزع میں یہ آیہ شریفہ فَادْخُلِي فِي عِبَادِي وَادْخُلِي جَنَّتِي پڑھنے لگی حاضرین مجلس کو تعجب ہوا اور اس لونڈی سے اس آیت کے پڑھنے کا سبب پوچھا اس نے ہاتھ اٹھاکر بتایا مجھے یہ دعا آدمی پڑھاتے ہیں حضرت شاہ صاحب کو اس حال کی اطلاع دی گئی۔ آپ نے فرمایا اس سے کہو اُن پڑھانے والوں سے جو واقع میں فرشتے ہیں دریافت

کرے کہ کس عمل کے سبب سے خداوند تعالیٰ نے اس کو بہشت عطا فرمائی
چنانچہ استغفار کے بعد لونڈی نے جواب دیا۔ یہ کہتے ہیں کہ ایک
مرتبہ میں بازار سے تیل خرید کر آیا تھا۔ تو نے اس کو گرم کیا۔ اس میں سے
ایک روپیہ برآمد ہوا۔ وہ روپیہ تو نے تیل کے مالک کو واپس کر دیا
اور اپنے خرچ میں نہ لیا۔ تیری یہ امانت اور دیانت اللہ تعالیٰ کو پسند
آئی اور اس کے بدلہ میں جنت عطا فرمائی۔

(مجموعہ کمالات عزیزی ص١٩)

کرامات

حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ

(۱) حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحبؒ جب نماز جمعہ کے لئے جامع مسجد میں تشریف لے جاتے تو عمامہ آنکھوں پر رکھتے۔ ایک شخص فصیح الدین جو اکثر حضور میں حاضر رہتے تھے انھوں نے عرض کیا کہ حضرت اس کی وجہ جو آپ اس طرح کرتے ہیں آپ نے اپنا عمامہ اتار کر اس سر پر رکھدیا۔ ایک دفعہ ہی میں وہ بے ہوش ہوگیا۔ جب دیر میں افاقہ ہوا عرض کیا کہ سو سوا سو شکل آدمی کی تھی اور کوئی ریچھ اور کوئی بندر اور کوئی خنزیر کی شکل تھا اور اس وقت مسجد میں پانچ چھ ہزار آدمی تھے حضرت نے فرمایا کہ میں کس کی طرف دیکھوں۔ اسی باعث سے نہیں دیکھتا۔

(مجموعہ کمالات عزیزی ص۱۱)

(۲) مفتی الٰہی بخش صاحبؒ کاندھلوی فاضل متبحر شاگرد رشید حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ نے لکھا کہ جناب مولانا روم علیہ الرحمۃ نے جو دفتر شروع کرکے چھوڑ دیا ہے۔ اور فرمایا کہ بعد میرے ایک شخص ہوگا وہ اس کو تمام کرے گا۔ میرا ارادہ اس کے تمام کرنے کا ہے اس واسطے عرض رساں ہوں کہ فضل الٰہی سے آپ کی بڑی معلومات ہیں کہیں یہ قصہ سماعت میں یا نظر سے گذرا ہو۔ ارشاد فرمائیے۔ حضرت شاہ صاحب نے

اس کے جواب میں دو آیت کلام مجید کی لکھ کر ارشاد فرمایا کہ بوقت شب
پڑھ کر خود مولانا روم علیہ الرحمتہ سے دریافت کرو۔ چنانچہ ان کو جناب
مولانا روم صاحب کی زیارت ہوئی آپ نے فرمایا ہاں وہ شخص
ہی ہو جو اس کو تمام کروگے عصر اور مغرب کے درمیان دوات قلم
حجرہ میں بیٹھا کر و قصہ باقی ماندہ خود بخود قلم سے لکھا جائیگا چنا
مفتی صاحب نے ساتواں دفتر تصنیف فرمایا۔

(مجموعہ کمالاتِ عزیزی صنا)

(۳) کرنیل اسکز صاحب کے اولاد نہیں ہوتی تھی حضرت شا
عبدالعزیز صاحبؒ سے کہا کہ آپ دعا فرمایئے کہ اولاد ہو حضرت شاہ
صاحب نے دعا کی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بیٹا عطا فرمائے تو نام اس
یوسف رکھنا۔ چنانچہ لڑکا پیدا ہوا کرنیل صاحب نے جوزف اسکز اس
نام رکھا۔ جوزف اور یوسف ایک ہی لفظ ہے۔ صرف زبان کا فرق
یوسف صاحب بڑے بیٹے تھے اور مشہور تھے۔

(مجموعہ کمالات عزیزی صنا)

(۴) مولوی خدا بخش صاحب مرحوم متوطن میرٹھ سے دہلی میں
حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے فرمایا کہ میاں خدا بخش آج را
سوتے وقت ایک مرتبہ آیۃ الکرسی اور ایک مرتبہ آمَنَ الرَّسُولُ اور
سورت اور پڑھ لینا۔ مولوی صاحب جو پڑھ کر سوئے تو خواب میں
سیر آسمانوں کی نصیب ہوئی صبح کو جو حضور میں حاضر ہوئے ارادہ
کرنے کا کیا۔ آپ نے فرمایا کہنا کچھ ضرور نہیں۔ میں نے اس واسطے بتلا
تھا کہ شنیدہ کے بود مانند دیدہ (مجموعہ کمالات عزیزی صنا)

(۵) مرزا بخش اللہ بیگ متوطن سنبھل ضلع مراد آباد میرٹھ میں ابتدار عملداری سرکار انگریزی سے ڈاک خانہ میں نوکر تھے۔ انھوں نے تحصیل علم عربی مفتی محمد قلی صدر امین میرٹھ سے کہ شیعہ مذہب تھے شروع کی اور انگریزی انگریزی دانوں سے۔ مفتی صاحب جو استاد تھے شیعہ مذہب اور مرزا بخش اللہ بیگ اہل سنّت و جماعت۔ باہم ہمیشہ بحث مذہبی ہوتی تھی مفتی صاحب نے مرزا صاحب سے کہا کہ تم اپنے شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کو لکھو کہ وہ ایسی ترکیب بتلادیں کہ خواب میں اصل حال مذہب کا معلوم ہو جاوے۔ مرزا صاحب نے عرضی حضور میں لکھی۔ حضرت نے دو تین آیت کلام مجید کی لکھ بھیجیں کہ ان کو پڑھ کر رات کو سو رہو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا۔

خواب میں مرزا بخش اللہ بیگ نے دیکھا کہ ایک میدان ہے اور اس میں بہت لاشیں مقتولین کی پڑی ہیں ایک بزرگ تشریف لائے اور ان کے ساتھ اور بہت آدمی تھے۔ انھوں نے سب لاشوں میں سے ایک لاش نکالی اور نماز جنازہ کی پڑھی اور مرزا صاحب بھی اس نماز میں شامل ہوئے بعد نماز مرزا صاحب نے ایک شخص سے پوچھا کہ یہ بزرگ کون ہیں انھوں نے کہا کہ حضرت امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ جب مرزا صاحب نے آگے بڑھ کر سلام کیا اور عرض کیا کہ حضرت دین حق کون ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ اگر یہ تمہارا دین حق نہ ہوتا تو تم ہم میں شامل نہ ہوتے۔ پھر بیدار ہو گئے۔

خواب۔ مفتی محمد قلی صدر امین صاحب۔ انھوں نے دیکھا کہ میں کوتوالی قدیم شہر میرٹھ کے پاس ہوں اور ازدحام لوگوں کا بہت ہے در سنا کہ جناب حضرت علی کرم اللہ وجہہ شہر میرٹھ کی مسجد میں تشریف

رکھتے ہیں۔ ہر چند مفتی صاحب نے چاہا کہ جاؤں۔ کسی نے وہاں جانے نہ دیا پھر مرزا صاحب نے اُستاد سے کہا کہ صاحب حال ظاہر ہو گیا۔ مفتی صاحب نے جواب دیا کہ خواب وخیال ہے اس کا کچھ اعتبار نہیں۔

(مجموعہ کمالات عزیزی صنا)

(۶) ایک روز حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے ایک طالبعلم سے ارشاد فرمایا کہ تم شاہ نظام الدین اولیاء قدس سرہ کے مزار پر جاؤ اور وضو تازہ کر کے اول نماز مغرب ادا کرو۔ بعدہٗ دو رکعت نماز ادا پڑھو۔ اور فلاں فلاں سورۃ پڑھنا۔ ایک بلی آئے گی لیکن تم نماز اپنی پوری کر لینا سلام پھیرنے کے بعد اُس بلی کو پکڑ کر ذبح کر کے کپڑے میں لپیٹ کر ہمارے پاس لے آنا۔ چنانچہ طالب علم نے بموجب ارشاد آپ کے عمل کیا۔ جب بلی کو حضرت کے روبرو کپڑے سے کھولا دیکھا کہ وہ تمام طلا ہے دوسرے روز طالب علم نے پھر ایسا ہی کیا اس روز کچھ نہ ہوا۔

(مجموعہ کمالات عزیزی صہ)

(۷) حضرت وعظ حدیث شریف کا فرما رہے تھے۔ اس میں ایک شخص آئے آپ نے انگشت سے اشارہ کیا اپنی پشت کی طرف یعنی ادھر آؤ جب درس تمام ہوا تو اس شخص نے عرض کیا رات خواب میں دیکھا کہ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تشریف رکھتے ہیں اور آپ سامنے جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹھے ہوئے وعظ حدیث شریف کا فرما رہے ہیں اور میں حاضر ہوا تو آپ نے اسی طرح انگشت سے اشارہ پس پشت بیٹھنے کا فرمایا تھا اب جو میں حاضر ہوا تو بھی ایسا ہی ہوا۔ اس کا کیا سبب ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے فرمایا تم حقہ بہت پیتے ہو تمہارے منہ سے بو آتی ہے

در حضور میں ناپسند ہے اس لئے فقیر نے کہا تھا۔

(مجموعہ کمالات عزیزی ص۹)

(۸) خواب میں حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے جناب حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو دیکھا آپ نے فرمایا کہ فلاں شخص نے ایک کتاب پشتو زبان میں ہماری مذمت میں لکھی ہے اور اس کے باپ کا نام اور مقامِ سکونت اور کتاب کا نام بھی ظاہر فرمایا آپ نے عرض کیا میں پشتو زبان نہیں جانتا ہوں حضرت امیر المومنین نے فرمایا کچھ مضائقہ نہیں آپ خواب سے بیدار ہوئے بعد تلاش کتاب دستیاب ہوئی۔ آپ نے اس کا جواب پشتو زبان میں لکھ کر منتشر کیا

(مجموعہ کمالات عزیزی ص۱۰)

(۹) ایک رسالدار ساکن لکھنو حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کے مرید تھے ملاقات کے واسطے آئے اور عندالتذکرہ عرض کیا حضرت میں نے ایک گھوڑا چھ سو روپیہ کو مول لیا ہے۔ حضرت نے فرمایا منگاؤ۔ ہم بھی دیکھیں حالانکہ بصارت آپ کی بہت برسوں سے بالکل جاتی رہی تھی۔ جب گھوڑا آیا حضرت نے فرمایا کہ سمند سیہ زانو ہے۔ رسالدار نے کہا درست ہے۔ آپ نے فرمایا اسکو پھیر دو۔ وہ پھیرنے لگے آپ نے فرمایا کہ ذرا تیز کرو جب تیز کیا تو رسالدار سے پوچھا کہ قیمت اس کی دیدی عرض کیا دے دی۔ حضرت نے فرمایا یہ گھوڑا لنگڑا ہو جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

(مجموعہ کمالات عزیزی ص۸)

(۱۰) حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے کئی مولویوں سے فرمایا کہ تم کابلی دروازہ کے باہر جاؤ۔ ایک شخص عرب آتے ہیں ان کو لے آؤ۔ یہ لوگ بہ تعمیل حکم شہر سے باہر جا کر کھڑے ہوئے دیکھا تو ایک شخص مصر سے خچر پر سوار چلے آتے

ہیں ان لوگوں نے کہا کہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب نے آپ کے استقبال کے واسطے ہم کو بھیجا ہے۔ اور باتیں کرتے ہوئے چلے۔ انھوں نے اپنا حال بیان کیا کہ میں مصر کا باشندہ ہوں۔ اور ہمشیرہ میری فاضل ہیں اور حافظ کلام مجید اور کتب حدیث شریف صحاح ستّہ سب حفظ یاد ہیں۔ اول سے علم تحصیل کیا ایک کتاب کسی علم کی جو راقم کو اس کا نام یاد نہیں پڑتا تھا ایک مقام مفہوم نہ ہوا۔ ہمشیرہ نے ہر چند تقریر کی لیکن میری فہم میں نہیں آیا اس پر ہمشیرہ نے کہا اب تم ہندوستان جاؤ اور شہر دہلی میں شاہ عبدالعزیز ہیں یقین ہے کہ ان کے سمجھانے سے سمجھ جاؤ گے۔ اس لئے میں اس طرف کا عازم ہوا۔ غرض یہ سب فاضل ان کو لے کر مدرسہ میں آئے حضرت مولانا صاحب نے فرمایا کتاب کہاں ہے۔ خورجی میں تھی نکلوا کر منگائی۔ اور ان سے فرمایا کہ سبق اپنا نکالو۔ جب حضرت نے تقریر فرمائی وہ عرب بہت خوش ہوئے اور عرض کیا میں سمجھ گیا پھر وہ عرصہ تک اور علم حاصل کرتے رہے بعدہٗ اپنے ملک کو روانہ ہو گئے۔

(مجموعہ کمالات عزیزی ص۹)

(۱۱) ایک انگریز نے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ سے سوال کیا یہ جو آپ لوگ کہتے ہیں کہ کوئی چیز ایسی نہیں جو ہمارے قرآن میں نہ ہو۔ یہ بات صحیح ہے۔ اس انگریز نے کہا بھلا کیمیا کا نسخہ کہاں ہے۔ آپ نے فرمایا تانبا لاؤ۔ چنانچہ ایک ٹکڑا تانبے کا کسی نے لا دیا۔ اس پر آپ نے ایک آیۃ پڑھ کر دم کر دیا وہ سونا ہو گیا۔ تب اس انگریز نے کہا اچھا کوئی دوسرا شخص یہ پڑھ کر سونا بنا دے۔ تو حضرت نے فرمایا قرآن شریف کی تاثیر میں کچھ فرق نہیں۔ زبانوں کا فرق ہے۔ (مجموعہ کمالات عزیزی ص۲۱)

(۱۲) رمضان شریف میں حضرت شاہ غلام علی شاہ صاحب قادری نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت شب قدر کب ہے۔ آپ نے فرمایا بائیسویں شب۔ ایک شخص نے آپ کے شاگردوں میں سے عرض کیا بائیسویں کی تو کہیں خبر نہیں۔ فرمایا ایک روایت یہ بھی ہے کہ شب قدر تمام سال میں دائر ہے۔ الحاصل شاہ صاحب موصوف نے شب قدر اسی شب پائی۔ اور دوسرے دن حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کا شکریہ ادا کرنے آئے۔

(مجموعہ کمالات عزیزی صنہ)

(۱۳) مسٹر ولیم فریزر صاحب بورڈ دہلی نے کہا کہ میں بحکم سرکار ولایت کابل جاتا ہوں حضرت مولانا صاحب نے حال راستہ کا مفصل بیان فرمانا شروع کیا۔ فریزر صاحب نے سب حال انگریزی میں لکھ لیا کسی مقام پر بفاصلہ بعید حضرت مولانا صاحب نے چند درخت اور ایک کنواں فرمایا تھا۔ فریزر صاحب جو وہاں پہنچے کنواں نہ تھا۔ لوگوں سے پوچھا انھوں نے ناواقفیت بیان کی۔ ہنگام واپسی صاحب موصوف اس جگہ قیام پذیر ہوئے اور موضع کے قریب کے باشندوں سے بلا کر دریافت کیا۔ انھوں نے کنواں بتلایا اور کہا زمین میں دب گیا ہے۔ صاحب نے اس مقام کو کھدوا کر دیکھا تو واقعی کنواں تھا جب صاحب دہلی آئے اور جناب مولانا صاحب کے پاس حاضر ہوئے تو صاحب نے عرض کیا جو راستہ میں آپ نے مقام ونشان بتلائے تھے۔ سب پائے لیکن کنواں نہیں ملا۔ حضرت نے فرمایا کنواں وہاں ضرور ہے مٹی میں دب گیا ہوگا۔ پھر صاحب نے مفصل حال بیان کیا۔

(مجموعہ کمالات عزیزی صنہ ۱۹)

(۱۴) ایک شخص بہ لباس عمدہ وصورتِ امیرانہ پٹکہ زریں کمر پر باندھے ہوئے عمدہ گھوڑے پر سوار قصبہ مارہرہ ضلع ایٹہ میں بخدمت حضرت عارف معارف میاں اچھے صاحب قدس اللہ سرہ العزیز حاضر ہوا اور نہایت بے قرار اور مضطر تھا۔ حضرت کے قدموں پر گر کر تڑپنے لگا۔ آپ نے بہ شفقت تمام متوجہ ہو کر اس سے حال پوچھا۔ اس نے عرض کیا کہ ایک ساہوکار متصل میرے مکان کے رہتا ہے اس کی لڑکی نہایت حسینہ وجمیلہ ہے بچپن سے میرے اور اس کے درمیان محبت ہوگئی کہ مرتبۂ عشق کا ہوگیا پھر اس کی شادی ہوئی اور سسرالی اس کو لینے آئے ہیں اس واسطے مضطر ہو کر اور اپنی زندگی سے ناامید ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ حضرت نے اس کی تسلی کی اور فرمایا کہ تم دہلی میں بحضور شاہ عبدالعزیز صاحب کے جاؤ اور کچھ مت کہو بلکہ آدمی واسطے پیشوائی کے تم کو دہلی سے اس طرف ملیں گے۔ آخرش وہ شخص دہلی کو گیا۔ مقام شاہ درہ میں کئی آدمی بطور پیشوائی کے ملے اور حضور میں مولانا صاحب کے لے گئے۔ حضرت شفقت سے اس کے حال پر متوجہ ہوئے اور ایک شخص کو فرمایا کہ فلانے ساہوکار کو ہمارا سلام کہو۔ وہ ساہوکار حاضر ہوا آپ نے اس سے پوچھا کہ تمہارا داماد اور سمدھی کہاں ہیں۔ اس نے عرض کیا کہ یہیں حاضر ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ان کو لے آؤ وہ جا کر ان کو لے آیا۔ حضرت ان تینوں کو ہمراہ لے کر کوٹھڑی میں تشریف لے گئے تھوڑی دیر میں باہر نکلے وہ تینوں ہنستے ہوئے چلے گئے اور تھوڑی دیر میں اس لڑکی کو پالکی میں سوار کر کے لے آئے اور عرض کیا کہ حضرت یہ لونڈی آپ کی ہے جو چاہو سو کرو آپ نے اس کو مسلمان کیا اور نماز پڑھوائی اور اس کے بعد ان

دونوں کا نکاح کر دیا۔ (مجموعہ کمالات عزیزی صلا)

(۱۵) ایک شخص دہلی میں وارد ہو کر لب دریائے جمنا ٹھہرے اور بولتے نہیں تھے۔ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب تشریف لے گئے۔ اس شخص نے حضرت شاہ صاحب کی تعظیم دی اور حال اپنا اس طور بیان کیا کہ ہم دو شخص تھے آپس میں بہت محبت رکھتے تھے اور بہت ملکوں کی سیر کی ایک دفعہ دوست میرا بیمار ہو گیا اور قضا کی جب ہم اس کو دفن کرنے لگے ایک کٹار پانچ سو روپے کی قیمت کی میری کمر میں تھی وہ نکال کر قبر میں رکھ دی اور وہیں بھول گیا۔ اس کے بعد جب آدمی چلے گئے تو وہ کٹار مجھ کو یاد آئی اور بڑا افسوس اس کا ہوا۔ رات کے وقت میں نے جا کر قبر کھودی تو دیکھا کٹار بدستور رکھی ہے لیکن وہ مردہ قبر میں نہیں ہے۔ حیران ہوا ایک کھڑکی نظر آئی اندر گیا دیکھا کہ ایک باغ ہے اور وہ شخص دوست میرے وہاں بیٹھے ہیں اور کلام مجید پڑھتے ہیں وہ مجھ کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے پھر انھوں نے کہا کہ تم باغ کی سیر کرو۔ میں سیر کرنے لگا پھر بیرون باغ بہت زیادہ فاصلہ پر دیکھا کہ بہت بڑے گڑھا ؤ چڑھے ہیں اور لوگوں کو پکڑ کر ان میں ڈالتے ہیں۔ ایک شخص نے میرا ہاتھ زور سے پکڑا کہ اب تک ہاتھ پر اس کی انگلیوں کے نشان موجود ہیں اور کہا کہ تو نے مجھ سے فلاں چیز چار پیسے کی مول لی تھی وہ میرے پیسے۔ میں نے کہا میرے پاس پیسے نہیں یہ کٹار پانچ سو روپے کی ہے یہ تو لے لے۔ اس نے جواب دیا کہ اس کو میں کیا کروں گا۔ غرض بہت بحث رہی اس عرصہ میں وہی شخص فوت شدہ مجھے تلاش کرتے کرتے وہاں آن پہنچے انھوں نے کہا کہ یہ مرے نہیں ہیں زندہ ہیں میری ملاقات کو آ گئے ہیں۔ بڑی مشکل سے انھوں نے

چھڑایا جب سے میں چار پیر مانگتا ہوں اور وحشت مزاج پر آگئی ہے۔ حضرت نے پانی دم کر کے اُن کو پلایا اور وحشت ان کی دور ہو گئی پھر ان کو اپنے ساتھ لے آئے وہ شخص تا مدّتِ عمر خدمت میں حاضر رہے۔

(مجموعہ کمالات عزیزی صـ۱۲)

(۱۶) ایک شخص متوطن آذر بائیجان جو ملک عرب میں ہے جناب مولانا شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کی خدمت میں آئے اور بیٹا بھی ان کے ساتھ تھا حضرت نے فرمایا اگر اپنے بیٹے کو اگر چندے میرے پاس چھوڑ دو تو اچھا ہے اس نے قبول کیا اور لڑکے کو چھوڑ کر چلا گیا یہ لڑکا علم تحصیل کر کے ہوشیار ہوا۔ ایک روز عرض کیا۔ میں نے کچھ بات نہیں دیکھی حضرت نے فرمایا کہ اچھا تم آٹھ روز تک سورہ الفتح شریف اس ترکیب سے پڑھو۔ نویں دن جہاں چاہے چلے جاؤ۔ اُس طالب علم نے آٹھ روز پڑھ کر نویں دن جنگل کا راستہ لیا طرح طرح کے جنگل اور دریا پیش آئے۔ ایک جنگل میں گیا۔ وہاں ایک بھیڑیا اس کی طرف آیا اور آٹھ وار اس پر کیے آخر ش اس کو چھری اپنے باپ کی کہ کمر میں موجود تھی یاد آئی نکال کر بھیڑیئے کے ماری۔ چھری زخم میں رہی بھیڑیا بھاگ گیا۔ پھر یہ شخص ایک جنگل میں پہنچا کہ زمین اس کی نئی طرح کی تھی بعد اس کے ایک شہر دیکھا کہ عمارت اس کی عمدہ طرز کی اور بہت تحفہ تھی شہر میں جا کر دیکھا کہ باشندے وہاں کے بہت شکیل اور بزرگ وضع کے تھے اس میں ایک بہت بزرگ اس کو ملے اور حال پوچھا اس نے بیان کیا۔ آپ نے فرمایا کہ میرے گھر مہمان رہو آخر ش اپنے گھر لے گئے۔ بہت خاطر و تواضع کی اور اچھا کھانا کھلایا۔ صاحب خانہ کی غیر موجودگی میں اس نے دیکھا کہ وہ چھری اُس کی کہ جو بھیڑیئے کے ماری

تھی اور وہ زخم میں رہ گئی تھی۔ ایک طاق میں رکھی ہے ہر چند اس نے چاہا
کہ اٹھالے لیکن ہاتھ میں نہ آئی پھر صاحب خانہ تشریف لائے اور کھانا
رکھا۔ اس کی نظر اس چھری پر تھی صاحب خانہ نے پوچھا۔ کیا ہے اس نے
کہا کچھ نہیں بعد گفتگو وہ شخص بولے کہ ہم نہ انسان ہیں نہ جن نہ فرشتہ
ہماری خلقت حق تعالیٰ شانہٗ نے علیحدہ کی ہے اور یہ شہر ہمارے رہنے
کے واسطے ہے اور ہم سے کام اسی طرح کے لئے جاتے ہیں اور وہ بھیڑیا میں
ہی تھا جس کے تو نے چھری ماری تھی اور یہ زخم اس چھری کا ہے۔ اور میں
تجھ کو فوراً مار ڈالتا لیکن بہ سبب حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کا ہے
تو کیا چاہتا ہے۔ اس نے کہا میں حضرت کی خدمت میں پہنچ جاؤں تو خوب
ہے۔ انھوں نے کہا۔ آنکھ بند کرو۔ پھر آواز آئی کھول دو۔ آنکھ کھولی تو
دیکھا کہ مسجد جامع شاہ جہاں آباد کے پاس کھڑا ہے۔ فوراً جاکر حضرت
مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کے قدموں پر گرا اور مدت تک رہا۔ اور
کمالات باطنی حاصل کئے۔

(مجموعہ کمالات عزیزی صہ۱۲)

(۱۷) ایک سال امساک بارش ہو کر آثار قحط نمود ہوئے تمام زراعت
خشک اور گھر برباد ہوئے چاروں طرف سے آدمی بہ غرض حصول دفع
تدبیر اس بلا کے جناب مولانا شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے
اور عرض کیا حضرت دعا کیجئے کہ آپ کی دعا کی برکت سے ہم لوگ اس بلا
سے خلاص پا دیں یا تدبیر فرمائے کہ اس کی پیروی میں سرگرم ہوں حضرت
شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے فرمایا کہ تمہاری جماعت سے چند آدمی منتخب
ہو کر پرانے شہر میں جائیں اور تلاش کریں ہیجڑوں کا ایک گروہ ملے گا

ان میں سے جو شخص پیشوا وغیرہ سامانِ رقص پہنے ہو اس کو علیحدہ لے جاکر
فقیر کی طرف سے سلام کہنا اور مدعا دلی عرض کرنا۔ جو وہ حضرت تدبیر
فرمائیں اس پر عمل کرنا۔ چنانچہ چند آدمی اسی وقت مولانا شاہ عبدالعزیز
صاحب کی خدمت سے اٹھ کر گئے اور مخنثوں کے گروہ سے ملاقات کی
اور حسب الارشاد مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کے رقاص کو علیحدہ لے جاکر
التجا نزول بارانِ رحمت سے مبالغہ کیا تو وہ صاحب یوں تو سہل کیا
ہاتھ آنے والے تھے۔ لہٰذا حسبِ عادت اپنے ہم پیشوں کے ساتھ تالیاں
بجاکر فرمایا کہ تم اور تمہارا بھیجنے والا دونوں احمق ہو۔ مولوی صاحب
نے تم سے ہنسی کی ہے، ورنہ مجھ سے اور اس قسم کی التجا سے کیا مناسبت
اور بھی بہت سی تانیں اڑائیں لیکن چونکہ بڑے کامل کے بھیجے ہوئے تھے
انھوں نے ایک نہ سنی وہ اپنا راگ گاتے۔ یہ سب اپنی رام کہانی کہتے ساتھ
ہو لئے جب ان بزرگوار نے دیکھا کہ بدون انجاح حاجت ان لوگوں سے
عہدہ برآئی محال ہے اور نشان دادہ ایک کامل کے ہیں تو فرمایا کہ خیر
صاحبو۔ مولانا صاحب کے ارشاد سے مجبور ہوں۔ آج شب کو میں اور
میرے ہمراہی اس باغ میں جو جانب راست درگاہ حضرت خواجہ صاحب
رحمۃ اللہ علیہ کے ہے جمع ہوں گے۔ تم جاکر جناب مولانا صاحب سے میرا
سلام عرض کر کے گذارش کرو کہ میں انجام دہی ایسی خدمت کے لائق نہ تھا
جو میرے تفویض فرمایا۔ ہاں اب جو میری نسبت اس قسم کا ارشاد ہوا تو
البتہ بہ برکت ارشاد حضرت شاہ صاحب یہ مرتبہ مجھے حاصل ہوا لیکن
تاوقتیکہ آپ کے دستِ مبارک دعا کے لئے نہ اٹھیں گے یہ بلا سر سے
نہ جائے گی۔ پس یہ واپس آئے اور جیسا کچھ کہا تھا عرض کیا آپ نے فرمایا

اگر چہ فقیر میں بوجہ فقدان طاقت رفتار اور باعث ضعف قوی گنجائش طے کرنے کسی قدر مسافت کی بھی نہیں رہی مگر جس طرح ممکن ہوگا بعد نماز عشا تمہارے ہمراہ چلوں گا۔ جب وہ دن باقی ماندہ گذر گیا اور رات ہوئی تو جناب مولانا صاحب بعد نماز عشا اور ادمعمولی گروہ کثیر کے ہمراہ تشریف فرمائی جائے موعودہ ہوئے دیکھا تو وہ صاحب بھی مع اپنے ہمراہیوں کے حاضر و موجود ہیں اس وقت حسب الارشاد جناب مولانا صاحب کے سب لوگ دوزانو بادب بیٹھے اور خود حضرت مراقب ہوئے اس قدر کہ نصف سے رات متجاوز ہوگئی جب آپ نے مراقبہ سے سر اٹھا کر فرمایا کہ لو صاحبو وقت اجابت ہے جس شخص کی جو آرزو ہو خدا سے مانگے فقیر کو امید ہے کہ کوئی شخص محروم نہ رہے گا۔ چنانچہ جملہ دست بدعا ہو اور علاوہ خواہش باران رحمت کے جو جس نے چاہا فوراً ظہور اجابت کا آثار پایا اور جناب مولانا صاحب نے صرف واسطے نزول آب رحمت کے ہاتھ اٹھایا۔ ان بزرگوار نے بھی مع اپنی جماعت مخنثوں کے صدائے آمین بلند کی کہ یک بیک غبار آندھی کا سر پر چھا گیا جب ہوا کی کسی قدر شورش کم ہوگئی ابر تیرہ کا آثار نظر آیا ترشح ہونے لگی جناب شاہ صاحب نے ہاتھ دعا سے کھینچا اور فرمایا کہ صاحبو جلد یہاں سے شہر کا راستہ لو ورنہ پھر کثرت بارش سے شہر کا پہنچنا دشوار ہوگا۔ پس اسی وقت لوگ چلدیئے اور شہر میں آکر پناہ لی اور اس قدر بارش کی شدت ہوئی کہ ندی اور نالے بہ گئے۔ کسی کو ہوس پانی کی باقی نہ رہی خلقت کی جان میں جان آگئی اور تمام مخلوق خدا کو بہ برکت دعائے جناب مولانا صاحب اس بلائے جان ستان سے رہائی حاصل ہوگئی (مجموعہ کمالات عزیزی صہ ۱۳)

(۱۸) حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کے ہاں ایک طالب علم تھا۔ اس پر ایک پری عاشق تھی۔ ایک روز اس نے طالب علم سے کہا کہ تیرا اور میرا راز افشا ہو گیا اس پر ایک جن جو بڑا عامل ہے تجویز ہوا ہے کس واسطے کہ یہ مکان شاہ عبدالعزیز صاحب کا ہے اور وہ آکر تم کو مار ڈالے گا۔ اس طالب علم نے مولوی رفیع الدین صاحب برادر خورد حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب سے عرض کیا انھوں نے فرمایا کہ تم کلام مجید کھول کر تلاوت کرو۔ وہ گیا اور حجرے میں چراغ جلا کر بیٹھا۔ اس میں ایک جھونکا ہوا کا آیا اور چراغ گل ہو گیا اور اس نے غل مچانا شروع کیا کہ کوئی میرا گلا گھونٹتا ہے اور طالب علم دوڑے اور چراغ سے دیکھا تو کلام مجید ایک طاق میں رکھا ہے اور طالب علم پڑا ہے۔ بعد تھوڑی دیر کے وہ پری آئی اور بیان کیا کہ آج چھوڑ کر چلا گیا لیکن کل ضرور مار ڈالے گا۔ دوسرے دن وہ پھر اسی طرح بیٹھا اور ایک دفعہ اُس سے زیادہ تیز ہوا چلی اس کے بعد ٹھہر گئی۔ پھر اُس پری نے بیان کیا کہ فی الحقیقت تیرے مار ڈالنے کو آیا تھا لیکن دو جن بادشاہ کی طرف سے تعینات ہیں بروز جمعہ و منگل جناب مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کا وعظ سن کر رات کو بادشاہ کے سامنے بیان کیا کرتے ہیں آج وہ بادشاہ کے سامنے گئے۔ عرض کیا کہ فلاں جن جو بڑا عامل ہے شاہ عبدالعزیز صاحب کے مقابلہ کو گیا ہے بادشاہ نے سن کر دو جنوں کو حکم دیا کہ اس کو پکڑ لاؤ چنانچہ بموجب حکم بادشاہ وہ گرفتار ہو کر قید ہو گیا۔ (مجموعہ کمالات عزیزی ص۱۵)

(۱۹) ایک شخص نے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ میرے اور میری بیوی کے درمیان بہت زیادہ محبت تھی بوقت شب

اس کو حاجت پیشاب کی ہوئی اُس نے مجھے کہا کہ ذرا تم میرے ساتھ چلو تو
میں پیشاب کر لوں میں اس کے ساتھ گیا اور وہ پائخانہ گئی میں دروازہ
پر رہا تھوڑی دیر بعد میں نے کہا ارے جلد وا کر چلو پھر دیر ہوئی تو
میں نے اندر پائخانہ کے جاکر دیکھا تو کچھ اس کا پتہ نہ ملا۔ لاچار ہو کر تڑپنے
لگا۔ آخرش نہایت مضطرب ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں طاقت ایکدم
کے صبر کی نہیں جناب مولانا صاحب نے فرمایا رات ہونے دو۔ جب
رات ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ فلاں محلہ میں مجلس سرور کی ہے تم جاکر وہاں
بیٹھ رہو۔ جب مجلس برخاست ہوگی تو سب خلقت چلے جائیگی بعد اسکے
طوائف آئیں گی اور سب سے پیچھے ایک شخص بہت ضعیف طوائفوں کا
اسباب لئے ہوئے آئیں گے یہ رقعہ جو میں تم کو دیتا ہوں ان کو دینا اس نے
ایسا ہی کیا بعد آدھی رات کے وہ بزرگ تشریف لائے اور رقعہ اس نے
دیا۔ وہ بہت خفا ہوئے بعد اس کے وہ رقعہ اپنے سر پر رکھا اور دو ٹھیکریاں
منگا کر ان پر کچھ لکیریں کھینچیں اور فرمایا کہ دونوں ٹھیکریاں یہاں ڈالدو
تم کو طرح طرح کی شکلوں کی خلقت نظر آئے گی تم کچھ خوف مت کیجیو
آخر ایک شخص تخت نشین آئے گا۔ یہ ٹھیکری اس کو دور سے دکھانا اس نے
ایسا ہی کیا۔ اس تخت نشین نے ایک شخص کو بھیجکر اس کو بلا لیا اور حال
پوچھا اور بہت خوش ہوا کہ تیرے سبب سے یہ حکم حضرت کا میرے نام آیا
بعد اس کے بادشاہ نے حکم دیا کہ دیکھو کوئی شخص غیر حاضر ہے ملازمانِ
حضوری وبحری وبری سے صرف ایک شخص غیر حاضر تھا بموجب حکم وہ بلایا
گیا۔ اس نے عرض کی کہ درحقیقت میں اڑا چلا جاتا تھا اس شخص نے میرا
نام لے کر کہا اس کو لے جا جب میں اس کو لے گیا مگر وہ میری ماں کی برابر ہے

میں نے سوائے اس کی خدمت کے اور کچھ نہیں کیا۔ اور چھجو مذکور سقہ تھا۔ اس شخص مدعی نے اس کے کلام کی تصدیق کی پھر بادشاہ نے اس عورت کو اس کے شوہر کے حوالہ کیا۔ اور بہت سا مال اس کو دیا۔ اور چھجو کا قصور معاف کیا۔ (مجموعہ کمالات عزیزی ص۱۵)

(۲۰) نواب سعادت یار خاں صاحب رُوسا دہلی سے جو حسن خدا داد میں مشہور تھے۔ اپنے مکان شب خوابی میں سوتے تھے کہ یکا یک کواڑ کمرے کے جو بند کر دئیے تھے از خود کھل گئے اور ایک عورت کہ جس کے چہرہ پر نظر کی خیرگی ہوتی تھی با زیور ولباس عمدہ نہایت چستی و چالاکی سے نواب صاحب کے پاس بیٹھی اور بیان کیا کہ میں سلطان محبوب شاہ کی دختر ہوں جو بادشاہ جنات مغربی واقع دامن کوہ قاف کا ہے عرصہ سے تمہاری دلدادہ ہوں ہر چند کوشش کی اور چاہا کہ تمہارے پاس آؤں مگر کوئی موقع ایسا دلخواہ جو آج حاصل ہے ہاتھ نہ آیا اب تمنا میری یہی ہے کہ مدعا ر دلی حاصل کروں جیسا جیسا کہ اپنی امید پر غم کھایا ہے خوشی کے ساتھ بدلا کروں۔ ہر چند کہ نواب صاحب کو انواع انواع اندیشے پیش نظر رہے لیکن موقع پر منہیات سے بچنا اور بدلیری تمام لاحول پڑھ کر وسوسہ شیطانی کو دفع کرنا بجز امداد حق کب ممکن ہے بلا تامل مشغول عشرت ہوئے چند ساعت یہ راز و نیاز باہم رہ کر پریزاد رخصت ہوئی اس روز سے یہ معمول ہو گیا کہ ایک وقت معینہ پر شب کو وہ عورت آتی اور بعد کامیابی چلی جاتی۔ جب اسی روش پر قریب ایک سال کے گذر گیا تو ایک شب خلاف وقت وہی عورت باحال پریشان آئی اور بیان کیا کہ اے عزیز جلد اٹھ اور اپنی حفظ جان کی تدبیر کر کیونکہ میرا باپ اس بھید سے واقف ہو گیا اور

عضبناک ہو کر دیو زاد تیری ہلاکت کے لئے معین کئے ہیں غالباً آج صبح تک تجھ کو زندہ نہ چھوڑیں گے۔ میری یہ آخری ملاقات سمجھو میں اب یہاں سے جاؤں گی فوراً زنجیر گرانبار پہنا کر قید کی جاؤں گی۔ مگر یاد رکھنا کہ میں بھی ایک دن اسی قید میں تیرے غم جدائی میں جان سے جاؤں گی یہ کہہ کر وہ رخصت ہوئی۔ ادھر نواب صاحب نہایت گھبرائے ہوئے ننگے پاؤں اور ننگے سر نہایت اضطراب کے ساتھ جناب مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ پر پہنچے، ہر چند خادموں نے اندر جانے سے منع کیا لیکن یہ ایسے بے ہوش تھے کہ نہ اپنی کہی اور نہ اور کی سنی، بے اختیار جس مکان میں شاہ صاحب مراقب تھے جا قدموں میں گر پڑے۔ جناب مولانا صاحب بھی مراقبہ سے ہوشیار ہو گئے اور فرمایا کہ نواب صاحب اس وقت ایسے مضطرب الحال ہو کر تمہارا آنا کسی افتاد سخت سے خالی نہیں فرمایئے خیر تو ہے۔ جب انھوں نے تمامی حال پر ملال اپنا از ابتدا تا انتہا مفصلاً بحضور جناب شاہ عبدالعزیز صاحب عرض کیا حکم ہوا کہ اگرچہ کردار تمہارا ایسی سزا کے لائق ہے جیسا کہ تم نے کار بد کیا۔ اس کا نتیجہ بھی پانا ضرور تھا مگر فقیر کسی ملتمس کی التجا کو رد کرنا پسند نہیں کرتا کہ عادت جبلی اور ہدایت جدّ امجد اسی طرح پر ہے۔ خیر تدبیر اس کی معقول کی جائے گی۔ آج کی شب تم یہاں مکان فقیر پر رہو بلکہ فلاں حجرہ میں استراحت فرماؤ۔ تھوڑی دیر میں فقیر اس عورت کے باپ کو بلا کر جان بخشی کرا دے گا۔ اطمینان رکھو۔ پس نواب صاحب وہاں سے دل جمعی کے ساتھ اٹھے اور ایک حجرہ میں، جو نزدیک عبادتگاہ جناب شاہ صاحب کے تھا گئے اور نصف پلنگ زیر آسمان و نصف زیر سقف مکان بچھا کر آرام کیا قریب تھا کہ غافل ہو کر سو جائیں کہ یکایک ایک بھاری پتھر

نہایت زور شور سے نواب صاحب کی پائنتیوں پر آگرا ایسی سختی سے گرا کہ گویا اس کے صدمہ سے پس کر خاک برابر ہو گیا ادھر اس کا واقع ہونا ان حضرت کی نیند ہوا ہو گئی چیخ مار کر اور بدحواس ہو کر جناب شاہ صاحب کے اوپر آگرے اور بے ہوش ہو گئے۔ جناب مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب نے کچھ پڑھ کر دم کیا فوراً ہوش آگیا دیکھا کہ علاوہ جناب شاہ صاحب کے پانچ شخص سردار صورت نہایت قوی ہیکل باادب حضور میں کھڑے ہیں اور حضرت فرماتے ہیں کہ یہی شخص تمہارا گنہگار ہے اور مجھے بطور سفارش آپ صاحبوں کے خدمت میں پیش کر کے چاہتا ہے کہ آپ اس کی خطا سے درگذر فرما کر جان بخشی کر دیجئے کہ اب تو یہ میرے پاس آپڑا۔ اگر آپ میرا کہنا قبول کریں گے تو جیسی ذلت اس کے ہاتھ سے آپ کو ہوئی ویسی ہی فقیر اپنی ذلت آپ کے ہاتھ سے تصور کرے گا پس وہ لوگ اس کلام سے نہایت منفعل ہوئے اور جناب شاہ صاحب کے قدموں پر گر کر بوسے دیئے اور نواب کی خطا سے درگذر کیا اور اس وقت پانچوں شخص جناب شاہ صاحب کے دست بوس ہو کر وہیں غائب ہو گئے۔

(مجموعہ کمالات عزیزی ص۱۶)

(۲۱) ایک شخص نے اپنے لڑکے کی نسبت کسی شریف کے ہاں دہلی میں قرار دی جب لڑکی کے باپ نے شادی کا سامان کر لیا تو حسب دستور اس کا نکاح کر دیا۔ برات نے جو رخصت پائی تو ایک منزل قطع کر کے کسی مقام پر قیام کیا۔ سب عورتوں نے آپس میں صلاح کی کہ سب سے پہلے دلہن ضروریات سے فارغ ہولے۔ لہذا دلہن کو قنات کے پیچھے جا بٹھایا جب دیر ہوئی تو ہمجولیوں نے جا کر دیکھا تو دلہن کا نام و نشان نہیں سب حیرت زدہ

رہ گئے۔ چاروں طرف تلاش کے لئے گھوڑے دوڑائے لیکن وہ بھی پتہ نہ پا سکے
اسی دوران میں ایک شخص کا وہاں گذر ہوا تو اس نے حال دریافت کیا
لوگوں نے تمام روداد اسے سنائی۔ اس نے کہا کہ دہلی جا کر شاہ عبدالعزیز
صاحب سے عرض کرو۔ جب شاہ صاحب سے تمام واقعہ عرض کیا تو آپ نے
فرمایا کہ اطمینان رکھو خانقاہ میں فروکش ہو۔ جب یہ لوگ کھانے پینے سے
فارغ ہو چکے تو پھر عرض حال کیا۔ حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ اس وقت
دو روٹیاں تیل سے چپڑ کر چاندنی چوک میں لے جاؤ وہاں ایک خارشتی
کتا تم کو ملے گا۔ تم ایک روٹی اس کے روبرو رکھ دینا گو وہ تمہارے اوپر
کیسا ہی حملہ کرے اور ڈراوے لیکن خوف نہ کرنا اور جگہ سے نہ ہلنا۔ جب وہ
کتا روٹی کھالے تو تم دوسری روٹی بھی اس کے روبرو رکھ دینا اور گھوڑے
تیار رکھنا۔ جب وہ کتا روٹی کھا کر کسی طرف جائے تو تم گھوڑے پر سوار
ہو کر جہاں تک وہ جائے اس کے ساتھ جانا پیچھے نہ رہ جانا۔ جس طرح
شاہ صاحب نے فرمایا تھا اسی طرح ہوا۔ اس کتے نے ایک مقام پر پہنچ کر
زمین کھودی اور تھوڑی گہرائی میں ایک بڑا دروازہ نظر آیا۔ وہ کتا
اس دروازہ سے اندر چلا گیا اور لوگ باہر کھڑے رہے۔ تھوڑی دیر میں
چند آدمی سن رسیدہ بہ وضع ولباس انسانوں کے اسی دروازے سے
معہ دلہن کے باہر آئے اور کہا کہ جناب مولانا صاحب سے ہمارا سلام کہنا
اور گذارش کرنا کہ ہمارے عملہ میں ایک شخص پاجی نے ایسی حرکت کی ہم نے
اسے سزا دے دی ہے۔ لہٰذا امیدوار ہیں کہ یہ خطا ہماری معاف فرمائی
جائے پس اس قدر کلام کر کے وہ صاحب جو اس دروازے سے تشریف
لائے تھے اسی راہ سے واپس چلے گئے۔ بعد تھوڑی دیر کے وہی کتا اسی

حیثیت سے باہر آیا اور جس طرح پر کہ زمین کو شگاف دیا تھا بند کر کے جانب
دہلی رخ کیا اور یہ سوار بھی اس کے ساتھ چل دئے۔ جناب شاہ عبد العزیز
صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر شکریہ ادا کیا اور برات سے آملے اور
سب حال ابتداء سے انتہا تک بیان کیا سب کو حیرت ہوئی اور جناب شاہ
صاحب کے معتقد ہو کر وقتاً فوقتاً مرید ہوئے۔

(مجموعہ کمالات عزیزی ص۱۷)

(۲۲) ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحبؒ
مدرسہ میں تشریف رکھتے تھے اور چند طالب علم بھی حاضر تھے۔ ازاں جملہ
ایک طالب علم بہت حسین تھا یکایک خوف زدہ ہوا حضرت شاہ صاحب
نے فرمایا کیا ہے۔ عرض کیا کہ ایک عورت سامنے کھڑی ہے اور مجھے ہاتھ
سے بلاتی ہے آپ نے فرمایا کہ تم خوف مت کرو اس کے پاس جا کر دریافت
کرو کیا کہتی ہے طالب علم گیا۔ عورت نے کہا کہ میں تم پر پیدائش کے دن
سے عاشق ہوں اور اس زمانہ میں ایک جن بھی مجھ پر ایسا ہی عاشق ہے
جیسے کہ میں تم پر اس جن کو یہ حال معلوم ہو گیا ہے کہ میں تم پر عاشق ہوں
اس کا ارادہ ہے کہ آج بعد مغرب یہاں آکر تم کو زندہ نہ چھوڑے اور مار
ڈالے۔ جب طالب علم نے یہ بات سنی وہ حضرت شاہ صاحب کی خدمت
میں حاضر ہوا۔ اور جو سنا تھا حضرت شاہ صاحبؒ کی خدمت میں عرض
کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ اچھا اس عورت سے کہدو کہ اب جاؤ اور جب
چاہے آیا کرو۔ وہ عورت چلی گئی اور بعد مغرب طالب علم بے چارہ کا کسی
نے گلا گھونٹا۔ حضرت نے اٹھ کر اس کے ایک طمانچہ مارا وہ اچھا ہو گیا وہ
عورت ہنستی ہوئی آئی اور کہا اس طمانچہ سے اس جن کے زخم ہو گیا۔ شاید

جانبر نہ ہو۔ اس کے بعد وہ چلی گئی۔ پندرہ بیس روز کے بعد پھر وہ جن
آیا اور طالب علم کا گلا گھونٹا حضرت مولانا نے اٹھ کر دو طمانچے منہ
اور گردن پر مارے پھر وہ عورت آئی اور خوش ہو کر بیان کیا کہ طمانچہ
کے صدمہ سے اس جن کا سر کٹ گیا۔ طالب علم نے یہ حال حضرت شاہ
صاحب سے عرض کیا۔ آپ نے اس کی ہتھیلی پر انگشت اشرف سے
کئی خط کھینچے اور مٹھی بند کرا دی اور فرمایا اس عورت کے سامنے
جا کر کھول دو۔ اُس نے ایسا ہی کیا۔ عورت نے کہا میں نے تم کو
کچھ تکلیف نہیں دی تھی۔ لیکن تمہاری یہی خوشی ہے تو میں جاتی
ہوں۔ تم مٹھی بند کر لو۔ اس طالب علم نے مٹھی بند کر لی وہ چلی گئی۔
(مجموعہ کمالات عزیزی ص۱۸)

حضرت شاہ عبد العزیز صاحبؒ کا عربی کلام

بیاض رشیدی میں ۷، ۲ صفحات پر حضرت شاہ صاحب کا منظوم کلام درج ہے میں اس حصۂ نظم میں سے دو نظمیں نقل کر لی تھیں ان نظموں کی فصاحت وبلاغت، سلاست و روانی، سوز و گداز اور کیف و دل آویزی ادب عربی سے ادنیٰ مناسبت رکھنے والے کو بھی محسوس ہو جائے گی۔ الفاظ کی بندش میں ترنم انگیزی اور وجدان آفرینی کی کیفیت نمایاں ہے۔ کتنا کچھ کلام ہو گا جو دست و برد زمانہ سے ضائع ہو گیا۔ اب جتنا بھی مل جائے غنیمت ہے۔ ترجمہ اشعار کے ساتھ لکھا جائے گا۔ لیکن حق بات یہ ہے کہ اردو میں اس کلام کی پوری کیفیات منتقل کرنے میں پوری طرح کامیاب ہونا مشکل ہے پہلی نظم عاشقانہ ہے اور مجازی رنگ میں ہے کہیں کہیں حقیقت و معرفت کا رنگ بھی جھلک رہا ہے دوسری نظم کے چھ اشعار قصیدۂ نعتیہ کی تشبیب اور تمہید کے طور پر ہیں اسکے بعد نعتیہ اشعار ہیں۔ یہ نعتیہ قصیدہ یا تو لکھا ہی مختصر ہو گا یا اس کے اور اشعار بھی ہوں گے جو بیاض میں شامل نہیں کیے گئے۔

(۱) یا نسیم الشمالِ ذکّر لقصۃ الشوق فی حماہٗ — فانّ قلبی یذوبُ غمًّا وحالُ جسمی کما تراہٗ

اے بادِ شمال تو میرا قصہ شوق محبوب کی بارگاہ میں سنا دے۔ میرا قلب غم سے پگھل رہا ہے اور میرے جسم کا جو حال ہے وہ تجھے نظر آ ہی رہا ہے۔

(۲) یَبیتُ جفنی بلا منامٍ ومادمعی علی انسجام — ونارُ شوقی علی ضرامٍ ولیس لی منیۃ سواہٗ

میری پلکیں بغیر نیند کے رات گذارتی ہیں میرے آنسو چشم تر پر بہہ رہے ہیں، میری آتش شوق بھڑک رہی ہے اور میری کوئی آرزو محبوب کے علاوہ نہیں ہے۔

(۳) اغوص بالدمع فی بحار وبھجتی فی خلال ناری — فکیف اشکوالی عداہ علیّ ماقدجنت یداہ

آنسوؤں کی کثرت کے باوجود میری جان آگ کے درمیان ہے۔ میں اس جور وستم کا شکوہ کسی غیر سے کیسے کروں جو اس نے میرے اوپر روا رکھا ہے۔

(۴) اتی رسولی بلاجواب سلامٍ ولا خطابٍ — فسار حالی کما بدالی ولستُ ادری لقرار ماھو

میرا قاصد بغیر جواب لئے اور اس کی جانب سے سلام و پیام کا تحفہ لئے بغیر واپس آگیا۔ میرا حال خود مجھ پر منکشف ہے اور مجھے معلوم نہیں کہ قرار کیا ہوتا ہے۔

(۵) سلوہ عنی بای ذنبٍ اباح قتلی وھتک ستری — ولیس ذنبی سوی ھواہ وندھبی غیر آن اراہ

اس سے دریافت کرو کہ اس نے میرے کس گناہ کی پاداش میں میرا قتل مباح کر دیا اور میرا راز فاش کر دیا۔ میرا گناہ اس کے علاوہ کچھ نہیں کہ میں اس سے محبت کرتا ہوں اور اس کے دیدار کے علاوہ میرا کوئی مسلک نہیں۔

(۶) اقوم شوقًا اذا بدت لی کلاب حی لہ مقام — ولو عدوی جری بفیہ لذیذ ذکرہ لثمت فاہ

میں کوئے محبوب کے کتوں کو بھی دیکھتا ہوں تو فرط شوق میں کھڑا ہو جاتا ہوں۔ میرا دشمن بھی میرے محبوب کا ذکر شیریں کرے تو میں اس کا منھ چوم لوں۔

(۷) فلی غرامٌ لہ دوامٌ بلا تمام ولا انفصامٍ — وفی فوادی خیال وجہٍ تنوّرا لکون من سناہ

میری شیفتگی دوامی ہے ختم ہونیوالی نہیں ہے اور میرے دل میں ایک ایسے چہرے کا خیال ہے جس کی روشنی سے عالم کون و مکان جگمگا اٹھا،

(۸) الی متی الصبر فی صیاحٍ وفی بکاءٍ وفی نواحٍ — ولا استماع ولا التفات ولا اعتذار ولا انتباہ

میں کب تک غم میں رونا، چیخنا اور چلّاتا رہوں اور دوسری طرف سے

استماع، التفات، اعتذار اور انتباہ کا معاملہ بالکل نہ ہو۔

---

(۱) الا یا عاذلی دُم فی ملامی　　فانی لا احولُ عن الغرام

اے ملامت کرنے والے تو خوب ڈٹ کر مجھے ملامت کرلے میں عشق و عاشقی سے باز آنے والا نہیں ہوں۔

(۲) بُجفنی ساہرٌ مادمتُ حییًا　　و قلبی ہائمُ الدمع ہامِ

جب تک میں زندہ ہوں میری آنکھ انتظارِ دوست میں جاگتی رہے گی۔ میرا قلب حیران اور آنسو جاری رہیں گے۔

(۳) فیا ریح الصبا عطفًا ورفقًا　　الی ذاک الحمی بلّغ سلامی

اے بادِ صبا نہایت نرمی اور محبت کے ساتھ اس کی بارگاہ میں میرا اسلام پہونچادے۔

(۴) وقل یا اہل ودی فی ہواکم　　مضی شہری وایامی وعامی

اور یہ بھی کہدے کہ اے دوستو تمہارے عشق و فراق میں میرے سال و ماہ اور دن گذر رہے ہیں۔

(۵) وصرت بعدکم کالعود جسمی　　علی نارٍ و دمعی فی السجام

میں تمہاری جدائی کے غم میں سوکھی لکڑی کے مانند ہوگیا ہوں۔ میرا جسم آتش سوزاں پر ہے اور میری آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے ہیں

(۶) فان عدتم بوصلی والتیامی　　فاہلًا بالعناق و باللزام

اگر تم اپنی ملاقات سے شادکام کرتے ہو تو فبہا۔

(۷) وان جرتم علیَّ فلی غیاثٌ　　بباب المصطفٰے خیر الانام

ورنہ اگر تم بدستور سابق میرے اوپر جدائی کا ظلم و جور جاری رکھنا

چاہتے ہو تو میں خیر الانام حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے باب عالی پر فریاد کروں گا۔

(۸) والیہ توجہی ولہ استنادی — وفیہ مطامعی و بہ اعتصامی

دراصل ان کی ذاتِ عالی میری توجہ کا مرکز ہے اور وہی میرا سہارا ہیں اور انھیں سے مجھے غرض ہے اور انہیں کا دامن میرے ہاتھ میں ہے۔

(۹) ومن لی بعدما دہنت عظامی — واشتدا لبلا سواک حامی

اے سرکار رسالت مآب میری ہڈیاں جب کہ کمزور ہوگئیں اور مجھ پر سخت بلاؤں کا ہجوم ہے ایسے وقت میں میرا کون حامی ہے سوائے آپ کے۔

(۱۰) فان اک ظالماً عظمت ذنوبی — فحبک سیدی ماحی الاثام

میں نے مانا کہ میں اپنے نفس پر ظلم کرنے والا ہوں اور میرے گناہ بہت بڑھے ہوئے ہیں مگر آپ کی محبت بھی تو گناہوں کو مٹانے والی ہے۔

(۱۱) فقد اعطیت مالم یعط خلقٌ — علیک صلوٰۃ ربک بالسلام

حضورؐ! آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ کچھ عطا کیا گیا ہے۔ جو اولین وآخرین میں سے کسی کو نہیں دیا گیا۔ آپ پر (لاکھوں) درود اور (لاکھوں) سلام۔

مکتوبات

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ

(بزبان عربی منظوم)

الی المجلس المحفوف بالمکارم والمعالی اعنی بہ سیدنا و سندنا ومعتمدنا مکان الروح فی جسدنا ذخیرۃ یومنا ولغدنا سیدنا العم سلمہ اللہ تعالیٰ ظلالہٗ عن الافولِ واحلّہٗ محال القبول۔ اٰمین۔

سیدنا وسندنا عم محترم حضرت شاہ اہل اللہ مدظلہٗ کی خدمت میں،

بعد رفع السلام والاکرام فیقول الفقیر ذوالآثام اِنَّ ھٰذا الفقیر محفوظٌ عن شُرُورِ الزمان والاسقام بسئل اللہ بعد کل صلوٰۃٍ ان یعافیہ فائض الانعام ویعافی جمیع رفقہ من ذکورٍ ونسوۃٍ وغُلامِ

بعد سلام مسنون یہ گنہگار فقیر عرض کرتا ہے۔

کہ میں بحمد اللہ زمانے کے شرور سے محفوظ ہوں۔ ہر نماز کے بعد میں اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرتا ہوں نیز یہ دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تمام رفقاء و متعلقین کو عافیت سے رکھے۔

خصوصاً جناب حضرتکم من
جمیع البلاء والآلام ثم ان
البلاد فاسدۃ من ایادی الغشوم
والظلام غیر خاف علیک ماصنعت
قوم سکہ بجانب التوشام
خفضوا کل قریۃ وضو یفقحون
الحصون والاکام نہبوا عدۃ
من الاموال او تقوا عدۃً من
الایتام

خصوصاً جناب عالی کو تمام بلاؤں اور مصیبتوں سے محفوظ رکھے۔ اس کے بعد عرض ہے کہ ہماری طرف کے علاقے ظلم وستم کے ہاتھوں برباد ہو رہے ہیں آپ پر یہ بات مخفی نہ ہوگی کہ ایک قوم نے توشام کی جانب کیا کچھ کیا ہے اُس نے آبادیوں کو پست کر دیا اور قلعے فتح کر لئے کتنا کچھ مال لوٹ لیا اور کتنے ہی نفوس قید کر لئے۔

مکتوب شاہ عبدالعزیزؒ

...... وبعد فانی احمد اللہ
علی ماکسانی من سرابیل الصحۃ
وقُمُصِ العافیۃ واطعمنی
اقوات الامن وارزق لرفاھیۃ
وانھا نعمۃٌ عظیمۃٌ ومنحۃٌ
جسیمۃٌ کما قیل ؎
وما العیش الا فی الخمول مع الغنی
وعافیۃ یغدو بھا ویروح
بید ان قرۃ العین عائشۃ
سلمھا اللہ تعالیٰ کانت ذات
علۃ فتفضل اللہ تعالیٰ بازالۃ

بنام شاہ اہل اللہ (کچھ حصہ)

بعد سلام مسنون عرض ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں اس احسان پہ کہ اس نے مجھے صحت وعافیت کا لباس پہنایا اور امن ورفاہیت سے نوازا۔ دراصل یہ ایک بڑی نعمت ہے جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے نصیب ہو ایک شاعر کہتا ہے
اصل زندگی تو یہ ہے کہ گوشہ گمنامی ہو اور غنی وعافیت صبح وشام نصیب ہو۔
نور چشمی عائشہ سلمہا اللہ تعالیٰ بیمار تھی اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا کہ بیماری کا بڑا حصہ زائل ہو گیا اور جو کچھ بیماری

اکثرھا وھو المرجو لازالۃ غیرِھا الخ

کا اثر باقی رہ گیا ہے اللہ ہی سے امید ہے کہ وہ اس کو بھی زائل فرما دے گا۔

مکتوب شاہ عبدالعزیزؒ ——— بنام شاہ نور اللہ

(بعد السلام)

(بعد سلام) ——— .....

قد ورد علینا مکتوبکم المکرم (سات سطروں کے بعد)

انّ الاکابر قد استقرت آراءھم ..... متوکلاً علی اللہِ الی الیدھانہ بعد ان کانت طائفۃٌ منھم لایطبع للاقامۃ ھناک لانّھا تدعی البغضا والشحنا الی اھالی تلک الاطراف والاملاک وطائفۃٌ رجح تلک المواضع علی کل مکان سواھا وتغمض عن مفاسدھا ومنافع غیرھا وانا الفقیر فالبلدان عندہ ھما ماھما الخ

بڑوں کی رائیں متوکلاً علی اللہ بڈہانہ رہنے کی ہو رہی ہیں۔ البتہ ان کا ایک طبقہ وہاں کی اقامت کو اس لئے پسند نہیں کرتا کہ کہیں وہاں کی سکونت وہاں کے رہنے والوں کے بغض وحسد کا باعث نہ بن جائے۔ ایک گروہ ہر حال میں ان ہی مقامات (بڈہانہ وغیرہ) کو ترجیح دیتا ہے۔ فقیر کے نزدیک دو شہر ہیں اور وہ ذہن میں ہیں۔

مکتوب شاہ عبدالعزیزؒ ——— بنام شاہ نور اللہ صدیقی پھلتیؒ

..... من الفقیر عبدالعزیز بعد رفع السلام والغرام.....

فقیر عبدالعزیز۔ بعد سلام واظہار اشتیاق عرض پرداز ہے کہ میں تمام متعلقین

...... انّ هٰذا الفقير مع جميع
توابعه ولواحقه داخلٌ فى
حوزة العافية نائم فى مهد
الرفاهية بيد ان قرة العين
فلان سلمه الله الصمد قد
مدت على يديه الحمرة و
الجرب وعرضت له بذلك
الحمّٰى ومايتبعها من الاذٰى
والتعب وامّا قرة العين فلانة
سلمها الله تعالٰى فقد كان
احاطت بها الامراض من كل
جانب منها الاسهال وسوءُ
القنية والنفخ عند تناول
الغذاء وسوء الهضم فازال
الله بفضله اكثرها وهو لمرجو
لازالة غيرها۔ فالملتمس
من مجلسكم السامى لازال
سائهما ان يدعو الله لشفائهما
—— ومن اجل نعم
الله فى هٰذه الايام مارد الله
كيد الكفرة فى نحورهم و

ولاحقین کے ساتھ امن وعافیت
سے ہوں۔ البتہ برخوردار......
سلمہ اللہ الصمد کے دونوں ہاتھوں پر
سرخی اور کھجلی ہوگئی ہے۔ اور اسی کے
باعث اُس کو بخار ہوگیا۔ نورچشمی
.... سلمہا اللہ تعالیٰ کو بہت سے امراض
نے چاروں طرف سے گھیر لیا تھا۔ اُن
میں سے چند یہ ہیں —— اسہال
سوء القنیہ۔ کھانا کھانے کے بعد نفخ۔
بدہضمی —— اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل
سے ان میں سے بہت سے امراض کو
زائل کردیا۔ جو باقی رہ گئے ہیں انکو
بھی امید قوی ہے کہ وہی رفع فرمائے گا
—— آپ سے یہ التماس ہے کہ آپ
ان دونوں کی شفا کے لئے دعا
فرمائیں۔

ان دونوں اللہ تعالیٰ کے بڑے انعامات میں
سے ایک انعام یہ ہے کہ اُس نے
دشمنانِ اسلام کے حیلوں کو

حفظنا من شرورهم ذلک ان
جماعتہ من السکھ قصدوا
اوطانهم بعد ما قضوا من
بلادِ جات اوطارهم فوردوا
فی اثناء السبیل علیٰ هذا
البلد الذی لیس لہ سوی
اللہ حافظ ولا کفیل فارادوا
منہ ما یریدون من غیرہ
من البلاد فحال اللہ تعالےٰ
بینهم وبین ما یشتهونہ من
النهب والفساد ونهض
افضل خاں وغیرہ،
من رؤساء البلد لمقابلتهم
ودفعهم فلم یتعرضوا و
مضوا۔ بسبیلهم وَکَفَی اللّٰہُ
الْمُؤْمِنِیْنَ الْقِتَالَ وَکَانَ اللّٰہُ
قَوِیًّا عَزِیْزًا۔ ولکن مرورهم
فی تلک الاطراف وعبورهم علےٰ
بلاد المسلمین الضعاف یشوشنا
ویدفعہ ما شاهدناہُ من
لطیف صنع اللہ وعسٰی ان لا

انھیں کی طرف پلٹ دیا اور ہم کو ان کے
شرور سے محفوظ رکھا۔ ایک جماعت سکھ
نے جاٹوں کے علاقے پر کامیاب چھاپے مارنے
کے بعد جب اپنے وطنوں کا قصد کیا تو اثنائے
راہ میں ہمارے اس شہر سے ہو کر گذرے
جس کا حافظ و والی سوائے اللہ تعالیٰ کے
کوئی نہیں۔ اس شہر میں پہونچ کر انھوں
نے حسب عادت غارتگری کا ارادہ کیا
اللہ تعالیٰ نے ان کا ارادہ پورا نہ ہونے
دیا، افضل خاں وغیرہ روساء شہر انکے
مقابلہ کے لئے کھڑے ہو گئے پھر تو ان کو
مجالِ مقاومت نہ ہوئی اور اپنا راستہ
اختیار کیا۔ اللہ تعالےٰ نے مؤمنین سے
قتال کی نوبت نہ آنے دی۔ اللہ
تعالیٰ زبردست اور غالب ہے اگرچہ
دشمنانِ دین کا ان اطراف سے گزرنا اور
ضعیف مسلمانوں کے شہروں سے عبور کرنا
اور تشویش پیدا کرتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کی
اس طرح کی نصرت دیکھ کر تشویش
ختم ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ
کے فضل وکرم سے توقع یہی ہے

يكون لهم سلطان عليهم
ان شاء الله تعالیٰ۔

مکتوب شاہ عبدالعزیزؒ

اما بعد المرسوم بين الاحياء
من التحية والدعاء فقد طالعت
رقيمتكم الانيقة التي صدر
نحونا باسم خواجه محمد امين
ودسموها في غلاف ديوان
الحزين واطلعت ما فيها من
المضامين المتنوعة وكان
من جملتها الاستفسار
والاستكشاف عما تقرر من
احتمال الاقامة والارتحال
فاعلموا ان الفقير ايضاً غداً
او بعد غدٍ قاصد وذلك لان
الوالدة والاخوة لايدعونني
ان اقيم ههنا منفرداً
.... تعب السفر الذي يجيئ
في الاجتماع اولى من لذة
الاقامة التي في الانفراد فقبلت
منهم ذلك وقد تقرر التوجه

کہ ان لوگوں کو اہلِ اسلام پر غلبہ
نہیں ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

کسی عزیز کے نام

بعد سلام و دعا کے واضح ہو کہ میں نے
آپ کے اس مکتوب گرامی کا مطالعہ کیا
جو خواجہ محمد امین کے نام تھا اور جس کو
دیوانِ حزیں کے غلاف میں آپ نے رکھا
تھا۔ میں نے اس کے تمام مندرجہ
ذیل مضامین پڑھے۔ اس میں میری
اقامت اور سفر کے بارے میں بھی سوال
تھا۔

آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ فقیر بھی آج
کل میں جانے کا قصد کر رہا ہے۔ میری
والدہ اور بھائی مجھے یہاں تنہا چھوڑنے
پر راضی نہیں ہیں۔ میں نے بھی سفر کی اس
مشقت کو جو سب کے ساتھ ہو اپنی انفرادی اقامت کی
راحت پر ترجیح دے کر ان کے فیصلے کو قبول
کرلیا۔

اب بالفعل بڈھانہ کی سکونت

الی البلد ھانہ بالفعل ثم ان
طلعت وشموس لفتن من
المشرق اوالمغرب نرتحل من
ھناك (الی) الموضع المعلوم
وان سکنت ریاحھا الجنوبیۃ
والشمالیۃ اخترنا العود الی
ھذا البلد المالوف عمرہ
اللہ۔ طلب الکتب۔ واما طلب الکتب
المرقومۃ فالقول لفصل فیھا
انھا سُدَّت فی الغرائر لا
یطاق اخراجھا الاٰن و
سابلغھا ان شاءاللہ تعالیٰ
بعد الاستقرار فی موضعٍ...
... واما رسالۃ الجمع بین
وحدتی الوجود والشھود فھو
مکتوب سیدنا الوالد قدس
سرہٗ ... الی اَفندی اسمٰعیل
الرومی ولقبہٗ بالمکتوب المدنی
وکذلك مقدمۃ ازالۃ الخفاء
مسدودۃ فی الغرائر واما
دیوان الحزین فقد طالعتُ

طے پائی ہے۔ پھر اگر مشرق یا مغرب سے
فتنے نمودار ہوئے تو ہم وہاں سے ایک اور
مقام پر چلے جائیں گے جو ذہن میں ہے
اگر جنوبی اور شمالی فتنے دب گئے تو پھر ہم
اسی بلد مالوف (دہلی) کی طرف لوٹنا پسند
کریں گے اللہ تعالیٰ اس کو آباد رکھے۔

اور آپ نے مجھ سے جو چند کتابیں طلب کی
ہیں اس کے بارے میں صحیح بات یہ ہے کہ
تمام کتابیں باندھ کر صندقوں وغیرہ میں
رکھدی گئی ہیں اس وقت ان کا نکالنا
بہت مشکل ہے کسی جگہ استقرار نصیب ہوتے
پر انشاءاللہ تعالیٰ ان کتابوں کو جلد بھیجدوں گا
اور رسالہ وحدۃ الوجود والشھود جو دراصل
والد صاحب قدس سرہٗ کا آفندی اسمٰعیل
رومی کے نام ایک مکتوب ہے جسے مکتوب
مدنی کا نام دیا گیا ہے۔ نیز ازالۃ الخفاء کا
مقدمہ یہ دونوں بھی دیگر کتابوں کے ساتھ
بند ہیں
آپ نے جو دیوان حزیں کا نسخہ بھیجا تھا
اس کا بعض حصہ آج دیکھ لیا ہے

بعضه من ذروة النهار الی هذا الوقت وارسلته علی یدی حامل الرقیمة والسلام۔

حامل رقعہ کے ہاتھ اس کو واپس کر رہا ہوں۔

مکتوب شاہ عبدالعزیزؒ ——— بعض افاضل کے نام

السلام علیکم ورحمة الله و برکاته۔

وبعد — فقد طال انتظار شرح الجغمنیة الی الآن ولم یصل بعدُ — فکانه لم یتفق لاهل الفلهت ارساله۔ قد اشتغل به الشیخ رفیع الدین سلمه ربه والنسخة منفردةٌ علیها یعتمد فی الصحة والسقم ومع ذلك فهی سقیمةٌ فی الغایة فوجب ان یبلغ اقصی الجهد فی الطلب فان اتفق فبها والا فالیاس احدی الراحتین والسلام۔

بعد سلام مسنون واضح ہو کہ شرح چغمنی کا انتظار بہت طویل ہو گیا۔ ابھی تک یہ کتاب نہیں پہونچی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اہل پھُلت اس کتاب کو بھیجنے کا موقع نہیں پا سکے۔ یہ کتاب برادر عزیز شیخ رفیع الدین سلمہ کے کام میں ہے صرف ایک ہی نسخہ ہے جس پر صحیح اور غلط کا دار و مدار ہے۔ پھر وہ بھی اکثر غلط ہے۔ آپ اچھی طرح کوشش کر کے دوسرا نسخہ تلاش کریں۔ اگر مل جائے تو بہتر ہے ورنہ ناامیدی بھی ایک قسم کی راحت ہے

مکتوب شاہ عبدالعزیزؒ ——— بعض افاضل کے نام

امابعد السلام المسنون۔ فقد

بعد سلام مسنون ——— آپ کا

وصلت صحیفتکم الشریفة محتویةً علی عافیتکم وعافیة اهل بیتکم۔ فشکرنا اللّٰہ علٰی ذٰلک۔ وان سالتم عنّا فنحن ایضاً بحمد اللّٰہ بعافیة ورفاهیة غیران ماجریٰ فینا من تقدیرات اللّٰہ تعالیٰ (رحلة) الولد العزیز احمد واختلال الانتظام المنزلی الخ

گرامی نامہ ملا جو آپ کی اور آپ کے متعلقین کی عافیت پر مشتمل تھا۔ اس پر اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ اور ہماری حالت دریافت طلب ہو تو ہم بحمد اللہ عافیت ورفاہیت سے ہیں ——— البتہ تقدیراتِ الٰہیہ کا ظہور میاں احمد کے انتقال اور انتظام منزلی کے اختلال کی شکل میں ہوا الخ

مکتوب شاہ عبدالعزیز بنام شاہ نور اللہ (خسر شاہ عبدالعزیز صاحبؒ)

... فمّا شاع وذاع وملاء السّماع وتواتر بل وقع علیه الاجماع نهوض مرکب الدرانی الی تسخیر هٰذهِ البلاد والارباع وانّ مقدمة جیشه عبرت النهراوکادت وشوکتهٗ اللتی فارقتهٗ قد عادت وانه بنفسه وصل الی جلال اباد وحصل من رؤساء الافاغنة لهٗ الانقیاد هٰذا هوالخبر المحقق المنقح بحسب الظن والذی سار

وہ بات جو بہت شائع۔ مشہور اور گوش زد خاص وعام ہو رہی ہے بلکہ تواتر کی حد تک پہونچ گئی ہے یہ ہے کہ لشکر احمد شاہ دُرانی اٹھ کھڑا ہوا ہے یہاں کے شہروں اور علاقوں کو مسخر کرنے کے لئے ——— اسکے مقدمۃ الجیش نے نہر کو عبور کرلیا ہے یا عبور کیا چاہتا ہے اور اسکی وہ پہلی شوکت جو اس سے جاتی رہی تھی اب پھر لوٹ آئی ہے اور وہ بنفس نفیس جلال آباد تک پہونچ گیا ہے۔ افغان رؤساء اس کے تابع فرمان ہو گئے ہیں۔ یہ خبر بحسب الظن اور

في الاطراف كالمثل السائر والعلم
عند العليم الخبير۔
واما كفار مرهٹه فهم على ما كانوا
عليه من السكون جامدون في
خيم الادبار ومعسكر الخسران۔

شہرت کے لحاظ سے محقق اور منقح ہے، باقی
اصل علم خدائے علیم و خبیر ہی کو ہے۔
گروہ مرہٹہ اسی حال میں ہے جس حال پر تھا
یعنی سکون وجمود میں مبتلا ہے اور ادبار
وخسران کے خیموں میں سکونت پذیر ہے۔

مکتوب شاہ اہل اللہ بنام شاہ عبدالعزیز

يا من هو عزيز عند القلوب و
يا من فضله بالعلم علام الغيوب
نسأل الله لنا ولكم ان ينجينا
واياكم من شرور الزمان خصوصًا
من غلبة اهل الطغيان في
البلدان وقد وصل الينا مكتوبكم
المرغوب واطلعنا على ما في مطويّته
من تلاقي الفئتين ومصاف
الفرقتين فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ
اللهِ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ
مِّثْلَيْهِمْ رَاْيَ الْعَيْنِ والمرجو
من فضل اللهِ سبحانه ان
ينصر المسلمين ويخذل الكافرين
... فَكَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ

اے وہ کہ جو سب کے دلوں کو عزیز ہے اور جس کو
علام الغیوب نے علم کے ساتھ فضیلت بخشی ہے،
ہم اللہ تعالیٰ سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ
ہم کو اور تم کو شرور زمانہ سے محفوظ رکھے
خصوصًا اس فتنے سے جو اہل طغیان کے غلبے کی
صورت میں شہروں میں رونما ہے تمہارا
مکتوب مرغوب پہنچا اور اس کے مندرجات
سے آگاہی ہوئی۔ اس میں دو گروہوں
اور جماعتوں کی نبرد آزمائی کا بھی ذکر ہے
ایک جماعت فی سبیل اللہ قتال کرنیوالوں کی ہے
اور دوسری مخالفین اسلام کی جنکی تعداد
دیکھنے میں دوگنی نظر آتی ہے اللہ تعالےٰ
کے فضل سے امید ہے کہ وہ مسلمین کو کامیاب
اور ان سے مقابلہ کرنے والوں کو ناکامیاب

فئۃً کثیرۃً بِاِذنِ اللّٰہِ ۔۔۔ والذی
یسمع من اخبار جنود الشجاع
الدولۃ من کفار فرنگ فالی اللّٰہ
المشتکی ۔۔۔ الایام ایام
الفتن والحوادث ونحن فقراء
المسلمین مثل حشرات الارض
من اتی علیھا یدُ سُھا بالاقدام
لا نستطیع الانتقال والارتحال
من بلد الی بلد واین المفر۔
لا منجأ ولا ملجأ من اللّٰہِ الّا الی
اللّٰہ ۔ کان ما کان ۔ لکن
الرقعۃ اللتی فیھا اخبار السکھان
اوحشنا غایۃ الوحشۃ ۔۔۔
فانّ شرورھم اجدران یخاف
منھا لقربھم وھجومھم بغتۃً
کما وقع مرارًا وعدوانھم شدید۔
یفعلون بھم ما لا یفعلون بغیرھم
خصوصًا من کان معروفًا فی
والمشیخۃ اعاذنا اللّٰہ وجمیع
المسلمین من شرورھم وخبث
صدورھم والسلام۔

کرے گا۔ ..... کتنی کچھ کم تعداد کی جماعتیں
ایسی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے بڑی تعداد والی
جماعتوں پر غالب آئی ہیں اور وہ خبر جو کفار فرنگ
وانگریزوں کے ہاتھوں شجاع الدولہ کے لشکر کی
شکست سے متعلق سنی جا رہی ہے اس سے
صدمہ ہے بس اللہ ہی سے ہماری فریاد ہے
یہ زمانہ حوادث کا زمانہ ہے اور ہم فقراء
مسلمین بے وقعتی میں حشرات الارض کی مانند
ہو رہے ہیں جو آتا ہے ہم کو پامال کر جاتا ہے
ہم نہ کہیں جا سکتے ہیں اور نہ کسی جگہ منتقل ہو سکتے
ہیں اور بھاگنے کی جگہ بھی کہاں ہے؟۔ کوئی ملجا
اور نجات کا ٹھکانہ اللہ سے بچ کر نہیں۔ بس اسی
کی طرف رجوع کرنے میں نجات ہے۔ یہ واقعہ تو
ہوا سو ہوا۔ تمہارے اس خط نے جس میں سکھوں
سے متعلق لکھا تھا بہت زیادہ فکر میں ڈال دیا ہے
ان کے شر سے خوف ہونا ہی چاہئے اس لئے کہ
یہ قریب ہیں اور ان کا ہجوم اچانک ہوتا ہے
جیسا کہ کئی مرتبہ ہو چکا ہے اور (اس وقت) ان کی
دشمنی بھی دوسروں کی بہ نسبت اہل اسلام سے شدید
قسم کی ہے۔ خصوصًا ان حضرات سے جو علم و مشیخت
میں معروف و ممتاز ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ ہم کو

اور جمیع مسلمین کو ان کے شرور اور خبث صدور سے محفوظ رکھے۔ والسلام۔

مکتوب شاہ اہل اللہؒ ـــــــ بنام شاہ عبدالعزیزؒ

(۱) یامن لدی اھل لصفا مافیک مقبول
ثم الذی یاتیک من فضل فما مول

(۲) ان السعادۃ کلھا فی کلکم مشھودۃ
والخیر فی اصلابکم واللہ مجبول

(۳) یاتی من الاخبار مایدھش قلوبنا
فالحفظ من کان من الآفات مسئول

(۴) اللہ یحفظنا وایاکم من البلاء
فی الدین والدنیا فبعض الخلق متبول

(۱) اے وہ کہ اہل صفا کے نزدیک تمہارے اندرون کی خوبیاں مقبول و پسندیدہ ہیں اور امید کی جاتی ہے کہ تم پر فضل الٰہی سایہ فگن ہوگا۔

(۲) سعادت کلیۃً تم سب میں ظاہر اور روشن ہے اور خیر تو خدا کی قسم تمہارے خاندان کی سرشت میں ہے

(۳) خبریں اس قسم کی آرہی ہیں جس سے قلوب خوف زدہ ہیں۔ آفات سے حفاظت کی درخواست اللہ تعالیٰ سے کی جارہی ہے۔

(۴) اللہ تعالیٰ ہم کو اور تم سب کو بلاؤں سے محفوظ رکھے۔ دین میں بھی اور دنیا میں بھی۔ بعض مخلوق بہت ہی پریشان اور تباہ حال ہے۔

مکتوب شاہ عبدالعزیزؒ بنام مولانا رشید الدین خاں دہلویؒ

خان صاحب عالی مراتب جامع الفنون

خان صاحب عالی مراتب جامع الفنون

والفضائل سلالة العلماء و الافاضل مرضی السجایا والشمائل سلمہ اللہ وابقاہ والی معارج الکمال الدارین رقاہ۔

امّا بعد اھداء السلام المسنون واتحاف الدعاء الذی ھو بالاخلاص معجون وبکمال المودۃ مشحون فقد وصلت رقیمتکم الکریمۃ ودلّت علٰی عافیتکم من جمیع الوجوہ وکانت لداء الانتظار تمیمہ وان سالتم عن حالی فلا استطیع شرحھا خوفا من ملالۃ الاصدقاء وکآبۃ الاحبّاء امّا مرض القدیم فقد اشتد جدًّا لا سیّما قصور البصارت وھیجان العین فان ذٰلک منع من اکثرِ اشغالی والی اللہ المشتکٰی وھوالمستعان۔

والفضائل . . . اللہ تعالیٰ سلامت رکھے۔ اور کمالات دارین کی بلندیوں پر فائز کرے۔ بعد سلام مسنون اور ایسی دعا کے بعد جو اخلاص سے مرکب اور کمالِ محبت سے بھری ہوئی ہے۔ واضح ہو کہ تمہارا مکتوب آیا اور اس نے تمہاری ہر طرح کی عافیت سے مطلع کیا۔ یہ مکتوب مرضِ انتظار کے لئے تعویذ ثابت ہوا۔ اب اگر تم مجھ سے میرا حال دریافت کرتے ہو تو بھائی میں اپنی داستان کو مفصل بیان کرنے سے قاصر ہوں۔ ڈرتا ہوں کہ کہیں طول تحریر دوستوں کی الجھن اور تکلیف کا باعث نہ بن جائے۔ مختصر یہ ہے کہ جو بیماری پہلے سے چلی آرہی تھی اس نے اب شدت اختیار کر لی ہے۔ بالخصوص ضعفِ بصارت اور آشوبِ چشم نے مجھے اکثر اشغال سے روک دیا۔ بس اللہ ہی سے فریاد کرتا ہوں اور وہی ایسی ذات ہے جس سے مدد طلب کی جاتی ہے۔

من رشحات اقلام قدوة الادباء الشیخ عبد العزیزؒ

.... ولمّا تمّ تحریر الجواب و
حان تختم الکتاب دار
فی خلدی ان اخبرکم
ببعض النعم اللتی انعم
اللہ علیّ و ثبت اساسھا
واختار براسھا لدیّ
فمنھا ان سیدی والدی
رضی اللہ عنه لمّا توفّی
واُلحق بالملاء الاعلی
ترکنی صغیرا السن اِلّانّی
لم اُغادر مع صغرِ سنّی
علمًا من علومه و شانًا من
شیونه اِلّا و قد اخذت منه
بجملة کافیة وتشبثتُ من
اذیاله بقطعة وافیة وذٰلك
من فضل اللہِ علینا وعلی
الناس وکان من اسباب
ذٰلك انّی مازلتُ منذ میت
عن التمائم ونیطت بی العمائم

اب جب کہ جواب لکھا جا چکا اور مضمون خط
ختم ہو رہا ہے۔ میرے دل میں یہ بات
آئی کہ میں آپ کو اللہ تعالےٰ کی بہت سی
نعمتوں میں سے ان چند نعمتوں سے
مطلع کروں جو اس نے میرے اوپر
خاص طور پر کی ہیں۔ منجملہ ان نعمتوں
کے ایک یہ ہے کہ حضرت والد ماجد
رحمۃ اللہ علیہ نے جب وفات پائی اور
ملاء اعلیٰ سے ملحق ہوئے انھوں نے
مجھے صغیر السن چھوڑا تھا، مگر میں نے
باوجود اپنی کم عمری کے ان علوم میں سے
کوئی علم نہ چھوڑا جس کو حاصل نہ کیا ہو
اتنی عمر میں میں نے ان سے کافی استفادہ
کیا۔ یہ محض اللہ کا فضل تھا میرے اور
تمام انسانوں پر۔ کم عمری میں استفادہ
کرنے کے اسباب میں سے ایک سبب ظاہر
یہ بھی تھا کہ میں نے جب سے ہوش
سنبھالا برابر حضرت والد ماجد کی
صحبت اقدس میں رہنے اور ان کی مجلس

مشغوفاً بمصاحبته مولعاً بقربته ومجالسته - وبها يظهر محاسن المناسبات الروحية والاستعدادية وتبرز حسناتها - وترك اخوتي كلهم لم يمسوا ثدي علومه الخاصة ولا اخذوا منه مما يعدّهم لاخذ علومه حتّى انّ اخي رفيع الدين سلمه الله كان مشغولاً بالفوائد الضيائية و تعليقات الكافية اذ هجمت هذه الواقعة الّتي اطارت الالباب واسطالت على القلوب والاكباد فوفقني الله تعالى بضبطهم وترغيبهم الى هذا الشان وحثهم على تحصيل العلم واخذه بكل لسان - فاثر ذلك فيهم واشتغلوا بقرأة الكتب وسماعها على هذا الفقير فجاءوا

اقدس میں بیٹھنے کا بیحد شوق رکھتا تھا... صحبت و مجالست سے مناسبات روحانی کے محاسن اور استعداد علمی کے کمالات جلوہ گر ہوا کرتے ہیں۔ والد ماجدؒ نے میرے بھائیوں کو اس حال میں اور اس عمر میں چھوڑا تھا کہ انھوں نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے علوم خاصہ کو بالکل بھی نہیں چھوا تھا۔ اور نہ ضروری علوم میں سے اتنا پڑھا تھا کہ ان کے علوم خاصہ کو حاصل کرنے کا ذریعہ بن جاتے۔ حتیٰ کہ رفیع الدین سلمہٗ فوائد ضیائیہ (شرح جامی) اور تعلیقات کافیہ پڑھ رہے تھے کہ والد ماجدؒ کی وفات کا جانکاہ اور ہوش ربا واقعہ پیش آگیا۔

اللہ تعالیٰ نے مجھے توفیق دی کہ میں نے سب بھائیوں کو تحصیل علم اور ہر رائج الوقت زبان سیکھنے کی توفیق دی۔

چنانچہ ان پر میری ترغیب کا اثر ہوا اور وہ اس فقیر کے پاس کتاب پڑھنے اور سننے میں مشغول رہے۔

الحمد لله كما تشتهيه القلوب
وتلذ الاعين اما رفيع الدين
فقد حفظ القرآن كلّه وفرغ
بحمد الله من تحصيل العلوم
كلها لاسيما الادبية والفلسفة
والاصلين من العلوم الدينية
بل اخذ من العلوم الغريبة
كالهيئة والنجوم والحساب
والهندسة وما يجرى مجراها
من الرمل والجفر والتاريخ
وعلم الفرائض والشعر ورسائل
التصوف بحظ وافر وبقى له
العبور على الصحاح الستة
وغيرها من كتب الحديث و
عسى ان يوفقه الله تعالى
لذلك ايضا وهو بحمد الله
مشغول بتفسير البيضاوى
ومشغوف بالتدريس۔
وله تعليقات وتدقيقات
تقربها العين وتسربها الصدر
فالحمد لله على ذلك۔

تا آنکہ الحمد للہ حسب دلخواہ ایسی استعداد
پیدا کی جس سے آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں۔
بہر حال رفیع الدین نے قرآن مجید حفظ کر لیا ہے
اور وہ بحمد اللہ تمام علوم سے فارغ ہو چکے ہیں
خاص طور پر علوم ادبیہ اور فلسفہ اور علوم
دینیہ کی دونوں اصلوں (قرآن وحدیث)
میں ان کو تخصص حاصل ہے۔ بلکہ انھوں نے
علوم غریبہ بھی حاصل کیے ہیں جیسے ہیئت نجوم
حساب، ہندسہ، رمل، جفر، تاریخ، علم الفرائض
علم شعر، نیز رسائل تصوف بھی پڑھے ہیں اور
ان کو ان علوم میں پورا پورا حصہ ملا ہے ابھی
ان کا صحاح ستہ وغیرہا پر عبور یعنی دورہ
حدیث باقی ہے۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ عنقریب
توفیق عطا فرمائے گا۔

بحمد اللہ فی الحال وہ تفسیر بیضاوی
پڑھ رہے ہیں اور درس تدریس سے بھی
شغف رکھتے ہیں۔ ....

ان کے قلم سے تعلیقات وتدقیقات بھی ہیں
جن کو دیکھ کر آنکھوں کو ٹھنڈک نصیب ہوتی
ہے اور دل کو سرور حاصل ہوتا ہے۔

واما عبد القادر فهو ایضاً فرغ بحمد الله من حفظ القرآن کلہ۔ واسمع فی التراویح مرات وھو الآن مشغول بالقطبی وحواشی السید علیہ۔

واما عبد الغنی فقد حفظ نصف القرآن وھو مشغول بہ۔

عبد القادر بھی بحمد اللہ حفظ قرآن سے فارغ ہو چکے ہیں اور کئی مرتبہ تراویح سنا چکے ہیں۔ اس وقت وہ قطبی اور اس کے حواشی سید پڑھ رہے ہیں۔ عبد الغنی نصف قرآن مجید حفظ کر چکے ہیں۔ ابھی اسی میں مشغول ہیں۔

من عبارات الشیخ الاجل فی تعریف الدھلی

الدھلی وما الدھلی ...... ھی خیر البلاد ومنفعۃ العباد یؤمھا اھل الالباب من کل مکان سحیق ... لیشھدوا منافع لھم ویاخذوا الادب فیھا ویخوضوا فی کل فن العلم غور عمیق۔ اھلھا خیر اھل ولسانہا اسھل من کل سھل تری العربی فیھا لا یتضجر من لسانہ والاصفھانی یظنھا

دہلی کیا ہے؟ دہلی ایک بہترین شہر ہے لوگوں کی منفعت کا مرکز ہے، عقلمند لوگ دور دور سے یہاں آتے ہیں۔ تاکہ اپنے منافع کو پہونچیں اور یہاں علم و ادب سیکھیں اور یہاں رہ کر ہر علم کے اندر غور و خوض کریں یہاں کے باشندے بہترین آدمی ہیں ان کی زبان بڑی سہل اور آسان ہے۔ عرب کے باشندے کو دیکھو گے کہ یہاں اپنی زبان کی وجہ سے پریشان نہیں ہوتا اصفہانی اس شہر کو اپنے اصفہان سے بھی

خیرًا من اصفهان۔ والتورانی
قد القی فیها بجرانه۔ والافاغنة
من اقل عبیدها والکشامرة
من طارفها وتلیدها تجد فیها
اشیاء لم تعرف لها اسماً و
تنظر بها رجالاً لم تدر رق
منهم رسماً لعمرك انها زیدة
جمیع الاقالیم ومسکن ارباب
الدول والنعیم المال فیها
یمیل عنه العیون بل لا
یدرکه الظنون۔ والذهب
قد ذهب عن القیاس والفضة
قد فضضت عقول الناس
والحریر تجاوز من الاحرار
الی العبید فالناظر یشبه
کل یوم فیها بالعید۔ ق
والقرآن المجید لو اصغیت
الی محامدها لتعجبت وقلت
ذلك امر بعید متی ما خرجت
الی سوقها وتسللت الی مجامعها
لما ارتبت انك لفی خلق جدید

اچھا سمجھتا ہے اور تورانی نے تو اس کو اپنا
وطن بنا لیا ہے۔ افاغنہ دہلی کے آراستہ
کرنے کے لحاظ سے) خدام ہیں کشمیری (اپنے
تعلق کی بنا پر) یہاں کا مال جدید و قدیم
ہیں۔ تم یہاں پر کچھ ایسی چیزیں دیکھو گے
جن کے تم کو نام بھی معلوم نہیں اور ایسے
اشخاص بھی یہاں پاؤ گے جن کے رسم و رواج
تک سے تم واقف نہیں۔ بقسم کہتا ہوں کہ
یہ شہر تمام اقالیم میں (بعض لحاظ سے) ایک
عمدہ اور منتخب شہر ہے۔ یہ ارباب دول و
نعیم کا مسکن ہے۔ یہاں مال اس کثرت سے
ہے کہ نظریں اس سے اعراض کرتی ہیں
اور اس کی مقدار سمجھ میں نہیں آسکتی
یہاں سونا قیاس سے باہر ہے اور چاندی
کی فراوانی نے لوگوں کی عقلوں کو حیران
کر رکھا ہے۔ یہاں ریشم احرار سے متجاوز
ہو کر غلاموں تک پہونچ گیا ہے۔ ناظر
کو روزانہ یہاں عید کا شبہ ہوتا ہے۔
قسم ہے قرآن مجید کی اگر تم اس شہر کی تعریفوں
کی طرف کان لگاؤ گے تو تعجب کرو گے اور
کہو گے کہ یہ امر بعید ہے۔ اور جب تم

فینادی لك ھاتف من فلك
فکشفنا عنك غطاءك فبصرك
الیوم حدید۔

اس کے بازاروں اور مجمعوں کی طرف جاؤ گ
تو تم کو بالکل شک نہ ہوگا کہ تم خلق جدید
کے اندر ہو اس وقت فلک سے ہاتف غیبی
تم کو ندا دے گا۔ اور یہ آیت پڑھے گا۔
ہم نے آج کے دن تیری آنکھوں سے
پردہ ہٹا دیا۔ اب تیری نگاہ تیز ہے"۔

ایک اہم مکتوب اور اس کا جواب

خواجہ حسن مودودی لکھنویؒ نے حضرت
شاہ عبدالعزیزؒ کو ایک مکتوب فارسی زبان
میں تحریر فرمایا جس کا ترجمہ بطور خلاصہ یہ ہے۔

حقائق آگاہ معارف پناہ جامع علوم یقینی و حاوی فنون رسمی مولانا مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب — فقیر عاصی پر معاصی حسن مودودی عفا اللہ عنہ کی طرف سے بعد سلام ملاحظہ فرمائیں۔

کل۔ حافظ الملک نواب محمد خان بہادر ابن حافظ الملک نواب رحمت خان بہادر شہید مغفور میرے پاس تشریف لائے تھے۔ اثنائے گفتگو میں انھوں نے فرمایا کہ آپ شاہ عبدالعزیز دہلوی کو لکھیں کہ انھوں نے اپنی کتاب مستطاب، تحفۂ اثنا عشریہ میں حضرات شیعہ کے اس اعتراض کا کوئی جواب نہیں دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اکثر غزوات میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے علاوہ تمام خلفاء راشدین کو دوسرے امراء کا تابع کر کے روانہ فرمایا ہے۔ حضرت علیؓ کو کسی کا تابع کر کے کسی لشکر میں نہیں بھیجا اس سے تینوں خلفائے راشدین کے مقابلے حضرت علیؓ کی ترجیح ثابت ہوتی ہے۔

اگر شاہ صاحب ایسا جواب تحریر فرما دیں جو تسکین بخش اور دافع خطرات و شبہات ہو تو بڑی مہربانی ہوگی"۔ اسی وجہ سے میں خدمت عالی میں لکھ رہا ہوں۔

اگر آپ اس کا جواب عنایت فرمائیں گے تو باعثِ اجر ہوگا۔ اگرچہ میرے پاس بھی اس سوال کا جواب دلائل قویہ کے ساتھ موجود ہے۔ لیکن چونکہ نواب صاحب آپ ہی سے دریافت کرنا چاہتے ہیں۔ میرے جواب سے ان کو تسکین نہ ہوگی۔ اسی بنا پر میں نے ان کو خود اس کا جواب نہیں دیا۔

مولانا رفیع الدین صاحب، مولوی عبدالقادر صاحب سے سلام مسنون فرمادیں حاجی شرف الدین خاں آپ تینوں حضرات کو سلام مسنون پہونچاتے ہیں۔

جواب از جانب حضرت شاہ عبدالعزیزؒ

..... خدمت سلالۃ الاسلاف الکرام و نتیجۃ الابار العظام، سیاق مضمار البلاغۃ واللسن المسمی باسم الحسن المتخلق بالخلق الحسن مودودیۃ الطریقۃ والنسب بصری الاسم والادب سلمہ اللہ تعالیٰ۔

ازیں فقیرِ بے ہیچ و ناچیز مسمّٰی بعبد العزیز عفا اللہ عنہ تحیۃ الاسلام مقرون باشتیاق مالاکلام قبول فرمایند۔ بعدہٗ آنکہ صحیفۂ شریفہ و صحیفۂ انیفہ در وقتے وصول عزّت شمول آورد و بہجت آمود فرمود اگرچہ بسبب امراض گوناگوں و عوارض قلمو حواس خمسۂ ظاہری در انتشار و مدرکات باطنی در مجاہدۂ اسقام و آلام گرفتار۔

..... موصوف باوصاف حمیدہ مسمّی باسم حسن متخلق بخلق حسن۔ طریقت اور نسب میں مودودی، حسن بصریؒ کے ہم نام یعنی خواجہ حسن لکھنوی، فقیر بے ہیچ و ناچیز عبدالعزیز عفا اللہ عنہ کی طرف سے ایسا سلام مسنون قبول فرمائیں جو اشتیاق بیحد سے مقرون ہے اس کے بعد واضح ہو کہ آپ کا مکتوب گرامی موصول ہو کر مسرت کا باعث ہوا۔ اگرچہ امراض گوناگوں اور عوارض بوقلموں کی وجہ سے حواس خمسۂ ظاہری انتشار پذیر ہیں اور مدرکات باطنی اسقام و آلام کی مشقت میں گرفتار ہیں

معہذا امتثالاً للامر الشریف، تحریر جواب
سوال نواب حافظ الملک می سپردازد
در تحفۂ اثنا عشریہ، گفتگوئے شیعہ
وسنّی است مبحثِ تفضیل دراں اندراج
ندارد وایں سوال متوجہ بر مسئلہ تفضیل
است لاجرم در تحفہ مذکور نہ شدہ۔
ازیں سوال دو جواب گفتہ اند اول
جواب اہلِ سیر وروایت است ودوم
جواب اہلِ بصر ودرایت۔ حاصل جواب اول
آنکہ از تتبع سیر آنسرورؐ معلوم است کہ آنسرورؐ
ہیچ کس را از بنی ہاشم بلکہ بنی امیہ نیز در اکثر
اوقات تابع دیگرے نفرمودہ اند، دریں
امر حضرت حمزہؓ وابو عبیدۃ بن الحارث بن
عبد المطلب وحضرت عباسؓ وحضرت جعفرؓ
وحضرت عقیلؓ وفضل بن عباسؓ وابو سفیانؓ
بن الحارثؓ وحضرت عثمان بن عفانؓ
اموی وخالد بن سعید بن العاص امویؓ
شریک اند۔ اگر بایں امتیاز رجحانے
ہست نیز ہمہ راست۔ وجہش آنست
کہ ایں ہر دو قبیلہ از قدیم، ریاست قریش
داشتند۔ وبسببِ قربتِ قرابت اینہا

پھر بھی نواب حافظ الملک (رحمت خاں)
کے سوال کا جواب دیتا ہوں۔
دراصل تحفۂ اثنا عشریہ میں بحث
شیعہ وسنّی ہے۔ تفضیل کا مبحث اس کے
اندر نہیں ہے۔ اور یہ سوال مسئلہ تفضیل سے
تعلق رکھتا ہے۔ اسی وجہ سے تحفہ میں
اس کا ذکر نہیں کیا گیا۔ اس سوال کے
دو جواب دیے گئے ہیں۔ پہلا جواب
اہلِ سیر وروایت کا ہے اور دوسرا اہلِ بصر
ودرایت کا۔ پہلے جواب کا خلاصہ یہ ہے
کہ کتب سیرت آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم کے مطالعے
سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم نے بنی ہاشم بلکہ بنی امیہ میں سے
بھی کسی شخص کو اکثر اوقات میں کسی دوسرے
خاندان کا تابع نہیں بنایا۔ اس معاملہ میں
حضرت حمزہؓ۔ حضرت ابو عبیدۃ الحارث بن
عبد المطلب حضرت عباسؓ حضرت جعفرؓ
حضرت عقیلؓ حضرت فضل بن عباسؓ
حضرت ابو سفیان بن الحارثؓ۔ حضرت
عثمان بن عفان اموی اور حضرت خالد بن
سعید بن العاصؓ اموی بھی شریک ہیں

با جناب رسولؐ شرف دیگر اینہا را
افزودہ ونعم ماقیل۔
کنند خویش، نیاز تو ناز می زیبد
بحسن یک کس اگر یک قبیلہ ناز کنند
پس اگر اینہا را تابع دیگرے می فرمودند خیلے
شاق وگراں بر طبائع وامزجۂ اینہا می آمد ونزدیک
تکلیف مالایطاق می رسید وشارع حکیم
است بتیسیر در ہر تکلیف مراعات می فرماید
واین وجہ را کسانے کہ در خاندانِ ریاست
پیدا شدہ اند واخوانِ دینی اعمام خود را
تجربہ وامتحان نمودہ گرای العین می فہمند
ع حاجتِ تنبیہ نیست عارف آگاہ را
وحاصلِ جواب ثانی، مسبوق بتمہید
مقدمہ است وآں مقدمہ ایں است کہ سنت
اللہ جاری است کہ بلوغ باقصی درجات
کمال بے طے مراتب تحتانی آں، نمی شود
اگر ابتدائے ہر شخص را مرتبہ علیا از کمال
القا کنند بے آنکہ طے مراتب سافلہ کردہ
باشد حوصلہ اش تنگی می کند وعہدۂ
ایں مرتبہ کما ینبغی بر نمی تواند آمد غیر از
انبیاء ہمہ کس دریں امر یکسان اند واولیاء

اگر اس امتیاز کی بنا پر کسی کو ترجیح ہے تو ان
سب کیلئے ہے۔ ان دونوں قبیلوں کو کسی
کا تابع نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں
قبیلے قدیم سے قریش کی سرداری کے وارث
وحامل تھے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کی قرابت قریبہ کی وجہ سے ایک اور
شرف بھی ان دونوں قبیلوں کو حاصل
ہوگیا۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے،
کنند خویش نیاز تو ناز الخ
(یعنی اے محبوب تیرے خویش واقارب
تیرے نیاز کی بنا پر ناز کرتے ہیں۔ اگر کسی
ایک فرد کے کمال کی وجہ سے پورا قبیلہ ناز
کرے تو یہ بات ایک حد تک زیبا ہے اگر
ان کو کسی دوسرے قبیلے کے کسی فرد کے
تابع بنایا جاتا تو اس کا امکان تھا کہ مزاجًا
اور طبعًا ان کو بہت شاق گذرے اور
بات تکلیف مالایطاق کی حد تک پہنچ
جائے۔ شارع کے تمام اصول وقوانین
مبنی بر حکمت ہیں۔ اور ہر تکلیف میں
تیسیر کی رعایت ملحوظ رکھی گئی ہے۔
یہاں بھی یہی لحاظ رکھا گیا۔ اس بات کو

تا وقتیکہ مشق از ادب و اتباعِ پیرانِ خود
نکردہ بمرتبۂ ارشاد نرسیدہ و علماء تا وقتے کہ
سالہا لتِ خورِ استاداں نگشتہ وگردِ مدرسہ
بخوردہ اند بمرتبۂ تدریس و تعلیم نرسیدہ اند
وہمچنیں در فرقۂ امراء و دیگر اہلِ حرف و
صنائع مجرّب و ممتحن است ؛ قاعدۂ حکمیہ
نیز ہمیں را اقتضاء می کند بر دو وجہ
اول آنکہ بلوغ نفوس باقصیٰ کمال خود
تدریجی است۔

دوم آنکہ ریاست متضایف مرؤسیہ
است تا وقتیکہ شخصے مدتے دراز مرؤس
و تابع نہ شدہ باشد در وقت ریاست
بحق الیقین نمی تواند کہ حسنِ معاملہ را بامرؤسین
بفہمد و بداند و مرؤس و رعیت را بکدام
کدام سلوک استمالت و جلب قلوب تواں کرد
و از کدام کدام سلوک متنفر می شوند و رم
می کنند پس ریاستِ او علی جہتہا تمکن
نمی پذیرد و چوں ایں مقدمہ ممہد شد
می گویم کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم را
چناں چہ از احادیث بسیار مستفاد می شود
خلافتِ ایں چہار بزرگ علی ترتیبہا از

وہ لوگ جو خاندانِ ریاست میں پیدا ہوئے
ہیں اور اپنے سگے بھائیوں اور چچا زاد
بھائیوں کا تجربہ و امتحان کئے ہوئے ہیں
بدیہی طور پر سمجھ سکتے ہیں۔ عارف آگاہ کو
تنبیہ کی ضرورت نہیں ہوتی۔

دوسرے جواب کا حاصل ایک مقدمہ
کی تمہید پر موقوف ہے وہ مقدمہ یہ ہے۔
کہ سنت اللہ اس طرح جاری ہے کہ منتہائے
کمال پر پہونچنا تحتانی مراتب کو طے کئے
بغیر کما حقہٗ میسر نہیں ہوتا۔ اگر ہر شخص کو
ابتدا ہی میں کمال کا مرتبۂ عالی دیدیا جائے
بغیر اس کے کہ وہ نیچے کے درجات مراتب طے
کرے تو ایسی صورت میں اس کا حوصلہ
تنگ ہو جائے گا اور اس مرتبے کی ذمہ داری
سے کما حقہٗ عہدہ برآنہ ہو سکے گا حضرات
انبیاء علیہم السلام کے علاوہ تمام انسان اس
امر میں مساوی ہیں، اولیاء کو دیکھئے جب
تک انھوں نے ادب کی مشق اور اپنے مرشدوں
کی اتباع نہیں کی۔ مرتبۂ ارشاد کو نہیں پہونچے
اسی طرح علماء نے تا وقتیکہ سالہا سال اپنے
استادوں کی ماریں نہیں کھائیں اور مدتوں

غیب معلوم شدہ بود وچوں خلیفۂ رابع را
تا بیست وچہار سال مرؤسیت و تبعیت
و فرمان سہ کس مختلف الامزجہ بر داشتن
مقدر بود، حاجتِ مشق کنانیدن اینکار
بحضور خود نہ بود و خلیفۂ ثالث را کہ تا دوازدہ
سال مشق ایں کار، مقدر بود وزیر فرمان دو
کس ماندن، ایشاں ہم محتاجِ مشقِ ایں کار
نہ شدند، بخلاف شیخین کہ ایں ہارا بلا فصل
بعد از وفات آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم ریاست
مقدر بود ایشاں را مشق کار بحضور خود کنانیدن
ضرور افتاد زیرا کہ خلیفۂ اول بمجرد وفات
آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بر منصب ریاست
نشستند و خلیفۂ دوم بفاصلۂ دو سال
و سہ ماہ بحضور خلیفۂ اول من حیث
المشورہ والوزارۃ شریک خلافت بودہ اند
بلکہ از تتبع تاریخ معلوم می شود کہ خلیفۂ
اول را نیز بحضور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کمتر اتفاق تبعیت واقع شدہ و خلیفۂ دوم
را بیشتر تبعیات واز تابعین دیگراں فرمودہ اند
بنا بر آنکہ مزاجِ خلیفۂ اول سہل الانقیاد بود
وایشاں را مشق تبعیت چنداں ضرور نبود۔

مدرسے کی خاک نہیں پھانکی، تدریس و تعلیم کی
مسند پر فائز نہ ہوئے۔ یہی بات فرقۂ امراء و دیگر
اہل حرفہ واہلِ صنعت میں آزمائی جا چکی ہے
اور حکمت کا قاعدہ بھی اسی کا اقتضا کرتا ہے
دو سبب سے (۱) حد کمال تک نفوس کا
پہونچنا تدریجی ہے (۲) ریاست و سرداری
تابعداری سے وابستہ ہے۔ جب تک کہ
کوئی شخص طویل عرصے کسی کا تابع نہ رہا ہو گا
ریاست و سرداری کے منصب پر پہونچنے کے
بعد رعیت کے حقوق اچھی طرح ادا نہ کر سکے گا
اور نہ یہ سمجھ سکے گا کہ رعیت کے دلوں کو کس
کس طرز عمل اور تدبیر سے اپنی طرف کھینچا
جا سکتا ہے۔ اور کن کن باتوں سے رعیت
اپنے سردار سے متنفر ہو جایا کرتی ہے جب
وہ اس گر کو نہ سمجھ سکے گا تو اس کی ریاست
بھی قوت نہیں پا سکتی۔ جب یہ مقدمہ بطور
تمہید لکھا جا چکا تو اب میں کہتا ہوں کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو جیسا کہ احادیث سے
معلوم ہوتا ہے، چاروں خلفاء کی خلافت
ترتیب کے ساتھ غیب سے معلوم ہو گئی
تھی۔ خلیفۂ رابع حضرت علی کرم اللہ وجہہ

بخلاف خلیفۂ دوم کہ در مزاج ایشاں از قدیم استعداد و حکم را مجبول بود، والطبیب یعالج الشئی بالضد۔ بنابریں امورات، ایشاں را بحق الیقین کیفیت تبعیت و زیر فرمان کسے بودن چشانیدن ضرور افتاد، حاجی شرف الدین خان صاحب از اصحاب ثلثہ کہ رابع غیر منفک نیز ہمراہ دارند بحکم مایکون من نجوی ثلثۃ الآیۃ متحف اند۔

کے لئے چونکہ چوبیس سال تک تین مختلف المزاج خلفاء کے تابع رہنا مقدر تھا اس لئے ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات ظاہری میں کسی کا تابع بننے کی مشق کرانی ضروری نہیں سمجھی، خلیفۂ ثالث حضرت عثمان غنیؓ جن کو بارہ سال تک شیخینؓ کے تابع رہنا مقدر تھا۔ وہ بھی چنداں اس مشق کے محتاج آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے نہیں ہوئے بخلاف شیخینؓ کے کہ

ان کے لئے چونکہ بلا فصل بعد از وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خلافت و ریاست مقدر تھی اس لئے اُن کو اس کام کی مشق اپنے سامنے کرانی ضروری سمجھی کیونکہ خلیفۂ اول (حضرت ابوبکر صدیقؓ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے فوراً بعد منصب خلافت و ریاست پر فائز ہوئے اور خلیفۂ دوئم حضرت (فاروق اعظمؓ) دو سال تین ماہ کے فاصلے سے اس منصب پر فائز ہوئے۔ اور خلیفۂ اول کی خلافت کے زمانے میں وہ مشیر و وزیر تھے اور شریک خلافت کی حیثیت رکھتے تھے، خلیفۂ اول کو بھی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں کسی کی تبعیت کا موقع کم ملا۔ البتہ خلیفۂ دوئم منجانب رسول کریمؐ اکثر و بیشتر دوسروں کے تابع کئے گئے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ خلیفۂ اول کا مزاج قدرتی طور پر نرم اور انقیاد پذیر تھا، اس لئے اُن کو تابع داری کی زیادہ مشق کی ضرورت نہ تھی بخلاف خلیفۂ دوئم کے کہ ان کے مزاج میں پہلے سے شدت اور حکم رانی کا مادّہ تھا۔ اور طبیب علاج بالضد کیا کرتا ہے اس بنا پر خلیفۂ دوم کو کیفیت تبعیت سے واقف کرانا اور دوسروں کے زیر فرمان رہنے کا مزہ چکھا دینا ضروری ہوا۔ حاجی شرف الدین خان صاحب کو ہم تینوں بھائیوں کا سلام پہونچے۔

ایک استفتاء کا جواب

ایک سید صاحب نے حضرت شاہ صاحبؒ کو ایک مکتوب استفتاء کی شکل میں بھیجا تھا۔ اس کا جواب مع ترجمہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ جواب کا کچھ حصہ آخر سے حذف کر دیا گیا ہے جس سے اصل مطلب ومفہوم پر کوئی اثر نہیں پڑتا ——— استفتاء کرنے والے یہ سید صاحب کون ہیں؟ بیاض سے ان کا نام معلوم نہیں ہو سکا، جواب استفتاء کے آغاز میں ان کو حضرت شاہ صاحبؒ نے ان الفاظ سے مخاطب فرمایا ہے۔ "سید صاحب عالی مراتب جامع الفضائل والمناقب الشدید فی دین اللہ کالسیف القاضب الخ"

بعد السلام والتحیہ المسنونہ رقیمۂ کریمہ شرف ورود دریافت۔ حمد الٰہی بجا آوردہ شد کہ دریں زمانہ ہم حمیت دینی درمیان اکابر موجود است وشدت فی امر اللہ خیر مفقود زاد اللہ امثالکم فی العالم۔

مہربان من چند مقدمہ را اول خاطر نشیں باید ساخت۔ اول آنکہ تکفیر کلمہ گو امریست محضور در صحیح وارد است کہ من قال لاخیہ یا کافر فقد باء بہ احدہما ——— حتی المقدور اقدام برآں نباید کرد۔ لہٰذا فقہاء با جمعہم چنیں قرار دادہ اند کہ ہرگاہ

بعد سلام مسنون واضح ہو کہ آپ کا مکتوب گرامی صادر ہوا اس کو پڑھ کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا گیا کہ اس زمانے میں بھی بڑے لوگوں میں حمیت دینی اور اللہ کے احکام کے بارے میں مضبوطی موجود ہے ——— اللہ تعالیٰ آپ جیسے حضرات کی تعداد دنیا میں اور زیادہ کرے

مہربان من جواب سے پہلے چند مقدمات کو ذہن نشین کر لینا ضروری ہے

(۱) کسی کلمہ گو کی تکفیر ایک ممنوع امر ہے

رایک وجہ محتمل صحت باشد وچند
وجہ دیگر محتمل کفر، آں کلام را برہماں محمل
صحیح عمل باید نمود ولب بتکفیر قائل نباید
کشود۔ دوئم آنکہ تکفیر موافق قاعدہ
متعلق بانکارِ ضروریاتِ دین است بسبب
سوءِ ادب یا استخفاف مجرد ازانکار
یا فعلِ شنیع وارتکاب کبیرہ واستخراج
بدعت وتحلیل حرام مختلف فیہ وتحریم
حلال مختلف فیہ کفر لازم نمی آید۔

زیراکہ تعریف ایمان ہمیں مقرر است کہ
ہو تصدیق جمیع ما علم مجیئی النبی صلی اللہ
علیہ وسلم بہ ضرورۃ — وتے ازضروریات
دین شمردن موقوف بر تواتر وثبوت آں
بالقطع است۔ پس ہرچہ ازیں قبیل باشد
مثل انکار فرضیت صلوٰۃ وزکوٰۃ وتحلیل
الخمر وتحریم النبیذ وتحقیر الشیخین وغیر ذلک
البتہ کفر است۔

سوم آنکہ در عدم تکفیر وتعدیل یعنی
حکم بعدالت کردن، وسائط بسیار است
ایں نباید فہمید کہ ہرکہ را حکم تکفیر نکردیم اورا
پسند نمودیم۔ یا قول اورا جائز داشتیم

صحیح حدیث میں وارد ہے کہ جب کسی نے اپنے
بھائی (کسی کلمہ گو) سے مخاطب ہو کر اوکافر
کہا تو یہ کلمہ ان دونوں میں سے کسی ایک کی
طرف رجوع کریگا (یعنی اگر مخاطب در
اصل کافر نہیں ہے تو کہنے والے کی طرف
یہ کلمہ پلٹے گا)

حتی الامکان تکفیر میں پیش قدمی نہ کرنی
چاہئے۔ اسی لئے تمام فقہا اس بات پر
متفق ہیں کہ جب کسی کے کلام کے اندر ایک
صورت ایسی نکلتی ہے جس سے مطلب صحیح
کا احتمال ہے اور چند صورتیں ایسی ہیں جو
احتمالِ کفر رکھتی ہیں تو کلام کو اسی محل صحیح
پر رکھا جائے اور قائل کی تکفیر میں
لب کشائی نہ کیجئے

(۲) قاعدے کے مطابق تکفیر ضروریاتِ
دین کے انکار سے تعلق رکھتی ہے۔ لہذا
محض سوءِ ادب یا انکار سے خالی استخفاف
کے باعث یا کسی فعلِ بد اور ارتکاب کبیرہ
پر یا استخراج بدعت اور مختلف فیہ حرام
کے حلال کرنے یا مختلف فیہ حلال کے
حرام کرنے کے سبب کفر لازم نہیں ہوتا

بلکہ اکثر اوقات شخص کافر نمی شود و مبتدع و فاسق می گردد ــــ اکثر سطحیاں ہمیں پندارند کہ ہر گاہ از تکفیر کسے علماء سکوت کنند، تصویب عقیدۂ او لازم آید چنیں نیست این قاعدہ بوجہ احسن ملحوظ باید داشت چوں ایں ہر سہ قاعدہ ممہد شد حالا آنچہ از روئے دلائل قویہ در حق ایں شخص کہ اقوال . . . او مرقوم قلم صواب رقم است، ظاہر می شود، التماس می نماید۔

قول اول کہ سب صحابہؓ کافر گردد اگر مراد او از صحابہ جمیع صحابہ اند حتی خلفاء راشدین و ازواج مطہراتؓ پس ایں قول و خطاء صریح است زیرا کہ نزد حنفیہ بسبب شیخین و قذف عائشہ صدیقہؓ کفر لازم می آید۔ و اگر مراد او آنست کہ سب ہر صحابی کفر نیست پس ایں خود خطاء نیست زیرا کہ فقہاء حنفیہ نیز سب ہر صحابی را کفر نمی دانند بلکہ بدعت و فسق می انگارند و بحد کبیرہ می رسانند۔

و قول ثانی او کہ ہر چند شخص گناہ کند رحمت زیادہ گردد خطاء فہمی است منشار

اس لئے کہ "ایمان" کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ ــــ جن احکام و ہدایات کے متعلق بالیقین اور بالبداہت معلوم ہے کہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لے کے آئے ان سب کے ماننے اور ان کی تصدیق کرنے کا نام ایمان ہے (اور انہی چیزوں کو اصطلاح میں "ضروریات دین" کہا جاتا ہے) اور کسی امر کا ضروریات دین سے شمار کرنا موقوف ہے تواتر اور ثبوتِ قطعی پر ــــ جب اس قسم کے متواتر اور قطعی الثبوت امور دینیہ سے انکار ہوگا تو کفر یقینی طور پر لازم ہوگا مثلاً فرضیت صلوٰۃ و زکاۃ کا انکار اور شراب کا حلال قرار دینا اور اسی طرح) نبیذ کا حرام کر دینا۔ یا شیخینؓ کی تحقیر کرنا وغیرہ ذلک۔

(۳) تکفیر نہ کرنے اور تعدیل کرنے یعنی عدالت کا حکم لگانے (بالفاظ دگر عادل قرار دینے) کے درمیان بہت سے درجے اور کڑیاں ہیں اس لئے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ جس کسی پر ہم نے حکم تکفیر نہیں لگایا تو اس کے قول کو ہم نے پسند کر لیا یا اس کی بات کو جائز کہہ دیا

غلطِ او آنست کہ بعضے لطیفہ گویاں شعراں
درمقام دفع نا امیدی خود باین لطیفہ تمسک
کردہ اند چنانچہ صاحبِ قصیدہ بردہ
می گوید۔

یا نفسُ لاَ تقنطی من زلّۃٍ عظمت
ان الکبائر فی الغفران کاللمم
لعل رحمۃ ربّی حین یقسمھا
تاتی علیٰ حسب العصیان فی القسم

و مدعائے آنہا آنست کہ از بزرگی گناہ
خود نباید اندیشید و نا امید نباید شد
زیرا کہ رحمت الٰہی بقدر عصیان مقسوم است
گناہ کبیرہ (را) ازالہ برحمت کثیرہ تواند
کرد ایں شخص از غلط فہمی چنین انگاشت
کہ عصیان سبب رحمت است و ایں
نفہمیدہ کہ ایں بالفرض عصیان سبب
رحمت ہم باشد خاص یک نوع رحمت را
سبب خواہد بود کہ آں رحمت غفاریست
دیگر انواعِ رحمت، بسیار ازیں رحمت
بزرگتر و عالی تر اند ہمہ از عاصی موقوف
خواہند شد مثل درجات عالیات

بلکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص ایک
قول سے کافر تو نہیں ہوتا، البتہ بدعتی
و فاسق ہو جاتا ہے —— اکثر ظاہر بین
یہ سمجھ بیٹھتے ہیں کہ جب علماء نے کسی کی
تکفیر میں سکوت کیا تو اس سے اس شخص
کے عقیدے کی تائید و تصویب لازم آگئی
ایسا نہیں ہے۔ اس

بات کو اچھی طرح ملحوظ رکھنا چاہئے

جب یہ تینوں باتیں بطور مقدمہ
و تمہید بیان ہو گئیں تو اب اس شخص کے
بارے میں جس کے اقوال آپنے تحریر فرمائے
ہیں جو بات ظاہر ہوتی ہے دلائل کے
ساتھ لکھی جاتی ہے

قائل کا قول اوّل یہ ہے کہ سبّ
صحابہؓ سے کوئی شخص کافر نہیں ہوتا۔
غور طلب یہ امر ہے کہ اس کی مراد کیا ہے؟
اگر صحابہؓ سے جمیع صحابہؓ مراد ہیں حتیٰ کہ
خلفاء راشدین اور ازواج مطہرات بھی
—— اس صورت میں اس کا یہ قول
خطاء صریح ہے، اس لئے کہ نزدِ حنفیہ
سبّ شیخینؓ اور حضرت عائشہؓ پر تہمت

بہشت ودخول بلاحساب وسرخروئی
درعرصات .... الحاصل کہ از رحمت
متقیاں ومعصوماں ومحفوظاں بہرنیافت
لیکن ایں ہمہ غلط فہمی است نوبت بکفر
نمی رساند۔ تا آنکہ صریحاً قائل ایں کلام
نگوید" طاعت وتقویٰ اصلاً موجب رحمت
نیست وعصیاں حقیقۃً سبب رحمت
است" وظاہر است کہ متکلم بکلمۂ اسلام
تصریح بایں ہردو مضمون نخواہد کرد۔ و
قول ثالث او کہ حضرت ام المومنین بی بی
عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تنخواہ زد افترائے محض
است حاکم شرع را می باید کہ او را از سند
ایں افترا پرسد وظاہر است کہ از بیانِ
سندش عاجز خواہد شد وہرگاہ عاجز
شود او را تعزیر بزدن سی وسہ تازیانہ
بکمالِ شدت وایجاع نماید وآئندہ
از و توبۂ نصوح گیرد کہ ایں قسم افترا با
بر بزرگاں نہ کردہ باشد۔ حاصل آنکہ مفادِ
ایں قول نسبت ظلم شنیع بجانب صدیقہ رضی اللہ عنہا
است ونسبت ظلم بغیر معصوم موجب کفر
نیست۔ آرے نسبت آں (بہ) بزرگاں

دھرنے سے کفر لازم آتا ہے اور اگر اس
کی یہ ہے کہ سب ہر صحابی کفر نہیں ہے تو یہ
قول خطا صریح نہیں ہے اس لئے کہ فقہاء
حنفیہ بھی سب ہر صحابی کو کفر نہیں جانتے
بلکہ بدعت وفسق سمجھتے ہیں اور گناہ کبیرہ کی
حد تک پہونچاتے ہیں۔ قائل کا دوسرا قول یہ
ہے کہ "جو شخص جتنا گناہ کریگا، اس پر رحمت
زیادہ ہوگی"۔ یہ قول غلط فہمی کی بنا پر ہے
اور اس کی غلطی کی بنیاد ان لطیفہ گو
اور نازک خیال شعراء کا کلام ہے جنھوں
نے بطور لطیفہ گوئی ونکتہ سنجی اپنی مایوسی کو
دفع کرنے کے لئے اس بات کو ظاہر کیا ہے
چنانچہ صاحب قصیدہ بردہ (علامہ
بوصیریؒ) کے بھی اسی مضمون کے دو شعر
ہیں۔ (جن کا ترجمہ یہ ہے (۱) اے نفس
اپنے گناہوں کے باعث جو اگرچہ بہت بڑے
ہیں۔ مایوس نہ ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت
ومغفرت کے سامنے بڑے بڑے گناہ بھی
چھوٹے ہیں۔

(۲) جب اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کی بارگاہ
سے تقسیم ہوگی تو ممکن ہے کہ رحمت بقدر

المجلس والنادی وانما یستشم نفحاتٌ قلیلة من ھذا العلم فی کتاب الاحیاء للغزالی وکتاب القواعد الکبرٰی للشیخ عزالدین عبدالسلام المقدسی وربما یوجد بعض فوائد ھذا العلم فی مواضع من الفتوحات المکیۃ للشیخ الاکبر والکبریت الاحمر للشیخ ابن عربی وکذا فی مولفات تلمیذہ الشیخ الکبیر صدرالدین القونوی قدس اللہ سرھما وقد جمعھا الشیخ عبدالوھاب الشعرانیؒ فی کتاب المیزان۔

العلوم میں اور شیخ عزالدین عبدالسلام مقدسی کی کتاب قواعد کبرٰی میں پائی جاتی ہے۔ علم اسرار حدیث کے کچھ فوائد شیخ اکبرؒ کی فتوحات مکیہ اور کبریت احمر میں نیز شیخ اکبرؒ کے شاگرد شیخ کبیر صدرالدین قونوی قدس اللہ سرہما کی تالیفات میں چند مواضع میں پائے جاتے ہیں۔ جن کو شیخ عبدالوہاب شعرانیؒ نے کتاب المیزان میں جمع کر دیا ہے۔

نوبت بکفر نمی رساند، زیرا کہ ایجاب تعظیم بمعنی محبت و ترک ایذا در حق اہل بیت عموماً وارد شدہ و تخصیص ایں عام در ذہن ایں قائل نگنجیدہ یا حقوق دینی با حقوق انسانی باہم اشتباہ پیدا کردہ ایں حکم از زبان او برآوردہ انکار صریح ضروریات دیں ازیں کلمہ فہمیدہ نمی شود۔

کوئی حصہ نہیں اور وہ بے چارہ ان کا حق دار نہ ہوگا، مگر اس قسم کی تمام باتیں غلط فہمی کی بنا پر کہی جاتی ہیں ان سے کفر تک نوبت نہیں پہونچتی۔ جب تک صراحۃً یوں نہ کہدیا جائے کہ طاعت و تقویٰ بالکل موجب رحمت نہیں بس عصیان و گناہ ہی حقیقۃً سبب رحمت ہے۔ ظاہر ہے کہ کلمۂ اسلام کا بولنے والا کوئی آدمی اس طرح کی بات صراحت کے ساتھ نہیں کہے گا۔

قائل کا تیسرا قول کہ ام المومنین حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کوئی گستاخانہ حرکت کی۔

یہ افترائے محض ہے حاکم شرع کو چاہیئے کہ اول اس سے اس افترار کی سند طلب کرے۔ ظاہر ہے کہ وہ کوئی سند نہ پیش کر سکے گا، جب وہ سند پیش کرنے سے عاجز ہو تو اس کو اتالیس کوڑے کمال شدت کے ساتھ لگوائے اور آئندہ کے لئے اس سے توبۂ نصوح کرائے کہ وہ اس قسم کے بہتان بزرگانِ دین پر نہ لگائے گا۔ حاصل کلام یہ ہے کہ اس قول کا منشا حضرت صدیقہ پر ایک ظلم شنیع کا الزام لگانا ہے اور غیر معصوم کو ظلم کے ساتھ منسوب کرنا موجبِ کفر نہیں ہے۔ البتہ ان بزرگوں کے حق میں ظلم کی نسبت کرنا جن کی عدالت اور جن کا تقویٰ ثابت ہو چکا ہے۔ موجب فسق و ضلالت ضرور ہے۔ یہ قول باب قذف سے نہیں ہے۔ آیات سورۂ نور کے نزول کے بعد حضرت صدیقہؓ پر قذف باجماع کفر ہے۔

قائل کا چوتھا قول کہ "سید اگرچہ صحابہؓ کو برا بھلا کہنے والا ہو بہر حال اس کی

تعظیم لوگوں پر واجب ہے" یہ غلط بات ہے اس لئے کہ جب یہ سید اس قسم کی قبیح حرکات کا مرتکب ہوگا اس کی تعظیم واجب نہیں۔ ادراصل یہ ہے کہ نہی عن المنکر امر بالمعروف اقامتِ حدود، قصاص، ادائے شہادت، ادائے امانت، اور حکومت میں عدل وانصاف کے معاملہ میں کسی طبقہ اور کسی قبیلہ کی تخصیص نہیں ہے ایک سید اور ایک نورباف ان امور میں برابر و مساوی ہیں۔ جب کہ سید سبّ صحابہ کے باعث کفر کا مرتکب ہو تو پھر سید کب رہا؟ وہ تو "غیر صالح عمل" کی وجہ سے "اہل" سے نکل گیا۔ اور لیس من اھلک کا مصداق ہوگیا۔ ہاں اگر کوئی سید اس شخص کا کوئی خاص دنیاوی حق ضائع کردے تو عزیمت اور بلند کرداری کی بات یہ ہے کہ اس سے درگزر کرے اور انتقام نہ لے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی درگذر کے لئے فرمایا ہے لیکن اگر حقوق دینی تلف کئے جائیں وہاں درگذر اور چشم پوشی مقبول و جائز نہیں ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ قائل کا یہ قول بھی خطا و بدعت ہے۔ اس بات کے کہنے سے کفر تک نوبت نہیں پہونچتی۔ اس لئے کہ اہلِ بیت کے حق میں تعظیم بمعنی محبت کا واجب ہونا اور ان کو ایذا نہ دینے کا حکم عموماً وارد ہوا ہے۔ قائل کے دماغ میں اس عام کی تخصیص نہیں آئی کہ اس نے صحابہ کرامؓ کو برا بھلا کہنے والے سید کے لئے بھی تعظیم واجب قرار دیدی۔ یا حقوق دینی اور حقوق انسانی میں باہم اس کو اشتباہ ہوگیا اور اس نے دونوں قسم کے حقوق میں فرق نہ کرکے یہ بات کہدی ــــ بہرحال ضروریات دین میں سے کسی بات کا انکار اس قول سے مفہوم نہیں ہوتا۔

مکتوب شاہ صاحب بنام مولانا کفایت اللہ مراد آبادیؒ۔

مولوی صاحب عالی مراتب مجمع
حسنات ومناقب - مہربان فقراء
سلمہ اللہ تعالی ـــــ وافاض علیکم
برکاتہ بعد السلام والتحیۃ والادعیۃ الصافیۃ
الزکیہ مکشوفِ خاطرِ صفا ذخائر باد کہ عنایت
نامہ بہجت شمامہ پس از وقوع فترات
طویلہ کہ اسباب آنہا را خود در رقیمۂ کریمہ
تحریر فرمودہ اند وازیں طرف نیز ہماں
اسباب بعینہا صورت تحقق گرفتہ - وصولِ
عزت شمول نمود ـــ بدریافت نوید عافیت
کسب جمعیت کردہ ـــ حق تعالی
مدام مشمول عافیت وانعام خود دارا د
بالنبی وآلہ الامجاد

تحریر احوالِ مزاج فساد امتزاج
وتزائد اعراض واستحکام امراض ازانجا
کہ مورثِ ملالِ خاطر احباب ومشفقان است
قلم انداز ساختہ عنانِ ادہم قلم بصوب
مقصود اصلی معطوف می نماید - مہربانِ من
وقت رویت ہلالِ شعبان تراکم (ابر)
سخت وتغلیظ روداده بود لہذا بست و

مولوی صاحب عالی مراتب مجمع حسنات
ومناقب مہربان فقراء ـــــ
اللہ تعالی تم کو سلامت رکھے، اور تم پر
پے درپے برکات نازل فرمائے - بعد سلام و
تحیۃ اور بعد دعا ہائے مخلصانہ واضح ہو
کہ عنایت نامہ بہجت شمامہ بڑی مدت کے
بعد پہونچا - تاخیر تحریر کے جو اسباب تم نے
اپنے خط میں تحریر کئے ہیں اس طرف بھی
بالکل ایسے ہی اسباب تھے (جو مانع تحریر
بنے رہے) عافیت کی خوش خبری پاکر اطمینان
ہوا - حق تعالی ہمیشہ تم کو عافیت سے رکھے
اور اپنے انعامات سے نوازے - بطفیل حضرت
محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم اب میں اپنے ناساز
مزاج کے احوال اور زیادتی واستحکام امراض کے
حالات اس بناپر قلم انداز کرتے ہوئے کہ انکو
پڑھکر سوائے اسکے کہ دوستوں کے قلب کو
صدمہ ہو اور کچھ حاصل نہیں، اسپ قلم کی لگام
کو مقصود اصلی کیطرف موڑتا ہوں - مہربانِ
من! رویت ہلال شعبان کے وقت یہاں
(دہلی میں) ابرِ غلیظ محیط تھا - ۲۹ رجب کو شام

نہم رجب اتفاق رؤیتِ ہلالِ شعبان
در شام آں روز علی العموم ممکن نشد۔
تا ششم شعبان بحساب آنکہ ماہِ رجب
سلخ داراست، عدد تاریخ نمودند۔ من بعد،
بحضور بادشاہ ثابت شد کہ غرّہ شعبان
روز پنجشنبہ بود یعنی ماہِ رجب بست و نہ
روز شد بار سلخ نداشت۔ چنانچہ رسوم
شبِ برات روز چہارم شنبہ در تمام شہر
اتفاق افتاد — فقیر ہم بنا بر مزید
تحقیق، شخصے را نزد اللہ بندہ نام کفش
دوز کہ بحضور بادشاہ شہادت او گزشتہ
بود فرستاد۔ او اقرار کرد کہ من بچشم خود
ہلالِ شعبان را بشام چہار شنبہ دیدہ بودم
— و مقارن ایں حال شخصے دیگر
از وارد سکندر آباد نیز بحضور برادر عزیز
رفیع الدین ہمیں نوع اقرار کرد و نصابِ
شہادت تبکامل پذیرفت اما ہلالِ رمضان
پس شام جمعہ مکشوف و ظاہر و نمودار گشت
و کسانیکہ غرّہ شعبان روز پنجشنبہ می گفتند
حمل بر تمامی شہر نمودند یعنی سی روز کامل
بر آمد — و کسانیکہ غرّۂ شعبان روز جمعہ

کے وقت رویت ہلال کا ہونا علی العموم
ممکن نہ ہوا۔
۶ شعبان تک اس حساب سے کہ ماہِ رجب
پورے تیس دن کا ہوا ہے، تاریخ کا شمار
کیا گیا۔ اس کے بعد بادشاہ کے سامنے یہ بات
ثابت ہوگئی کہ رجب کا مہینہ ۲۹ دن کا تھا
چنانچہ شب برات تمام شہر میں بدھ کے دن
کی گئی۔
فقیر نے بھی مزید تحقیق کے لئے ایک شخص
کو اللہ بندہ کفش دوز کے پاس بھیجا جس
کی شہادت بحضور بادشاہ گزری تھی، اس نے
اقرار کیا کہ میں نے بچشم خود ہلالِ شعبان
بدھ کا دن گزار کر شام کو دیکھا تھا —
اسی زمانہ میں ایک شخص سکندر آباد سے
وارد ہوا، اس نے برادر عزیز مولوی
رفیع الدین کے سامنے یہی اقرار کیا کہ میں نے
بدھ کی شام کو شعبان کا چاند دیکھا ہے)
اس طرح نصابِ شہادت کامل ہوگیا۔
بہر حال ہلالِ رمضان شامِ جمعہ کو نمودار
ہوا۔ جو لوگ غرّہ شعبان بروز پنجشنبہ
کہتے تھے۔ انھوں نے شعبان کو تیس۳۰ دن

قرار دادہ بودند موافقاً لتقادیم، ماہ
شعبان را ناقص العدد اعتبار کردہ اند
غرضکہ پردۂ ہر دو فریق فروہشتہ ماند و
خطائے کسے متعین نشد — چون بیشتر کار
ہمیں ماہ بود و دریں ہلال ارتفاع
شبہ مطلقاً شد دیگر حاجتِ تفتیشِ حال
شعبان فضول نمود — امّا جوابِ
مسئلہ مرقوم پس بالفعل فتویٰ بریں
روایت است کہ رویتِ ہر بلد بر مردم
دیگر بلد لازم است، ہرگاہ خبر رسد قضا
نمایند — در فتاویٰ عالمگیری می نویسند
ولا عبرۃ لاختلاف المطالع فی ظاہر
الروایۃ کذا فی فتاویٰ قاضی خان
وعلیہ الفتویٰ ... وبہ کان
یفتی شمس الائمۃ الحلوائی قال
لو رأی اھلُ مغرب ھلال
رمضان یجب الصوم علی اھل
مشرق کذا فی الخلاصہ۔
بعضے فقہاء حنفیہ ہم موافقاً للشافعیہ
اختلاف مطالع را اعتبار کردہ اند و
گفتند کہ اگر اہلِ دہلی ہلالِ رمضان را

پر محمول کیا، اور جو لوگ جنتریوں کی موافقت
میں غرۂ شعبان روز جمعہ کو قرار دیتے تھے
انھوں نے ماہ شعبان کو ناقص العدد
(یعنی ۲۹ دن کا) اعتبار کیا، غرضکہ ہر دو
فریق کا پردہ ڈھکا رہا اور کسی کی خطا ر
متعین نہیں ہوئی۔ چونکہ زیادہ کام
اسی ماہ رمضان سے تھا اور اسکے ہلال
میں شبہ مطلقاً اٹھ گیا تھا اس لئے
حال شعبان کی مزید تحقیق کرنی فضول
سمجھی گئی — رہا جوابِ مسئلہ مرقومہ کا
پس اس کا مدار اس روایت پر ہے کہ
رویتِ ہر شہر کی دوسرے شہر والوں پر
لازم ہوتی ہے... فتاویٰ عالمگیری میں ہے
"اختلاف مطالع کا کوئی اعتبار نہیں جیسا کہ
قاضی خان میں ہے... اور اسی پر فتویٰ ہے،
شمس الائمہ حلوائی بھی یہی فتویٰ دیا
کرتے تھے — ان کا قول ہے کہ اگر اہلِ
مغرب رمضان کا چاند دیکھ لیں تو اہلِ
مشرق پر روزہ واجب ہو جاتا ہے۔
————" جیسا کہ
خلاصہ میں مرقوم ہے" بعضے فقہاء حنفیہ

بہ بینند دبآں حساب روزہ گیرند اہل
مرادآباد ورامپور راکہ ہلال ندیدہ
باشند بآں حساب روزہ گرفتن لازم
نیست بلکہ ایشاں را رویت خود کافی است
لیکن ایں قدر ملاحظہ (باید) داشت
وبلد مقدم الرویت جانب مغرب باشد
وبلد متاخر الرویت جانب مشرق باشد
زیراکہ ہلال جانب مغرب است پس ایں
معنی ممکن نیست کہ مغربیاں نہ بینند و
مشرقیاں مشاہدہ نمایند۔ دویم آنکہ
فاصلہ درمیانِ بلد مغربی وبلد مشرقی بقدر
تفاوت ..... باشد تا تفاوت
اُفق بہم رسد وبدونِ ایں شرط
اختلاف بلدان را اعتبار نیست و
قری وقصبات ہر شہر بالاجماع
تابع آں شہر اند۔۔۔ صحیفۂ شریفہ
مولوی رعایت علی خاں بنام نامی
آں مہربان ورود یابد از طرف
فقیر ہم بکمال اخلاص دلی سلام
ودعا باید آورد۔

والسلام علیکم۔

تے شافعیہ کی موافقت میں اختلاف
مطالع کا اعتبار کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ
اگر مثلاً اہلِ دہلی رمضان کا چاند دیکھیں
اور اس حساب سے روزہ رکھیں تو اہلِ
مرادآباد اور اہلِ رامپور کو (جو مشرق میں ہیں)
جنہوں نے چاند نہیں دیکھا اس حساب سے
روزہ رکھنا لازم نہیں بلکہ ان کو اپنی رویت
کافی ہے۔ یہ بات ملحوظ رکھنا چاہیے کہ وہ
شہر جس میں رویت پہلے ہوئی ہے جانبِ
مغرب میں ہو اور وہ شہر جس میں رویت
بعد کو ہوئی ہے جانبِ مشرق میں ہو۔ اس لیے
کہ ہلال جانب مغرب میں ہوتا ہے لہٰذا یہ
نہیں ہو سکتا کہ مغرب والے نہ دیکھیں اور
مشرق والے دیکھیں، دوسرے یہ کہ فاصلہ
بلادِ مغربی اور بلادِ مشرق کے درمیان اس قدر ہو
(پڑھنے میں نہیں آیا) کہ تفاوت افق ثابت
ہو سکے بغیر اس شرط کے اختلافِ بلاد کا اعتبار
نہیں۔۔۔۔ مولوی رعایت علی خاں کا
خط تمہارے پاس آتا ہے فقیر کی طرف سے
بھی ان کو بکمالِ اخلاص دلی سلام ودعا
لکھ دینا والسّلام علیکم۔

اختلاف مطالع

رویت ہلال کے سلسلہ میں اختلاف مطالع کا مسئلہ ایک اہم اور قابل غور مسئلہ ہے ۔۔ حضرت شاہ صاحب نے اس مسئلہ پر اپنے مکتوب گرامی کے اندر اختصار کے ساتھ روشنی ڈالی ہے ۔

اس مکتوب کا ایک جملہ پڑھا نہیں گیا ۔ اور دو ایک جملے قصداً حذف کر دیے تاکہ ناظرین کو اصل مسئلہ سمجھنے میں دقت نہ ہو ۔۔ حضرت مولانا عبدالحئیؒ فرنگی محلی نے اس مسئلہ پر اپنے فتاوٰی میں کئی جگہ تفصیلی بحث کی ہے ۔ ملاحظہ ہو مجموعہ فتاوٰی عبدالحئیؒ جلد اول صفحہ ۲۶۶ تا ۲۶۸ و صفحہ ۲۷۴ تا ۲۷۸ ۔ مولانا فرنگی محلیؒ کے ایک جواب کا کچھ حصہ فارسی سے اردو میں ترجمہ کر کے یہاں پیش کر دینا مناسب سمجھتا ہوں ۔

" اختلاف مطالع کے بارے میں فقہا ء حنفیہ چند اقوال پر مختلف ہیں بعض کا قول یہ ہے کہ اختلاف مطالع معتبر ہے اور ایک شہر کی رویت کا اعتبار دوسرے شہر میں نہیں ہوتا ۔ بلکہ ایک شہر کی رویت اسی شہر کے لئے معتبر ہے اور اکثر مشائخ حنفیہ کے نزدیک ظاہر روایت کی رو سے اختلافِ مطالع کا مطلقاً اعتبار نہیں ہے پس ایک شہر کی رویت دوسرے شہر کے لئے اگرچہ دونوں کے درمیان فاصلہ کثیر ہی کیوں نہ ہو ۔ معتبر ہوگی ۔۔ بشرطیکہ ثبوت شرعی بہم پہنچ جائے ۔ لیکن محققین حنفیہ کے ایک گروہ کا یہ قول ہے کہ وہ دو شہر جو بحسب قواعد علم ہیئت اختلاف مطالع رکھتے ہیں یعنی ایک ماہ کی پیدل مسافت رکھتے ہیں ان میں ایک جگہ کی رویت دوسری جگہ کے لیے معتبر نہ ہوگی اس سے کم فاصلے میں معتبر ہوگی

(مجموعہ فتاوٰی عبدالحئی جلد اول ص ۲۶۶)

مجموعہ فتاوٰی مفتی محمد سہول بھاگلپوری (قلمی) میں ایک فتوٰی حکیم الامت حضرت مولانا تھانوی کا اختلاف مطالع کے سلسلے میں درج ہے اس میں اکثر مشائخ حنفیہ کے اس قول کو جو ظاہر روایت کے پیش نظر ہے مدلل طریقے سے

قوت کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ مولانا مناظر حسن دیوبندیؒ اور مفتی محمد سہول صاحب بھاگلپوری کی اس فتویٰ پر تائید و تصویب ہے۔

مولانا سید محمد میاں صاحب دیوبندی شیخ الحدیث مدرسہ امینیہ نے اپنے رسالے رویتِ ہلال رمضان و عیدین دورِ حاضر کے شبہات و اعتراضات کو پیش نظر رکھتے ہوئے عقلی و نقلی دلائل کے ساتھ صفحہ ۷ سے صفحہ ۸۵ تک اس مسئلے پر سیر حاصل بحث کی ہے، آخر میں حضرت مولانا فرنگی محلیؒ کے اس فتویٰ کا حوالہ دیتے ہوئے رجوا وپر نقل کیا گیا ہے، اور علامہ زیلعیؒ شارح کنز کا قول نقل کرتے ہوئے جس میں ممالک بعیدہ اور فاصلۂ کثیر کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ حضرت مولانا سید محمد انور شاہ محدث کشمیریؒ کا یہ قول درج کیا ہے "واقعہ یہ ہے کہ علامہ زیلعی کا قول ہی تسلیم کرنا ضروری ہے اس کے بغیر چارہ نہیں ہے"۔

مکتوب گرامی بنام سید امیر حیدر حسینی بلگرامیؒ

دربارۂ امتیاز و اختصاص حجۃ اللہ البالغہ

کتاب الحجۃ اللہ البالغۃ التی ھی عمدۃ تصانیف بقیۃ المحدثین الشاہ ولی اللہ الدھلوی فی علم اسرار الحدیث ولم یتکلم فی ھذا العلم احدٌ قبلہٗ علیٰ ھذا الوجہ من تاصیل الاصول و تفریع الفروع و تمھید المقدمات و المبادی و استنتاج المقاصد منھا الی

حجۃ اللہ البالغہ بقیۃ المحدثین شاہ ولی اللہ دہلوی کی علم اسرار حدیث میں ایک بہترین تصنیف ہے، اس علم کے اندر آپ سے پہلے کسی نے اس انداز سے کلام نہیں کیا، اس کتاب میں تاصیل وصول، تفریع فروع تمہید مقدمات و مبادی اور پھر مقاصد کا استنتاج و استخراج سب کچھ پایا جاتا ہے اس علم کی کچھ خوشبو امام غزالی کی احیاء

المجلس والنادی وانما یستشم نفحاتٌ قلیلة من هذا العلم فی کتاب الاحیاء للغزالی وکتاب القواعد الکبریٰ للشیخ عزّالدین عبدالسلام المقدسی وربما یوجد بعض فوائد هذا العلم فی مواضع من الفتوحات المکیة للشیخ الاکبر والکبریت الاحمر للشیخ ابن عربی وکذا فی مولفات تلمیذہ الشیخ الکبیر صدرالدین القونوی قدس الله سرهما وقد جمعها الشیخ عبدالوهاب الشعرانیؒ فی کتاب المیزان۔

العلوم میں اور شیخ عزالدین عبدالسلام مقدسی کی کتاب قواعد کبریٰ میں پائی جاتی ہے۔ علم اسرار حدیث کے کچھ فوائد شیخ اکبرؒ کی فتوحات مکیہ اور کبریت احمر میں نیز شیخ اکبرؒ کے شاگرد شیخ کبیر صدرالدین قونوی قدس اللہ سرہما کی تالیفات میں چند مواضع میں پائے جاتے ہیں۔ جن کو شیخ عبدالوہاب شعرانیؒ نے کتاب المیزان میں جمع کر دیا ہے۔

شاہ رفیع الدین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

ابن حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ

حضرت شاہ رفیع الدین صاحبؒ جناب شاہ ولی اللہ صاحبؒ دہلویؒ کے سعادت مند فرزند ہیں۔ عمر میں مولانا شاہ عبدالعزیز صاحبؒ محدث دہلویؒ سے چھوٹے اور حضرت شاہ عبدالقادر صاحبؒ سے بڑے ہیں آپ ۱۷۴۹ء میں بمقام دہلی پیدا ہوئے۔ آپ نے تمام علوم بالخصوص علم حدیث و تفسیر کی سند اپنے والد بزرگوار حضرت عارف باللہ جناب مولانا شاہ ولی اللہ صاحب سے حاصل کی آپ نے اپنے بڑے بھائی حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ سے بھی تعلیم حاصل کی اور شیخ وقت مولانا شاہ محمد عاشق پھلتی سے بیعت ہوئے۔

آپ علوم دینیہ اور فنون عقلیہ میں مجتہدانہ کمال رکھتے تھے اور ادب و شاعری میں مرجع ارباب استعداد تھے۔ چونکہ آخری عمر میں جناب شاہ عبدالعزیز صاحب بوجہ کبر سنی اور ضعف مزاجی کے نہایت کمزور ہو گئے تھے اور کثرت امراض کی وجہ سے تعلیم و تدریس سے معذور تھے لہٰذا اس وقت تدریس کا سلسلہ آپ ہی کی مقدس ذات کے ساتھ وابستہ تھا۔

آپ کو ہر فن کے ساتھ ایک خاص قسم کی مناسبت تھی اور خدا تعالیٰ نے

وہ حافظہ اور ذہن عطا کیا تھا کہ وقت واحد میں متعدد علوم اور مختلف فنوں کا درس دیا کرتے تھے۔

غرضیکہ آپ کا علم و فضل اور تبحر ہر طرح قابل تعریف ہے۔ اور متانت و سنجیدگی، راست بازی، انصاف شعاری، بے طمعی، عاجزی اور انکساری اور حلم و بردباری بھی زیادہ لائق توصیف ہے۔

باوجود ان کمالات ظاہرہ کے آپ کے فیض باطن کے افاضہ کا یہ حال تھا کہ اگر جنید بغدادیؒ اور حسن بصریؒ بھی آپ کے مبارک زمانہ میں ہوتے تو آپ کے پاک اور پرجوش ولولے کو دیکھ کر عش عش کر جاتے بھران تمام باتوں کے علاوہ سخاوکرم آپ کی ذات اقدس میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ رحم بھی حد سے زیادہ بڑھا ہوا تھا، تواضع بھی انتہا کو پہونچی ہوئی تھی۔ غرضیکہ جو باتیں ایک معزز اور باکرامت ولی میں ہونی چاہئیں وہ سب آپ میں جمع تھیں۔ خلاصہ یہ کہ آپ بظاہر بشریت کے جامہ سے آراستہ تھے لیکن حقیقت میں فرشتہ خصلت تھے۔

آپ نے اپنے تمام اوقات کا دنیاوی کاروبار، عبادات اور طلبہ کے درس و تدریس میں تقسیم کر رکھے تھے طلبہ کی تدریس نے اگرچہ آپ کی تصنیف و تالیف کے لئے بہت ہی کم وقت باقی چھوڑا تھا۔ مگر پھر بھی آپنے اکثر مفید کتابیں تصنیف کیں جو اس وقت تک مولانا موصوف کی بے نظیر یادگار ہیں۔ قرآن مجید کا اردو لفظی ترجمہ آپ ہی نے کیا ہے۔ جو اپنی مثال آپ ہے۔ اور جس سے عامہ خلائق مستفیض ہو رہی ہے

آپ کی تصانیف درج ذیل ہیں۔

(۱) اردو ترجمہ لفظی قرآن مجید (۲) رسالہ اربعین کافات۔

(۳) دمغ الباطل فی بعض غوامض المسائل (جو علم حقائق میں نہایت اہم تالیف ہے) (۴) اسرار المحبہ (۵) تکمیل الصناعۃ (یا تکمیل الاذہان۔ علم معقول میں نہایت عالی قدر لائق درس تصنیف ہے (۶) رسالہ فی نفقدۃ العلم (۷) رسالہ فی التاریخ (۸) رسالہ اثبات شق القمر (۹) ابطال البراہین الحکمیہ علی اصول الحکماء (۱۰) آثار قیامت (۱۱) رسالہ عقد انامل (۱۲) رسالہ امور عامہ (۱۳) حاشیہ میر زاہد رسالہ (۱۴) رسالہ تحقیق الوان وغیرہ۔

تلامذہ آپ کا درس بھی مشہور رہا مگر تلامذہ کی کوئی جامع فہرست حاصل نہ ہو سکی سوائے چند اصحاب کے۔

(۱) شاہ احمد سعید بن شاہ ابی سعید المجددیؒ (۲) شاہ محمد اسحٰق دہلویؒ (۳) شاہ محمد یعقوب صاحب دہلویؒ (۴) العلامۃ مفتی صدرالدین بن لطف اللہ کشمیری ثم الدہلوی (۵) شاہ محمد اسمٰعیل شہیدؒ (۶) شاہ ابو سعید بن صفی بن عزیز (۷) مولوی مخصوص اللہ صاحبؒ وغیرہ۔

اولاد آپ کے چار صاحبزادے تھے۔ (۱) مولوی محمد موسیٰ صاحبؒ (۲) مولوی مخصوص اللہ صاحبؒ (۳) مولوی محمد عیسیٰ صاحبؒ (۴) مولوی حسن جان صاحبؒ ان کے علاوہ ایک صاحبزادی بھی تھیں۔

وفات آپ کی وفات ۱۲۴۹ھ مطابق ۸ اگست ۱۸۳۳ء میں ہوئی۔ بعض مورخین نے تاریخ وفات ۵ شوال ۱۲۳۳ھ مطابق ۸ اگست ۱۸۱۸ء لکھی ہے۔

شاہ عبدالعزیز صاحب کے ملفوظات میں آپ کی وفات کا حال موجود ہے چنانچہ بیان کیا گیا ہے کہ:۔

"جب فخر فضلائے زماں مولانا شاہ رفیع الدین صاحب کو مرض وفات لاحق ہوا تو حضرت والا (شاہ عبدالعزیز صاحبؒ) ایک دن دو بار عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ اثنائے راہ میں ایک مرید نے عرض کیا کہ مولوی رفیع الدین صاحب کی زندگی سے تمام خاندان بلکہ دہلی بلکہ ہندوستان کی زندگی وابستہ ہے خدا ان کو سلامت رکھے، یہ سن کر فرمایا کہ وہ جاہل بھی ہوتے تو مجھے ان کا ایسا ہی درد ہوتا مگر جب کہ وہ ایک عالم کے لئے فیض رساں ہیں تمام عالم کو ان کا درد ہے۔ پھر فرمایا کہ ہماری زندگی تو برائے نام ہی ہے اس وقت جو کچھ فیض ہے ان ہی کا ہے۔ پھر فرمایا کہ اللہ جل شانہٗ کے نزدیک تمام بندے چھوٹے ہوں یا بڑے یکساں ہیں وہ حیات و رزق کے معاملہ میں غنی مطلق ہیں ان کو کیا پرواہ ان کے سامنے کسی کی لیاقت اور قابلیت نہیں چلتی (کوئی لائق و فاضل ہو کر) شاہ رفیع الدین کی رحلت کے وقت بہت سے لوگ جمع تھے۔ حضرت والا نے حفاظ سے فرمایا کہ وہ تلاوت قرآن مجید میں مشغول رہیں۔ نیز سورۂ یٰسین پڑھتے رہیں۔ علماء بخاری شریف کا ختم کر رہے تھے۔ خود مراقبے میں دوزانو بیٹھے تھے (کچھ وقفے کے بعد) استفسار حال کر لیتے تھے۔

جب کانوں میں یہ خبر پہنچی کہ مولوی رفیع الدین نے اپنی جان، جان آفریں کے سپرد کر دی تو غمناک ہوئے اور دوسروں کو تسلی دینے کے لئے باہر تشریف لائے۔ قبر کے لئے جگہ تجویز ہوئی (بعد غسل) جنازہ باہر لایا گیا۔ چہرۂ حضرت اقدس پر لگاتار آنسو بہہ رہے تھے۔ جنازے کو خود بھی اپنے ہاتھ سے پکڑا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت والا جنازے کے آگے چلیں۔ ارشاد فرمایا کہ میں بھی چاہتا تھا۔ مگر جنازہ اٹھانے والوں کے ہجوم نے

سبقت کی لوگ آگے بڑھ چکے ہیں میں پیچھے رہ گیا ہوں جو کچھ منظور الٰہی ہوتا ہے وہی ہوتا ہے۔ میرے تمام حالات اضطراری ہیں کوچوں میں پھراتے ہیں۔ پھرتا ہوں، مرضئ مولیٰ از ہمہ اولیٰ۔۔۔ اس کے بعد نماز جنازہ ادا کر کے لوگوں کو اذن عام دیا کہ جو جانا چاہے چلا جائے، پھر مقبرہ میں گئے۔ لحد تیار کی جارہی تھی۔ شاہ صاحبؒ جنازے کے قریب اپنے والد ماجد حضرت شاہ ولی اللہؒ کی قبر کے سامنے مراقبے میں بیٹھ گئے، دفن کے بعد لوگوں کو ہٹا کر قبر پر مٹی ڈالی۔ جب قبر درست ہوگئی تو بغیر چالیس قدم چلے دعا کر کے اور السلام علیک کہہ کر رخصت ہوئے بے حد غمگین تھے۔ پہلے زنانے مکان میں تشریف لے گئے پھر مدرسہ میں آئے۔ لوگوں کو رخصت کیا اور تسکین دی۔ یہ بھی فرمایا کہ میرے مرحوم سے چار رشتے تھے۔ ایک تو برادر حقیقی تھے، دوسرے والد ماجد نے ایک موقع پر یہ فرما کر میرے سپرد کیا تھا کہ یہ تمہارا فرزند ہے۔ تیسرے میری دایہ کا دودھ انھوں نے پیا تھا۔ چوتھے میرے شاگرد تھے۔

حاضرین میں سے کسی نے عرض کیا کہ مرحوم، حضرت والا کے مظہر علم تھے، فرمایا کیا کہوں طاقت گفتار نہیں ہے بس اب سوائے وقت درس کے مجھ سے کچھ سوال نہ کرو۔ یہ کہہ کر گریہ طاری ہو گیا۔ جب پس جنازہ گریہ کناں جا رہے تھے تو اس وقت بھی لوگوں سے مولانا رفیع الدینؒ کے حالات بیان کرنے سے منع فرما رہے تھے اور فرماتے تھے کہ بس اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھو۔

شاہ رفیع الدین نے عربی زبان میں بہت سے پُرمعنی اور دلچسپ مضامین نظم و نثر کے پیرائے میں عجیب شان و شوکت کے ساتھ لکھے ہیں۔ یہاں صرف

ایک قصیدہ اور ایک خمسہ منتخب کر کے نمونتہً ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے جن سے آپ کی عربیت اور ادب کی شان اور علم وفضل کا پایہ بہت کچھ ثابت ہوتا ہے۔

شیخ بو علی سینا جو چوتھی صدی میں ایک مشہور فاضل؛ در فن طبابت کا موجد گزرا ہے۔ اس نے ایک نہایت پرزور قصیدہ اس بارے میں لکھا تھا کہ نفس کیا چیز ہے اور اس کی حقیقت کیا ہے۔ فاضل اجل جناب مولانا شاہ ولی اللہ صاحب نے اس کا ایک سنجیدہ اور متین جواب نظم کے پیرائے میں دیا تھا۔ جسے مولانا شاہ رفیع الدین صاحب نے مخمس کیا ہے۔ چنانچہ اس مخمس کو بعینہ درج کیا جاتا ہے اور وہ یہ ہے

سال الحکیم عن النفوس الرضع   وقعت قطارت لم تفق بالمطمع

فَاَجَبْتُ اکشف سرھا عن منبع   ھبط الوجود من المحل الارمع

مستند رجًا یتجنس و تتنوّع

قد جل فی اطلاق غیب ھویۃ   عن وصمہ التقیید فی انیۃ

حتّٰی اکتسی من نسبہ علمیہ   لزمت حقائق اولا لحقیقۃ

قصوی لحال الزوج عند الاربع

فھناك کل کان اسمًا سامیاً   عن کسوۃ التخلیط خلواً عاریاً

لصنوف اٰثار التمثیل حاویاً   ثم اکتسبت تلك الحقائق ثانیاً

بحقائق الاعراض کالمتقنع

فی اللوح قد ظلت تظل بجملۃ   مما استکن بروزھا فی وحدۃ

من کل معنی تقتضیہ وصورۃ   ثم استقرت کلھا بھویہ

فیھا تشخصت الشیون بجمع

او قت بها الناسوت حسًا حاضرًا — وتجر الآثار فعلاً حاضرًا

ما قد حوته وافرًا او قاصرًا — متكثرا تتلو [illegible] ظاهرًا

متوحدًا عند اللبيب الاورع

فيدور امرُ واحد فی دورهٖ — بشهادة او برزخ او غيبة

وقيام عين او تلاحق هيئة — والنفس عقد جامع لمشتة

والنفس باطن جنة المتجمع

وكمالها الشخصی يوفی بتة — دينا وقبرًا محشرا اوجنة

وترى له نوعا وصنفا وسعة — الظهار ابت الاقامة برهة

ثم استقرت بالديار البلقع

اوقاتها امر ترصص آسّه — اترى الحكيم اليرسوع بوسه

كلا فان الوهم تكس راسه — الظن ان الشیٔ يكره نفسه

هيهات ذاك من المحال الاشنع

حضرت شاہ رفیع الدین صاحب کا قصیدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کے بیان میں

يا احمد المختار يا زين الورى — يا خاتم الرسل ما اعلاكا

يا كاشف الذراء من مستنجد — يا منجی فی الحشر ما والاكا

هل كان غيرك فی الانام من استوى — فوق البراق وجاوز الافلاكا

واستمسك الروح الامين ركابه — فی سيره واستخدم الاملاكا

عرضت لك الدنيا ودا عرملته — نسجت بنعتك طامعين رواكا

فرددتهم فی خيبه عن قصدهم — الله صانك عنهم ووقاكا

فرددتهم فی خيبه عن قصدهم — الله صانك عنهم ووقاكا

واخترت من لبن وخمر فطرة	الاسلام بالهدى اليه هداكا
فعدت له الرسل العظام ترقيا	فعلوت متبوطا لهم مسراكا
وامتهم فى القدس بعد تجاوز	منهم بامر ... اودلاكا
وبكى الكليم بما راك علوية	وثنا فسوف يجئ فيهم ذاكا
وتزينت حور الجنان بشاشة	بك سيدى سوقا الى لقياكا
خلفت روح القدس عند السدرة	القصوى يخاف من الجلال ملاكا
اذ ماك ربك فى منازل قربة	جلى لك الاكوان ثم حياكا
واتم نعمة عليك فلم تسل	ان تو ثر الانفاق والا ماكا
القى اليك كنوز اسرار سمت	عن حيطة الافهام اذناجاكا
وسالت فينا العتو منه شفاعة	فاجاب ربك قد وهبت مناكا
حتى اذا تم الدنو نسترت	منك الهوية فى سنا مولاكا
فرايته جهرا بعيني نوره	ما كان الا الله فى مجلاكا
فكساك نورا من اشعة ذاته	افناك عنك اذا به ابقاكا
فلك المناصب والسيادة الورى	وخلافة الرحمٰن يا بشراكا
جعلت لك الاقدار والانوار	الجنات والنيران فى مراكا
اعطاك تحقيقا وتيسيرا الى	دين قويم محكم القراكا
وسواه من نعم جام مالها	عد وحد ينتهى اولاكا
فرجعت مسرورا بها فى المحبة	وجميع خلق الله قد هناكا
اجريت دين الله بعد لغنو به	ومحوت راس الجهل والاشراكا
فلقد اتيتك سيدى مستنجد يا	من سبيك المدرحسن والاكا
ياليتني قد فزت منك بنظرة	فى بدر وجه نور الافلاكا

شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ

ابن حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ

آپ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے فرزند رشید اور مولانا شاہ رفیع الدین صاحبؒ کے چھوٹے بھائی ہیں۔ آپ کی ولادت ۱۱۵۲ء میں ہوئی آپ ہندوستان کی مایہ ناز مشہور و معروف شخصیت اور جلیل القدر محدث و مفسر تھے۔ علوم کی تحصیل و تکمیل حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ سے کی اور حضرت شیخ عبدالعدل دہلویؒ سے طریق سلوک میں رہنمائی حاصل کی۔ علم و عمل، زہد و تقویٰ اور اخلاق عالیہ کے پیکر مجسم تھے۔

آپ کی خداداد قابلیت کے آگے علمائے وقت کے علوم بالکل بے رونق اور کم رواج تھے۔ یہی وجہ تھی کہ علمائے زمانہ اور سلاطین وقت کی گردنیں ہمیشہ آپ کے سامنے جھکی رہتی تھیں۔ مذہبی تقدس کے علاوہ دنیاوی اعزاز بھی آپ کو بہت کچھ حاصل تھا قلعے کے تمام شہزادے اور امراء ہمیشہ آپ کے سامنے گردنیں جھکائے کھڑے رہتے تھے اور آپ کے ارشاد کی تعمیل کو بہت بڑا ذریعہ فخر سمجھتے تھے۔ غرضیکہ مذہبی تقدس اور دنیاوی اعزاز میں کوئی مرتبہ ایسا نہ تھا جو فیاض ازل کی طرف سے آپ کو نہ ملا ہو۔

شاہ صاحب کا مکاشفہ اور تفرس ایسا صحیح اور درست تھا کہ اس زمانہ میں کسی اہلِ کمال کو میسر نہیں ہوا۔ اکثر معتبر اور ثقات حضرات سے سنا گیا ہے کہ آپ نے جس امر کی بابت ذہن دوڑایا یا اس کے بارے میں ارشاد فرمایا خدا کی شان کہ بے کم و کاست ویسا ہی ظہور میں آیا۔

آپ کے زہد اتقا کی متواضعانہ اخلاق اور فیاضانہ ہمت کی بے نظیر شہرت ہندوستان کی حدود سے نکل کر نجد و یمن تک پھیل گئی تھی اور کرامات و روحانی جذبات کا چرچا ہر ادنیٰ و اعلیٰ کی زبان پر نہایت وقعت کے ساتھ جاری تھا۔ اگرچہ آپ عام اخلاق اور فطری عجز و انکساری کی وجہ سے ہر ایک شخص سے خواہ وہ کسی مرتبہ کا آدمی ہوتا نہایت خندہ پیشانی اور خوش آئندہ مسکراہٹ کے ساتھ پیش آتے تھے مگر آپ کا زبردست اور پرسطوت رعب ہر ایک کے منہ پر خاموشی کی مہر لگا دیتا جس کی وجہ سے اجازت دینے کے بعد بھی بجز ایک دو باتیں عرض کرنے کے زیادہ گفتگو کی مجال نہ ہوتی۔

فارغ التحصیل ہونے کے بعد آپ نے اپنی عمر کا پورا زمانہ اکبری مسجد دہلی میں گذار دیا۔ آپنے اسی مسجد میں درس و افادہ کا سلسلہ قائم کر رکھا تھا۔

شاہ عبدالقادر صاحبؒ نے خواب میں دیکھا تھا کہ قرآن مجید ان پر نازل ہوا حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ سے بیان کیا تو فرمایا۔

"اگرچہ وحی حضور سرورِ کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیمات کے بعد منقطع ہو چکی مگر رؤیا، حق ہے اور اس کی تعبیر یہ ہے کہ حق تعالیٰ تمہیں ایسی خدمت قرآن مجید کی توفیق بخشیں گے جس کی پہلے نظیر

نہ ہوگی۔ چنانچہ تعبیر مذکور صحیح ہوئی اور ترجمہ وتفسیر موضح القرآن کی صورت میں اس کا ظہور ہوا۔

قرآن مجید کا سلیس اور ٹھیٹھ اردو ترجمہ جس خوش اسلوبی اور انوکھے پیرائے میں آپ نے کیا ہے اظہر من الشمس ہے۔ دیکھنے میں نہایت سہل اور مختصر۔ لیکن حقیقت میں دقیق اور باریک مطالب سے لبریز۔ تلفظ میں نہایت آسان مگر عمیق مضامین سے پُر چھوٹے چھوٹے مگر فصاحت وبلاغت میں ڈوبے ہوئے جملوں سے وہ حیرت انگیز مضامین کا سمندر اُبل رہا ہے جو انسانی طاقت سے بالکل باہر نظر آتا ہے۔ قرآن مجید کے ادق اور غامض مسئلوں کو ایسے سہل اور آسان طریقے سے بیان کرنا جس سے عالم وجاہل دونوں یکساں متمتع ہوسکیں غیبی تائید نہیں تو اور کیا ہے۔

ایک فاضل نے اس ترجمہ کے بارے میں فرمایا کہ۔

"اگر اردو زبان میں قرآن مجید نازل ہوتا تو انہی محاورات کے لباس سے آراستہ ہوتا جن کی رعایت جناب مولانا شاہ عبدالقادر صاحبؒ نے اس ترجمہ میں پیش نظر رکھی ہے۔"

یہ ترجمہ اٹھارہ سال میں تکمیل کو پہنچا۔ آپ کا یہ ترجمہ بامحاورہ ہے یہ بھی عجیب سی بات ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ محدث دہلوی کے حضرت شاہ عبیداللہؒ کی صاحبزادی کے بطن سے چار صاحبزادے تھے۔ سب سے بڑے حضرت شاہ عبدالعزیزؒ پھر حضرت شاہ رفیع الدینؒ پھر شاہ عبدالقادرؒ اور سب سے چھوٹے شاہ عبدالغنیؒ والد ماجد شاہ اسمٰعیل شہیدؒ لیکن وفات میں صورت بالکل برعکس ہوئی کہ سب سے پہلے حضرت شاہ

عبدالغنی کی وفات ہوئی پھر حضرت شاہ عبدالقادرؒ کی پھر حضرت شاہ رفیع الدینؒ کی اور سب کے بعد حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کی

یہ سب بھائی تبحر علم وفضل اور افادہ اور افاضہ کی جہت سے نامور فضلائے عصر ہوئے بجز حضرت شاہ عبدالغنیؒ کے کہ ان کی وفات عنفوان شباب ہی میں ہوگئی تھی جس کا تدارک حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کی خدمات جلیلہ سے مقدر تھا۔

شاہ عبدالقادر صاحب نے ۲۲ جون ۱۸۱۳ء میں اڑسٹھ[68] سال کی عمر میں دہلی میں وفات پائی اور اپنے آبائی قبرستان مہندیوں میں دفن ہوئے۔

اولاد میں صرف ایک لڑکی پیدا ہوئی کہ اپنے بھتیجے مولوی مصطفٰی سے بیاہ دی تھی ان سے ایک لڑکی پیدا ہوئی جو مولوی اسمٰعیل شہیدؒ کی زوجیت میں دی گئی اس سے مولوی محمد عمر پیدا ہوئے جو مجذوب تھے۔

آپ کے تلامذہ میں مندرجہ ذیل مشاہیر شامل ہیں۔

(۱) شیخ عبدالحی بن ہبتہ اللہ بڑھانوی۔
(۲) شاہ محمد اسمٰعیل شہیدؒ۔
(۳) شیخ فضل حق بن فضل امام خیرآبادی۔
(۴) مرزا حسن علی شافعی لکھنوی۔
(۵) حضرت شاہ محمد اسحٰقؒ دہلوی۔
(۶) شاہ احمد سعیدؒ بن شاہ ابی سعید دہلویؒ

حکایات

شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ

۱۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ نے فرمایا کہ شاہ عبدالقادر صاحب مسجد میں بیٹھ کر حدیث کا درس دیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حسب معمول حدیث کا درس ہو رہا تھا کہ ایک طالب علم وقت سے دیر کر کے سبق میں آئے۔ حضرت شاہ صاحب پر منکشف ہو گیا کہ جنبی ہے غسل نہیں کیا وہ طالب علم معقولی تھے۔ معقولی ایسے ہی بے پرواہ ہوتے ہیں، شاہ صاحب نے مسجد سے باہر روک دیا اور فرمایا کہ آج تو طبیعت سست ہے جمنا پر چل کر نہائیں گے۔ سب لنگیاں لے کر چلو۔ سب لنگیاں لے کر چلے اور سب نے غسل کیا۔ اور وہاں سے آ کر فرمایا ناغہ مت کرو کچھ پڑھ لو۔ وہ طالب علم ندامت سے پانی پانی ہو گیا۔ اہل اللہ کی یہ شان ہوتی ہے کیسے لطیف انداز سے اس کو امر بالمعروف کیا۔

(امثال عبرت حصہ دوم صفحہ ۱۰۶)

۲۔ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ نے فرمایا کہ مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ بڑے صاحب کشف تھے اور تقویٰ میں مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہ سے بڑھ کر تھے مولوی فضل حق صاحب معقولی حدیث میں آپ کے شاگرد تھے۔ ان سے

ایک سید شیعی نے یہ کہا کہ سنا ہے کہ تمہارے استاد بڑے صاحب کشف ہیں، میں تو جب جانوں کہ وہ تعظیم کے لئے باعتبار میری سیادت کے کھڑے ہو جائیں اور ان کو میرا سید ہونا معلوم ہو جائے، حضرت شاہ عبدالقادر صاحبؒ کسی کی تعظیم نہیں فرماتے تھے، مزاج میں سادگی بہت تھی اور ان کی یہ بھی ایک کرامت تھی کہ اہلِ حق کے سلام کے جواب میں داہنا ہاتھ اور اہلِ باطل کے سلام کے جواب میں بایاں ہاتھ خود بخود اٹھ جاتا تھا، پس وہ شخص مولوی فضل حق کے ساتھ آیا تو سلام کا جواب تو حسبِ عادت شاہ صاحب سے ملا یعنی مولوی صاحب کے سلام پر داہنا ہاتھ اور اسی شیعی کے سلام پر بایاں ہاتھ اٹھ گیا مگر شاہ صاحب تعظیم کے لئے نہیں کھڑے ہوئے، مولوی فضل حق صاحب دل میں بہت زچ پیچ ہوئے کہ کاش اس وقت کھڑے ہو جاتے تو میری بات رہ جاتی، شاہ صاحب دفعتاً کھڑے ہو گئے اور فرمایا میر صاحب یہ آپ کی سیادت کی تعظیم ہے اور میں نے اول جو تعظیم نہ کی تھی وجہ اس کی یہ ہے کہ باوجود سیادت کے تم میں جو عقائد باطلہ مل گئے ہیں تمہاری مثال قرآن محرف کی سی ہے جس کی تعظیم غیر واجب ہے اور شاہ صاحب کی ایک تیسری کرامت اس شیعی نے وہاں سے اٹھنے کے بعد بیان کی کہ جب میں یہاں آیا تھا تو دل میں تبرّا کہنا شروع کیا تھا اور پاس بیٹھ کر بھی دل میں وہی شغل رکھا مگر کیفیت یہ تھی کہ اس کے خیال کرنے سے معلوم ہوتا تھا کہ کوئی شخص چھریاں مار رہا ہے یا سوئیاں چبھو رہا ہے، جب وہ خیال دفع کر دیتا تھا راحت ہو جاتی تھی پھر خیال کرنے سے وہی کیفیت ہو جاتی تھی اس کرامت کو بیان کر کے اس شیعی نے مولوی صاحب سے کہا کہ تمہارے استاد بڑے ساحر (جادوگر) ہیں (قصص الاکابر صفحہ ۲۴)

۲۔ حضرت امیر شاہ خان صاحبؒ نے فرمایا کہ یہ بات میں نے صدہا آدمیوں سے سنی ہے کہ اگر عید کا چاند تیس کا ہونے والا ہوتا تو شاہ عبدالقادر صاحبؒ اول روز تراویح میں ایک سیپارہ پڑھتے۔ اور اگر انتیس کا چاند ہونے والا ہوتا تو اول روز دو سیپارے پڑھتے چونکہ اس کا تجربہ ہو چکا تھا۔ اس لئے شاہ عبدالعزیز صاحبؒ اول روز آدمی کو بھیجتے تھے کہ دیکھ کر آؤ میاں عبدالقادر نے آج کے سیپارے پڑھے ہیں اگر آدمی یہ آکر کہتا کہ آج دو پڑھے ہیں تو شاہ صاحبؒ فرماتے کہ عید کا چاند تو انتیس ہی کا ہوگا یہ بات دوسری ہے کہ ابر وغیرہ کی وجہ سے دکھائی نہ دے اور حجت شرعی نہ ہونے کی وجہ سے ہم رویت کا حکم نہ لگا سکیں اس میں مولوی محمود حسن صاحب (شیخ الہندؒ) یہ اضافہ فرماتے تھے کہ یہ بات دلی میں اس قدر مشہور ہو گئی تھی کہ اہلِ بازار اور اہلِ پیشہ کے کاروبار اس پر مبنی ہو گئے تھے۔ مثلاً اگر شاہ عبدالقادر صاحبؒ پہلے روز دو سیپارے سناتے تھے تو لوگ سمجھ لیتے تھے کہ اب کا عید کا چاند انتیس کا ہوگا اور درزی دھوبی انتیس رمضان تک کپڑوں کی تیاری کے لئے کوشش کرتے تھے اور انتیس کو حتی الامکان کام پورا کر دیتے تھے اور اگر اول روز ایک سیپارہ سناتے تو سمجھ لیتے کہ چاند تیس کا ہوگا اور تیس تاریخ تک تیاری کا اہتمام کرتے۔

ف۔ قولہ۔ حجت شرعی نہ ہونے کی وجہ سے ہم رویت کا حکم نہ لگا سکیں گے۔ **اقول**۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی کشف کا واقعیت سے کبھی متخلف نہ ہونا بھی کاملین کے نزدیک شرع کے مقابلہ میں حجت نہیں۔

(ارواح ثلاثہ ص۴۰)

۴۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ نے فرمایا کہ شاہ عبدالقادر صاحبؒ نے مَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ کے متعلق ایسی تقریر فرمائی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اس میں نفی سماع اجسام کی گئی ہے۔ سماع روح کی نفی نہیں ہے۔ کیونکہ قبر میں تو جسم ہی ہے نہ کہ روح پس اس آیت سے سماع موتی متنازع فیہ میں عدم سماع پر احتجاج نہیں ہو سکتا پھر حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے خود فرمایا کہ نفی سماع سے سماع نافع مراد ہے سو وہ ظاہر ہے یعنی مردے سنتے پر عمل نہیں کر سکتے کیونکہ ان کا مقام دار العمل نہیں ہے اور قرینہ اس کا یہ ہے کہ کفار کے عدم سماع بیان کرنا مقصود ہے اور ان کے عدم سماع کو عدم عدم سماع موتی سے تشبیہ دی گئی ہے اور ظاہر ہے کہ کفار سنتے ہیں مگر عمل نہیں کرتے۔
(حسن العزیز جلد دوم ص ۱۸۳ ملفوظ ۵۸۰)

۵۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے فرمایا کہ حضرت شاہ عبدالقادر صاحبؒ کو ایک غریب آدمی نے ایک دھیلا بطور ہدیہ پیش کیا۔ حضرت شاہ صاحب نے یہ عذر کیا کہ تم غریب آدمی ہو تم سے کیا لیں گے۔ وہ بیچارہ خاموش ہو گیا مگر حق تعالیٰ کو یہ بات ناپسند ہوئی حضرت شاہ صاحب کے فتوحات بند ہو گئے۔ فکر ہوئی، غور کیا، دعا کی قلب پر وارد ہوا کہ اس دھیلے کو لوٹانے سے ایسا ہوا، اس شخص سے وہ دھیلا مانگوا چنانچہ مانگا، جب فتوحات کا دروازہ کھلا۔

ف۔ بعض لوگ فخر کرتے ہیں کہ معاصی پر بھی ہماری نسبت باطنی باقی رہتی ہے وہ آنکھیں کھولیں کہ کیسی بات پر عتاب ہو گیا جس میں معصیت کا شبہ بھی نہیں ہو سکتا لیکن واقعہ میں عتاب کی بات ضرور

ہوگی۔ (افاضات الیومیہ حصہ دوم صفحہ ۳ ملفوظ ۲۷)

۶۔ حضرت امیر شاہ خان صاحبؒ نے فرمایا کہ مولوی فضل حق صاحب اور مفتی صدرالدین صاحب جس روز خود کتاب لے کر جاتے اس روز شاہ عبدالقادر صاحبؒ سبق پڑھاتے اور جس روز کتاب خدمت گار کے ہاتھ لوا کر لاتے اس روز سبق نہ پڑھاتے۔

ف۔ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ نے فرمایا کہ دو کمال پر دلالت ہوئی، ایک کمال کشف کیونکہ خدمت گار کو استاد کے سامنے تک تھوڑا ہی آنے دیتے تھے، دوسرا کمال تربیت کہ ذمیمہ کبر کا کیسا لطیف علاج فرماتے تھے جو قول سے انفع ہے۔

(ارواح ثلاثہ ص ۴۹)

۷۔ حضرت امیر شاہ خان صاحبؒ نے فرمایا کہ مولوی فیض الحسن صاحبؒ فرماتے تھے کہ میرے استاد مولوی فضل حق صاحب خیر آبادی بیان فرماتے تھے کہ میں حضرت مجدد صاحب کے سلسلہ کا زیادہ معتقد نہ تھا لیکن جب سے میں نے سُنا شاہ عبدالقادر صاحبؒ کو اور فلاں بزرگ کو دیکھا ہے اس وقت سے میں اس سلسلہ کا بہت معتقد ہو گیا۔ کیونکہ اگر وہ سلسلہ فی الحقیقت ناقص ہوتا تو ایسے لوگ اس سلسلہ میں داخل نہ ہوتے مولوی فیض الحسن یہ بھی فرماتے تھے کہ شاہ عبدالقادر صاحبؒ سے کرامات کا اس زور شور سے صدور ہوتا تھا جیسے خزاں کے زمانہ میں پت جھڑ ہو، یا بارش کے وقت بوندیں گرتی ہوں۔

ف۔ قولہ۔ داخل نہ ہوتے (حضرت مولانا اشرف علی صاحبؒ تھانوی نے فرمایا) اقول۔ مطلب یہ ہے کہ اس داخل ہونے کا استمرار

نہ ہوتا یعنی اگر غلطی سے داخل ہو جاتے تو داخل نہ رہتے۔

(ارواح ثلاثہ صفحہ ۵۰)

۸۔ حضرت امیر شاہ خان صاحبؒ نے فرمایا کہ یہ بات میں نے صدہا سے سنی ہے مگر خاص یہ بات میں نے مولانا نانوتویؒ سے سنی ہے وہ فرماتے تھے اس خاندان میں دو عجبی ہیں ایک شاہ عبدالقادر صاحبؒ اور دوسرے مولانا اسحٰق صاحبؒ، مولوی فضل حق اور مفتی صدرالدین صاحبؒ یہ فرمایا کرتے تھے کہ اس خاندان کے لوگ علوم دینیہ جیسے حدیث تفسیر فقہ وغیرہ خوب جانتے ہیں مگر معقولات نہیں جانتے۔ چنانچہ ایک روز جس وقت پڑھنے جا رہے تھے ابھی وہ شاہ صاحبؒ تک پہنچے بھی نہ تھے کہ شاہ صاحب نے اپنے خدام کو حکم دیا کہ ایک بوریا مسجد سے باہر ڈال دو۔ اور ایک مسجد کے اندر اور جب فضل حق اور صدرالدین آئیں تو وہیں بٹھلا دو۔ بوریئے حسب الحکم بچھا دیئے گئے اور جب وہ دونوں آگئے تو ان کو وہیں بٹھلا دیا گیا۔ جب ان کے آنے کی شاہ صاحب کو اطلاع ہوئی تو شاہ صاحب تشریف لائے اور آکر اپنے بوریئے پر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ میاں فضل حق اور میاں صدرالدین آج سبق پڑھانے کو تو جی نہیں چاہتا یوں جی چاہتا ہے کہ کچھ معقولیوں کی خرافات میں گفتگو ہو انھوں نے فرمایا کہ حضرت جیسے حضرت کی خوشی ہو۔ اس پر شاہ صاحبؒ نے فرمایا۔ کہ اچھا یہ بتاؤ کہ متکلمین کا کونسا مسئلہ ایسا ہے جو فلاسفہ کے مقابلہ میں بہت ہی کمزور ہو۔ انھوں نے عرض کیا کہ حضرت متکلمین کے تو اکثر مسائل کمزور ہی ہیں مگر فلاں مسئلہ تو بہت ہی کمزور ہے اس پر شاہ صاحب نے فرمایا کہ اچھا تم فلاسفہ کا مسئلہ لو اور ہم متکلمین کا اور گفتگو کریں انھوں نے عرض کیا کہ

بہت اچھا اس پر گفتگو ہوئی اور شاہ صاحبؒ نے دونوں کو عاجز کر دیا۔ اس کے بعد فرمایا کہ اچھا اب بتاؤ کہ فلاسفہ کا کونسا مسئلہ کمزور ہے اپر انھوں نے عرض کیا کہ فلاں مسئلہ بہت کمزور ہے اس پر شاہ صاحب نے فرمایا کہ اچھا اب تم متکلمین کا پہلو لو اور ہم فلاسفہ کا چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور شاہ صاحبؒ نے اب بھی ان کو چلنے نہیں دیا۔ بس ہر طرح ان کو مغلوب کر دیا تو شاہ صاحب نے فرمایا کہ میاں فضل حق اور میاں صدر الدین تم یہ نہ سمجھو کہ ہم کو معقول نہیں آتی بلکہ ہم نے انہیں ناقص اور واہیات سمجھ کر چھوڑ دیا ہے مگر انھوں نے ہمیں اب تک نہیں چھوڑا وہ اب تک ہماری قدم بوسی کئے جاتے ہیں۔

ف۔ قولہ۔ ایک بوریا مسجد سے باہر۔ اقول۔ کتنا دقیق تقوی ہے کہ دونوں بوریئے معقولات ہی کی گفتگو کے لئے بچھائے گئے تھے مگر مدعیان معقول کی نیت تقویت معقول کی تھی ان کا فعل طاعت نہ تھا اس کے لئے مسجد میں بیٹھنا جائز نہیں رکھا گیا اور حضرت شاہ صاحبؒ کی نیت تزییف معقول کی تھی یہ فعل طاعت تھا اس کے لئے مسجد میں بیٹھنا جائز رکھا گیا۔

(ف کے تحت درج شدہ عبارت حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہٗ کی ہے۔ (ارواح ثلاثہ ص ۵۱)

(۹) حضرت امیر شاہ خان صاحبؒ نے فرمایا کہ شاہ عبدالقادر صاحبؒ نے اپنی حیات میں اپنی کل جائداد حصص شرعیہ کے موافق اپنی صاحبزادی اور اپنے بھائیوں کے نام کر دی تھی اور چونکہ مولوی اسمٰعیل صاحبؒ سے آپ کو بہت محبت تھی اور آپ نے ان کو متبنیٰ بھی بنالیا تھا

اس لئے آپ نے بیٹی اور بھائیوں کی اجازت سے کچھ حصہ ان کے نام بھی کر دیا تھا اور خود بالکل متوکل ہو کر بیٹھ گئے تھے اور یہ بھی عادت تھی کہ کسی کا ہدیہ نہ لیتے تھے۔ شاہ عبدالعزیزؒ سے ان کو محبت تھی اس لئے شاہ صاحبؒ دونوں وقت نہایت اہتمام کے ساتھ ان کے لئے کھانا بھجوایا کرتے تھے اور جب کپڑوں کی ضرورت ہوتی تو کپڑے بھی شاہ صاحبؒ ہی بنا دیا کرتے تھے۔

اتفاق سے ایک روز ایک بھنگ فروش عورت آئی اور اس نے آکر نہایت سماجت سے عرض کیا کہ حضرت میں مجبور ہو گئی ہوں اور میری دوکان نہیں چلتی۔ آپ نے اس کو ایک تعویذ لکھ دیا اور فرمایا کہ اس کو بھنگ گھوٹنے کے لوٹے پر باندھ دینا اور فرمایا جب تیری دوکان چل جائے تو مجھے یہ تعویذ واپس دے جانا۔ چونکہ آپ کی خدمت میں بڑے بڑے لوگ جیسے شاہ اسحٰق صاحبؒ مولوی عبدالحی صاحبؒ وغیرہم بیٹھے تھے اس لئے ان کو شاہ صاحب کے اس فعل سے بہت خلجان ہوا کہ شاہ صاحب اور بھنگ کی بکری کا تعویذ مگر اس کو دل ہی میں رکھا اور ظاہر نہیں کیا۔ چند روز کے بعد وہ عورت دو بہنگیاں مٹھائی کی لائی۔ آپ نے خلاف معمول (کہ ہدیہ نہ لیتے تھے) بہنگیاں قبول فرمالیں۔ اب تو ان حضرات کا خلجان اور ترقی کر گیا۔ جب وہ عورت چلی گئی تو آپ نے وہ تعویذ ان لوگوں کو دیا۔ اور فرمایا کہ اسے پڑھ لو اس میں کیا لکھا ہے۔ انھوں نے پڑھا تو اس میں لکھا تھا کہ دہلی کے بھنگ پینے والو تمہارا بھنگ پینا مقدر ہو چکا ہے تم اور جگہ نہ پیا کرو اسی کی دوکان پر پی لیا کرو۔ اور اسی روز آپ نے حکم دیا کہ چار لوٹے

مسجد سے باہر بچھا دیئے جائیں اور ایک مسجد کے اندر بچھا دیا جائے، خدام نے اس حکم کی تعمیل کر دی۔ تھوڑی دیر میں چار جوگی آئے اور شاہ صاحب نے ان کو چار بوریوں پر بٹھا دیا۔ اور مسجد کے اندر ڈالے ہوئے بورئے پر بیٹھ گئے اور تھوڑی دیر باتیں کر کے ان کو رخصت کر دیا۔ اور چاروں چھبڑے مٹھائیوں کے ان کے ساتھ کر دیئے اور جن لوگوں کو شبہ ہوا تھا ان کو سناتے ہوئے فرمایا۔

مال حرام بود بجائے حرام رفت

خان صاحب نے فرمایا کہ یہ قصہ میں نے مولوی عبد القیوم صاحب سے سنا ہے۔

ف، **قولہ**۔ متبنیٰ بھی بنا دیا تھا۔ **اقول**۔ اور متبنیٰ کی جو نفی آئی ہے وہ وہ ہے جس میں احکام ابنار کے جاری کئے جاویں۔ مثلاً میراث وغیرہ۔ **قولہ**۔ متوکل ہو کر بیٹھ گئے تھے۔ **اقول**۔ ترک اسباب ظنیہ اقویار کو جائز ہے اور کسی مصلحت سے اس کو ترجیح دینا بھی خلاف طریق نہیں **قولہ**۔ ہدیہ نہ لیتے تھے۔ **اقول**۔ حاجت نہ ہونے کے وقت بمصلحت اس طور سے عذر کر دینا کہ ھدی کی دل شکنی نہ ہو خلاف طریق۔ اور عدم حاجت بڑے شاہ صاحب (عبد العزیزؒ) کی کفالت کے سبب تھی اور مصلحت کا علم خود صاحب معاملہ کو ہونا کافی ہے۔ **قولہ**۔ ایک تعویذ لکھ دیا۔ **اقول**۔ اس تعویذ کی حقیقت تو آگے مذکور ہے۔ جس سے معلوم ہوگا کہ کوئی تعویذ ہی نہ تھا جس کے اثر سے بکری ہوتی ہو تو اعانت علی المعصیت کا شبہ تو متوجہ ہو ہی نہ سکتا باقی یہ شبہ کہ اس کو نہی عن المنکر کیوں نہیں کیا اس طرح مرفوع ہے

کہ توقع قبول کی نہ ہوگی رہا یہ کہ اگر نہی نہیں فرمائی تو کم از کم تقریر تو نہ فرماتے جس سے شبہ موافقت وعدم نکیر کا ہوتا ہے جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ بوجہ انکشاف قدرے مغلوب ہو گئے ہوں۔ اور مغلوب معذور ہوتا ہے اور یہی انکشاف بدرجہ غلبہ مسبب ہوا ہو قبول ہدیہ کا۔ باقی قبول کے بعد اسکے مصرف اہل حاجت ہونا یہ تو قواعد شرعیہ ہی کا مقتضا ہے باقی اس مصرف کا کافی ہونا یہ مزید رعایت ہے مال کے خبث کی۔ قولہ چار بوریئے مسجد سے باہر۔ اقول۔ یہ ضروری نہیں کہ بوریئے مسجد کے ہوں کیونکہ ان کا استعمال غیر مصالح مسجد میں ناجائز ہے خود شاہ صاحب کے ہوں گے (ارواح ثلثہ صـ۵۳)

۱۔ حضرت امیر شاہ خانؒ نے فرمایا کہ مولوی عبدالقیوم صاحبؒ نے فرمایا کہ اکبری مسجد جس میں شاہ عبدالقادر صاحبؒ رہتے تھے اس کے دونوں طرف بازار تھا اور اس مسجد میں دونوں طرف حجرے اور سہ دریاں تھیں ان میں سے ایک سہ دری میں شاہ عبدالقادر صاحبؒ رہتے تھے اور اپنے حجرے سے باہر ایک سہ دری میں ایک پتھر سے کمر لگا کر بیٹھا کرتے تھے بازار کے آنے جانے والے آپ کو سلام کیا کرتے تھے سو اگر سنی سلام کرتا تو آپ سیدھے ہاتھ سے جواب دیتے تھے اور اگر شیعی سلام کرتا تو الٹے ہاتھ سے جواب دیتے تھے یہ بیان فرما کر مولوی عبدالقیوم صاحبؒ نے فرمایا میں کیا کہدوں۔

المومن ینظر بنور اللّٰہ

ف۔ قولہ سیدھے ہاتھ سے الی قولہ الٹے ہاتھ سے اقول، اس تفاوت کی بنا کرامت ہونا تو ظاہر ہے۔ باقی کرامت میں جو دوام

نہ ہونا مقرر ہے۔ سو مراد دوام اختیاری کی نفی ہے اور ہاتھ سے سلام کے منہی عنہ ہونے کا اگر شبہ ہو تو وہ غیر ضرورت میں ہے اور یہاں ضرورت ہوگی مثلاً سلام کرنے والا دور ہوتا ہوگا کہ جواب سنانے میں تکلف ہوتا ہوگا ایسی حالت میں خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اشارہ بالید ثابت ہے اور یا نہی کا محمل اکتفا بالاشارہ ہے اور جمع میں اجازت ہو۔ (ارواح ثلثہ صد ۵۵)

۱۱۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے وعظ میں ایک شخص کو دیکھا جس کا پاجامہ ٹخنوں سے نیچے تھا۔ آپنے بعد وعظ اس سے کہا کہ ذرا ٹھہر جائیے مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے۔ خلوت میں بٹھا کر یوں فرمایا کہ بھائی میرے اندر ایک عیب ہے کہ میرا پائجامہ ٹخنوں سے نیچے ڈھلک جاتا ہے اور حدیث میں یہ یہ وعیدیں آئی ہیں اور آپ اپنا پائجامہ دکھلانے کے لئے کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ خوب غور سے دیکھنا کہ کیا واقعی میرا خیال صحیح ہے یا محض وہم ہے اس شخص نے شاہ صاحبؒ کے پاؤں پکڑ لئے اور کہا کہ حضرت آپ کے اندر تو یہ عیب کیوں ہوتا البتہ میرے اندر ہے مگر اس طریق سے آج تک مجھے کسی نے سمجھایا نہیں تھا۔ اب میں تائب ہوتا ہوں انشاء اللہ آئندہ ایسا نہ کروں گا۔

ف۔ ہمارے اکابر کا ہمیشہ سے یہی معمول رہا ہے کسی کو ذلیل نہیں سمجھتے نہایت احترام سے اس کو نصیحت کرتے ہیں تشدد نہیں کرتے اور بعض میں جو اس کا شبہ ہوتا ہے وہ حدت ہے شدت

نہیں ہے۔ حدّت کے باب میں تو حدیث میں آیا ہے۔

لیس احد اولیٰ من صاحب

القرآن من القرآن فی جوف

(کذا فی مقاصد السنۃ)

جس کی حقیقت غیرت ہے۔ لوگ حدّت اور شدّت میں فرق نہیں کرتے حدّت اور ہے شدّت اور ہے، حدّت لوازم ایمان سے ہے۔ مؤمن بہت غیرت مند ہوتا ہے مثلاً اگر کوئی کسی کی بیوی کو چھیڑے تو غصہ آتا ہے اب اگر دیکھنے والا یہ کہے کہ یہ تو بہت تیز مزاج ہے تو اس سے یہ کہا جائے گا کہ کم بخت کچھ نہ کہنا تو بے غیرتی ہے، اس لئے دین دار کو خلافِ دین پر تحمل نہیں ہوتا۔

(ارواح ثلثہ صـ۵۶)

شاہ عبدالغنی دہلوی صاحبؒ

ابن شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

یہ بزرگوار جناب مولانا شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے چوتھے فرزند ہیں جو علم وفضل اور باطنی فیض میں شہرت عام رکھتے تھے آپ نے تمام علوم خاص کر فقہ وحدیث کی تحصیل اپنے والد بزرگوار اور جناب شاہ عبدالعزیز صاحبؒ سے کی۔ اتباع شریعت میں آپ کا قدم پیشروان مسلک دین سے آگے بڑھا ہوا تھا وہ وضع ولباس میں اپنے والد بزرگوار سے اسدرجہ مشابہ تھے کہ جس نے انہیں نہ دیکھا تھا وہ آپ کو دیکھ کر شاہ صاحب مرحوم کو یاد کرتا۔ علمی کمال کے علاوہ اخلاق عام آپ میں ایسے تھے جو دوسروں میں بہت کم پائے جاتے تھے۔ توکل وقناعت میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے اور باوجود عیالداری اور تاہل کے دنیا اور اہل دنیا کی طرف بہت کم رجوع کرتے تھے آپ کے اکثر اوقات تدریس طلبہ میں مصروف اور عنان ہمت افادہ طالبین کی طرف معطوف تھی۔ آپ کے زیادہ حالات کا پتہ نہیں چلتا۔ آپ نے ۱۲۲۷ھ میں بعمر ۵۰ سال وفات پائی۔ اور ایک صاحبزادے حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کو یادگار چھوڑا جن کے علم وعمل نے چہار دانگ عالم میں شہرت پائی۔

شاہ محمد اسمٰعیل شہیدؒ

ابن شاہ عبد الغنی محدث دہلویؒ

ولادت حضرت مولانا شاہ محمد اسمٰعیل شہیدؒ ۱۲ ربیع الثانی ۱۱۹۳ھ مطابق ۲۶ اپریل ۱۷۷۹ء کو اپنی ننھیال پھلت ضلع مظفر نگر میں پیدا ہوئے آپ کے والد ماجد کا اسم مبارک شاہ عبد الغنی اور والدہ مکرمہ کا نام فاطمہ ہے جو مولوی علاؤ الدین پھلتی کی صاحبزادی تھیں۔ انہیں مولوی علاؤ الدین کے پوتے شیخ کمال الدین پھلتی سے شاہ صاحبؒ کی ہمشیرہ رقیہ منسوب ہوئی تھیں۔

تعلیم و تربیت آپ جب چھ سال کے ہوئے تو قرآن شریف حفظ کرنے کیلئے ایک معلم کے پاس بٹھا دیا گیا اور آٹھ سال کی عمر میں آپ نے قرآن شریف حفظ کر لیا۔ حفظ قرآن کے ساتھ ساتھ آپ کو ترجمہ و معانی قرآن سے آگاہ کیا گیا اور ریاضی بھی پڑھائی گئی۔ آپ کی عمر چھ سات سال کی ہوگی جب آپ کو اقلیدس کے اصول موضوعہ متعارفہ پڑھائے اور سمجھائے گئے۔ جبر و مقابلہ علم مثلث، مساحت وغیرہ وغیرہ ریاضی کی اہم معلومات آپ نے زمانۂ حفظ قرآن مجید ہی کے دوران حاصل کر لیں۔

اس کے بعد دو تین برس میں صرف و نحو کی کتب متداولہ اپنے والد بزرگوار

سے نکال لیں اور صرف ونحو میں مہارت تامہ حاصل کی۔ اس کے بعد کچھ معقول کی کتابیں بھی اپنے والد سے پڑھیں جب آپ کی عمر دس سال کی تھی تو ۱۶ رجب ۱۲۱۰ھ مطابق ۱۲ اپریل ۱۷۹۶ء کو آپ کے والد ماجد کا انتقال ہو گیا، اسی وقت سے شاہ عبدالقادرؒ نے ان کو اپنے دامن تربیت میں لے لیا اور بالکل اپنی اولاد کی طرح آپ کا خیال رکھا۔

ابتدائی تعلیم وتربیت کے بعد زیادہ تر کتابیں شاہ عبدالقادرؒ سے پڑھیں شاہ رفیع الدینؒ سے بھی آپ نے پڑھا۔ جب آپ کی عمر بارہ سال کی تھی آپ اس وقت صدرا پڑھتے تھے۔ تمام موقوف علیہ کتابیں ختم کرنے کے بعد حدیث شریف، حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کے حلقۂ درس میں پڑھی پندرہ سولہ سال کی عمر میں آپ مدرسہ رحیمیہ سے فارغ التحصیل ہو چکے تھے شاہ صاحب کے خاندان میں علوم نقلیہ کے ساتھ ساتھ علوم عقلیہ کا بھی رواج تھا اس لئے آپ نے علوم نقلیہ وعقلیہ دونوں میں دستگاہ کامل حاصل کرلی تھی۔ اس خاندان میں تاریخ وجغرافیہ بھی پڑھتے پڑھانے کا دستور تھا۔ اس زمانے میں جغرافیہ کی جو کتابیں مسلمان مصنفوں کی شامل درس تھیں وہ مولانا شہیدؒ نے پڑھیں۔ مولانا شہیدؒ تاریخ سے بھی بہت دلچسپی رکھتے تھے۔ بہترین ذکاوت اعلیٰ درجے کی ذہانت اور عمدہ حافظہ قدرت کی جانب سے آپ کو ودیعت کیا گیا تھا۔ قلبی قوت دینی جرأت اور مذہبی حمیت کے ساتھ ساتھ یہ علمی پختگی بھی جو زمانہ طالب علمی سے آپ کو منجانب اللہ حاصل ہو چکی تھی۔ آپ کی قابلیت اس پائے کی تھی کہ آپ کے معاصرین میں سے بڑے بڑے دعویداران علم کو آپ کی قابلیت کا لوہا ماننا پڑا اور آپ کی علمی ہیبت ان کے قلوب پر ہمیشہ طاری رہی۔

سپاہیانہ فنون اور ورزشیں آپ نے گھوڑے کی سواری میاں رحیم بخش چابک سوار سے سیکھی۔ اس میں اتنی مشق بڑھالی تھی کہ چاہے کیسا ہی منہ زور گھوڑا ہو بے زین اس پر سوار ہو کر اس کو دوڑا سکتے تھے۔ گو آپ دبلے پتلے اور متوسط قد کے تھے لیکن بلند سے بلند گھوڑے کی پیٹھ پر ہاتھ رکھتے ہی بے رکاب چڑھ جانا اور پھر آسانی سے اُتر آنا ایک معمولی بات تھی۔ بنوٹ وغیرہ میرزا رحمت اللہ بیگ سے سیکھی جو شہزادوں کے استاد تھے اور اپنے فن میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے۔ آپ نے کشتی کا فن بھی سیکھا تھا۔ گولی کا نشانہ بھی آپ کا بہت اچھا تھا اور اس کی بھی مشق کرتے رہتے تھے۔ غرضیکہ اکیس سال کی عمر میں تمام جنگی فنون میں آپ نے مہارت کاملہ حاصل کر لی تھی۔

آپ نے تیرنا بھی سیکھا تھا۔ علاوہ ازیں جاڑوں کے زمانے میں بے رضائی کپڑوں اور بغیر لحاف کے رہنے کی بھی مشق کی۔ موسم سرما میں اکہرے کپڑوں سے مکان کی چھت پر ٹہلتے رہتے تھے۔ سخت دھوپ میں تپتی ہوئی زمین پر آہستہ آہستہ برہنہ پا چلنے کی بھی مشق کی تھی۔ کم کھانے اور کم سونے کی بھی مشق کی تھی اور نیند پر اتنا قابو پا لیا تھا کہ جب چاہیں سو رہیں اور جب چاہیں جاگ اٹھیں۔ یہ قوتیں کم و بیش قبضہ میں آگئیں تو تقریر کی قوت بڑھالی۔ ایک دن میں چار چار وعظ دو دو۔ تین تین گھنٹے تک کہنے کا اتفاق ہو جاتا تھا لیکن کبھی نہیں دیکھا گیا کہ آپ کی آواز بیٹھی ہو یا وعظ کے درمیان میں پانی پینے کی ضرورت ہوئی ہو۔

نکاح شاہ عبد القادر صاحبؒ کی اولاد میں صرف ایک صاحبزادی تھیں۔ جن کا نام مسماۃ زینب تھا ان کا عقد شاہ رفیع الدین صاحبؒ کے فرزند عبدالرحمٰن عرف مصطفیٰ سے ہوا تھا۔ ان کے بھی صرف ایک بیٹی ہوئیں۔ جن کا نام ام کلثوم تھا

شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی نواسی "ام کلثوم" کا نکاح مولانا شہید سے کر دیا تھا۔

اصلاحی کارنامے

تحریکِ اصلاح و تذکیر کا آغاز رمضان المبارک سنہ ۱۲۲۱ھ کے پہلے جمعہ سے ہوا جب کہ آپ نے جامع مسجد دہلی میں مسئلہ توحید اور تردید شرک و بدعات پر ایک عظیم اجتماع سے خطاب فرمایا۔ تاثیر کا یہ عالم تھا کہ ایک ایک لفظ سامعین کے دلوں پر تیر و نشتر کا کام کر رہا تھا۔ آپ کی اس اوّلین تقریر نے عوام و خواص پر بہت اثر کیا۔ سر سید احمد خاں مرحوم آثار الصنادید میں تحریر فرماتے ہیں

"شاہ اسمٰعیل صاحب کا وعظ سننے کیلئے لوگ اس کثرت سے آنے لگے جیسے عیدین کی نمازوں میں آتے تھے۔ سامعین کا شمار نہ ہو سکتا تھا وعظ کا طریقہ ایسا تھا کہ جو کچھ فرماتے دلوں میں پیوست ہو جاتا اگر کسی بات پر کوئی خلش پیدا بھی ہوتی تو آگے چل کر بالکل رفع ہو جاتی احیاءِ سنّت اور ردِّ شرک و بدعت ان کے وعظوں کا خاص موضوع ہوتا۔"

ایک تقریر دہلی کی جامع مسجد ہی میں فقیری کے موضوع پر کی جس میں اصل تصوّف اور درویشی کی نشاندہی فرمائی اور اس کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا۔ ان تقریروں سے بہت کچھ فائدہ ہوا اور بگڑے ہوئے ماحول میں اصلاح کی صورتیں پیدا ہو گئیں۔ حاسدوں اور دراندازوں نے آپ کو پریشان کرنا چاہا۔ آپ کے خلاف غلط اور مکروہ پروپیگنڈے کرنے شروع کر دیئے لیکن آپ اپنے اصلاحی کام کو برابر کرتے رہے اور آپ کی حق آمیز پختہ طبیعت پر معاندین کی شورشوں کا کوئی اثر نہیں پڑا۔

پختہ طبعوں پر حوادث کا نہیں ہوتا اثر
کوہساروں پر نشانِ نقش پا ملتا نہیں

شاہِ وقت اکبر شاہ ثانی سے آپ کی شکایت کی گئی۔ اس نے آپ کو طلب کیا۔ آپ اس کے دربار میں پہونچے اور اس کے استفسار کا تسکین بخش جواب دے کر اسے مطمئن کیا۔ ساتھ ہی ساتھ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا اہم فریضہ بھی اس کے دربار میں ادا کیا جس کے نتیجے میں آپ کو خاطر خواہ کامیابی حاصل ہوئی۔

اس وقت ایسٹ انڈیا کمپنی کا دور دورہ تھا۔ حاسدوں نے ریذیڈنٹ کے کان بھرے اور وعظ بند کرانے کی یہ تدبیر کی کہ کئی سو دستخطوں سے ایک عرضی اس کے سامنے حکم امتناعی حاصل کرنے کے لئے پیش کر دی ریذیڈنٹ نے کوتوال کے نام حکم بھیجدیا کہ آئندہ مولانا اسمٰعیل صاحب وعظ نہ کہنے پائیں اور ایک حکمنامہ آپ کے پاس بھی بھیجدیا کہ۔

"آپ کے وعظ سے چونکہ امن میں خلل پڑنے کا اندیشہ ہے اس لئے روک دیا گیا۔ تاحکم ثانی آپ عام طور سے وعظ نہیں کہہ سکتے۔"

چالیس دن تک آپ کا وعظ بند رہا۔ اس عرصے میں تعلیم و تعلم کا سلسلہ برابر جاری رکھا اور اسے کوئی روک بھی نہیں سکتا تھا۔ حضرت شہیدؒ کو اپنے وعظ کے بند ہونے کا اس لئے اور بھی قلق تھا کہ مسلمان پھر اسی شرک و بدعت میں پھنس جائیں گے جس سے انھیں نفرت دلائی ہے۔ خدا کا کرنا ایسا ہو کہ ریذیڈنٹ نے بالآخر دوسرا حکم کوتوال کے نام بھیجا جس کی رو سے حضرت شہیدؒ کو وعظ کی اجازت حاصل ہو گئی۔

وعظ کی تاثیر آپ کے وعظ بڑے مؤثر اور دلنشین ہوتے تھے علاوہ عوام الناس کے بڑے بڑے علماء آپ کے وعظ میں شرکت کرتے تھے۔ آپ زیادہ تر ان برائیوں کے دفع کرنے کے لئے وعظ فرماتے تھے جن میں اس وقت مسلمان مبتلا تھے۔

سفر امرت سر مرزا حیرت کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ مولانا اسمٰعیل شہیدؒ سپاہیانہ بھیس بدل کر عازم پنجاب ہوئے پہلے آپ انبالہ پہونچے اس کے بعد آپ امرتسر روانہ ہوئے۔ یہاں مسلمانوں کے عقائد بھی خراب ہو رہے تھے اور ان کے ساتھ حکمراں سکھوں کا سلوک بھی اچھا نہ تھا۔ بہت سی مسجدیں سکھوں کے قبضے میں تھیں اور ان مسجدوں میں گھوڑے بندھتے تھے یا دفتر قائم کئے گئے تھے۔ مسلمان بہو بیٹیوں کی عزت و آبرو بھی محفوظ نہ تھی۔ امرتسر کی ایک سرائے میں ایک مسلمان بوڑھے کی داستان غم انگیز سُن کر بھی حضرت مولانا شہیدؒ بہت متاثر ہوئے تھے۔ مرزا حیرت ہی کا بیان ہے کہ دو برس تک آپ نے پنجاب کی سیر کی اس عرصے میں آپ نے سکھوں کی بولی بھی سیکھ لی تھی، ڈوگری، پنجابی بخوبی بولنے اور سمجھنے لگے تھے۔

سید احمد شہیدؒ سے بیعت سید صاحبؒ ۱۲۳۴ھ (۱۸۱۸ء) میں نواب امیر خاں سے علیحدگی اختیار کر کے تیسری مرتبہ جب دہلی تشریف لائے اور اکبر آبادی مسجد میں قیام فرمایا تو لوگوں کا رجوع شروع ہوا۔ مولانا عبدالحی صاحبؒ نے بیعت کی اور اپنی بیعت کا واقعہ شاہ شہیدؒ سے بیان کیا اور آپ کو بھی شوق دلایا۔ شاہ صاحب حاضر ہوئے نماز پڑھی اور ایک خاص حالت جذب و کیف کے نمودار ہونے کے بعد بیعت کر لی۔

ہنٹر لکھتا ہے۔

"سید احمد صاحب کے پہلے دو مرید وہ شخص تھے جو اپنے لاثانی ضمیری جوہروں اور علمی قابلیتوں میں اپنے وقت کے فرد اکمل تھے۔ یہ دونوں فرد اکمل دہلی کے فرد اکمل دہلی کے سب سے بڑے حکیم یا فاضل اجل حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کے کنبے سے تعلق رکھتے تھے۔

(حیات طیبہ بحوالہ ہنٹر)

سیتلا (چیچک) کی پرستش، تعزیہ داری، قبروں پر کلاوے باندھنا، عورتوں کا عورتوں کو بیعت کرنا، یہ شرک و بدعات دہلی میں رائج تھیں آپ ان کا پُر زور طریقے پر رد فرمایا کرتے تھے۔ جامع مسجد دہلی کے حوض پر خوانچے والے خوانچے لگاتے تھے۔ آپ نے ایک مرتبہ اسی پر وعظ فرمایا۔ آپ کی کوشش ہی سے مسجد کے اندر دکانیں لگنی موقوف ہوئیں۔ مورت والے کھلونے جامع مسجد کی سیڑھیوں پر فروخت ہوتے تھے آپ کی سعی سے ان کی خرید و فروخت بھی ختم ہوگئی۔ رد بدعات پر خاص زور دیتے تھے۔ منگل اور جمعہ کو وعظ ہوتا تھا ان تقریروں کے سننے کے لئے نمازیں اتنی کثیر تعداد ہونے لگی۔ جتنی عیدگاہ میں عید کے لئے ہوا کرتی ہے۔ تقریریں جامع ہوتی تھیں۔ ہر شخص کو اس کے شبہ کا جواب مل جاتا تھا اور ہر عالم و عامی یکساں مستفید ہوتا تھا، دہلی کے پنجابی تاجر اس امر کا اعتراف کرتے تھے کہ خرید و فروخت کی کثرت اور نفع کی زیادتی کے باوجود وعظ سے اٹھنے اور دکان کھولنے کو جی نہیں چاہتا تھا آپ کے وعظوں سے متاثر ہو کر ہزاروں آدمی معاصی سے تائب ہوگئے ہزاروں کو حسن عمل کی توفیق نصیب ہوئی۔

ایک مرتبہ خانم کے بازار میں ایک طوائف کے یہاں جا کر امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا حق ادا کیا۔ اس کے یہاں کوئی تقریب تھی جس میں بڑی کثرت سے طوائفیں جمع ہوئی تھیں۔ وہاں پہونچ کر ان کو قہر خدا اور عذاب قبر و آخرت سے ڈرایا۔ اور زنا سے باز رہنے کی تلقین کی۔ حضرت شاہ صاحب کی تقریر کا یہ اثر ہوا کہ وہ سب کی سب آہ و بکا اور گریہ وزاری سے بیتاب ہوگئیں۔ پھر آپ نے توبہ کے فضائل بیان فرمائے اور توبہ کی ترغیب دی بہت عورتوں نے اسی وقت توبہ کی اور آپ نے ان توبہ کرنیوالیوں کے نکاح کروا دیئے

غلام رسول مہر ارقام فرماتے ہیں۔

" سید احمد صاحبؒ سے بیعت کے بعد زیادہ وقت (آپ کا) انھیں کی معیت میں گذرا جہاد کے لئے تبلیغ و تنظیمات کا کام سب سے بڑھ کر انھوں نے انجام دیا۔ سید صاحبؒ کے ساتھ حج کیا۔ اس وقت تک ان کی والدہ ماجدہ زندہ تھیں۔ حج کے لئے ساتھ گئیں انھوں نے سید صاحبؒ سے بیعت کی وہیں وفات پائی اور جنت المعلیٰ میں دفن ہوئیں۔

جمادی الاخریٰ ۱۲۴۱ھ ...... (دوشنبہ ۱۷ر جنوری ۱۸۲۶ء)

کو رائے بریلی سے سید صاحب کے ساتھ وادی ہجرت میں قدم رکھا اور وطن عزیز سے سیکڑوں میل کے فاصلے پر ایک غیر معروف گوشے میں شہادت پائی جسے ان کی اور سید صاحب کی شہادت کے باعث ہمیشہ کے لئے ناموری حاصل ہوئی وہ تمام انتظامات میں سید صاحب کے مشیر خاص تھے۔"

(جماعت مجاہدین صفحہ ۱۲۲ و ۱۲۳)

تبحر علمی نواب صدیق حسن خاں مرحوم نے اتحاف النبلاء میں لکھا ہے۔

" در علم معقول و منقول ید بیضا از خاطر می برد" آپ کا تبحر علمی معاصرین کے نزدیک مسلّم تھا۔ کثرت سے احادیث یاد تھیں۔ فقہ کا ہر مسئلہ آیات و احادیث سے مستند فرماتے تھے۔ معقول کی بیشتر کتابوں پر آپنے حاشیے تحریر کئے۔

تقریر آپ کی تقریر نہایت ہی شستہ، مدلل، جامع اور اثر انگیز ہوتی تھی۔ اپنا مافی الضمیر بڑی خوبی سلاست و فصاحت کے ساتھ ادا فرماتے تھے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز فرمایا کرتے تھے کہ " میری تقریر اسمٰعیل نے لے لی اور تحریر رشید الدین نے۔"

سادگی | مہر صاحب مرحوم لکھتے ہیں۔

"کسی قسم کے تکلف کی پرچھائیں بھی ان (شاہ صاحبؒ) کے قلب صافی پر نہ پڑی تھی۔ کھانے پینے، رہنے سہنے اور پہننے اوڑھنے میں حد درجہ سادہ تھے سفر حج میں کلکتہ پہنچے تو لباس ایسا پہن رکھا تھا کہ منشی امین الدین کو پہلی نظر میں ان کے شاہ اسمٰعیل ہونے کا یقین نہ آیا جب معلوم ہوا کہ یہی وہ شخصیت ہے جس کی ناموری سے ملک کے در و دیوار گونج رہے ہیں تو منشی صاحب یہ سنتے ہی آبدیدہ ہو گئے۔" (جماعت مجاہدین صفحہ ۱۲۷)

مشہور ہے کہ دورانِ جہاد کبھی کبھی گھوڑے کا کھریرا کرتے اس حالت میں بھی کوئی شخص دینی یا علمی مسئلہ پوچھنے کے لئے آجاتا تو ساتھ ساتھ جواب دیتے جاتے۔

مسلک | حضرت مولانا رشید احمد محدث گنگوہیؒ نے ایک بار ارشاد فرمایا کہ۔

"مولانا اسمٰعیل صاحب شہید اور حضرت سید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہما کا یہ مشرب تھا کہ حدیث صحیح غیر منسوخ کے مقابلے میں کسی کے قول پر عمل نہ کرتے اور جہاں حدیث غیر منسوخ نہ ملے تو مذہب حنفی سے بڑھ کر کوئی مذہب محقق نہیں۔" (تذکرۃ الرشید جلد دوم صفحہ ۲۷۴)

تصانیف | منجانب اللہ آپ کے قلب حساس کو ایک خاص جذبہ اصلاح و تبلیغ ودیعت کیا گیا تھا جس کی وجہ سے آپ کو یکسوئی اور گوشہ گیری حاصل نہ ہوئی۔ چل پھر کر وعظ و تقریر سے مردہ دلوں کو زندہ کیا۔ عملی میدان میں اپنی کامیاب جد و جہد کا مظاہرہ کیا۔ سید صاحبؒ سے بیعت ہونے کے بعد روحانیت میں ترقی کے ساتھ ساتھ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا احساس بھی ترقی کر گیا دوآبہ کا طویل سفر کیا۔ پھر حج کا سفر کیا اس کے بعد ایک لمبا سفر ہجرت درپیش ہوا

بعدہٗ وہ زرین کارنامے سید صاحبؒ اور جماعت مجاہدین کی معیت میں ان سے ظہور پذیر ہوئے جن کے بیان کے لئے مؤرخین کے قلم بے طاقت ثابت ہوئے ہیں۔ بہت کچھ لکھنے کے بعد بھی بہت سے گوشے ایسے رہ گئے ہیں جن کو آئندہ تذکرہ نویسوں کے لئے چھوڑ دیا گیا ہے۔ اتنے ہجوم کار اور غلبۂ مشاغل میں آپ تصنیف و تالیف کے لئے اپنے بلند پایہ تبحر علمی کے مطابق مستقل طور پر کس طرح وقت نکال سکتے تھے؟ لیکن پھر بھی جو کچھ لکھا اصلاحی نقطۂ نظر سے لکھا ہے اور وقت کے اہم مسائل پر قلم اٹھایا ہے۔ کج فہمی کی کارفرمائیاں نہ ہوں تو آپ کی تالیفات و تصنیفات سے بہت کچھ فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے تصنیفات کے تقدم و تاخر سے واقفیت ہو تو مختلف تصنیفات سے بظاہر جو چند تضاد ہیں ان کو ایک ذہین صاحب علم خود ہی بخوبی حل کر سکتا ہے۔ ان میں کے بعض مسائل سے اختلاف، علمی حیثیت سے ہو تو کچھ مضائقہ نہیں۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ حضرت مولانا شہیدؒ کے تمام معارف و حقائق کو ان چند مسائل کی وجہ سے نظر انداز کر دیا جائے۔ آپ کی تصنیفات زیادہ تر وہ ہیں جو سید صاحبؒ سے بیعت کے بعد زیر قلم آئی ہیں۔

آپ کی تصنیفات کا اجمالی تعارف ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

(۱) ایضاح الحق الصریح فی احکام المیت والضریح۔ اس میں نہایت مبصرانہ انداز میں حقیقت بدعت کو واضح فرمایا ہے۔ فارسی زبان میں اگرچہ متوسط ضخامت کا رسالہ ہے۔ لیکن شاہ صاحب کے رسوخ علمی کا نمونہ ہے ضرورت ہے کہ مستقل طور پر اس پر ایک مقالہ لکھا جائے تاکہ اس رسالے کی افادیت ذہن نشین ہو۔

(۲) منصب امامت۔ یہ بھی سات آٹھ جز کا رسالہ ہے۔ اپنے موضوع پر

بے نظیر ہے اس میں حقیقت نبوت، حقیقت امامت اور حقیقت ولایت کو تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔

(۳) عبقات:- عربی زبان میں اسرار و معارف سے متعلق ہے۔

(۴) تقویت الایمان۔ اس کتاب کا متن ردّ الاشراک ہے۔ جس میں آیات قرآنی اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک خاص ترکیب کے ساتھ جمع کی گئی ہیں اور اس کے آخری حصے میں عربی زبان ہی میں کچھ فوائد بھی ہیں۔ اس کتاب میں دو باب ہیں۔ ایک باب توحید۔ دوسرا باب سنّت، پوری کتاب کی ترتیب سے پتہ چلتا ہے کہ اس کے ذریعے کلمہ طیبہ کے ہر دو جز کی تشریح و تفصیل کرنا مقصود ہے۔ کتاب کے آخر میں یہ اشعار درج ہیں جو حضرت شاہ صاحبؒ کے فکر کا نتیجہ ہیں۔

گوید ایں بندۂ ضعیف و رذیل	نام او ہست عاجز اسمٰعیل
ایں احادیث چند جمع شدہ	کہ ازاں اصلِ شرک قمع شدہ
طرفہ تر آنکہ ایں حدیث نبیؐ	شد مؤید بقول ربّ قوی
آنچہ تقدیم اولاً کردم	ردّ اشراک، مجملاً کردم

یہ کتاب متوسط سائز کے آٹھ جزو پر مشتمل ہے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شاہ صاحب نے بعد میں ضرورت محسوس کر کے اس کتاب کے پہلے باب میں ترجمہ و فوائد اردو شامل کر کے اس کا نام تقویت الایمان رکھا۔ دوسرے باب اعتصام بالسنتہ کے مندرجات پر عربی زبان میں فوائد ہیں۔ اردو زبان میں اس کو منتقل کرنے کا موقع نہ مل سکا۔ اس کے بعد معرکۂ جہاد پیش آگیا۔ محمد سلطان نامی ایک صاحب نے اس کا ترجمہ کر کے "تذکیر الاخوان بقیہ تقویت الایمان" نام رکھا چنانچہ وہ تذکیر الاخوان کے دیباچہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

بعد اس کے معلوم کیا چاہئے کہ ایک فاضل جلیل تشرع دیندار شاہ اسمٰعیل صاحب نے شرک و بدعت کی برائی کے بیان میں ایک رسالہ تقویت الایمان لکھا اور اسمیں صرف آیتیں اور حدیثیں جمع کیں اور اس کے دو باب ٹھہرائے۔ ایک باب میں توحید کی خوبیاں اور شرک کی برائیاں ہندی (اردو) زبان میں بیان کیں۔ اور دوسرے باب میں اتباع سنت کی خوبیاں اور بدعت کی برائیاں اور تفصیل بعضی بدعات کی آیت اور حدیث سے ذکر کی اور ارادہ ہندی ترجمے کا کیا مگر فرصت نہ پائی اور راہ خدا میں جان دی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

اب سن بارہ سو پچاس (۱۲۵۰ھ) میں اللہ تعالیٰ نے اس خاکسار گناہگار محمد سلطان کے دل میں ارادہ اس کے ترجمے کا ڈالا سو دوسرے باب کا ترجمہ ہندی بولی میں شروع کیا اور تذکیر الاخوان بقیہ تقویت الایمان اس کا نام رکھا۔

(۵) تنویر العینین فی اثبات رفع الیدین — یہ کتاب دراصل اُس اختلاف کو مٹانے کے لئے لکھی گئی ہے جو اس وقت کے علماء میں رفع یدین کے بارے میں برپا تھا۔

اس فروعی اختلافی مسئلے میں اس وقت ایک گروہ دوسرے کو بڑا بھلا کہتا تھا۔ جو شخص رفع یدین کرتا وہ اپنے اس بھائی کو جو رفع یدین نہ کرتا مسلمانی سے خارج جانتا تھا۔ اسی طرح رفع یدین نہ کرنے والا شخص رفع یدین کرنے والے کو اچھی نظر سے نہ دیکھتا تھا۔ مولانا شہیدؒ نے اس رسالے کے ذریعے اپنی خداداد بصیرت کی رہنمائی سے امت مسلمہ کے اس خلفشار کو دور کرنے اور اس غلط شورش اور خطرناک کشمکش کو ختم کرنے کی کوشش فرمائی ہے۔ اس کتاب میں نہ تو احناف پر لے پاکا نہ اعتراض ہے اور نہ

غیر احناف واہلِ حدیث کی بے جا حمایت - اس لئے نہ ان کو وحشت کرنے کی ضرورت ہے نہ ان کو خوش ہونے کی - اس میں جہاں رفع یدین کو ترجیح دی ہے وہاں وضع ید تحت الصدر و تحت السرہ کو مساوی اور ترک الجہر بالتسمیہ کو اولیٰ قرار دیا ہے -

مولانا کرامت علی جونپوریؒ نے ذخیرۂ کرامت صفحہ ۲۲۴ ج ۲ میں مولوی مخلص الرحمٰن کے سوال کے جواب میں فرمایا ہے -

" تنویر العینین جو کتاب ہے - سو اس میں مولانا محمد اسمٰعیل کے لکھے ہوئے چند ورق رفع یدین کی ترجیح میں ہیں اور بعد اس کے مولانا مرحوم نے اپنے مرشد حضرت سید احمد قدس سرہٗ کے سمجھانے سے اپنے قول سے رجوع کیا - یعنی رفع یدین چھوڑ دیا -

(۶) اصول فقہ -

(۷) منطق میں ایک رسالہ -

(۸) صراط مستقیم (فارسی) در حقیقت یہ کتاب سید صاحبؒ کے ملفوظات کا مجموعہ ہے جو مولانا شہیدؒ اور مولانا عبدالحی صاحبؒ کے مرتب کئے ہوئے ہیں اس میں پہلا حصہ مولانا شہیدؒ کا مرتب کیا ہوا ہے - حجاز میں بحکم حضرت سید صاحبؒ مولانا عبدالحی نے اس کتاب کا عربی ترجمہ کیا تھا - یہ کتاب عرب میں بہت مقبول ہوئی -

(۹) یک روزی - یہ مختصر رسالہ فارسی زبان میں ہے جو ایک روز میں ایک ہی نشست میں مولانا فضل حق خیرآبادی مرحوم کے رسالے کے جواب میں ارقام فرمایا ہے - مولانا خیرآبادی نے تقویت الایمان کی بعض عبارتوں پر کچھ اعتراض کئے تھے - شاہ صاحب نے ان اعتراضات کا مسکت اور

مدلل جواب دیا ہے یہ رسالہ قابل دید ہے۔

اس کے علاوہ چند کتب پر آپ کے حاشیے بھی تھے۔ مولانا رشید الدین خان مرحوم امین مدرسہ کلکتہ (جن کا ہزار ہا روپے کا کتب خانہ ۱۸۵۷ء میں لوٹا گیا) فرمایا کرتے تھے کہ:۔

"ہم کو اپنے کتب خانے کے لوٹے جانے کا اس قدر افسوس نہیں ہے جس قدر ان حاشیوں کے ضائع ہو جانے کا افسوس ہے جو علمی کتابوں پر مولانا شہیدؒ نے چڑھائے تھے۔ کیونکہ وہ کتابیں تو پھر مل سکتی ہیں لیکن ان حاشیوں کا ملنا سراسر محال ہے۔"

مہر مرحوم لکھتے ہیں۔

"سید صاحبؒ کے مکاتیب کا بڑا حصہ بھی ان ہی کا لکھوایا ہوا ہے کچھ منظومات بھی ان سے منسوب ہیں" مثلاً ایک نعتیہ قصیدہ فارسی میں ایک قصیدہ سید صاحب کی مدح میں توحید پر ایک مثنوی فارسی میں موسوم بہ سلک نور اور اس نام سے ایک مثنوی اردو میں۔ (جماعت مجاہدین ص ۱۲۹)

تقویت الایمان کے خلاف تکفیر بازوں کا طوفان

حضرت مولانا شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کی شہادت کے بعد میدان خالی پاکر اس مفید ایمان کتاب کے خلاف وہ طوفان برپا کیا کہ "الامان والحفیظ۔ مدراس میں ایک فتویٰ اس کتاب کی تقبیح اور معتقدوں کی تکفیر میں بعض عبارات لے کر مرتب کیا گیا۔ جب یہ فتویٰ کلکتہ پہنچا تو عوام مومنین جو تقویت الایمان کے فیض سے شرک و بدعت چھوڑ چکے تھے اس فتوے کے وحشت انگیز مضامین دیکھ کر تذبذب میں مبتلا ہوئے آخر کار بغرض تحقیق عوام نے اس بارے میں استفتار کیا۔ علماء کی ایک بڑی

جماعت نے تقویت الایمان کی موافقت میں دو فتوے دئے۔ ایک مجمل اور دوسرا مفصل اور ان پر اپنی مہریں اور دستخط ثبت کئے ان دونوں فتووں کے اچھے اثرات پڑے اور وہ شبہات و وساوس جو عوام میں پیدا کئے گئے تھے دور ہو گئے۔ ان علماء کلکتہ میں سے جنہوں نے موافقت میں فتوے دیئے چند کے اسماء یہاں درج کئے جاتے ہیں۔

مولانا غلام سبحان، مولانا سید محمد مراد، مولانا وارث علی، مولانا عبدالباری قاضی شہر کلکتہ، مولانا اکبر شاہ کابلی، مولانا محمد سلیمان الہروی، مولانا رمضان علی (مدرس مدرسہ کلکتہ) مولانا منصور احمد، مولانا خادم حسین (مدرسین مدرسہ کلکتہ) مولانا صاحب علی خاں، مولانا ریاض الدین وغیرہم من العلماء والصلحاء۔ ان فتووں پر مولانا کرامت علی جونپوری کے بھی دستخط موجود ہیں۔

بعد کو بدایوں اور الہ آباد کے بعض علماء نے تقویت الایمان کے رد میں رسالے لکھے اور ایک مشہور زمانہ "کفرساز بزرگ" نے تو وہابیہ بخدیہ و اسمٰعیلیہ و دیوبندیہ و محمدیہ" کے رد میں ان کے بعض ہمنواؤں کے بقول دو سو کتابیں لکھیں

(تاریخ وہابیہ ص ۳۹)

مگر کیا ہوا؟ یہ سارے تکفیری فتوے اور یہ تمام تحریریں حق کے سامنے بیکار گئیں۔ بھلا چاند پر خاک ڈالنے سے فائدہ؟ ان تکفیر بازوں نے حضرت شہیدؒ کے حق میں آج تک جو ہرزہ سرائی، نفسانیت یا کج فہمی سے کی ہے وہ موجود ہے اور حضرت شہیدؒ کے کارنامے اور ان کی خدمات دینیہ بھی۔ جوں جوں زمانہ آگے بڑھے گا مستقبل کا مورخ شہیدؒ کے روشن کارناموں کو سراہتے ہوئے ان کافرساز دشمنان حق کی یاوہ گوئیوں پر اظہار نفرت کرے گا۔

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کی تحریر پر اس بحث کو ختم کیا جاتا ہے

وہ تحریر فرماتے ہیں :-

"۲۴ ذی قعدہ ۱۲۴۶ھ سے لیکر اس دن تک جس کو ۱۰۰ برس سے زائد ہوئے شاید کوئی دن طلوع ہوا ہو۔ جس کی صبح کو اس شہید اسلام (حضرت مولانا محمد اسمٰعیل شہید دہلویؒ) کی جس کی اور فضیلتیں برطرف اس کی شہادت مسلّم اور شہدا کی مغفرت مسلّم کی۔ تکفیر و تضلیل میں کوئی فتویٰ نہ نکلا ہو لعنت و سب و شتم کا کوئی صیغہ نہ استعمال کیا گیا ہو۔ فقہ اور فتاوی کی کوئی دلیل ایسی نہیں جو اس کے کفر کے ثبوت میں نہ پیش کی گئی ہو۔ وہ ابوجہل و ابولہب سے زیادہ دشمن اسلام۔ خوارج اور مرتدین سے زیادہ مارق من الدین و خارج از اسلام فرعون و ہامان سے زیادہ مستحق نار، کفر و ضلالت کا بانی بے ادبیوں اور گستاخوں کا پیشوا۔ شیخ نجدی کا مقلد و شاگرد بتایا گیا اور یہ ان لوگوں نے کہا جن کے جسم نازک میں آج تک اللہ کے لئے ایک پھانس بھی نہیں چبھی۔ جن کے پیروں میں اللہ کے راستے میں کوئی ایک کانٹا نہیں گڑا۔ جن کو خون چھوڑ کر (کہ اس کا ان کے یہاں کیا ذکر) اسلام کی صحیح خدمت میں پسینے کا ایک قطرہ بہانے کی سعادت بھی حاصل نہیں ہوئی اور یہ ان لوگوں نے کہا جن کی ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کی عزت و عصمت بچانے کے لئے اس نے اپنا سر کٹایا۔ تو کیا اس کا یہی گناہ تھا؟ اور کیا دنیا میں احسان فراموشی کی اس سے بڑھ کر نظیر مل سکتی ہے؟ جس وقت پنجاب میں مسلمانوں کا دین و ایمان جان و مال عزت و آبرو محفوظ نہ تھی اس وقت یہ غیرت ایمانی و حمیت اسلامی والے جو ایک "کلمہ کفر" برداشت نہیں کر سکتے۔ کہاں تھے؟ اور کیا آج بھی شاہ ولی اللہ کے پوتے کے علاوہ کوئی کافر نہیں ـــــ ؟

رکھیو غالب مجھے اس تلخ نوائی میں معاف
آج کچھ درد مرے دل میں سوا ہوتا ہے

(سیرت سید احمد شہیدؒ بار دوم ص ۳۵۷-۳۵۸)

شہادت حضرت سید احمد شہیدؒ کے ساتھ تین ہزار میل کا راستہ طے کرکے پشاور کے علاقے میں پہونچے۔ یہاں اللہ کا پیغام سنانے اور اللہ کے کلمہ کو اونچا کرنے کے لئے جتنی کوشش وہ کر سکتے تھے۔ انھوں نے کیں، سخت سے سخت مصیبتیں اٹھائیں، انتہائی مشقتیں برداشت کیں اور صبر آزما محنتیں جھیلیں، جتنی جنگیں مجاہدین نے لڑیں ان سب میں سب سے زیادہ حصہ لیا۔ جو سیاسی خطوط حکمرانوں کے نام روانہ ہوئے تھے وہ زیادہ تر آپ ہی کے لکھوائے ہوئے ہوتے تھے۔ مرزا حیرت کے بیان کی رو سے گیارہ جنگیں ہوئیں، ان سب میں حضرت مولانا شہید دہلوی شریک رہے بالآخر بالاکوٹ کے میدان میں اپنے پیر و مرشد کے ہمراہ ۲۴ ذی قعدہ ۱۲۴۶ھ کو جمعہ کے دن اپنے خون کا آخری قطرہ اللہ کے راستے میں بہا دیا۔ وہیں آپ کی قبر ہے ؎

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

خبر شہادت دہلی میں حضرت شہید دہلوی کی خبر شہادت سے دہلی ہی میں نہیں تمام ہندوستان میں رنج و غم کی لہر دوڑ گئی لیکن یہ سن کر آپ کو تعجب ہوگا کہ اس وقت دہلی میں دینا بیگ جیسا سخت دل حاسد بھی موجود تھا۔ جس نے شہادت کی خبر سن کر اس خوشی میں جامع مسجد دہلی میں مٹھائی تقسیم کی تھی

(حیات طیبہ بحوالہ مجموعہ واقعات ص ۱۰۹)

مگر شریف النفس اور نیک دل مدمقابل ایسے ہوتے ہیں جیسے مولانا

فضل حق خیر آبادی مرحوم۔ لکھا ہے کہ۔

"مولوی فضل حق خیر آبادی سے خاص کش مکش رہی تھی، مولوی صاحب نے شہادت کی خبر اس وقت سنی جب طلبہ کو سبق پڑھا رہے تھے۔ یہ سنتے ہی کتاب بند کر دی۔ گھنٹوں بیٹھے روتے رہے اس کے بعد کہا کہ اسمٰعیل کو ہم مولوی نہ جانتے تھے وہ امت محمدیہ کا حکیم تھا۔ کوئی شے نہ تھی جس کی انیت اور لمیت اس کے ذہن میں نہ ہو۔

(جماعت مجاہدین ص ۲۹ بحوالہ الحیات بعد الممات)

اولاد حضرت مولانا شہیدؒ کی اولاد کے بارے میں سوانح احمدیہ میں لکھا ہے "محمد عمر آپ کے صاحبزادے تھے۔ ۱۲۶۱ھ میں وہ بھی لاولد رحلت کر گئے۔ شاہ محمد عمر مجذوب صفت بزرگ تھے۔ تذکرۃ الرشید اور ارواح ثلثہ میں ان کے متعلق کچھ حکایات ملتی ہیں۔

مولانا محمد حسین فقیر دہلوی کا قصیدہ آخر میں دہلی کے مشہور واعظ مولانا محمد حسین فقیر کے ایک قصیدے کا انتخاب درج کیا جاتا ہے۔ یہ قصیدہ فقیر دہلویؒ نے حضرت مولانا شاہ محمد اسمٰعیل شہیدؒ دہلوی کی شان میں لکھا ہے اس میں مولانا شہید کی زندگی کے اہم واقعات آ گئے ہیں۔ شاعری کے لحاظ سے اس قصیدے کا اگرچہ کوئی خاص مقام نہیں ہے لیکن مولانا فقیر دہلوی جیسے صاحب مقام بزرگ کی یہ یادگار ہے اور اسی لحاظ سے اس کو یہاں درج کیا جا رہا ہے۔

قصیدہ در مدح حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ

پوچھئے نام تو ہم نام ذبیح اللہ تھے بو عمر تھے وہ اگر پوچھئے انکی کُنیت

دیکھنے والے ابھی ان کے بہت ہیں موجود / کیجئے تصدیق جو اس عرض میں شک ہو حضرت
عالم ایسے تھے کہ کیا علم کا انکے ہو بیاں / علماء کو بھی رہی علم سے ان کے حیرت
صرف میں نحو میں وہ رتبۂ عالی ان کا / ابنِ حاجب کی نہ تھی عہد میں انکے حاجت
ایک جملہ بھی سنے ان کے بیاں سے تو مدام / محو نحوی رہے صرفی کو ہو مصروفیت
اہلِ معقول سنے ان کے بیاں سے معقول / اہلِ ہیئت پہ رہی ان کی ہمیشہ ہیبت
ہر اشارہ تھا اشارات، شفا تھا ہر لفظ / بو سینا کو کلام ان کا سکھائے حکمت
جو ادب میں انھیں سکا کی دوراں کہیے / کیا بجا ہے کہ یہ ہے بے ادبی کی نسبت
علم تفسیر کو کیا کہئے کہ گویا ان کو / ابن عباسؓ کی تھی روح سے حاصل قربت
کیا بیان معنی قرآن کئے سبحان اللہ / گویا ان آنکھوں کو دکھلائے نار و جنت
اس قدر علم احادیث رسولِ حق تھا / نائبِ ختم رُسل انکی مناسب ہے صفت
تھے وہ بے واسطہ تلمیذ بخاری گویا / ایسے شاگرد سے مسلم کو بھی ہوتی راحت
ترمذی کے وہ اگر عہد میں ہوتے تو ضرور / نور چشم اپنا سمجھتے وہ انھیں بے منّت
ہوتے مالک کے زمانہ میں اگر مولانا / ملک تدریس کی دیتے وہ انھیں ملکیت
پاتے قسمت سے اگر دورِ سلیماں کی حدیث / سارے شاگردوں سے لیجاتے وہ گوئے سبقت
ابن ماجہ کا اگر وقت میسر ہوتا / کرتے وہ ان کیلئے سب سے زیادہ عزت
گویا محفوظ تھیں سینے میں احادیث صحیح / تھے خبردار خبر سے وہ بہت باخبرت

بو حنیفہؒ کا زمانہ بھی اگر وہ پاتے / مجتہد ان کو بنا دیتی انھوں کی صحبت
ہوتے شاگردوں میں مانند ابو یوسفؒ وہ / کرتے جو خدمت نعمان سے حاصل برکت
عالم و عاملِ قرآن و حدیث ایسے تھے / ان کا دستورِ عمل تھا یہ کتاب و سنت

واعظ ایسے تھے کہ کیا انکے بیاں کا ہو بیاں
سننے والوں کو عجب ہوتی تھی رغبت ہیبت

جب حدیثِ نبوی کا وہ بیاں کرتے تھے
ہوتا تھا خلق سے معدوم حدوث بدعت

ذکرِ دوزخ کا جو آتا تو جلا دیتی تھی
آتشِ خوفِ خدا پنبۂ خوابِ غفلت

اور جنت کا بھی کچھ ذکر جو آجاتا تھا
سُن کے کفار بھی اسلام کی کرتے رغبت

اور جو کرتے تھے کبھی ہولِ قیامت کا بیاں
مجلسِ وعظ کی ہو جاتی تھی ایسی صورت

ایک کو دوسرے کی کچھ نہ خبر رہتی تھی
اس قدر ہوتی تھی ہر ایک کے دل کو دہشت

سر کو سجدے میں جھکا دیتے ہی بن پڑتی تھی
بے نمازوں کی بدل جاتی تھی ایسی حالت

اکل و شرب اپنا فراموش وہ کر دیتے تھے
روزہ خوروں کو تھی اس وعظ کی ایسی ہیبت

جو نہ دیتے تھے زکوٰۃ ان کا یہ ہوتا تھا حال
صرف کل مال میں کرتے تھے وہ صرف ہمت

عیش میں گھر سے بھی تھا جنکو نکلنا مشکل
سفرِ حج کی پیادہ ہوئی ان کو رغبت

ہو گئے سیکڑوں زانی بھی زنا سے تائب
اور میخوار بھی توبہ سے ہوئے پاک صفت

زانیہ عورتیں بھی انکی نصیحت سُن کر
باندھتی تھیں کسُو دیندار سے عقدِ حلّت

ہے یہ مشہور کہ دہلی میں وہ اک روز کہیں
اک زنِ فاحشہ کے در پہ گئے با عزّت

اس کو کچھ ذکرِ قیامت جو سنایا تو وہیں
وہ بھی تائب ہوئی اور اسکی جو تھیں ہم صحبت

اور ان سب کے دیئے باندھ اسی لحظہ نکاح
اللہ اللہ یہ تھی ان کے بیاں کی ہیبت

اور دہلی ہی کی مسجد میں یہ مشہور ہے بات
حوض تک رہتا تھا بازار لگا بے دہشت

خیر کی جائے کو کر ڈالا تھا اک موقعِ شر
اسقدر شہر میں تھی اہلِ ہوا کی کثرت

یہ طفیل ان کے وہاں سے یہ بلا دور ہوئی
موضعِ خیر میں افزوں ہوئی بس خیریت

مسجدیں سیکڑوں آباد ہوئیں انکے سبب
مرد و زن لاکھوں نمازی ہوئے صافی طینت

ہر نمازی کو ہوا شوقِ تہجد ایسا | بسترِ خار بنا بسترِ خوابِ راحت

ہر جگہ دینِ محمد کا رواج ایسا ہوا | ظلمتِ دہر میں روشن ہوا نورِ سنّت
دیکھو دشوار تھا کیا کچھ زنِ بیوہ کا نکاح | وہ بھی آسان ہوا ان سے علیہ الرحمت

اور مہاجر بھی وہ ایسے تھے کہ سبحان اللہ | ماہی اللہ سے تھی ان کو ہمیشہ ہجرت

غازی ایسے تھے کہ کیا انکی غزا کا ہو بیان | آبِ شمشیر کو پیتے تھے وہ مثلِ شربت
مال سے ملک سے اور جاہ سے کچھ کام نہ تھا | تھا تو یہ کام تھا عالی ہو یہ دین و ملت
راہِ مولیٰ میں ہی قربان ہُوا ہو داد نصیب | اور حیاتِ ابدی پائی علیہ الرحمت

مولانا ابو الکلام آزاد کی چند سطریں۔ مولانا آزاد مقام دعوت و عزیمت دعوت پر کلام کرتے ہوئے حضرت شاہ ولی اللہ کے تجدیدی کارناموں کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

" اور پھر چند قدم اور آگے بڑھو مقام عزیمت دعوت کی کیسی کامل آشکارہ مثال سامنے آتی ہے ..... حضرت شاہ ولی اللہ کا مقام ہر رنگ میں کس درجہ جامع اور کامل ہے؟ بااین ہمہ یہاں جو کچھ ہوا تجدید و تدوین علوم و معارف اور تعلیم و تربیت اصحاب استعداد تک محدود رہا۔ اس سے آگے نہ بڑھ سکا فعلاً عمل و نفاذ اور ظہور و شیوع کا پورا کام تو کسی دوسرے ہی مردِ میدان کا منتظر تھا اور معلوم ہے کہ توفیق الٰہی نے یہ معاملہ صرف حضرت علامہ مجدد مولانا محمد اسمٰعیل شہید رضی اللہ عنہ کے لئے مخصوص کر دیا تھا۔ خود حضرت شاہ صاحب

کا بھی اس میں حصہ نہ تھا ۔

آں باغیاں کہ تربیتِ ایں نہال کرد
میخواست رستخیز زعالم برآورد

اگر خود شاہ صاحب بھی اس وقت ہوتے تو انھیں کے جھنڈے کے نیچے نظر آتے۔ حضرت پیر انصاری کا قول یاد رہے۔

"من مرید خرقانی ام لیکن اگر خرقانی دریں وقت می بود، با وجود پیریش مریدی می کردم۔"

شاہ صاحب نے مزاج وقت کے عام تحمل و استعداد سے مجبور ہو کر بحکم

بہ رمز نکتہ ادا می کنم کہ خلوتیاں
سر سبو بکشادند و در فرو بستند

دعوت و اصلاح امت کے جو بھید پرانی دہلی کے کھنڈروں اور کوٹلہ کے حجروں میں دفن کر دیئے تھے اب اس سلطانِ وقت و اسکندر عزم کی بدولت شاہ جہاں آباد کے بازاروں اور جامع مسجد کی سیڑھیوں پر ان کا ہنگامہ مچ گیا۔ اور ہندوستان کے کناروں سے بھی گذر کر نہیں معلوم کہاں کہاں تک چرچے اور فسانے پھیل گئے۔ جن باتوں کے کہنے کی بڑوں بڑوں کو بند حجروں کے اندر بھی تاب نہ تھی وہ اب برسر بازار کی جا رہی اور ہو رہی تھیں اور خونِ شہادت کے چھینٹے حرف حکایات کو نقش و سواد بنا کر صفحۂ عالم پر ثبت کر رہے تھے ۔

آخر تو لائیں گے کوئی آفت فغاں سے ہم
حجت تمام کرتے ہیں آج آسماں سے ہم

(تذکرہ ابو الکلام آزاد)

حکایات

شاہ محمد اسمٰعیل صاحب شہیدؒ

(۱) حضرت مولانا شاہ اسمٰعیل صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے کہا کہ آپ بڑے عالم ہیں، آپ نے جواب دیا کہ میرا علم تو کچھ بھی نہیں، ان صاحب نے کہا کہ یہ آپ کی تواضع ہے کہ جو آپ اپنے علم کو کچھ نہیں سمجھتے۔ مولانا نے فرمایا کہ نہیں۔ میں نے تواضع کی یہ بات نہیں کہی بلکہ میں نے تو بڑے تکبّر کی بات کہی کیونکہ یہ بات کہ "میرا علم تو کچھ نہیں"، وہ شخص کہہ سکتا ہے جس کا علم بہت ہی زیادہ ہو۔ کیونکہ اس کی نظر علم کے درجۂ علیا تک ہوگی اس کو دیکھ کر وہ ایسی بات کہے گا۔ (حسن العزیز جلد دوم ص۹ ملفوظ ۲۵)

(۲) حضرت مولانا شہیدؒ نے ایک مرتبہ مرادآباد میں وعظ بیان فرمایا۔ جب وعظ ختم ہوچکا اور لوگ چل دیئے تو حضرت مولانا بھی تشریف لے چلے دروازہ پر ایک بوڑھے شخص ملے انھوں نے پوچھا کہ کیا وعظ ختم ہوچکا لوگوں نے کہا کہ ہاں ختم ہوچکا، ان بوڑھے نے بہت افسوس وعظ سے محروم رہنے کا کیا اور کہا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ، حضرت مولانا نے فرمایا کہ نہیں تم افسوس نہ کرو میں تمہیں بھی وعظ سنا دوں گا۔ اور لوگوں سے فرمایا کہ آپ لوگ جائیے اور ان بوڑھے شخص کو مسجد میں لے جاکر کل وعظ شروع

سے آخیر تک جو پہلے بیان ہو چکا تھا پھر سنا دیا۔

(ف) حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے یہ حکایت بیان کر کے فرمایا کہ دیکھئے کس قدر للہیت تھی کہ ایک شخص کی خاطر سارا وعظ پھر سے کہا۔ (ایضاً ص۹ ملفوظ ۴۶)

(۳) حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے فرمایا کہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ قصہ بیان فرماتے تھے کہ کسی نے مولانا احمد علی صاحب محدثؒ سہارنپوری کی خدمت میں اعتراضاً عرض کیا کہ مولانا اسمٰعیل شہیدؒ صاحب نے ایک بات تو ایسی لکھی ہے کہ اس کی وجہ سے ان پر کفر عائد ہوئے بغیر کوئی چارہ ہی نہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ انھوں نے ایک جگہ لکھا ہے کہ اگر اللہ چاہے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسے سیکڑوں بنا ڈالے، اس بنا ڈالے میں ڈالے کا لفظ ایسا ہے جو صاف تحقیر حضور سرور عالم پر دلالت کرتا ہے۔ مولانا احمد علی صاحب نے جواب دیا۔ کہ بنا ڈالے میں لفظ ڈالے سے فعل کی تحقیر مقصود ہے نہ کہ مفعول کی مگر انھوں نے نہ مانا اور کہا آپ تاویلیں کرتے ہیں۔ اس سے دو یا تین دن بعد ہی وہ صاحب معترض پھر حضرت مولانا کی خدمت میں آئے اور کہا کہ آپ نے بہت سی حدیث و تفسیر کی کتابیں چھپوائی ہیں کیونکہ آپ کے یہاں مطبع موجود ہے، کاتب موجود ہیں۔ سب سامان کاغذ وغیرہ موجود ہے۔ لہذا تفسیر بیضاوی بھی چھپوا ڈالئے۔ اس پر مولانا نے فرمایا یہ وہی ڈالنا ہے جس پر اس روز مولانا شہید کی تکفیر ہوئی تھی۔ اب آپ نے تفسیر بیضاوی کی تحقیر کی کہ چھپوا ڈالئے کہا۔ اور

قرآن شریف تفسیر کا جز ہے اور کل کی تحقیر سے جز کی تحقیر لازم آتی ہے لہذا آپ نے قرآن کی تحقیر کی اب ان صاحب کی آنکھیں کھلیں اور اس جواب کی حقیقت سمجھے (قصص الاکابر ص۳۰)

(۴) حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نے فرمایا کہ گنگوہ کے کسی صاحب علم نے تقویۃ الایمان کا رد لکھا تھا وہ مولوی فضل حق صاحب کو جب وہ دورہ میں تھے دکھلایا، مولوی صاحب نے بہت ڈانٹا اور کہا کہ تم تقویت الایمان کا رد لکھ سکتے ہو۔ تمہارا اس قابل منہ ہے وہ شخص بہت شرمندہ ہوئے مولانا اسمٰعیل صاحب شہیدؒ کی شہادت کی خبر سن کر مولوی فضل حق صاحب نے جو کتاب اس وقت میں لکھ رہے تھے اس کا لکھنا بند کر دیا تھا۔ (قصص الاکابر ص۳۱)

(ف) مولانا فضل حق صاحبؒ خیر آبادی سے مولانا اسمٰعیل شہیدؒ کی کشمکش رہی تھی اور بعض مسائل میں ان سے اختلاف بہت بڑھ گیا تھا تقویۃ الایمان کے رد میں مولانا خیر آبادی کا رسالہ مشہور ہے۔ غالب کو بھی انہوں نے امتناع امکان نظیر خاتم النبیینؐ کے بیان میں ایک مثنوی لکھنے پر مجبور کیا تھا۔ مولانا شہیدؒ کی نظر سے جب یہ رسالہ گذرا تو اسی وقت ایک نشست میں اس کے رد میں ایک رسالہ لکھ دیا جو "یک روزی" کے نام سے مشہور ہے۔ بایں اختلاف مولانا خیر آبادی کو حضرت کی شہادت کی خبر پہونچی تو طلبہ کو سبق پڑھا رہے تھے۔ یہ سنتے ہی کتاب بند کر دی۔ گھنٹوں بیٹھے روتے رہے۔ اس کے بعد کہا کہ۔

"اسمٰعیل کو ہم مولوی نہ جانتے تھے۔ وہ امت محمدیہ کا حکیم تھا۔ کوئی شئے نہ تھی جس کی انیت اور لمیت اسکے ذہن میں نہ ہو۔"

(۵) مولانا اشرف علی تھانوی نے فرمایا کہ مولانا اسمٰعیل صاحب شہیدؒ کے وعظ میں ایک ہیجڑا آ گیا۔ اس سے مولانا نے فرمایا کہ خدا سے ڈرو بس اس پر ایک حالت طاری ہو گئی اور انگوٹھی چھلے جو پہن رہا تھا سب اتار کر پھینک دیئے اور سرخ ہاتھ جن میں مہندی لگی ہوئی تھی پتھر پر رگڑنا شروع کیا تاکہ سرخی چھوٹ جاوے۔ یہاں تک کہ خون نکل آیا۔ لوگوں نے منع بھی کیا مگر اس نے کہا یہ رنگ گناہ ہے اس لئے اس کو چھٹانا چاہیئے۔

(قصص الاکابر صـ۲۱)

(۶) حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نے فرمایا کہ مولانا اسمٰعیل صاحب شہیدؒ کی خدمت میں لکھنؤ کے ایک پرتکلف شہزادے حاضر ہوئے اور فرشی سلام کیا مولانا نے انگوٹھا دکھا دیا۔ پھر انھوں نے ایک اشرفی پیش کی مولانا نے منہ چڑا دیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ شہزادے بے حد مکدر ہو کر کسی بہانہ سے چلے گئے۔ لوگوں نے مولانا سے دریافت کیا کہ آپ نے یہ کیا کیا مولانا نے فرمایا یہ کہتا تھا میری قسمت پھوٹ گئی ہے۔ میں نے کہا میرے ٹھینگے سے اور یہ ہدیہ میری جان کے لئے وبال تھا۔ اس لئے ایسی حرکت کی کہ آئندہ بھی سلسلہ منقطع ہو جائے

(حسن العزیز جلد دوم صـ۲۳۸ ملفوظ ۷۶۹)

(۷) حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نے فرمایا کہ شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے لکھا ہے کہ صحبت کے لئے اس شخص کو اختیار کرو جو محدث بھی ہو اور فقیہ بھی، صوفی بھی اعتدال اس سے ہوتا ہے۔ یہ قول ان کا قول جمیل میں ہے شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کا خاندان ماشاء اللہ ان اوصاف کا جامع ہے جن میں مولانا اسمٰعیل صاحبؒ بھی ہیں۔ بعض لوگ مولانا کو غیر مقلد

سمجھتے ہیں حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔ میرے ایک استاد بیان فرماتے تھے
کہ وہ سید صاحب کے قافلہ کے ایک شخص سے ملے ان سے پوچھا تھا کہ
مولانا غیر مقلد تھے؟ انھوں نے کہا یہ تو ہم کو معلوم نہیں لیکن سید صاحب
کے تمام قافلہ میں یہ مشہور تھا کہ غیر مقلد چھوٹے رافضی ہوتے ہیں۔ اس سے
سمجھ لو کہ اس قافلہ میں کوئی غیر مقلد ہو سکتا ہے۔ ایک حکایت اور فرمائی
کسی نے مولانا سے فتویٰ پوچھا۔ فرمایا امام صاحب کے نزدیک یوں ہے۔ اسنے
کہا آپ اپنی تحقیق فرمائیے، فرمایا میں کیا کہہ سکتا ہوں امام صاحب کے سامنے
مولانا کے غیر مقلد مشہور ہونے کی وجہ یہ ہوئی کہ مولانا نے بعض جاہل غالی مقلدین
کے مقابلہ میں بعض مسائل خاص عنوان سے تعبیر کرائے اور ایک بار ان کے مقابلہ میں
آمین زور سے کہدی کیونکہ غلو اس وقت ایسا تھا کہ میں نے ایک کتاب میں دیکھا ہے
کہ ایک شخص نے زور سے آمین کہدی تھی تو اس کو مسجد کے اونچے فرش پر سے
گرا دیا تھا، مولانا کو اس پر بہت جوش آیا، اس کتاب میں ہے کہ آپ نے
بیس مرتبہ آمین کہی۔ شاہ عبدالعزیز صاحب سے لوگوں نے یہ واقعہ بیان
کیا اور کہا ان کو سمجھائیے، فرمایا وہ خود عالم ہیں اور تیز ہیں کہنے سے ضد
بڑھ جائے گی، خاموش رہو، مولانا نے ایک رسالہ بھی رفع یدین کے اثبات
میں لکھا ہے لیکن غیر مقلد ہرگز نہ تھے۔ (قصص الاکابر صہ ۳۲)

(۸) حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ نے فرمایا۔ حضرت سید احمد صاحب
شہید بریلویؒ جن کے ہمراہ مولانا اسمٰعیل صاحب شہید بھی تھے جب پشاور
پہنچے ہیں تو وہاں کے علماء مولانا شہیدؒ کی شہرت سن کر امتحان کی غرض سے
آئے، مولانا اس وقت ایک خستہ سا تہبند باندھے ہوئے گھوڑے کو کھریرا
کر رہے تھے ان سے پوچھا کہ مولانا کہاں ہیں۔ مولانا نے فرمایا کیا کام ہے

انھوں نے کہا تجھ کو اس سے کیا مطلب ہے مولانا کا پتہ تبلاؤ، مولانا نے فرمایا تم تبلاؤ تو سہی کیا غرض ہے۔ کہنے لگے ہم کو کچھ پوچھنا ہے، مولانا نے فرمایا مجھ سے ہی پوچھ لو، ان کو معلوم ہو گیا کہ یہی ہیں۔ پھر جو کچھ جس فن میں پوچھا گھوڑے کو ٹھہرا کرتے ہوئے حل کر دیا، سب متعجب ہوئے کہ ہم باوجود اس کے کہ کم علم ہیں ایسے قبا و عبا و عمامے باندھے ہوئے ہیں۔ اور مولانا اتنے بڑے عالم ہوتے ہوئے اس حالت میں رہتے ہیں (مولانا نے فرمایا تعجب نہ کرو۔ تم مجھ کو اپنے سب کی برابر سمجھتے ہو اگر میں تم سب کی برابر کپڑے پہنوں تو اپنے بار کا کیسے متحمل ہوں۔ جامع)

(قصص الاکابر صفحہ ۳)

(۹) حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ نے فرمایا کہ کلکتہ میں ایک ملحد نے مولانا شہید سے کہا تھا کہ غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ڈاڑھی رکھنا خلاف فطرت ہے کیونکہ اگر فطرت کے موافق ہوتی تو ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے کے وقت بھی ہوتی، تو مولانا شہیدؒ نے فرمایا کہ اگر خلاف فطرت ہونے کی یہی وجہ ہے تو دانت بھی تو خلاف فطرت ہیں ان کو بھی توڑ ڈالو کیونکہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے کے وقت دانت بھی نہ تھے۔ (امثال عبرت حصہ دوم صفحہ ۱۴)

(۱۰) حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ مولانا شہید صاحب بہت تیز مشہور تھے لیکن اپنے نفس کے لئے کسی پر تیزی نہ فرماتے تھے۔ ایک شخص نے مجمع عام میں مولانا سے پوچھا کہ مولانا میں نے سنا ہے کہ آپ حرام زادے ہیں۔ بہت متانت اور نرمی سے فرمایا کہ کسی نے تم سے غلط کہا ہے۔ شریعت کا قاعدہ ہے "الولد للفراش" سو میرے والدین کے نکاح کے گواہ اب تک موجود ہیں ایسی باتوں کا یقین نہیں کیا کرتے، وہ

شخص پاؤں پر گر پڑا اور کہا کہ مولانا میں نے امتحاناً ایسا کیا تھا مجھے معلوم ہو گیا کہ آپ کی تیزی سب اللہ تعالیٰ کے واسطے ہے۔ اہل اللہ کی یہ حالت ہوتی ہے کہ ان کی ذات کو جس قدر کوئی کہے وہ اپنے کو اس سے بدتر جانتے ہیں۔ (امثال عبرت حصہ دوم ص ۱۱۹)

(۱۱) حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ نے فرمایا کہ حضرت مولانا اسمٰعیل شہیدؒ اپنے شہر میں بڑے جید عالم، سب لوگ جانتے والے، مگر سید صاحب کا جوتہ بغل میں دبائے، سب سے سلام علیک کرتے پالکی کے ساتھ دوڑا کرتے تھے۔ مجلس میں بھی جوتوں کے پاس سید صاحب کا جوتہ لئے بیٹھے رہتے تھے۔ اور اگر کسل مندی کی وجہ سے لیٹتے تو جوتہ سر کے نیچے رکھ لیتے۔ کبھی سید صاحب کو جوتہ تلاش کرنے کی نوبت نہیں آئی، جس طرف چاہتے آزادانہ چلے جاتے تھے، وہیں جوتہ موجود پاتے تھے۔ کسی نے مولانا شہیدؒ سے دریافت کیا کہ آپ کو سید صاحب سے اعتقاد کیسے ہوا فرمایا ایک مرتبہ بارش ہوئی سب لوگ مسجد میں جمع تھے۔ مسجد بیچ میں سے ٹپک رہی تھی، جماعت کے وقت سب نمازی اِدھر اُدھر ہو گئے بیچ میں وہ جگہ خالی رہی سید صاحب وہاں آ کر کھڑے ہوئے اور سب پانی ان پر پڑا لیکن نہایت خشوع خضوع سے نماز ادا کی، کہتے تھے کہ میں سمجھا یہ بہت بڑا شخص ہے، متبع السنۃ ہے، ظاہر میں تو معمولی بات ہے۔ لیکن چشم غور سے حقیقت منکشف ہوتی ہے اور سید صاحب اس وقت طالب علم تھے اور کافیہ تک پڑھا تھا۔ ایک روز مطالعہ میں مشغول تھے کہ کافیہ کے حروف غائب ہو گئے، بہت پریشان ہوئے کہ صبح کو سبق کیسے پڑھوں گا شاہ صاحب سے ذکر کیا، فرمایا تم اور کام کے انجام دینے کے واسطے پیدا

ہوئے ہو، حق تعالیٰ کو تمہیں عالم متعارف بنانا منظور نہیں، مولانا شہید نے
سید صاحبؒ کا بیعت ہوتے وقت بھی امتحان لیا تھا کہا کہ دو رکعتیں موافق
حدیث لا یحدث فیھما نفسہ (
پڑھا دو، فرمایا، وضو کرلو، نماز پڑھائی، کوئی خطرہ ماسوا کا نہیں آیا
مولانا شہید نے سید صاحب کی بہت خدمت کی اور بڑا مجاہدہ ریاضت
نفس کشی کی تھی حالانکہ بڑے طباع، تیز، شوخ، ذہین اور ذکی تھے۔
(۱۲) حضرت مولانا اسمٰعیل شہیدؒ نے ایک عالم سے سوال کیا کہ اگر کوئی شخص
فرش پر بیٹھا ہو اور قرآن کو رحل پر رکھ کر پڑھ رہا ہو اور دوسرا آدمی پلنگ پر
پیر لٹکا کر بیٹھ جائے یہ جائز ہے یا نہیں؟ مولوی صاحب نے کہا جائز
نہیں۔ کیونکہ اس میں قرآن کی بے ادبی ہے، مولانا اسمٰعیل صاحبؒ نے فرمایا
کہ اگر قرآن کے سامنے اگر کوئی کھڑا ہو جائے تو یہ کیسا ہے؟ کہا یہ جائز ہے
مولانا نے فرمایا کہ دونوں صورتوں میں فرق کیا ہے، چارپائی پر بیٹھنے میں
اگر بے ادبی پیروں کی وجہ سے ہے تو پلنگ پر بیٹھنے والے کے بھی نیچے ہیں اور
اگر بے ادبی سرین کے اونچے ہونے سے ہے تو سرین کھڑے ہونے والے کے اونچے
ہیں۔ وہ مولوی صاحب حیران ہو کر خاموش ہو گئے۔
(ف) حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب قدس سرہٗ نے فرمایا
اگر وہ مولوی صاحب فقیہ ہوتے تو کہہ دیتے کہ ادب کا مدار عرف پر ہے اور
عرف میں پہلی صورت کو بے ادبی اور دوسری صورت کو ادب شمار کیا جاتا ہے
مولانا اسمٰعیل شہیدؒ کے مزاج میں شوخی یعنی زندہ دلی بہت تھی اس لئے ان
کے یہاں ایسے ایسے لطیفے اکثر ہوتے رہتے تھے جن کا جواب کوئی ان ہی جیسا

دے سکتا تھا، ہر شخص نہ دے سکتا تھا۔

حضرت مولانا تھانوی کے ماموں امداد علی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ شوخی مزاج دلیل ہے نفس کے مردہ ہونے اور روح کے زندہ ہونے کی اور متانت دلیل ہے روح کے مردہ ہونے اور نفس کے زندہ ہونے کی اسی لئے اکثر اہل اللہ شوخ مزاج یعنی زندہ دل ہوتے ہیں

(وعظ آداب المصاب ص۶)

(۱۳) حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہٗ نے بیان فرمایا کہ جب سید صاحب کا قافلہ جہاد کو جاتے ہوئے سہارنپور پہنچا تو مولوی محمد حسن صاحب اُن سے سہارنپور آکر ملے۔ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب نے اپنے خدام کو حکم دیا کہ اس کا خیال رکھا جائے کہ مولوی محمد حسن کسی صاحب کے مکان یا کسی دوکان پر کھانا نہ کھائیں۔ میں ان کو اپنے ساتھ کھلاؤں گا۔ مولوی محمد حسن نہایت نازک مزاج اور نازک طبع تھے۔ جب کھانے کا وقت آیا اور مولوی صاحب مولانا شہیدؒ کے ساتھ کھانا کھانے بیٹھے تو ایک ہی نوالہ لینے پائے تھے کہ مولانا شہیدؒ نے زور سے ناک سنکی۔ مولوی صاحب کھانے سے اٹھ کھڑے ہوئے اور چلے گئے۔ مولانا شہیدؒ نے ان کے اٹھ جانے کی مطلق پرواہ نہ کی اور اپنے خدام سے فرمایا کہ اب اس کا زیادہ خیال رکھا جاوے کہ یہ کہیں کھانا نہ کھا سکیں۔ خدام نے ایسا ہی کیا۔ جب دوسرا وقت ہوا اور کھانا کھانے بیٹھے، تو مولانا نے پھر زور سے سنکا مگر مولوی محمد حسن اس وقت نہ اٹھے۔ جب وہ اٹھے تو مولانا نے رینٹ کو ان کے سامنے انگلیوں سے ملا۔ اس پر ان سے نہ رہا گیا اور یہ کہہ کر کہ مولانا کیا کرتے ہو۔ فوراً اٹھ کے چلے گئے۔ مولانا نے اپنے خدام کو پھر ہدایت کی کہ دیکھو ان کو ہرگز کہیں کھانا نہ کھانے دینا۔ جب تیسرا وقت ہوا

تو پھر کھانا کھانے بیٹھے۔ مولانا شہیدؒ نے پھر زور سے سنکا اور ہاتھ سے رینٹ کو ملتے ہوئے ان کے کھانے کی طرف کو لے گئے۔ انھوں نے اپنا پیالہ مولانا کے سامنے کر دیا اور کہا کہ اب تو اگر آپ اس میں ملا بھی دیں گے تب بھی کھاؤنگا مولانا نے فرمایا کہ بس اب علاج ہوگیا۔ خدام سے کہا کہ پانی لاؤ اور پانی منگا کر ہاتھ دھو ڈالے۔ اس کے بعد فرمایا کہ میں نے یہ اس لئے کیا تھا کہ تم جہاد کو جا رہے ہو اور جہاد میں نازک مزاجی نہیں نبھ سکتی۔

(ف) قولہ۔ نازک مزاجی نہیں نبھ سکتی۔ اقول کما قال العارف الشیرازی ؎

نازپروردہ تنعم نہ دہد راہ بدوست
عاشقی شیوۂ رندانِ بلاکش باشد

حکمائے امت اخلاق وملکات کی اصلاح اس طرح کرتے ہیں۔ (از ارواح ثلثہ صہ مولانا اشرف علی تھانوی)

(۱۴) حضرت امیر شاہ خاں صاحب نے فرمایا کہ ایک روز مولانا اسمٰعیل صاحب شہیدؒ دہلی میں جامع مسجد کے حوض پر بیٹھے ہوئے وعظ فرما رہے تھے۔ اتنے میں تبرکات نکلے اور لوگ ان کے ساتھ بہت زور وشور سے نعت پڑھتے ہوئے آئے۔ مگر مولانا نے التفات نہیں کیا اور برابر وعظ کہتے رہے۔ یہ بات لوگوں کو ناگوار ہوئی اور انھوں نے یہ کہا کہ مولانا آپ کیا کر رہے ہیں اٹھئے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات کی تعظیم کیجئے۔ مولانا اس پر بھی نہ اٹھے۔ اس پر لوگوں کو اور اشتعال آیا اور انھوں نے سختی سے کہا۔ اس پر مولانا نے فرمایا کہ اول تو یہ تبرکات مصنوعی ہیں پھر میں اس وقت بحیثیت نیابت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرض تبلیغ انجام دے رہا ہوں

لہذا میں نہیں اٹھ سکتا۔ اس جواب کو سن کر اور شغب ہوا اور فساد تک نوبت پہنچی مگر چونکہ مولانا کے ساتھ بھی فدائی بہت تھے اس لئے فساد نے کوئی خطرناک صورت اختیار نہ کی اور صرف زبانی ہی تو تو میں میں تک قصہ رہ گیا۔ یہ زمانہ اکبر شاہ ثانی کا تھا اور اکبر شاہ اس خاندان کا بہت معتقد تھا۔ لوگوں نے جاکر بادشاہ سے حضرت مولانا کی بہت شکایتیں کیں۔ اس قصہ کو یہاں چھوڑ کر۔ ایک دوسری بات عرض کرتا ہوں، شاہ عالم کے وقت میں جو معاہدہ انگریزوں سے ہوا تھا اس میں بادشاہ کے اختیارات قلعہ اور شہر اور اس کے اطراف اور قطب صاحب اور اس کے اطراف تک محدود تھے۔ لیکن اکبر شاہ کے وقت میں یہ اختیارات صرف قلعہ اور شہر تک رہ گئے تھے۔ اس جملہ معترضہ کے بعد اب پھر قصہ بیان کرتا ہوں جب مولانا کی بادشاہ تک شکایتیں پہونچیں تو بادشاہ نے مولانا کو بلوایا۔ اور ان سے حوض کے واقعہ کی تفصیل دریافت کی مولانا نے پورا واقعہ بیان فرمادیا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ میں نے یہ بھی کہا تھا کہ تبرکات مصنوعی ہیں اور ان کی تعظیم ہمارے ذمے نہیں ہے۔ اکبر شاہ نے کسی قدر تیز لہجہ میں کہا کہ عجیب بات ہے کہ آپ ان کو مصنوعی کہتے ہیں۔ مولانا نے مسکراتے ہوئے اور نہایت نرم لہجہ میں فرمایا کہ میں تو کہتا ہی ہوں مگر آپ اس کو مصنوعی سمجھتے بھی ہیں اور معاملہ بھی ان کے ساتھ ایسا ہی کرتے ہیں۔ اکبر شاہ نے تعجب سے کہا کہ یہ کیسے، مولانا نے فرمایا کہ اس کا ثبوت یہ ہے کہ سال بھر میں دو مرتبہ وہ تبرکات آپ کی زیارت کے لئے آتے ہیں اور آپ ایک دفعہ بھی ان کی زیارت کے لئے نہیں تشریف لے گئے۔ یہ سن کر اکبر شاہ چپ رہ گیا۔ اس کے بعد مولانا نے کسی سے فرمایا کہ

ذرا قرآن شریف اور بخاری شریف لاؤ۔ چنانچہ وہ دونوں لائے گئے۔ اور آپ نے ان کو ہاتھ میں لے کر واپس کر دیا اور اسکے بعد یہ تقریر فرمائی کہ:۔
"ان تبرکات میں اول تو یہ کلام ہے کہ وہ مصنوعی ہیں یا اصلی لیکن اگر ان کو واقعی مان بھی لیا جائے تب بھی اکثر تبرکات جیسے چادر اور قدم وغیرہ ایسے ہیں جن میں کوئی شرف ذاتی نہیں بلکہ ان میں محض تلبس سے شرف آیا ہے لیکن قرآن شریف کے کلام اللہ ہونے میں کسی کو شبہ نہیں علی ہذا بخاری شریف بھی قریب قریب بالاتفاق اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے اس لئے اس کا کلام رسول ہونا بھی ناقابل انکار ہے اور کلام اللہ و کلام رسول کے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اوڑھی ہوئی چادر وغیرہ سے اشرف ہونے میں بھی کسی کو کلام نہیں ہو سکتا۔ مگر باوجود ان تمام ناقابل انکار باتوں کے کلام خدا اور کلام رسول تمہارے سامنے آیا مگر تم لوگوں نے ان کی کوئی تعظیم نہ دی بلکہ برابر اسی طرح بیٹھے رہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ حضرات تبرکات کی تعظیم ان کے شرف کی وجہ سے نہیں کرتے بلکہ محض ایک رسم پرستی ہے اور کچھ نہیں۔
اس مضمون کو مولانا شہیدؒ نے نہایت بسیط اور واضح تقریر میں ادا فرمایا۔ جب مولانا تقریر فرما رہے تھے تو بادشاہ گردن جھکائے ہوئے خاموش بیٹھا ہوا تھا اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے اسی سلسلہ میں یہ بھی ہوا کہ بادشاہ ہاتھوں میں اور پاؤں میں سونے کے کڑے پہنے ہوئے تھا اور اس کے پاس ایک شاہزادہ بیٹھا ہوا تھا جس کی ڈاڑھی منڈی ہوئی تھی۔ مجھے اس شاہزادہ کا نام بھی یاد تھا۔ مگر اب یاد نہیں رہا۔ حضرت مولانا نے فرمایا کہ شاہزادہ تو چکنا گھڑا ہے کہ پچاس برس

شاہ عبدالعزیز کا وعظ سنا مگر ابتک ڈاڑھی نہیں رکھوائی اور بادشاہ کی نسبت بھی کچھ فرمایا جو مجھے یاد نہیں رہا۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ شاہزادے نے ڈاڑھی رکھوائی اور بادشاہ نے کپڑے اتار دیئے۔

(ف) قولہٗ اس کا اثر یہ ہوا الخ اقول (حضرت مولانا تھانویؒ) یہ بھی بڑی اہلیت ہے ان سلاطین کی۔ نیز اثر ہے حضرت مولانا کے خلوص وللہیت کا بھی۔ (ارواح ثلثہ ص۵۹)

(۱۵) حضرت امیر شاہ خاں صاحب نے فرمایا کہ میں نے حکیم خادم علی صاحب اورنگ آبادی سے سُنا ہے کہ ایک مرتبہ مولوی اسمٰعیل صاحب شہیدؒ اور آپ کے چند ساتھی جن میں میں بھی تھا شکار کے لئے چلے۔ قطب صاحب کے پرلی طرف میل بھر کے فاصلے پر ایک گسائیں رہتا تھا جو کہ مرتاض تھا اور اس کے چیلے اس کے پاس رہتے تھے اس کی کٹی کے اطراف میں مور بہت زیادہ تھے ہندوؤں کے نزدیک مور بہت عظمت کی چیز ہے مولانا نے بندوق سے ایک مور کا شکار کر لیا۔ اس پر اس گسائیں کے چیلوں میں ایک شور مچ گیا اور گسائیں سمیت سب کے سب مولانا اور ان کے ہمراہیوں سے لڑنے کے لئے آئے۔ مولانا کے ہمراہی بھی مقابلہ کے لئے تیار ہو کر ادھر کو چلے۔ مولانا نے اپنے ہمراہیوں سے فرمایا کہ خبردار جب تک میں اجازت نہ دوں تم کچھ نہ بولنا اور فرمایا تم ذرا نرمی کرو۔ انشاء اللہ ہم مور اس کو کھلا کر چلیں گے۔ اور یہ کہہ کر مولانا مسکراتے ہوئے گسائیں کی طرف بڑھے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ گسائیں صاحب ذرا میری بات سن لیجئے۔ اس کے بعد جو آپ کے جی میں آئے کیجئے۔ ہم آپ کے پاس موجود ہیں کہیں جاتے نہیں ہیں۔ غرض اس قسم کی نرم گفتگو نے

اس کو نرم کیا اس کے بعد آپ نے مناسب طور سے اسے اسلام کی دعوت دی اور دونوں جانب سے دیر تک اس معاملہ میں گفتگو رہی اس کے بعد وہ گوشائیں اور اس کے اکثر کے ہمراہی مشرف باسلام ہوئے۔ اور کچھ لوگ گوشائیں کو بھی اور مولانا کو بھی بُرا بھلا کہتے ہوئے رخصت ہو گئے۔ مولانا نے رات کو گوشائیں کے پاس آکر آرام فرمایا اور مور پکوا کر اسکو کھلایا۔

(ف) قولہ وہ گوشائیں اور اس کے اکثر ہمراہی مشرف باسلام ہوئے

اقول:۔ (حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ) اس پر شعر یاد آگیا ؎

آہن کہ بپارس آشنا شد فی الحال بصورت طلا شد۔

(ارواح ثلاثہ ص۱۶)

(۱۶) حضرت امیر شاہ خان صاحب نے فرمایا کہ حکیم خادم علی صاحب نے فرمایا کہ ایک مجذوب دلی کی جامع مسجد کے پیچھے کی دوکانوں میں سے ایک دوکان میں رہتا تھا اور اس زمانہ کے لوگ اس کے نہایت معتقد تھے۔ اور وہ مجذوب کبھی کبھی جامع مسجد کی ان سیڑھیوں پر آبیٹھتا تھا جو دریبہ کی جانب ہیں۔ اس کی شکل اس قدر ہیبتناک تھی کہ اکثر لوگ اس کے خوف سے اس طرف کا راستہ چلنا چھوڑ دیتے تھے اور وہ اپنی کوٹھڑی میں بھی اور سیڑھیوں پر بھی شیر کی طرح غرّایا کرتا تھا، رات کے وقت تو اس کی کوٹھڑی میں کوئی کبھی گیا ہی نہیں، اگر کسی کو کچھ عرض معروض کرنی ہوتی تو بہت ڈرتے ڈرتے سیڑھیوں ہی پر کچھ کہہ لیتا تھا، وہ مجذوب لوگوں کو مارتا بھی تھا اور اینٹیں بھی پھینکتا تھا مولانا اسمٰعیل شہیدؒ نے ایک روز اس کی دوکان میں جانے کا ارادہ کیا احباب نے منع کیا مگر انھوں نے کسی کی نہ سنی اور دوکان میں پہنچ گئے

مجذوب مولانا کو دیکھ کر اس قدر زور سے غرّایا کہ کبھی اس قدر نہ غرایا تھا، مخالفین تو بہت خوش ہوئے کہ آج ان پر مجذوب کی مار پڑے گی اور یا تو مر جائیں گے یا دیوانہ ہو جائیں گے یا اور کوئی بلا نازل ہو گی مگر کچھ بھی نہ ہوا۔ بلکہ وہ مجذوب تھوڑی دیر تو غرایا لیکن تھوڑی دیر بعد اس کا غرانا موقوف ہو گیا اور دونوں کی باتوں کی آواز آنے لگی نتیجہ یہ ہوا کہ دو گھنٹہ کے بعد مولانا اس کو نکال لائے اور باہر لا کر نماز پڑھوا دی اس کے بعد سے اس کی یہ حالت ہوئی کہ برابر نماز پڑھنے لگا اور غرانا وغیرہ سب موقوف ہو گیا۔ مگر کسی قدر دیوانگی باقی رہی۔

(ف) قولہ مار پڑے گی۔ اقول (حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ) یعنی اس کے تصرف باطنی سے کوئی سخت گزند پہونچے گا۔

(فائدہ) مگر ہر شخص کا یہ کام نہیں ناقص کو کبھی دنیوی ضرر کبھی دینی ضرر تک پہنچ جانا محتمل ہے۔ (ارواح ثلاثہ ص۶۳)

(۱۷) حضرت امیر شاہ خان صاحب نے فرمایا کہ حکیم خادم علی صاحب فرماتے تھے کہ ایک شخص بڑے لوگوں میں سے تھے جن کا نام تو یاد نہیں مگر اتنا یاد ہے کہ ان کو منشی صاحب کہتے تھے، انھوں نے مولانا اسمٰعیل شہیدؒ سے اپنے یہاں مردانہ میں وعظ کہلایا اور وعظ میں مولانا کی یہ حالت تھی کہ جو تڑاق پڑاق ان کے وعظ میں ہوتی تھی اس وعظ میں نہ تھی بلکہ لہجہ کمزور تھا۔ مولوی رستم خاں بریلوی جو مولانا کے خازن اور نہایت جاں نثار تھے ان سے ان منشی صاحب نے دریافت کیا کہ آج مولانا کی آواز ابھرتی کیوں نہیں۔ اس کا کیا سبب ہے۔ چونکہ

منشی صاحب مخلص تھے اور پوچھا بھی اصرار سے اس لئے انھوں نے جواب میں فرمایا کہ اس ضعف لہجہ کا سبب یہ ہے کہ مولانا پر تین وقت سے فاقہ ہے اور انھوں نے تین وقت سے کچھ نہیں کھایا ہے۔ منشی صاحب یہ سن کر اٹھے اور مولانا سے کہا کہ مولانا اب وعظ کو موقوف فرما دیجئے مجھے اور بھی ضروری کام ہیں۔ وعظ موقوف ہو گیا۔ اور وہ مولانا کو الگ ایک مکان میں لے گئے۔ وہاں ان کے سامنے کھانا رکھا مولانا یہ دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا منشی جی تم سے کسی نے کہدیا ہے مگر میں کھانا نہ کھاؤں گا۔ انہوں نے پوچھا حضرت کیوں، آپ نے فرمایا کہ میرے ساتھیوں نے بھی کھانا نہیں کھایا ہے اور میں ان سے الگ نہیں کھانا کھا سکتا، انھوں نے ساتھیوں کو بھی بلایا اور سب کو کھانا کھلایا۔ اور کئی وقت تک دعوت کی۔

(ف) قولہ۔ میں ان سے الگ کھانا نہیں کھا سکتا۔ اقول (مولانا اشرف علی تھانویؒ) یہ ادائے حقوق مرافقت ان حضرات کے ادنیٰ کمالات سے ہے۔ (ارواح ثلاثہ صہ ۶۲)

(۱۸) حضرت امیر شاہ خاں صاحب نے فرمایا کہ میں نے میانجی محمدی صاحب اور حکیم خادم علی اور مولوی سراج احمدؒ صاحب خورجوی اور میانجی رحیم داد صاحب خورجوی اور مولوی ذوالفقار علی صاحب دیوبندی۔ اور مولوی فیض الحسن صاحب سہارنپوری سے سُنا ہے۔ یہ حضرات فرماتے تھے کہ جب مولانا اسمٰعیل صاحب شہید کے وعظوں کا زور وشور ہوا تو اس زمانہ میں فدا حسین رسول شاہی کا بھی زور شور تھا فدا حسین مذکور سرسید کی نانی کا بھائی تھا اور نہایت بد دین صوفی تھا اور اس قدر

باا ثر تھا کہ شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کے ایک لائق شاگرد مولوی عبداللہ کو اور شاہ غلام علی صاحبؒ کے ایک خاص مرید کو بھی زیادہ کر چکا تھا۔ مولانا نے فدا حسین مذکور کے فتنہ کو دور کرنے کی کوشش کی اور اس کے مریدوں کے پاس پہنچ کر اور ان کو پکڑ پکڑ کر اور فدا حسین کے جلسوں میں جا جا کر امر بالمعروف کرنا شروع کیا۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ فدا حسین کے کئی مرید تائب ہو کر مولانا کے حلقہ بدوش ہو گئے۔ اس پر فدا حسین کے مریدوں کو بہت صدمہ ہوا۔ اور وہ سب اکٹھے ہو کر فدا حسین کے پاس آئے اور فدا حسین سے یہ کہا کہ آپ مولانا پر تصرف کیوں نہیں کرتے۔ فدا حسین نے اپنے سارے مجمع کو بٹھا کر ان سے یہ بات کہی کہ خبردار مولانا سے کبھی نہ الجھنا دیکھو اگر بادشاہ یہ حکم دے کہ میرے قلمرو میں رات کے دس بجے کوئی شخص تنہا یا بلا روشنی کے نہ نکلے اور پولیس کو حکم کر دے کہ جو کوئی اس حکم کی خلاف ورزی کرے تو اسے گرفتار کر لو۔ تو پولیس والے اس حکم کی تعمیل میں ہر ایسے شخص کو گرفتار کر کے حوالات کر دیں گے جو خلاف حکم شاہی رات کے وقت تنہا یا بلا روشنی کے جا رہا ہو خواہ وہ بادشاہ کا دوست ہو یا کوئی اور۔ اور اگر وہ ایسا نہ کریں تو وہ نمک حرام اور شاہی مجرم ہیں۔ اب اگر وہ شخص بادشاہ کا مقرب ہونے کے زعم میں ان پولیس والوں کی مزاحمت کرے تو اس کی یہ مزاحمت بادشاہ سے مقابلہ سمجھی جائے گی۔ پس ایسی حالت میں اس کا فرض ہے کہ وہ پولیس والوں کی اطاعت کرے اور ان سے مزاحمت نہ کرے۔ اگر وہ ایسا کرے گا تو جب بادشاہ کے سامنے پیش ہو گا بادشاہ اسے خود رہا کر دے گا۔ تو جب یہ معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ مولانا حق تعالیٰ کے مامور ہیں ان سے مزاحمت کرنا حق تعالیٰ سے مزاحمت کرنا ہے

اس لئے تم ان کی مزاحمت نہ کرو بلکہ حق تعالیٰ سے آشنائی پیدا کر لو۔ جب تم اس کے سامنے پیش ہو گے وہ خود تم کو رہا کر دے گا۔ پس تم خبردار مولانا سے کبھی نہ الجھنا۔

حاشیہ حکایت بالا۔ قولہ۔ تم ان کی مزاحمت نہ کرو بلکہ حق تعالیٰ سے آشنائی پیدا کر لو۔ اقول۔ اس شخص کی تقریر مرکب ہے ایک اقرار اور ایک دعویٰ سے۔ اقرار یہ کہ مولانا سے مزاحمت جائز نہیں یہ اقرار مقر پہ حجت ہے اور دعویٰ یہ کہ ہم موجودہ حالت میں خدا تعالیٰ کے دوست ہیں یا ہو سکتے ہیں۔ یہ دعویٰ بلا دلیل بلکہ خلاف دلیل اور غیر مسموع ہے۔

(مولانا اشرف علی تھانوی ازارواح ثلاثہ صہ ۶۴)

(۹) حضرت امیر شاہ خان صاحب نے فرمایا کہ مجھ سے مولوی عبدالقیوم صاحب داماد جناب مولانا شاہ محمد اسحق صاحب نے بیان فرمایا کہ تحصیل سکندر آباد ضلع بلند شہر میں جو شاہ صاحب کے خاندان کے گاؤں تھے۔ انکی تحصیل کے لئے مولانا اسمٰعیل صاحبؒ شہید جایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ مولوی اسمٰعیل صاحب بیمار ہو گئے اس لئے اس مرتبہ مولوی شاہ رفیع الدین صاحب کے چھوٹے بیٹے کو بھیجنا چاہا۔ اور چونکہ مولوی اسمٰعیل صاحبؒ کو دیہات کے حالات معلوم تھے کیونکہ وہی تحصیل کے لئے جایا کرتے تھے اس لئے اُن سے دیہات کے حالات پوچھے تاکہ تحصیل میں آسانی ہو۔ مولانا نے تمام واقعات وحالات تبلا دیئے اور یہ بھی تبلا دیا کہ میں آتے جاتے غازی آباد میں فلاں بھٹیاری کے یہاں ٹھہرا کرتا ہوں (اور بھٹیاری کا پورا پتہ تبلا دیا) اور اس اس قدر دیا کرتا ہوں تم بھی وہیں ٹھہرنا اور اس سے کہہ دینا کہ میں اسمٰعیل کا بڑا بھائی ہوں۔ مولوی موسیٰ یہ ہدایت لیکر روانہ ہوگئے

اور بھٹیاری کے یہاں پہنچے۔ اس نے ان کی بھی اسی طرح خاطر کی جس طرح وہ مولانا کی کیا کرتی تھی۔ رات کے وقت اس نے مولوی موسیٰ کی چارپائی کے نیچے دو لوٹے پانی کے اور ایک چٹائی اور ایک جانماز رکھدی۔ مولوی موسیٰ نے کہا کہ تم یہ سامان کیوں کرتی ہو نہ لوٹوں کی ضرورت ہے اور نہ چٹائی کی اور نہ جانماز کی جب صبح ہوگی مسجد میں جاکر نماز پڑھ لیں گے۔ بھٹیاری نے ان کی طرف تعجب سے دیکھا اور کہا کہ :-

"میں تو تمہاری صورت دیکھ کر ہی سمجھ گئی تھی کہ تم مولوی اسمٰعیل کے بھائی نہیں ہو (کیونکہ یہ شاہ صاحب کے خاندان میں سیاہ فام تھے) اور اب تمہارے اس کہنے سے یقین ہوگیا۔ مولوی اسمٰعیل بھی صبح کی نماز مسجد ہی میں پڑھتے تھے مگر وہ تھوڑی دیر سو کر اٹھ بیٹھتے اور وضو کر کے صبح تک نفلوں میں قرآن پڑھتے رہتے تھے اور تم کہتے ہو کہ مجھے پانی وغیرہ کی ضرورت نہیں اور یہ بھی کہتے ہو کہ میں ان کا بڑا بھائی ہوں ۔ میں تو سمجھتی تھی کہ تم بڑے بھائی ہو تو ان سے عابد (عبادت گذار) بھی زیادہ ہوگے مگر تم کچھ بھی نہ نکلے"

مولوی موسیٰ کہتے تھے کہ میں بھٹیاری سے یہ باتیں سن کر مارے شرم کے پانی پانی ہوگیا اور مجھے کوئی جواب نہ بن آیا۔

حاشیہ حکایت بالا۔ قولہٗ۔ اس کہنے سے یقین ہوگیا۔ اقولُ یعنی یہ کہ تم ان کے بھائی نہیں ہو۔ قولہٗ۔ تم بڑے ہو تو ان سے عابد بھی زیادہ ہوگے۔ اقول۔ یعنی اصل یہی ہے کہ عمر کی زیادتی کے ساتھ کمالات دین میں بھی ساتھ ساتھ ترقی ہوتی رہے (مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ) (ارواحِ ثلاثہ ص۶۶)

(۲۰) حضرت امیر شاہ خان صاحب نے فرمایا حکیم عبدالسلام صاحب فرماتے تھے کہ میرے عقیقہ میں سید صاحبؒ مولوی اسمٰعیل صاحبؒ اور مولوی عبدالحی صاحبؒ بھی شریک تھے۔ مولوی عبدالحیٰ صاحب نے وعظ فرمایا اور یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کے اوقات میں بھی برکت عطا فرماتا ہے اور جو کام کئی روز میں نہیں ہو سکتا۔ وہ اس کو چند گھنٹوں میں کر لیتے ہیں۔ چنانچہ بعض لوگ عصر سے مغرب تک قرآن شریف ختم کر لیتے ہیں اور یہ مضمون اس انداز سے بیان فرمایا کہ جس سے معلوم ہوتا تھا کہ خود مولانا کو بھی یہ کرامت حاصل ہے اور مولوی اسمٰعیل صاحبؒ کے متعلق تو صراحت کے ساتھ فرمایا کہ یہ عصر سے مغرب تک قرآن شریف ختم کر لیتے ہیں۔ اس بنا پر لوگ مولوی اسمٰعیل صاحبؒ کو لپٹ گئے اور کہا کہ حضرت ہم کو بھی اس کرامت کا مشاہدہ کرا دیجیے۔ چنانچہ گومتی کے پل پر لوگ اکٹھے ہوئے اور مولانا نے ہزاروں آدمیوں کے مجمع میں عصر سے مغرب تک قرآن شریف ختم کر دیا۔

حاشیہ حکایت بالا۔ قولہ۔ میرے عقیقہ میں سید صاحبؒ الخ

اقول۔ خاص عقیقہ کا وقت مراد ہونا لازم نہیں۔ دعوت کا وقت مراد ہونا ممکن ہے۔ قولہ۔ قرآن شریف ختم کر دیا۔ اقول۔ اس کرامت کا اختیاری ہونا لازم نہیں آتا۔ ممکن ہے کہ اس وقت ماذون ہوں

(مولانا اشرف علی تھانوی) (ارواح ثلاثہ ص ۶۷)

(۲۱) حضرت امیر شاہ خاں صاحبؒ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ مولانا اسمٰعیل شہید صاحبؒ عشاء کی نماز جامع مسجد میں پڑھ کر اس دروازے میں کو چل دیئے جو قلعہ کی جانب ہے۔ مولوی محمد یعقوبؒ صاحب (مولوی

محمد اسحٰق صاحبؒ کے چھوٹے بھائی) نے ایک کران کو پکڑا اور پوچھا کہ کہاں جاتے ہو؟ میں اس وقت تمہیں تنہا نہ جانے دوں گا۔ اگر تم کہیں جاؤ گے میں تمہارے ساتھ جاؤں گا مولانا نے فرمایا کہ میں ایک خاص ضرورت سے جا رہا ہوں۔ تم مجھے جانے دو اور میرے ساتھ نہ آؤ۔ میں نے اصرار کیا مگر وہ نہ مانے اور تنہا چل دیئے۔ میں بھی ذرا فاصلے فاصلے سے اُن کے پیچھے پیچھے ہولیا۔ خانم کے بازار میں ایک بڑی مالدار اور مشہور رنڈی کا مکان تھا اور اس کا نام موتی تھا۔ مولانا اس کے مکان پر پہونچے اور آواز دی۔ تھوڑی دیر میں مکان سے ایک لڑکی نکلی اور پوچھا کہ تم کون ہو اور کیا کام ہے؟ انھوں نے کہا کہ میں فقیر ہوں وہ لونڈی یہ سن کر چلی گئی اور جاکر کہدیا کہ ایک فقیر کھڑا ہے۔ رنڈی نے کچھ پیسے دیئے اور کہا کہ جاکر دیدے۔ وہ لڑکی پیسے لے کر آئی اور مولانا کو دینا چاہا مولانا نے کہا کہ میں ایک صدا کہا کرتا ہوں اور بغیر صدا کہے لینا میری عادت نہیں۔ تم اپنی بی بی سے کہو کہ میری صدا سن لے۔ اس نے جاکر کہدیا۔ رنڈی نے کہا کہ اچھا بلالے، وہ بلا کرلے گئی۔ مولانا جاکر صحن میں رومال بچھاکر بیٹھ گئے اور آپ نے سورۂ والتین۔ ثُمَّ رَدَدْنَاہُ اَسْفَلَ سَافِلِیْنَ تک تلاوت فرمائی۔ میں بھی وہاں پہونچ گیا اور جاکر مولانا کے پیچھے کھڑا ہوگیا۔ مولانا نے اس قدر بلیغ اور مؤثر تقریر فرمائی کہ گویا جنّت اور دوزخ کا مشاہدہ کرادیا۔ اس رنڈی کے یہاں بہت سی رنڈیاں اور بھی تھیں۔ اور ان کے علاوہ اور لوگ بھی بہت تھے۔ ان پر اس کا یہ اثر ہوا کہ سب لوگ چیخ چیخ کر رونے لگے اور کہرام مچ گیا۔ اور انھوں نے ڈھولک ستار وغیرہ توڑنے شروع کئے اور موتی اور اس کے علاوہ اور کئی رنڈیاں تائب ہوگئیں

اس کے بعد مولانا اسمٰعیل صاحب اُٹھ کر چل دیئے - میں بھی پیچھے پیچھے چل دیا -

مولانا محمد یعقوب صاحب نے فرمایا کہ جب مولانا جامع مسجد کی سیڑھیوں پر پہونچے ہیں تو میں نے مولانا سے کہا کہ میاں اسمٰعیل تمہارے دادا ایسے تھے اور تمہارے چچا ایسے تھے اور تم ایسے خاندان کے ہو جس کے سلامی بادشاہ رہے ہیں - مگر تم نے اپنے آپ کو بہت ذلیل کر لیا اتنی ذلت ٹھیک نہیں ہے - اس پر مولانا نے ایک ٹھنڈی سانس بھری اور حیرت سے میری طرف دیکھا اور کھڑے ہو گئے اور مجھ سے فرمایا کہ مولانا آپ نے یہ کیا فرمایا اس کو میری ذلت سمجھتے ہیں یہ تو کچھ بھی نہیں میں تو اس روز سمجھوں گا کہ آج میری عزت ہوئی ہے جس روز دِلی کے شہدے (بدمعاش) میرا منہ کالا کر کے اور گدھے پر سوار کر کے مجھے چاندنی چوک میں نکالیں گے - اور میں کہتا ہوں گا - قَالَ اللّٰهُ کَذَا وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ کَذَا - یہ سن کر میری یہ حالت ہوئی کہ میں کہنے کو تو کہہ گیا مگر مارے شرم کے پانی پانی ہو گیا - اور زبان بند ہو گئی اور اس کے بعد کبھی مجھے ان سے آنکھ ملا کر بات کرنے کی ہمت نہ ہوئی -

حاشیہ حکایت بالا - قولہ فی آخر القصہ - میں تو اس روز سمجھوں گا الخ اقول - اللہ اکبر مدعیان فنا آئیں اور دیکھیں فنا اس کو کہتے ہیں ایک عاشق نے اسی منظر سے عارف شیرازی کے اس شعر کی تفسیر کی ہے ؎

من جاں دِل لے زاہد با خلق نخواہم گفت   کایں نغمہ اگر گویم با چنگ و رباب اولے

(حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ)   (ارواح ثلاثہ صـ ۶۸)

(۲۲) حضرت امیر شاہ خان صاحب نے فرمایا کہ جب سید صاحب کا قافلہ حج سے واپس آرہا تھا تو واپسی میں لکھنؤ میں ٹھہرا علی نقی خاں اس زمانہ میں وزیر تھا اور سبحان علی خان اس کا میر منشی۔ علی نقی خان نے تمام قافلہ کی دعوت کی اور کھانے کے لئے سب کو ایک بڑے مکان میں مدعو کیا۔ اس جلسہ میں علماء فرنگی محل وغیرہ بھی مدعو تھے۔ جب سب لوگ اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے۔ تو علی نقی خان نے سید احمد شہیدؒ سے عرض کیا کہ حضور کھانے میں ابھی ذرا دیر ہے بہتر ہو کہ جناب مولوی اسمٰعیل صاحب کچھ بیان فرمائیں۔ مولانا اسمٰعیل شہیدؒ صاحب کا قاعدہ تھا کہ جس جلسہ میں سید صاحب ہوتے تھے اس جلسہ میں تقریر نہ کرتے تھے۔ اس لئے سید صاحب نے مولانا عبدالحی صاحب سے فرمایا کہ مولانا آپ کچھ فرما دیجئے۔ مولانا عبدالحی صاحب نہایت ہی کم گو تھے اور جب تک کوئی سوال کئی مرتبہ نہ کیا جاوے اس وقت تک جواب ہی نہ دیتے تھے اس لئے وہ خاموش رہے بار بار کے اصرار پر مولانا عبدالحی صاحب نے فرمایا الحیاء شعبة من الایمان (حیاء ایمان کا ایک شعبہ ہے) اور یہ فرما کر سلسلۂ تقریر شروع فرمایا اور اول ثابت کیا کہ حضرت آدم علیہ السلام باحیا تھے اور ابلیس بے حیا۔ اس کے بعد حضرت نوح علیہ السلام کا باحیاء ہونا اور ان کی کافر قوم کا بے حیا ہونا ثابت فرمایا۔ پھر دوسرے انبیاء کا باحیاء ہونا اور ان کے مخالفین کا بے حیاء ہونا ثابت فرمایا اس کے بعد صحابہؓ کا باحیاء ہونا اور ان کے مخالفین کا بے حیاء ہونا ثابت فرمایا۔ اس کے بعد فرق اسلامیہ میں اہل سنت کا باحیاء ہونا اور ان کے مخالفین کا بے حیاء ہونا ثابت کیا اور خاتمۂ تقریر پر ڈاڑھی مبارک پر ہاتھ پھیر فرمایا کہ الحمد للہ سنت انبیاء اور ان کے متبعین کے مطابق عبدالحی باحیاء

ہے اور روافض بالخصوص روافض اودھ اپنے اسلاف کی سنت کے مطابق بے حیا۔ اور اس تقریر کو ختم فرما دیا۔

یہ مضمون تو ختم ہوا اثنائے تقریر میں سبحان علی خاں مولوی عبدالحی صاحب سے جگہ جگہ پر سوال کرتا تھا اور مولانا اسمٰعیل صاحب اس کا جواب دیتے تھے وہ سوالات و جوابات سب تو مجھے محفوظ نہیں رہے جس قدر مجھے یاد ہیں وہ لکھواتا ہوں۔

مولانا عبدالحی صاحب کی تقریر میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی فتوحات کا اور ان منافع کا بھی ذکر آگیا جو آپ کی ذات سے اسلام کو پہونچے۔ اس پر سبحان علی خاں نے باآواز بلند حدیث پڑھی

ان اللہ لیؤید ھٰذا الدین

بالرجل الفاجر

اس پر مولانا اسمٰعیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ اٹھے اور مولوی عبدالحی صاحب سے فرمایا ذرا تقریر کو روک دیجئے اس کا جواب میرے ذمہ ہے اور سبحان علی خاں کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ سبحان علی خاں تم اس کو تسلیم کرتے ہو کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ذات سے دین کو مدد پہنچی۔ اس نے اقرار کیا کہ ہاں آپ نے پھر یہی سوال کیا اس نے پھر وہی جواب دیا۔ جب سب کے سامنے کئی بار اس سے اقرار کرا لیا تب فرمایا کہ یہ بحث تو پھر ہو گی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فاجر تھے یا نہ تھے لیکن اس وقت آپ نے اتنا تسلیم کر لیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ذات سے دین کو مدد پہنچی اب اتنا ذرا اور بتا دو کہ اصول تشیع کے مطابق دین کو نفع پہنچا یا یا اصول سنت کے مطابق۔ اس کے جواب میں سبحان علی خاں بالکل خاموش ہو گیا جب وہ جواب نہ دے سکا تو خود مولانا نے فرمایا کہ یہ تو آپ کہہ نہیں سکتے

کہ اصولِ تشیع کے مطابق دین کو نفع پہنچا۔ اس لئے ضروریہی کہا جاوے گا کہ اصولِ اہلِ سنت کے مطابق پہونچا پس ثابت ہوا کہ دین حق مذہب اہلِ سنت ہے۔ ایک موقع پر مولوی عبدالحی صاحبؒ نے حضرت علیؓ کے متعلق کچھ بیان فرمایا۔ اسی موقع پر سبحان علی خاں نے حدیث لحمك لحمی ودمك دمی پڑھی۔ اس پر بھی مولانا اسمٰعیل صاحب کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ مولانا ذرا تقریر روک دیجئے اس کا بھی جواب میں دوں گا۔ اور اس کے بعد سبحان علی خاں سے فرمایا کہ سبحان علی خاں سنو! اول تو یہ حدیث ثابت نہیں اور برتقدیر ثبوت میں دریافت کرتا ہوں کہ یہ حدیث اپنے حقیقی معنی پر محمول ہے یا مجازی معنی پر۔ اس کے جواب میں سبحان علی خاں نے کہا کہ حقیقی معنی پر۔ اس کے جواب میں مولانا نے فرمایا کہ اگر حقیقی معنی پر محمول ہے تو حضرت علی کا نکاح حضرت فاطمہؓ سے صحیح نہ ہوا۔ سبحان علی خاں سے کچھ جواب نہ بن آیا اور خاموش ہوگیا۔ ایک موقع پر سبحان علی خاں نے مولانا عبدالحی صاحب کی تقریر پر اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ آپ کے یہاں یہ حدیث ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام جزیہ نہ لیں گے۔ بلکہ ان کے زمانہ میں یا اسلام ہوگا یا قتل اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جزیہ لیتے تھے تو ثابت ہوا کہ عیسٰی علیہ السلام جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو منسوخ کر سکتے ہیں۔ اس کے جواب میں بھی مولانا اسمٰعیل صاحب کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ ان کا جزیہ نہ لینا خود اسی حدیث کی بنا پر ہوگا پس یہ تعمیل ہے حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نہ کہ نسخ حکم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس کے جواب میں بھی سبحان علی خاں خاموش ہوگیا اور کوئی جواب نہ بن آیا۔ غرضکہ اسی طرح اور بھی کئی سوال جواب ہوئے جو مجھے یاد نہیں رہے اور سبحان علی خاں ہر مرتبہ ساکت ہوا آخر

میں ایک موقع پر پھر اس نے اعتراض کرنا چاہا اور صرف اتنا کہا تھا کہ اتنے میں علی نقی خاں نے سبحان علی خاں سے کہا کہ بس کرو بہت گالیاں سنوا چکے ہو اب نہ چھیڑو اپنے بہنوئی کو۔

حاشیہ از طرف حکیم الامۃ مولانا شاہ اشرف علی تھانوی قولہ، فی اول القصۃ۔ کھانے کے لئے سب کو اقول شیعی کی دعوت قبول کرنے پر شبہ نہ کیا جائے کیونکہ مصلحت دینیہ کا موقع مستثنیٰ ہے باقی کسی چیز کے ملا دینے کی ممانعت سو ایسی حرکت کمینہ طبع کے لوگ کر سکتے ہیں۔ شرفاء اور عالی مرتبہ کے لوگ نہیں کر سکتے۔ خصوص جب اس جماعت والے بھی شریک ہوں (ارواح ثلاثہ ص۱۷)

(۲۴۳) حضرت امیر شاہ خاں صاحب نے فرمایا کہ مولانا اسمٰعیل صاحب نے لکھنؤ میں اعلان فرمایا کہ کل ہم شیعوں کی عیدگاہ میں وعظ کہیں گے۔ چنانچہ آپ حسب اعلان وعظ کہنے کے لئے عیدگاہ تشریف لے گئے۔ اس اعلان کی اطلاع عام طور پر ہو چکی تھی اس لئے دونوں فریق کے لوگ جمع ہو گئے اور بہت بڑا مجمع ہو گیا۔ مولانا ممبر پر تشریف لائے اور وعظ شروع فرمایا مولوی عبدالقیوم صاحب۔ مولوی عبدالحی صاحب کے صاحبزادے آپ کے پائیں کے پاس بیٹھے تھے۔ وعظ میں آپ نے مذہب تشیع کی خوب دھجیاں اڑائیں۔ اس وعظ میں دو نو عمر اور نوجوان لڑکے جو آپس میں بھائی بھائی تھے جن میں سے ایک کا نام محمد ارتضا تھا اور دوسرے کا نام محمد مرتضیٰ مولانا کے قریب ہی بیٹھے ہوئے تھے ان پر اس وعظ کا اثر ہوا اور ان میں چھوٹے بھائی نے بڑے بھائی سے کہا کہ مولانا کی تقریر کو سن کر میرے دل میں یہ بات آئی ہے کہ اس شہر میں ہماری حکومت ہے اور یہ شخص جو مذہب تشیع کی اس

بے باکی سے تردید کر رہا ہے محض ایک معمولی اور دُبلا پتلا آدمی ہے نہ کہیں کا
بادشاہ ہے نہ نواب نہ اس کے پاس فوج ہے نہ ہتھیار پھر باوجود اس کی کسی
دبے بسی کے جو یہ اس قدر جرأت دکھلا رہا ہے تو وہ کونسی بات ہے جو اس کو
اس بے باکی اور سرفروشی پر آمادہ کر رہی ہے وہ صرف اس کا ایمان ہے اور
اب ہم اپنے ائمہ پر نظر کرتے ہیں ہمارے ائمہ ہمارے مذہب کی روایات
کے مطابق اس قدر قوی اور شجاع تھے کہ ان کی قوت کو نہ کسی فرشتے کی قوت
پہنچتی ہے اور نہ جن کی۔ اور اس کے ساتھ ہی وہ تقیہ بھی اس قدر کرتے
تھے کہ مخالف تو درکنار خود اپنے شیعوں سے صاف بات نہ کہتے تھے اس سے
میں سمجھتا ہوں کہ مذہب تشیع تو کسی طرح حق نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یا تو ان کی
بہادری کے افسانے جھوٹے ہیں یا اُن کے تقیہ کی کہانی غلط ہے۔ اب
صرف دو مذہب سچے ہو سکتے ہیں یا مذہب خوارج جو ان کو کافر سمجھتے ہیں
یا مذہب اہل سنت وجماعت جو کہتے ہیں کہ ائمہ نہایت راست گو اور
نہایت باایمان تھے اور ان کی شان لَا یَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَائِمٍ تھی اور انکا
مذہب وہی تھا جو اہل سنت کا مذہب ہے اور جو باتیں ان کی طرف شیعہ
نسبت کرتے ہیں وہ ان کا افترا ہے اور جب مذہب تشیع بالکل افسانہ ثابت
ہوا اور حق دائر ہو گیا۔ خوارج اور اہل سنت کے مذہب کے درمیان تو پھر
جب میں ان دونوں مذہبوں کے درمیان فیصلہ کرتا ہوں تو مجھے اہل سنت کا
مذہب اقرب الی الصواب معلوم ہوتا ہے۔ اس کو سن کر بڑے بھائی نے کہا کہ
مجھے بھی یہی خیال ہوتا ہے۔ جب وہ دونوں متفق ہو گئے تو چھوٹا بھائی اٹھا
اور کہا کہ مولانا ذرا ممبر پر سے اتر جائیے مجھے کچھ عرض کرنا ہے۔ مولانا سمجھے کہ
شاید میری تردید کرے گا۔ اور یہ خیال کر کے آپ نیچے تشریف لے آئے اس

لڑکے نے ممبر پر جا کر تمام شیعوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ صاحبو آپ کو معلوم ہے کہ اس مقام پر شیعوں کی حکومت ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ یہ مولانا جو اس جرأت سے مذہبِ تشیع کی تردید فرما رہے تھے اور نہ ان کو بادشاہ کا خوف تھا نہ ارکانِ دولت کا اور نہ عام رعایا کا۔ محض ایک معمولی شخص ہیں کہ نہ ان کو کوئی جسمانی قوت ——— ہم لوگوں سے ممتاز حاصل ہے اور نہ ان کے پاس کوئی فوجی قوت ہے پھر باوجود اس بے کسی اور بے بسی اور کمزوری کے جو وہ اس قدر جرأت دکھلا رہے تھے اس کا سبب کیا ہے اور وہ کونسی قوت ہے جس نے ان کو اس قدر جانباز اور جری بنا دیا ہے میرے نزدیک وہ قوت صرف قوت ایمانی ہے۔ اب میں دریافت کرتا ہوں کہ ہمارے ائمہ جو عمر بھر تقیہ کرتے رہے۔ حتی کہ خود اپنے شیعوں سے بھی ڈرتے رہے تو اس کمزوری کا کیا سبب ہے۔ اگر اس کا سبب یہ ہے کہ ان میں قوت نہ تھی اول تو مذہب تشیع اس کا انکار کرتا ہے اور ان کے اندر انسانی طاقت سے زیادہ طاقت تبلاتا ہے پھر اگر اس کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو وہ قوت میں مولوی اسمٰعیل صاحب سے کسی صورت میں کم نہ ہوں گے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ان میں مولوی اسمٰعیل کی سی جرأت نہ تھی اور اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ ایمان میں مولوی اسمٰعیل سے بھی کمزور تھے اور اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مذہب تشیع تو کسی طرح حق نہیں ہو سکتا۔ اگر حق ہو سکتا ہے تو مذہب خوارج یا مذہب اہلِ سنت۔ اور یا تو ائمہ (نعوذ باللہ) سراسر بے ایمان تھے جیسے خوارج کہتے ہیں اور یا وہ پکے سنّی تھے جیسے اہلِ سنت کہتے ہیں۔ یہ میرا شبہ ہے اگر کسی شیعی کے پاس اس کا جواب ہو تو اس کا جواب دے ورنہ میں مذہب تشیع سے تائب ہوتا ہوں اور میرے ساتھ میرا بڑا بھائی بھی تائب

ہوگا - اس مجمع میں مجتہدین بھی تھے - مگر کسی نے کوئی جواب نہ دیا - اس نے پھر کہا کہ یا تو کوئی صاحب جواب دیں ورنہ میں سُنّی ہوتا ہوں - اس کا بھی کچھ جواب نہ ملا - آخر وہ ممبر پر سے اُترا اور مولانا سے عرض کیا کہ میں اپنا کام کر چکا - اب آپ وعظ فرمائیں - مولانا نے فرمایا کہ وعظ سے جو میرا مقصود تھا وہ حاصل ہوگیا - اور جو تقریر تم نے کی میں ایسی نہ کرتا - اس لئے اب مجھے کہنے کی ضرورت نہیں رہی - یہ دونوں لڑکے کسی بڑے وثیقہ دار کے لڑکے تھے - جب یہ سُنّی ہوگئے تو انہوں نے اپنا سب گھر بار چھوڑ دیا اور چھوڑ کر مولانا کے ساتھ ہوگئے اور انہی کے ساتھ رہے یہاں تک کہ جہاد میں مولانا کے ساتھ شہید ہوگئے

حاشیہ - از طرف مولانا اشرف علی تھانویؒ قولہٗ فی آخر القصہ اس لئے اب مجھے کہنے کی ضرورت نہیں رہی - اقول - یہ ہے اخلاص فی النیۃ والعمل کہ وعظ سے جو مقصود تھا جب دوسرے شخص کے واسطے سے حاصل ہوگیا گو وہ عامی ہی تھا تو وعظ کے منقطع فرمادینے میں کوئی تردد نہ ہوا ورنہ طالبان جاہ اس سُبکی کو کب گوارہ کرسکتے تھے یہی حقیقت ہے حضرت علی خواصؒ کے اس ارشاد کی کہ علامت اخلاص کی یہ ہے کہ جو شخص کوئی دینی خدمت مثل وعظ یا بیعت تلقین کرتا ہو - اگر دوسرا کوئی اچھا کام کرنے والا آجائے تو یہ طالبوں کو اس کی طرف متوجہ کردے - یہ وہی کرسکتا ہے جس کو تصدر و تقدم و ترفع مقصود نہ ہو - (شت)

(ارواح ثلاثہ صـ ۹۴)

(۳۴۲) حضرت امیر شاہ خان صاحب نے فرمایا کہ مولوی عبدالقیوم صاحب فرماتے تھے کہ مولانا اسمٰعیل صاحب کی عادت ہنسی مذاق کی بہت تھی اس لئے

وہ سیّد صاحب کے پاس نہ ٹھہرا کرتے تھے اور سید صاحب کے ساتھ مولوی عبدالحی صاحب ٹھہرتے تھے۔ جب سید صاحب کا قافلہ حج کو گیا ہے تو مولانا اسمٰعیل صاحب سید صاحب کے جہاز میں سوار نہیں ہوئے بلکہ دوسرے جہاز میں سوار ہوئے۔ مولوی وجیہہ الدین صاحب یعنی مولوی احمد علی صاحب محدث سہارنپوری کے تایا مولوی عبدالحی صاحب کے بھی شاگرد تھے اور مفتی الٰہی بخش صاحب کاندھلوی کے بھی شاگرد تھے۔ ان کا بدن بھاری تھا اور پیٹ بڑا تھا، رنگت کالی تھی۔ ابتدا میں یہ مولوی اسمٰعیل شہید صاحبؒ کے مخالف تھے اور انھوں نے تقویت الایمان کا رد بھی لکھا تھا اور مولوی عبداللہ صاحب ایک شخص تھے جو کاندھلہ کے رہنے والے اور قوم کے رائیں تھے۔ نہایت ذہین اور بڑے عالم شخص تھے اور مفتی صاحب کے شاگرد تھے۔ مولوی وجیہہ الدین صاحب اور مولوی عبداللہ صاحب کے درمیان ایک مرتبہ مناظرہ بھی ہوا تھا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مولوی اسمٰعیل صاحب نے تقویت الایمان میں شرک کی دو قسمیں کی ہیں۔ ایک جلی دوسرے خفی۔ مولوی وجیہہ الدین صاحب اس کو تسلیم نہ کرتے تھے اس پر ان سے اور مولوی عبداللہ صاحب سے مناظرہ ہوا اور مولوی عبداللہ صاحب غالب آئے۔ اس پر مولوی وجیہہ الدین صاحب مولانا شہیدؒ کی مخالفت سے تائب ہوئے اور اپنی کتاب جو انھوں نے مولانا کے رد میں لکھی تھی دہلی جاکر مولانا کے سامنے پھاڑ ڈالی اور اس روز سے مولانا شہیدؒ کے عاشق زار بن گئے۔ یہ مولوی وجیہہ الدین صاحب بھی مولانا شہید کے ساتھ جہاز میں تھے اور دونوں مل کر حجاج کے لئے آٹا پیسا کرتے تھے۔ آٹا پیستے ہوئے مولانا شہید ان کو چھیڑا کرتے تھے۔ کبھی آٹا

ان کے منہ پر مل دیتے تھے کبھی پیٹ پر کبھی کوئی اور مذاق کرتے تھے۔ ان کے علاوہ مولانا اور حاجیوں سے بھی ہنسی مذاق کرتے رہتے تھے، اس زمانہ میں بادبانی جہاز تھے اور مسافروں کو روزانہ فی کس ایک بوتل پانی ملا کرتا تھا۔ اتفاق سے ہوا ناموافق ہوگئی اور جہاز میں پانی کم رہ گیا۔ اس لئے جہاز والوں نے اعلان کر دیا کہ کل سے پانی آدھی بوتل ملے گا۔ دو دن تک آدھی بوتل پانی دیا۔ اس کے بعد جب پانی بالکل ختم ہوگیا تو جہاز والوں نے کہدیا کہ اب پانی بالکل نہیں رہا ہے اس لئے ہم پانی نہیں دے سکتے۔ سب لوگ نہایت پریشان ہوئے۔ اس جہاز میں علاوہ سید صاحب کے قافلہ والوں کے اور بھی بڑے بڑے لوگ سوار تھے۔ اب ان لوگوں میں یہ سرگوشیاں ہونے لگیں کہ یہ شخص (مولانا شہید) لوگوں سے ہنسی مذاق کرتا ہے اسی کی شامت سے ہم پر یہ بلا آئی ہے۔ لہٰذا اس کو روکنا چاہئے اور دعائیں کرنی چاہئیں اس کی اطلاع مولوی وجیہہ الدین صاحب اور دوسرے لوگوں کو ہوئی تو مولوی وجیہہ الدین معہ چند دیگر اشخاص کے ان لوگوں کے پاس پہنچے اور ان کو مولانا شہید کی عظمت و شان سے آگاہ کیا اور کہا کہ یہ شامت تمہاری اس گستاخی اور بدگمانی کی ہے کہ تم انکی نسبت ایسا خیال کرتے ہو۔ تم کو چاہئے کہ ان کی خدمت میں حاضر ہوکر ان سے معافی چاہو اور ان سے دعا کی درخواست کرو۔ چنانچہ وہ سب لوگ آئے اور سب نے مولانا سے دعا کی درخواست کی۔ مولانا نے فرمایا کہ تم سب دعا کرو میں بھی دعا کروں گا۔ مگر میری دعا تو مٹھائی کے بغیر چپکتی نہیں۔ اس پر ایک شخص نے وعدہ کیا کہ سب جہاز کے لوگوں کو

مسقطی حلوا کھلاؤں گا۔ اس کی مقدار مجھے یاد نہیں رہی مگر اتنا یاد ہے
کہ فی کس پاؤ بھر سے زیادہ تھا۔ اس پر آپ نے دوسرے لوگوں
کے ساتھ مل کر دعا کی جس کا اثر اسی وقت ظاہر ہوا اور ایک چشمہ
شیریں پانی کا جو لمبا کو چوڑا ؤمیں دو بڑی چار پائیوں کے برابر ہوگا
دوڑتا ہوا آیا اور جہاز کے پاس آکر کھڑا ہو گیا مولانا نے اس کو دیکھ
فرمایا کہ اس پانی کو دیکھو تو کیسا ہے۔ لوگوں نے جو چکھا تو نہایت ٹھنڈا
اور شیریں تھا اس پر سب لوگوں نے اپنے اپنے برتن بھر لئے۔ اور
جہاز والوں نے بھی اپنے برتن خوب بھر لئے جب سب بھر چکے تو وہ
پانی غائب ہو گیا۔ اور اس کے بعد لوگوں نے ہوا کی موافقت کے لئے
دعا کی درخواست کی۔ پھر آپ نے وہی فرمایا کہ سب دعا کریں میں بھی شریک
ہو جاؤں گا۔ مگر میری دعا بغیر مٹھائی کے نہیں چپکتی۔ اس پر کسی اور
امیر نے کچھ وعدہ کیا جو مجھے یاد نہیں رہا۔ اس پر آپ نے سب لوگوں
کے ساتھ مل کر موافقتِ ہوا کی دعا کی اور ہوا موافق ہو گئی، جہاز کا
لنگر کھول دیا گیا اور جتنے دنوں میں اچھی ہوا کی حالت میں جہاز جدّہ
پہنچتا تھا اس سے نصف دنوں میں ہمارا جہاز جدّہ پہنچ گیا۔

حاشیہ از طرف مولانا اشرف علی صاحب تھانوی۔ قولہ
مذاق کرتے تھے۔ اقول۔ لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ کے خلاف کا شبہ
نہ کیا جائے۔ اس کا محل یہ ہے کہ جس سے مزاح کیا جاتا ہے اس کو
حقیر سمجھے چنانچہ اس کی علت عَسٰی اَنْ یَّکُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْهُمْ ارشاد
فرمانا اس کی قطعی دلیل ہے اور مٹھائی کی شرط یہ بھی اسی مزاح کا ایک
شعبہ ہے۔ (ارواح ثلاثہ)

(۲۵) حضرت امیر شاہ خان صاحب نے کہا کہ مولوی تبارک اللہ صاحب
اُلدھن کے رہنے والے ایک شخص تھے جو بہت بڈھے اور شاہ عبدالعزیز
صاحب کے شاگرد تھے۔ انھوں نے ایک مرتبہ اورنگ آباد میں وعظ
کہا۔ وعظ کے بعد ان سے لوگوں نے کہا کہ تقویۃ الایمان کی نسبت
آپ کیا فرماتے ہیں۔ میں اس جلسہ میں موجود تھا۔ میرے سامنے مولوی
تبارک اللہ صاحب نے فرمایا کہ جب تقویت الایمان شائع ہو کر اُلدھن
میں آئی ہے تو لوگوں میں اس کا چرچا ہوا۔ کچھ لوگ مخالف ہو گئے
اور کچھ موافق اور آپس میں بحث و مباحثہ اور گفتگوئیں ہونے لگیں
اس وقت میرے چچا حیات تھے جو بہت ضعیف العمر تھے آنکھوں سے
بھی کم دکھائی دیتا تھا اور کانوں سے بھی اونچا سنتے تھے انھوں نے
جو یہ رنگ دیکھا تو ایک مرتبہ فرمایا کہ لڑکو! میں چند روز سے دیکھ
رہا ہوں کہ تم لوگ کچھ ورق ہاتھ میں لئے بحث مباحثہ کرتے ہو ہیں
تو بتلاؤ کیا بات ہے۔ ہم لوگوں نے کہا کہ جناب ایک کتاب شائع
ہوئی ہے اس پر بحث و مباحثہ ہوتے رہتے ہیں۔ انھوں نے فرمایا
کہ وہ کتاب مجھے سناؤ۔ ہم نے تقویت الایمان اول سے لیکر
آخر تک سنائی۔ اس کو سن کر آپ نے فرمایا کہ سب بستی کے لوگوں کو
جمع کر لو اس وقت اپنی رائے ظاہر کروں گا۔ ہم لوگوں نے لوگوں
کو جمع کیا۔ جب سب لوگ جمع ہو گئے تو آپ نے فرمایا کہ میں اب تک
دنیا کی حالت دیکھتا رہا اور جو کچھ لوگ کہہ رہے تھے ان کی باتیں بالکل
میرے جی کو نہ لگتی تھیں۔ اور میں سمجھتا تھا کہ دنیا اس وقت گمراہی میں
مبتلا ہے اور میرا جی ان باتوں کو ڈھونڈتا تھا۔ مگر کنویں میں بھانگ پڑی

ہوئی تھی۔ نہ کسی کو دین کی خبر تھی نہ کوئی تبلانے والا تھا۔ مولوی اسمٰعیل کا احسان ہے کہ انھوں نے پانی اور بھانگ کو الگ کر دیا اور سیدھا راستہ تبلا دیا۔ اب تمہیں اختیار ہے چاہے مانو چاہے نہ مانو اور بھانگ ہی پیے جاؤ۔

حاشیہ از مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ۔ قولہٗ پانی کو اور بھانگ کو الخ اقول۔ کیا اچھا فیصلہ ہے۔

(ارواح ثلاثہ صہ ۸۲)

(۲۶) حضرت امیر شاہ خاں صاحب نے فرمایا کہ مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہٗ فرماتے تھے کہ اطراف لکھنؤ میں ایک عالم رہتے تھے جو بڑے عالم تھے (مولانا نے ان کا نام بھی لیا تھا مگر مجھے یاد نہیں رہا) یہ عالم ایک مسجد میں رہتے تھے اور مسجد کی جنوبی جانب ایک سہ دری تھی اس میں پڑھایا کرتے تھے۔ مولوی فضل رسول بدایونی ظہر کی نماز سے پہلے یا عصر کی نماز سے پہلے ان کی خدمت میں پہونچے اور ان کو وہ اپنی تحریرات سنائیں جو انھوں نے مولانا شہید کے رد میں لکھی تھیں اور ان سے ان کی تصدیق اور مولانا شہید کی تکفیر چاہی اتنے میں جماعت تیار ہوگئی۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ پہلے نماز پڑھ لیں پھر غور کریں گے مولوی فضل رسول کے ساتھ ایک شخص بھی تھا۔ مولوی صاحب اور مولوی فضل رسول تو نماز کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور وہ ان کا ساتھی نہیں اٹھا اور بیٹھا ہوا حقہ پیتا رہا۔ جب مولوی صاحب نماز پڑھ کر تشریف لائے اور اسے حقہ پیتے ہوئے دیکھا۔ اس پر مولوی صاحب نے مولوی فضل رسول سے دریافت کیا کہ یہ کون صاحب ہیں

انھوں نے کہا کہ یہ میرے عزیز ہیں۔ مولوی صاحب نے پوچھا کہ یہ تمہارے ساتھ کتنے دنوں سے ہیں۔ انہوں نے مدت بتائی۔ اس پر مولوی صاحب نے فرمایا کہ تکفیر کا میرا ارادہ پہلے بھی نہ تھا مگر اتنا ارادہ تھا کہ کچھ آپ کے موافق لکھدوں گا مگر الحمد للہ کہ اس وقت نماز کی برکت سے مجھ پر ایک حقیقت منکشف ہوئی وہ یہ کہ یہ شخص تمہارا عزیز بھی ہے اور اتنی مدت سے تمہارے ساتھ بھی ہے مگر باوجود اس کے تم اسے مسلمان (نمازی) بھی نہ بنا سکے۔ اور مولوی اسمٰعیل جس طرف کو نکل گیا ہے ہزاروں کو دیندار بنا گیا ہے۔ پس قابل تکفیر تم ہو نہ کہ مولوی اسمٰعیل۔ لہذا تم میرے پاس سے چلے جاؤ۔ میں کچھ نہ کہوں گا۔ اس پر وہ بے نیل و مرام واپس ہوگئے یہ قصہ بیان کر کے حضرت امیر شاہ خاں صاحب نے فرمایا کہ اس شخص سے ملا ہوں جو مولوی فضل رسول کے ساتھ تھا۔ حالانکہ وہ بڈھا ہو گیا تھا مگر بڑھاپے تک بے نماز تھا۔ اور دنیا کی تمام بازیوں مثل کبوتر بازی، بٹیر بازی، مرغ بازی وغیرہ میں ماہر تھا۔

حاشیہ از مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ قولہ پس قابل تکفیر الخ اقول۔ اس بنا پر نہیں کہ تمہارا اثر ساتھی پر نہ ہوا بلکہ اس بنا پر کہ اتنے بڑے خادم اسلام کی تکفیر کی جو بروئے حدیث موجب تکفیر ہے پس حدیث کے جو معنی بھی ہیں اسی معنی کر یہ قابلیت بھی ہے تکفیر کی۔

(ارواح ثلاثہ صد ۸۳)

(۲۷) حضرت امیر شاہ خاں صاحب نے فرمایا کہ مجھ سے شاہ عبدالرحیم صاحب نے بروایت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی بیان فرمایا کہ سید صاحب کے قافلہ کا ریاست رامپور جانے کا ارادہ ہوا۔ یہ زمانہ

نواب احمد علی خاں کا تھا۔ جب علماء رامپور کو اس ارادہ کی اطلاع ہوئی تو انھوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ جس طرح بھی ممکن ہو سید صاحب کے لوگوں کو بالخصوص مولوی اسمٰعیل صاحب کو نیچا دکھایا جائے۔ اور مشورہ سے ایک عالم صاحب کو گفتگو کے لئے منتخب کر لیا گیا، اس زمانہ میں رام پور میں ایک صاحب شاہ عبدالعزیز صاحب کے شاگرد تھے جو رام پور ہی کے رہنے والے تھے۔ جب ان کو اس مشورہ کی اطلاع ہوئی تو وہ رام پور سے پیدل روانہ ہوئے اور دو تین منزل پیدل چل کر سید صاحب کے قافلہ سے ملاقات کی اور ان لوگوں سے کہا کہ آپ صاحبوں کا رام پور تشریف لے جانا مصلحت نہیں ہے۔ کیونکہ وہاں کے علماء نے آپ لوگوں سے مناظرہ کا مشورہ کیا ہے اور وہ مناظرہ پر تلے ہوئے ہیں اور اگر جانا ہی ہے تو اور لوگ جائیں مگر مولوی اسمٰعیل صاحب کا جانا کسی طرح مصلحت نہیں ہے۔ کیونکہ وہاں کے علماء ان کے خاص طور پر درپے ہیں۔ اس کے بعد وہ خاص طور پر مولوی اسمٰعیل صاحب کے پاس گئے اور ان سے خصوصیت کے ساتھ اس واقعہ کو بیان کیا اور درخواست کی کہ آپ ہرگز رامپور تشریف نہ لے جائیں۔ مولانا شہید نے فرمایا کہ یہ آپ کا احسان ہے کہ آپ نے ہم لوگوں کی وجہ سے اس قدر تکلیف گوارا کی اور ہم آپ کے ممنون ہیں۔ لیکن یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے جس کی وجہ سے پریشانی ہو۔ کیونکہ وہ لوگ یا تو معقول میں گفتگو کریں گے یا منقول میں گفتگو کریں گے تو جو بات ہمیں معلوم ہوگی ہم اس کا جواب دیں گے اور جو نہ معلوم ہوگی ہم صاف کہہ دیں گے کہ ہم نہیں جانتے اور اگر وہ منقول میں گفتگو کریں گے اور جو نہ معلوم

ہوگی ہم صاف کہدیں گے کہ ہم نہیں جانتے اور اگر وہ معقول میں گفت گو کریں گے تو خدا نے عقل ہمیں بھی دی ہے دیکھیں گے وہ کہاں تک چلتے ہیں۔ غرض مولانا نے اپنا ارادہ فسخ نہیں کیا اور قافلہ کے ہمراہ مولانا شہید رام پور پہنچے۔ جب وہ رام پور پہنچے ہیں تو حسب قرارداد باہمی علماء رام پور نے اپنے منتخب عالم کو مناظرے کیلئے بھیجا۔ اس نے پہنچکر مولانا سے سوالات شروع کئے اور مولانا شہیدؒ نے تمام سوالات کا جواب دیا۔ یہ گفتگو تین روز تک رہی۔ جب سائل کے سوالات کا سلسلہ ختم ہوا تو مولانا نے فرمایا کہ آپ کے سوالات تو ختم ہوئے اب مجھے اجازت ہو تو چند سوالات میں بھی کروں۔ انہوں نے اجازت دی مولانا شہیدؒ نے صرف چار سوال کئے دو معقول کے اور دو منقول کے مگر ان کو جواب نہ بن آیا۔ اس لئے انھوں نے مہلت چاہی کہ میں کل جواب دوں گا۔ آپنے اجازت دیدی۔ اگلے دن صبح کی نماز کے وقت ان کا حجرہ نہیں کھلا۔ لوگوں نے نماز کے لئے اٹھانا چاہا۔ مگر وہاں سے کوئی جواب نہ آیا۔ تب لوگوں کو شبہ ہوا تو لوگ کواڑ اتار کر اندر داخل ہوئے دیکھا تو وہ عالم صاحب مرے پڑے ہیں۔ اور انہوں نے سر میں پتھر مار کر خودکشی کر لی۔

حاشیہ از حضرت حکیم الامۃ مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ

قولہ آپ کا احسان ہے اقول۔ یہ ہے ادب مشیر کا کہ اگر اس کے مشورہ پر عمل بھی نہ کیا جاوے تب بھی اس کی شکر گذاری کرلے یہ نہیں کہ اس کو رد کرنا شروع کردے جیسا آج کل کے متکبرین کا شیوہ ہے۔

قولہ ہم صاف کہہ دیں گے کہ ہم نہیں جانتے۔ اقول۔ یہ ہے ادب

علم دین کا کہ جو بات معلوم نہ ہو بے تکلف لا ادری (میں نہیں جانتا) کہدے یہ نہیں کہ اپنے جہل کو مختلف ایچ پیچ سے چھپاوے جیسا کہ آج کل کے متکبرین کا شیوہ ہے قولہ فی آخر القصہ پتھر مار کر الخ اقول۔ ایسا رسوائی کا خوف کیا مگر اس رسوائی سے نہ بچے جب کہ اس قصہ کی شہرت ہوگئی یہ تو دنیا کا خسارہ ہوا کہ جان اور جاہ دونوں برباد ہوئے اور آخرت کا خسارہ کہ خودکشی پر استحقاق مواخذہ ہے۔ یہ جدا رہا۔ احقر کے وجدان میں خسارۂ دارین سزا ہے اہل اللہ کے ساتھ عداوت اور آویزش کی بقول عارف شیرازی ؎

بس کہ تجربہ کردیم دریں دیر مکافات
با دردکشاں ہر کہ درافتاد برافتاد

(ارواح ثلاثہ ص۸۴)

(۲۸) حضرت امیر شاہ خان صاحبؒ نے فرمایا کہ مولوی ذوالفقار علی صاحبؒ بیان فرماتے تھے کہ مولوی رستم علی بریلی کے رہنے والے اور بہت پہلوان تھے۔ مولوی اسمٰعیل صاحب شہیدؒ کے بہت گہرے دوست تھے۔ اتفاق سے مولانا اسمٰعیل صاحب اور مولوی رستم علی صاحب چاندنی چوک میں سے جا رہے تھے کہ ایک پہلوان نے مولانا کو گالیاں دینی شروع کیں اس پر مولوی رستم علی صاحب کو غصہ آگیا اور وہ تلوار نکال کر اس کے مارنے کو دوڑے مولانا شہید نے جھپٹ کر مولوی رستم علی کا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا کہ میاں رستم علی کیا کرتے ہو۔ وہ گالیاں بے جا نہیں دیتا بلکہ وہ ٹھیک کہتا ہے۔ کیونکہ وہ یہی تو کہتا ہے کہ یہ بڑا بدین ہے جو نئی نئی

باتیں نکالتا ہے۔ سواس میں وہ کیا بیجا کہتا ہے میری باتیں اس کیلئے تو واقعی نئی ہیں۔ علماء نے یہ باتیں ان بے چاروں کو کہاں سنائی ہیں۔ پھر اس کو نئی کیوں نہ معلوم ہوں اور وہ گالیاں کیوں نہ دے۔ اس کا اس پہلوان پر بہت اثر ہوا اور اس روز سے وہ مولانا کا دوست ہوگیا

حاشیہ از طرف مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ **قولہٗ** وہ ٹھیک کہتا ہے **اقول** آپ نے کبریٰ کے صدق پر نظر فرمائی جو دینی مسئلہ ہے کہ جو نئی بات نکالے بددین ہے اور صغریٰ ایک واقعہ ہے خود ان کی ذات کے متعلق اس میں کوئی دین کا ضرر نہیں اس لئے اس پر نظر نہیں فرمائی۔ رہا یہ کہ یہاں ایک صغریٰ اور بھی ہے کہ فلاں عمل جو کہ واقع میں سنت ہے نئی بات ہے اور یہ تغییر ہے شرع کی سو یہ ایک فرعی غلطی ہے جو کہ اعمال میں سے ہے اصولی غلطی تو نہیں جو کہ عقائد میں سے ہے مثلاً یہ سمجھنا کہ جو نئی بات دین میں ہو وہ اچھی ہے اور فرعی غلطی سہل ہے اور اس کی اصلاح بھی قریب ہے۔ (ارواح ثلاثہ ص۶۸)

(۲۹) حضرت امیر شاہ خاں صاحب نے فرمایا کہ اکبری مسجد کے صحن میں پہلی صف میں کسی وجہ سے ایک پتھر نیچا ہوگیا تھا اور برسات کے موسم میں اس میں گارا کیچڑ ہو جاتا تھا سب نمازی اپنے کپڑوں کو بچانے کے لئے اس کو چھوڑ کر کھڑے ہوتے تھے۔ اور اس وجہ سے صف میں فرجہ رہتا تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا جس زمانے میں مولوی اسمٰعیل صاحب شہید خوش پوشاک تھے ایک روز عمدہ پوشاک پہنے ہوئے اکبری مسجد میں تشریف لائے آپ نے صفِ اول میں فرجہ دیکھا۔ آپ اسی جگہ گارے کیچڑ میں بیٹھ گئے اور کپڑوں کا ذرا خیال نہ فرمایا۔

حاشیہ۔ از مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ قولہٗ، کیچڑ میں بیٹھ گئے! اقول۔ ایسے شخص کو تزئین کا حق ہے۔

(۳۰) حضرت امیر شاہ خان صاحب نے فرمایا کہ مولوی عبدالقیوم صاحب اور مولوی محمود پھلتی بیان فرماتے ہیں کہ مولوی اسمٰعیل صاحب شہید کی بہن کی شادی شاہ رفیع الدین صاحب کے بڑے بیٹے مولوی عبدالرحمٰن صاحب کے ساتھ ہوئی تھی۔ مولوی عبدالرحمٰن صاحب کا انتقال ہوگیا۔ ایک مرتبہ مولوی اسمٰعیل صاحب شہید قصبہ پھلت میں منبر پر کھڑے ہو کر نکاحِ ثانی کی ترغیب دلا رہے تھے۔ پھلت کے صاحبوں میں سے ایک صاحب کھڑے ہوئے اور کہا کہ مولوی صاحب میں کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔ مولانا نے فرمایا کہ ابھی نہ پوچھو پھر پوچھنا۔ اور یہ فرما کر وعظ بند کر دیا اور منبر پر سے اُتر گئے اور اسی روز دہلی روانہ ہوگئے اور دہلی پہنچکر بہن کے پاس پہنچے ان کی بہن مولوی صاحب سے عمر میں بھی بہت بڑی تھیں اور دمہ کے مرض کی وجہ سے کمزور بھی بہت تھیں۔ آپ نے فرمایا کہ تم نکاح کر لو انہوں نے کہا کہ مجھے نکاح سے انکار نہیں لیکن میں تو نکاح کے قابل ہی نہیں مولانا نے فرمایا کہ یہ صحیح ہے مگر لوگ نہیں مانتے وہ یہی سمجھتے ہیں کہ تم رسم کی بنا پر نکاح نہیں کرتیں اس پر وہ رضامند ہوگئیں اور ان کا نکاح مولوی عبدالحی صاحب سے کر دیا گیا۔ مولوی عبدالقیوم صاحب فرماتے تھے کہ میرے والد سے نکاح ہونے کے بعد بھی وہ بیمار ہی رہیں اور میرے والد کو ان سے صحبت کا کبھی اتفاق نہیں ہوا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ جب ہندوستان میں نکاح ثانی بند ہوا تھا اس وقت سے مولوی اسمٰعیل صاحب کی بہن کا نکاحِ ثانی سب سے پہلا نکاحِ ثانی تھا۔

حاشیہ۔ از مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قولہ کبھی اتفاق
نہیں ہوا۔ اقول۔ خالص دین یہ ہے جوان زوجین نے کر دکھایا کہ
بلا توقع کسی حظ نفسانی کے محض احیاء سنت کے لئے نکاح کیا۔
(ارواح ثلاثہ ص۸۸)

(۳۱) حضرت امیر شاہ خان صاحبؒ نے فرمایا کہ مولوی اسمٰعیل صاحبؒ
سے کسی نے پوچھا کہ شاہ عبد العزیز صاحبؒ اور شاہ عبد القادر صاحبؒ
تم پر عاشق تھے اور سید صاحب خود شاہ عبد العزیز صاحبؒ اور شاہ
عبد القادر صاحبؒ کے خدام میں سے ہیں پھر کیا وجہ ہے کہ تم شاہ عبد العزیز
صاحب اور شاہ عبد القادر صاحبؒ پر نہ مٹے اور سید صاحبؒ پر اتنے فریفتہ
ہو۔ انھوں نے کہا میں اور کچھ نہیں کہتا صرف اتنا کہتا ہوں کہ جب میں اپنی
بہن کو مشکوٰۃ وغیرہ پڑھاتا تھا تو نکاح ثانی کے فضائل قصداً چھوڑ دیتا
تھا کہ مبادا میری بہن کو ترغیب ہو اور وہ نکاح کرلے لیکن جب سید صاحبؒ
کی صحبت ہوئی تو خود میں نے ہی زور دے کر ان کا نکاح کروا دیا۔ اس سے
تم سمجھ لو کہ میں کیوں سید صاحبؒ پر اتنا فریفتہ ہوں۔

حاشیہ۔ از مولانا اشرف علی صاحبؒ تھانوی قولہ اس سے تم
سمجھ لو الخ اقول اس اثر کو تفاضل کی دلیل نہ بنایا جاوے۔ نفع کا مدار
مناسبت پر ہے اور یہ فطری امر ہے۔ گاہے افضل سے نفع کم ہوتا ہے
مفضول سے زیادہ (ارواح ثلاثہ ص۸۹)

(۳۲) حضرت امیر شاہ خان صاحب نے فرمایا کہ یہ قصہ میں نے مولانا
محمد قاسم صاحب نانوتویؒ۔ مولانا عبد القیوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے
بہت سے لوگوں سے سنا ہے کہ ایک روز مولانا محمد اسمٰعیل صاحب

شہیدؒ ہندوؤں کے کسی میلہ میں گئے۔ سید صاحب اس زمانہ میں اُن سے پڑھتے تھے وہ بھی ان کے ساتھ گئے۔ جب یہ دونوں میلے میں پہنچے سید احمد شہیدؒ صاحب پر ایک جوش سوار ہوا اور نہایت غصہ آیا اور تیز لہجہ میں مولانا شہید سے فرمایا کہ آپ نے کس لئے پڑھا تھا۔ کیا سوادِ کفار بڑھانے کے لئے۔ آپ کو معلوم ہے کہ آپ اس وقت کہاں ہیں آپ غور فرمائیں کہ ایک عالم اور شاہ عبدالعزیز صاحب اور شاہ عبدالقادر صاحب کا بھتیجا کفار کے میلے کی رونق بڑھائے۔ کس قدر شرم کی بات ہے۔ مولانا پر اس کا خاص اثر ہوا اور انھوں نے فرمایا کہ سید صاحب آپ نہایت بجا فرماتے ہیں، واقعی میری غلطی ہے اور یہ فرما کر فوراً لوٹ آئے اور پھر کبھی کسی میلہ میں نہیں گئے۔

حاشیہ - از مولانا اشرف علی تھانویؒ **قولہٗ** سید صاحب آپ نہایت بجا الخ اقول شاگرد کی نصیحت کو تیز لہجہ میں قبول کر لینا اور عمل کرنا کس قدر مجاہدہ عظیمہ ہے۔

(ارواحِ ثلاثہ ص ۹)

(۳۲) حضرت امیر شاہ خان صاحب نے فرمایا کہ مرزا ثریا جاہ بیان فرماتے تھے کہ اکبر شاہ بادشاہ دہلی کی ایک بہن تھیں جن کو بی جھکو کہتے تھے۔ یہ اکبر شاہ سے بہت بڑی تھیں اور انھوں نے اکبر شاہ کو گود میں کھلایا تھا۔ اس لئے بادشاہ بھی ان کا ادب کرتے تھے اور تمام شہزادے اور شہزادیاں بھی ان کو بڑا مانتے تھے۔ غرض تمام اہلِ قلعہ ان سے دبتے تھے۔ اور یہ کوسنے اور گالیاں بہت دیتی تھیں۔ ایک مرتبہ چند شہزادوں اور چند شہدوں نے مشورہ کیا کہ ایک دن بھرے مجمع میں بی جھکو سے مولوی اسمٰعیل کو گالیاں دلوانی چاہئیں اور اس کے لئے تدبیر یہ کی گئی

کہ ان شہزادوں نے ایک دعوتی جلسہ تجویز کیا۔ جس میں بی چھکو کو بھی مدعو کیا مولانا اسمٰعیل شہید کو بھی اور جو شہزادے اور شہدے اپنے ہم مذاق تھے اُن کی بھی دعوت کی گئی اور جو شہزادے وغیرہ ان کے ہم مذاق نہ تھے اُن کو مدعو نہیں کیا گیا۔ اور اس عرصہ میں یہ کارروائی کی گئی کہ مولانا شہید کی طرف سے بی چھکو کو خوب بھر دیا گیا کہ اسمٰعیل بی بی کی صحنک کو منع کرتا ہے اور میراں کے بکرے کو ناجائز کہتا ہے۔ فلاں کے روٹ کو منع کرتا ہے فلاں کے توشہ کو۔ شیخ عبدالقادر کی گیارہویں کو منع کرتا ہے اور یہ کرتا ہے وہ کرتا ہے۔ جب خوب اچھی طرح بی چھکو کے کان بھر دیئے تو جلسہ منعقد کیا گیا۔ سب لوگ جلسہ میں آئے اور بی چھکو بھی آئیں (مگر یہ پردہ میں تھیں) اتفاق سے مولوی اسمٰعیل صاحب کو دیر ہو گئی اس پر اور ان کو موقع ملا اور انھوں نے بی چھکو سے کہا کہ دیکھئے یہ شخص کتنا مغرور ہے کہ اب تک نہیں آیا۔ اس پر وہ اور بھی برہم ہو گئیں۔ غرض جب مولانا شہید جلسہ میں پہنچے ہیں اس وقت یار لوگ بی چھکو کو خوب برہم کر چکے تھے۔ ان کے پہنچنے پر بی چھکو نے غصہ کی آواز سے پوچھا کہ عبدالعزیز کا بھتیجا اسمٰعیل آ گیا۔ مولانا جلسہ کا رنگ دیکھ کر تاڑ گئے تھے کہ آج ضرور کوئی شرارت کی گئی ہے۔ آپ نے اس کا تو کچھ جواب نہیں دیا اور فرمایا اخاہ یہ آواز تو چھکو اماں کی معلوم ہوتی ہے اماں سلام۔ جب انھوں نے اس انداز سے گفتگو کی تو بی چھکو کا غصہ سب کافور ہو گیا۔ اور انھوں نے بڑوں کے قاعدے سے ان کے سلام کا جواب دیا اور ادھر اُدھر کی دو چار باتیں کر کے کہا کہ اسمٰعیل ہم نے سنا ہے کہ تم بی بی کی صحنک کو منع کرتے ہو مولانا نے فرمایا کہ اماں میں منع نہیں کرتا۔ بھلا میری کیا مجال ہے کہ میں

بی بی کی صحنک کو منع کروں۔ انہوں نے کہا کہ لوگ کہتے ہیں۔ مولانا نے فرمایا کہ جو کوئی کہتا ہے غلط کہتا ہے۔ بات صرف اتنی ہے کہ بی بی کے ابا جان منع کرتے ہیں۔ میں لوگوں کو بی بی کے ابا جان کا حکم سناتا ہوں۔ اس پر بی چھکو نے حیرت کے لہجے میں فرمایا کہ بی بی کے ابا منع کرتے ہیں۔ مولانا نے فرمایا۔ جی ہاں۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں۔

من احدث فی دیننا ھذا | (آنحضرت نے فرمایا) ہمارے اس دین میں جو کوئی
ما لیس منہ فھو رد۔ (بخاری) | ایسی بات ایجاد کرے جو اس میں نہیں ہے وہ مردود ہے

اور حدیث پڑھ کر اس کی تفصیل فرمائی اور اس سے صحنک کی ممانعت ثابت فرمائی۔ بی چھکو نے جو یہ تقریر سنی تو مان گئیں اور کہا کہ اب سے اگر کوئی عورت کرے گی تو اس حرام زادی کی ناک چٹیا کاٹ لوں گی۔ ہم بی بی پر ایمان نہیں لائے۔ ہم تو بی بی کے ابا پر ایمان لائے ہیں۔ جب وہی منع کرتے ہیں تو پھر ہم کیوں کریں۔

حاشیہ از مولانا اشرف علی تھانویؒ قولہ۔ اماں سلام قول اس پر خلاف سنت کا شبہ نہ کیا جائے۔ قرآن مجید میں قَالَ سَلَامٌ کی جو ترکیب ہے وہ اس میں بھی ہو سکتی ہے باقی عَلَیْكَ کی تصریح نہ کرنا مصلحت سے ہو گا کہ جاہل مخاطب کو اس سے اور وحشت ہوتی ہے کہ بے ادب اور تنشد دہیں۔

(ارواح ثلاثہ صفحہ ۹۱)

(۳۴) حضرت امیر شاہ خاں صاحب نے فرمایا کہ مولوی اسمٰعیل صاحب کاندھلوی (مولوی یحییٰ صاحب کے والد) اور مولوی عبدالرحیم صاحب (رانڈوں کی شادی والے) بیان کرتے تھے کہ مولوی اسمٰعیل صاحب

شہید کا قاعدہ تھا کہ جہاں کہیں کوئی میلا ہوتا خواہ ہندوؤں کا ہو یا مسلمانوں کا یا کوئی اور مجمع ہوتا جیسے ناچ کی محفل یا قوالی کی محفل تو آپ وہاں پہنچتے اور کھڑے ہوکر وعظ فرماتے اور اس کا اثر یہ ہوتا تھا کہ جہاں ناچ یا قوالی وغیرہ کی محفل ہوتی اور آپ وہاں وعظ فرماتے تو اکثر لوگ محفل چھوڑ کر آپ کے وعظ میں آجایا کرتے تھے۔ آپ حضرت نظام الدین اولیاءؒ میں بھی پہنچتے تھے اور وہاں بھی وعظ فرماتے تھے اور وہاں بھی یہی اثر ہونے لگا تھا۔ جب مجاوروں نے یہ رنگ دیکھا تو ان کو سخت ناگوار ہوا۔ اور انھوں نے مشورہ کیا کہ مولوی اسمٰعیل کو کسی طرح قتل کر دینا چاہیئے۔ اس پر ایک بڈھے نے آپ کے قتل کا بیڑا اٹھایا اور کہا کہ میں ان کو قتل کروں گا۔ غرض یہ امر طے پاگیا۔ ایک روز مولانا شہید جامع مسجد کے بیچ کے در میں وعظ فرما رہے تھے کہ اس بڈھے نے مولنا شہید پر تلوار کا وار کیا۔ سو مولانا تو بچ گئے مگر وہ تلوار ان کے ایک دوست کے لگی اور اُن کا شانہ زخمی ہوگیا (خاں صاحب نے فرمایا کہ راویوں نے انکے دوست کا نام بھی لیا تھا مگر مجھے یاد نہیں رہا) اس پر مولانا کے دوست اُس بڈھے کو لپٹ گئے اور تھپڑ وغیرہ مارے۔ مولانا نے اس بڈھے کو چھڑا دیا۔ اور کوئی مقدمہ نہیں چلایا

حاشیہ از مولانا اشرف علی تھانویؒ قولہ چھڑا دیا۔ **اقول** حیلولۃ بین المظلوم والانتقام کا شبہ نہ کیا جاوے۔ کیونکہ یہ انتقام اپنی مظلومیت کا نہ تھا مولانا کے لئے تھا اور یہ تیقن تھا کہ مولانا کے خلاف وہ دوست نہ کریں گے

(حاشیہ بر حاشیہ از مولانا ظہور الحسن کسولوی مدظلہٗ۔ یہ حاشیہ ایک شبہ کا جواب ہے۔ شبہ یہ ہوتا ہے کہ بظاہر وہ لوگ اس شخص کا انتقام لے رہے تھے جس کو تلوار سے زخم پہنچا تھا اور اس لئے انتقام ان کا حق شرعی

تھا پس مولانا کا اس بڈھے کو چھڑانا اور انتقام سے روکنا خلاف شرع ہوا کہ دوسروں کو ان کے حق شرعی سے محروم رکھا۔ جواب کا حاصل یہ ہے کہ مولانا کو قرائن سے معلوم تھا کہ ان کا مقصود زخمی کا انتقام نہ تھا بلکہ مولانا کا انتقام تھا کہ اس پر ناحق حملہ کیوں کیا۔ پس مولانا کا انتقام سے روکنا اپنے حق کو معاف کرنا ہے جو شرعاً نہایت مستحسن ہے۔ دوسرا جواب علی سبیل التنزل ہے کہ اگر مان لیا جاوے کہ وہ زخمی کا بھی انتقام لے رہے تھے تو مولانا کا چھڑانا اس وجہ سے تھا کہ تعلقات کی بناء پر مولانا کو اپنی سفارش کے بعد طیب خاطر سے معاف کر دینے کا یقین تھا۔

(ارواح ثلاثہ صد ۹۲)

(۳۵) حضرت امیر شاہ خان صاحب نے فرمایا کہ مولوی اسمٰعیل صاحب اور مولوی فضل حق صاحب سے تحریری مناظرہ ہو رہا تھا۔ تو مولوی اسمٰعیل صاحب کا قاعدہ تھا کہ جب آپ کے پاس مولوی فضل حق صاحب کی تحریر پہنچتی تو فوراً جواب دیتے اور بعض اوقات تو ایسا ہوا کہ آپ تیر رہے ہیں اور تیرنے کی حالت میں آپ کے پاس تحریر پہنچی۔ آپ نے تیرتے ہی تیرتے اس کا جواب لکھوا دیا۔ ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ مؤمن خان اور مولوی فضل حق صاحب شطرنج کھیل رہے تھے اور مولوی فضل حق صاحب نے مولوی اسمٰعیل صاحب کے پاس تحریر بھیجی تھی اتفاق سے ان کے شطرنج کھیلنے ہی میں آدمی واپس آ گیا۔ مولوی فضل حق صاحب نے دریافت کیا کہ جواب لائے۔ اس نے کہا کہ جواب نہیں دیا اور کہا کہ فلاں وقت دوں گا۔ چونکہ یہ بات مولوی اسمٰعیل صاحب کے طرز کے خلاف تھی اس لئے مولوی فضل حق صاحب نے سمجھا کہ مولوی اسمٰعیل عاجز ہو گئے اور یہ سمجھ کر کہا کہ بس دے لیا جواب۔ یہ بات

مؤمن خاں کو ناگوار ہوئی انھوں نے کہا کہ وہ بات ہی کیا ہے جس کا جواب مولوی اسمٰعیل صاحب نہیں دے سکتے۔ اس بارے میں گفتگو شروع ہو گئی اور مؤمن خاں مناظرہ میں غالب رہے۔ چونکہ گفتگو میں مزاج مکدر ہو گیا تھا۔ اس لئے مؤمن خاں یہ شعر کہہ کر چل دیئے ؎

لے نام آرزو کا تو دل کو نکال لیں
مؤمن نہ ہوں جو ربط رکھیں بدعتی سے ہم

(آرزو مولوی فضل حق صاحب کا تخلص ہے) جب مولوی فضل حق صاحب نے دیکھا کہ مؤمن خاں ناراض ہو گئے تو وہ اُن کو منانے کے لئے گئے کچھ گفتگو ہو کر صلح ہو گئی اس وقت مؤمن خاں نے یہ شعر پڑھا ؎

ٹھانی تھی دل میں اب نہ ملیں گے کسی سے ہم
پر کیا کریں کہ ہو گئے ناچار جی سے ہم

یہ قصہ بیان فرما کر خان صاحب نے فرمایا کہ یہ قصہ میں نے متعدد ثقات سے سنا ہے مگر نام یاد نہیں رہے۔

حاشیہ از مولانا اشرف علی تھانوی قولہ مؤمن خاں کا بھی کمال ہے کہ حق پر اتنی پرانی دوستی قطع کردی اور مولوی صاحب کا بھی کمال ہے کہ باوجود اتنی بڑی شان کے اُن سے صلح کی ابتدا کی

(ارواح ثلاثہ صہ ۹۵)

(۳۶) حاجی امیر شاہ خان صاحب نے فرمایا کہ مجھ سے ملّا نواب صاحب نے روایت کی کہ میں (یعنی ملّا نواب صاحب) پندرہ برس کا تھا اور اپنے استاد حافظ دراز صاحب کی انگلی تھامے ہوئے (جو نابینا تھے) مولانا اسمٰعیل صاحب شہیدؒ کی خدمت میں حاضر ہوا یہ وہ وقت تھا کہ مولانا شہیدؒ

پشاور میں قیام پذیر تھے اور اپنے گھوڑے پر کھر یرا کر رہے تھے) حافظ دراز صاحب نے اسی حالت میں چند معقولی سوالات کئے جن کا جواب حضرت مولانا شہید نے نہایت سادگی اور متانت سے اسی وقت دے دیا۔ حافظ دراز صاحب شافی جوابات لے کر واپس ہونے لگے تو مولانا شہیدؒ نے فرمایا کہ حافظ صاحب ایک سوال اور بھی ہے۔ حافظ صاحب ٹھہر گئے اور مولانا کا سوال سُنا اور جواب دیا۔ اس پر مولانا شہید نے شبہ فرمایا اس کا جواب پھر حافظ صاحب نے دیا۔ مولانا نے اس پر پھر شبہ پیش فرمایا۔ حافظ صاحب کو غصہ آگیا اور طیش میں آکر بجائے جواب کے غیر مہذب عربدہ شروع کر دیا۔ جس سے مولانا کی پگڑی زمین پر گر پڑی۔ مولانا نے اسی سادگی سے خاک آلود پگڑی اٹھا کر پھر سر پر رکھ لی۔ اور فرمایا کہ حافظ صاحب میں نے تو آپ کے کتنے سوالات کے جواب عرض کئے مگر آپ تو ایک ہی سوال پر خفا ہو گئے۔

حاشیہ۔ از مولانا اشرف علی تھانویؒ۔ اس عربدہ پر ایک شعر یاد آگیا۔

چو حجت نماند جفا جوئے را　　　به پرخاش در هم کشد روئے را

اور دوسرا شعر حضرت شہیدؒ کے تحمل پر ؎

شنیدم که مردانِ راهِ خُدا　　　دلِ دشمناں هم نه کردند تنگ

(ارواح ثلاثہ ص۹۶)

(۳۷) حضرت امیر شاہ خاں صاحب نے فرمایا کہ جب سید صاحب کا قافلہ حج سے واپس آرہا تھا تو واپسی میں لکھنؤ میں ٹھہرا۔ اسی دورانِ قیام حضرت مولانا عبدالحی صاحب کا وعظ ہوا۔ اثنائے وعظ میں ایک موقع پر حضرت علی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کا ذکر آیا تو سُبحان علی خاں میر منشی بولا اور اُس نے حضرت علیؓ کی شان میں زبانِ مدح اور حضرت امیر

معاویہؓ نیز اور دوسرے صحابہؓ کی شان میں زبان تنقیص کھولی تو مولانا اسمٰعیل شہیدؒ کھڑے ہوئے اور مولانا عبدالحی صاحب کو روک کر سبحان علی خان سے دریافت کیا کہ بتاؤ حضرت علیؓ کے دربار میں امیر معاویہؓ پر تبرا ہوتا تھا ؟ اس نے کہا کہ نہیں حضرت علیؓ کا دربار ہجو گوئی سے پاک تھا۔ پھر پوچھا کہ حضرت معاویہؓ کے یہاں حضرت علیؓ پر تبرا ہوتا تھا ؟ کہا کہ بیشک ہوتا تھا۔ اس پر مولانا شہیدؒ نے فرمایا کہ اہل سنۃ الحمدللہ حضرت علیؓ کے مقلد ہیں اور روافض (شیعہ) حضرت معاویہؓ کے اور پھر خود ہی اپنے امام کے حق میں زبان تنقیص بھی کھولتے ہیں اور ہم اپنے امام کے مقلد ہیں کہ ان کو اور ان کے سوا سب صحابہؓ کو اپنا مقتدا جانتے ہیں۔

(ارواح ثلاثہ ص۹۷)

(۳۸) حضرت مولانا اسمٰعیل شہیدؒ جب سید صاحب کے قافلہ میں حج سے واپس ہوئے ہیں تو راستہ میں لکھنؤ میں بھی قیام ہوا اور وہیں حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کی وفات کی خبر معلوم ہوئی۔ سید صاحب نے فرمایا کہ آپ دہلی ابھی چلے جائیں اور وہاں پہونچ کر تحقیقی اطلاع دیں کہ وفات ہوئی یا نہیں۔ اور مولانا شہید کو خاص اپنی سواری کا نقرئی رنگ کا گھوڑا سواری کے لئے دیا۔ مولانا شہید ادب کی وجہ سے گھوڑے پر سوار نہیں ہوئے کہ سید صاحبؒ کا خاص گھوڑا ہے بلکہ لکھنؤ سے دہلی تک اس کی لگام تھام کر آئے۔

(ارواح ثلاثہ ص۹۸)

(۳۹) مولانا حکیم جمیل الدین صاحب نے فرمایا کہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ فرماتے تھے کہ مولانا رشید الدین خان صاحب (جو شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے اور بوجہ اپنی ذکاوت و استعداد کامل

کے رشید المتکلمین کے نام سے یاد کیے جاتے تھے) ایک دفعہ درس دیتے ہوئے طلبہ سے فرمانے لگے کہ مولانا اسمٰعیل (شہید) کو دینیات کے ساتھ شغف ہے باقی معقولات کی طرف کچھ توجہ نہیں ہے (مطلب یہ تھا کہ مولانا شہید معقولات میں کچھ زیادہ دستگاہ نہیں رکھتے) اتفاقاً مولانا شہیدؒ کو ایک دن بخار آگیا اور مولانا رشید الدین خاں صاحب عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ مولانا شہید فرمانے لگے کہ مولانا آج بخار میں جو دماغ پریشان تھا اور اسی پریشانی اور انتشار کی حالت میں فلاسفہ کے فلاں فلاں مسئلہ کی طرف ذہن منتقل ہوگیا اور ان مسائل پر میرے دل میں یہ اعتراضات پیدا ہوئے۔ مولانا رشید الدین خان صاحب بالکل ساکت رہے۔ واپس ہونے پر ان کے تلامذہ نے کہا کہ آپ تو فرماتے تھے کہ مولانا اسمٰعیل (شہیدؒ) کو معقولات کی طرف کوئی توجہ نہیں۔ فرمایا کہ بے شک میں نے یہ کہا تھا۔ مگر اب میری رائے یہ ہے کہ اگر ارسطو اور افلاطون بھی قبر سے نکل کر آجائیں تو مولانا کے بیان کردہ اعتراضات کا کوئی جواب نہیں دے سکتا۔

(ارواح ثلاثہ ص۹۶ بحوالہ روایات الطیب)

(۴۰) حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ نے فرمایا کہ میر پنجہ کش بہت خوش خط تھے اور مولانا اسمٰعیل صاحب لکھنے میں مہارت نہ رکھتے تھے۔ ایک دفعہ میر پنجہ کش نے مولانا اسمٰعیل شہید رحمتہ اللہ علیہ سے فرمایا کہ تم نے لکھنا کیوں نہیں سیکھا۔ مولانا شہید نے ایک جیم خود لکھا اور ایک ان سے لکھوایا اور ان سے پوچھا یہ کیا ہے۔ کہا جیم اور پھر اپنے لکھے کو پوچھا تو انھوں نے اس کو بھی جیم بتلایا۔ فرمایا کہ بس لکھنا اتنا ہی کافی ہے کہ لکھا ہوا سمجھ میں آجاوے باقی فضول ہے۔ (ارواح ثلاثہ ص۱۰۰)

(۱۴) حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ نے فرمایا کہ ایک شخص کا نام محمد کالے تھا اور وہ اپنا سجع کہلانا چاہتا تھا اکثر نے انکار کر دیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو گورے تھے کالے کہاں تھے۔ اس میں جوڑ کیسے ملائیں وہ مولانا اسمٰعیل شہید کے پاس پہنچا تو آپ نے فوراً سجع کہہ دیا کہ (ہر دم نام محمد کالے)

(ارواح ثلاثہ صنا)

(۲۴) حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ مولانا اسمٰعیل شہید صاحب بچپن میں بہت شوخ تھے تیز طبیعت تھے شاہ عبدالعزیز صاحب ہر چند چاہتے تھے کہ یہ وعظ میں آیا کریں مگر یہ بھاگتے تھے ایک دن لڑکوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے آئے۔ شاہ صاحب اس وقت بیت الخلاء میں تھے ان کو خبر نہ تھی۔ انھوں نے لڑکوں سے کہا کہ میں وعظ کہتا ہوں سنو اور درخت کی سب سے اونچی ٹہنی پر چڑھ گئے اور شاہ صاحب کے وعظ کی بعینہٖ نقل کر دی بلکہ اور اپنی طرف سے نفیس افادات زیادہ کر دیئے۔ شاہ صاحب جب اندر سے نکلے تو سب کود کود کر بھاگ گئے۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ اب تم کو وعظ میں آنے کی ضرورت نہیں ہے۔

(ارواح ثلاثہ صنا)

(۳۴) حضرت مولانا اشرف علیؒ صاحب تھانویؒ نے حضرت مولانا اسمٰعیل صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ کے تذکرہ میں ایک بار فرمایا کہ لکھنؤ میں شیعوں کا مجتہد لباس بدل کر سید صاحب کے پاس آیا۔ مولوی اسمٰعیل صاحب موجود نہ تھے کہیں سیر سپاٹے کو گئے ہوئے تھے۔ مجتہد نے آکر کہا کہ مجھے چند مسئلے دریافت کرتے ہیں۔ سید صاحب نے فرمایا پوچھو۔ مولوی عبدالحی صاحب کا قاعدہ تھا کہ سائل کا سوال سن کر ذرا سکوت فرماتے پھر جواب دیتے تھے

چنانچہ حسب عادت مولوی صاحب نے مجتہد کو جواب دیا۔ مجتہد نے کہا اس
بیان سے تو کچھ تسکین نہ ہوئی۔ چلتے ہیں۔ مجتہد صاحب سے دریافت
کریں گے کیونکہ وہاں پورے طور پر تسکین ہو جاتی ہے۔ یہ کہہ کر فوراً اٹھ کر
چل دیا۔ گویا الزام دے گیا۔ کچھ دیر بعد مولوی اسمٰعیل صاحبؒ آئے اور
معاملہ معلوم کیا تو افسوس کرنے لگے کہ ہم نہ ہوئے۔ مولوی اسمٰعیل صاحبؒ
کشیدہ قامت سپاہیانہ وضع پر رہتے تھے۔ ایک دن بلا اطلاع مجتہد
صاحب کی مجلس میں جا پہنچے اور کہا "چونکہ سنیوں کی صحبت رہتی ہے
اور وہ لوگ مختلف سوالات پوچھا کرتے ہیں۔ چنانچہ چند سوالات دقت طلب
تھے ان کا جواب دریافت کرنا چاہتا ہوں" مجتہد صاحب نے نہ پہچانا
اور کہا کہ پوچھو۔ مولوی اسمٰعیل صاحب نے سوال شروع کئے مجتہد بیچارہ
جو جواب دیتا اس کو رد کر دیتے حتیٰ کہ وہ ساکت ہو رہا۔ مولوی صاحب
اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا "چلیں۔ سید صاحب سے ہی دریافت کریں گے
وہ پورے طور سے تسکین کر دیں گے اور تسلی وہیں جا کر ہوتی ہے"، اتنا
کہہ کر چل دئیے۔ جب باہر نکل آئے تو مجتہد کو معلوم ہوا کہ یہ مولوی اسمٰعیل
تھے۔ سخت افسوس کیا اور لاجواب ہونے پر کمال نادم ہوا۔

(ارواح ثلاثہ صـ۱۰۱)

شاہ محمد عمر صاحب دہلویؒ

ابن حضرت شاہ محمد اسمٰعیل شہیدؒ

مولوی محمد عمر صاحب حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کے بیٹے اور شاہ عبد الغنیؒ کے پوتے تھے۔ موصوف نہایت عابد و زاہد آدمی تھے۔ نماز نہایت ہی خشوع و خضوع سے ادا کرتے تھے۔

بادشاہ دہلی نے اکثر ان سے ملاقات کی تمنا کی اور ارکین دولت کو پیغام ملاقات دیکر ان کے پاس بھیجا۔ آپ نے جواب میں یہی کہا کہ "جس باپ کی نسبت سے بادشاہ میری ملاقات چاہتے ہیں ان کی بزرگی مجھ سے نہیں ہے اور اسی عذر پر کبھی ملاقات نہیں کی" آپ کے اساتذہ میں شاہ محمد اسحٰق صاحبؒ شامل ہیں دہلی میں وفات پائی۔
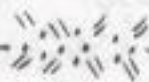
حکایات

شاہ محمدؒ عمر دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

۱۔ حضرت امیر شاہ خاں صاحبؒ نے فرمایا کہ مفتی صدرالدین خاں صاحبؒ نے مولوی محمدؒ عمر صاحبؒ ابن جناب مولانا اسمٰعیل صاحب شہیدؒ کا ایک قصہ بیان فرمایا۔ اور فرمایا کہ یہ مشہور تھا کہ مولوی محمدؒ عمر صاحبؒ کو جناب رسول اللہ علیہ وسلم کی بہت زیارت ہوتی ہے اس پر میں اور امام صاحب جامع مسجد دہلی اور دوسرے اشخاص نے اصرار کیا کہ ہم کو بھی زیارت کرادیجئے۔ مگر مولوی محمد عمر صاحبؒ نے منظور نہ کیا لیکن ہم نے اپنا اصرار برابر جاری رکھا۔ ایک مرتبہ میں نے خواب میں دیکھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جامع مسجد کے منبر پر تشریف فرما ہیں اور مولوی محمدؒ عمر صاحبؒ آپ کو مورچھل جھل رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ صدرالدین آؤ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرلو۔ اور بعینہ یہی خواب امام صاحبؒ جامع دہلی نے دیکھا اور بعینہ اسی طرح ان دوسرے اشخاص نے دیکھا۔

جب صبح ہوئی تو میں امام صاحب کی طرف چلا تاکہ ان سے یہ خواب بیان کروں اور وہ اپنا خواب بیان کرنے کے لئے میری طرف چلے اور وہ دوسرے اشخاص بھی ہماری طرف چلے۔ اتفاق سے راستہ

میں ایک مقام پر ہم سب مل گئے اور میں نے کہا کہ میں تمہارے پاس جا رہا تھا رات میں نے یہ خواب دیکھا ہے۔ انھوں نے کہا ہم تمہارے پاس آ رہے تھے ہم نے بھی بعینہ یہی خواب دیکھا ہے اب ہم سب مل کر مولوی محمد عمر صاحبؒ کے مکان پر آئے تو اس وقت مولوی صاحبؒ اپنے مکان کے سامنے ٹہل رہے تھے ہم نے ان سے یہ خواب بیان کیا، تو انھوں نے کہا کہ نہیں میں ایسا نہیں ہوں اور یہ کہتے ہوئے بھاگ گئے۔

حاشیہ۔ از مولانا اشرف علی تھانویؒ۔ یہ مولوی محمد عمر صاحب مجذوب تھے اس لئے ان کے اُن افعال کی (کہ ایک ہی رات میں سب کو ایک ہی خواب آنا اور یہ کہنا کہ میں ایسا نہیں ہوں اور بھاگ جانا) حقیقت معلوم ہونے کی ضرورت نہیں یہ ضرورت سالکین کے اقوال و افعال میں ہوتی ہے۔ (ارواح ثلاثہ ص ۱۵۲)

(۲) حضرت امیر شاہ خان صاحبؒ نے فرمایا کہ اسی مجلس میں نواب مصطفٰے خاں نے اپنا قصہ بیان کیا کہ ہم چند احباب جن میں مرزا غالب بھی تھے اپنے بالاخانہ پر بیٹھے ہوئے اور بلا مزامیر کے گانا ہو رہا تھا۔ اتفاق سے مؤمن خاں کہیں سے مولوی محمد عمر صاحبؒ کو لائے۔ وہ یہ کہتے جاتے تھے کہ مجھے چھوڑ دو مجھے چھوڑ دو۔ مگر مؤمن خاں نہیں مانتے تھے۔ آخر لا کر اس مجلس میں ان کو بٹھا دیا۔ گانا برابر ہوتا رہا۔ تھوڑی دیر میں مولوی محمد عمر صاحبؒ نے ایک بہت ہی معمولی حرکت کی اس کے اثر سے سارا مکان ہل گیا۔ اس پر سب کو شبہ ہو گیا یہ بھی خیال ہوا کہ شاید ان کی جنبش کا اثر ہو اور یہ بھی کہ شاید

زلزلہ ہو۔ اس پر سب کی توجہ مولوی محمد عمر صاحبؒ کی طرف ہوگئی تھوڑی دیر میں انھوں نے دوبارہ حرکت کی جو پہلی حرکت سے زیادہ تھی اس سے مکان پھول گیا اور پہلے سے زور سے ہلا۔ اب تو یقین ہوگیا کہ یہ انہی کی حرکات کا اثر ہے۔ تھوڑی دیر میں ذرا اور زور سے حرکت کی تو اس سے مکان کو اور زور سے حرکت ہوئی اور کڑیاں بھی بول گئیں اور طاقوں وغیرہ میں جو شیشہ کا سامان رکھا تھا وہ کھن کھن کھن کرنے لگا۔ اس پر کسی نے کہا کہ مولوی محمد عمر یہ کیا۔ انھوں نے فرمایا کہ میں تو پہلے ہی کہتا تھا کہ مجھے مت بٹھاؤ اور یہ کہہ کر اٹھ کر چل دیئے۔

(ارواح ثلاثہ ص ۱۵۳)

(۳) حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ شاہ محمد عمر صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا محمد اسمٰعیل صاحب کے صاحبزادے تھے اور مجذوب تھے۔ ایک بار جامع مسجد دہلی میں اکبر خاں غیر مقلدی کا بانی وعظ کر رہا تھا جمعہ کے بعد حضرت مولانا محمد عمر صاحبؒ اس کے پاس وعظ سننے کو تشریف لے چلے لوگوں نے کہا بھی کہ حضرت یہ غیر مقلد ہے آپ نے فرمایا۔

"پھر کیا ہوا قرآن و حدیث رسول ہی تو بیان کرتا ہے"۔

غرض شاہ صاحبؒ مراقب ہو کر وعظ میں بیٹھ گئے۔ جب تک وہ حدیث پڑھتا رہا خاموش بیٹھے سنتے رہے۔ ایک حدیث کے بعد اکبر خان کی جو شامت آئی تو اس نے کہا۔

" اگر ابو حنیفہ بھی ہوتے تو اس حدیث کا مطلب ہم انھیں سمجھا دیتے بھلا شاہ صاحب میں کہاں تاب تھی آپ نے سر اٹھا کر فرمایا۔

"تو ابو حنیفہ کو مطلب سمجھا تا جن کے مقلد جنیدؒ و شبلیؒ جیسے ہو گئے"۔
اٹھ کر ایک دھول اس کے سر پر ایسی لگائی کہ اس کا عمامہ اُڑ گیا۔ چند
بنگالی طلبہ جو اکبر خاں کے معتقد اس کے ہمراہ تھے شاہ صاحبؒ کے مقابلہ
کو تیار ہوئے مگر اکبر خاں نے روکا کہ نہیں نہیں صاحبزادے ہیں۔
(ارواح ثلاثہ ص۱۵۴)

(۴) ایک بار شاہ محمد عمر صاحبؒ جا رہے تھے اندھیری رات تھی۔
پہرہ والے نے ٹوکا کہ کون جاتا ہے؟ شاہ صاحبؒ نے کچھ جواب نہ دیا۔
پہرہ والے نے پھر پوچھا کہ کون ہے؟ تب فرمانے لگے:۔
"تجھے معلوم نہیں ہوتا آفتاب نکلا ہوا ہے"
اس جواب پر پہرہ والے نے مارنا شروع کیا کسی نے اتفاق سے
پہچان لیا اور کہا ارے یہ تو مولانا محمد عمر صاحبؒ ہیں۔ اس پر پہرہ
والے نے بھی معذرت کی کہ حضرت میں نے پہچانا نہ تھا۔ شاہ صاحب
نے فرمایا۔
"کچھ نہیں میاں کچھ نہیں" اور چلے گئے۔
(ارواح ثلاثہ ص۱۵۵)

مولانا عبدالحی بڈھانوی

بن ہبتہ اللہ صدیقی بڈھانوی رحمتہ اللہ علیہ

مولانا عبدالحی ہبتہ اللہ ابن نوراللہ کے صاحبزادے تھے۔ مولد و منشائے طفولیت قصبہ بڈھانہ ضلع مظفر نگر تھا۔ سلسلۂ نسب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ سے آپ کے کئی رشتے تھے۔ مولانا کی پھوپھی حضرت شاہ صاحبؒ کی اہلیہ تھیں اور شاہ صاحب کی ایک صاحبزادی آپ کو بیاہی تھیں۔ شاہ صاحبؒ کی صاحبزادی کے انتقال کے بعد انھوں نے اپنی عم زاد بہن کے ساتھ شادی کرلی تھی۔ پھر جب حضرت سید احمد بریلویؒ نے احیاء سنت کی تحریک شروع کی اور مسلمانوں کو جو عورتوں کے عقد ثانی کو معیوب سمجھتے تھے اور اس سلسلے میں اسلامی تعلیمات کو بھلا دیا تھا عورتوں کے عقد ثانی کی ترغیب دی تو سب سے پہلے شاہ اسمٰعیل شہیدؒ نے اپنی بیوہ بہن کا عقد مولانا عبدالحی سے کردیا۔

ان کے دادا مولانا نوراللہ بڈھانویؒ حضرت شاہ ولی اللہؒ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے ——— انھیں شاہ عبدالعزیزؒ کے استاد اور پھر خسر ہونے کا شرف بھی حاصل تھا۔ یعنی شاہ عبدالعزیز مولانا عبدالحی کے پھوپھا تھے۔ شاہ صاحب کی صاحبزادی اور بھتیجی ان کے

عقد میں آئیں۔ نیز یہ کہ مولانا عبدالحی صاحب، شاہ صاحب کے ارشد تلامذہ میں سے تھے انھوں نے تعلیم دہلی میں شاہ صاحب اور ان کے بھائیوں سے پائی تھی، ان خاندانی علائق اور استادی شاگردی کے رشتے کے علاوہ ان کے تقویٰ، دینداری اور ان کے ذہنی و فکری کمالات اور علم و فضل کی بنا پر شاہ صاحب علیہ الرحمۃ ان سے بڑی محبت فرماتے تھے۔

حضرات ثلاثہ سے تحصیل علوم کے علاوہ سفر حج کے موقع پر انھوں نے یمن کے مشہور محدث قاضی محمد بن علی شوکانی سے مکاتبۃً حدیث کی سند حاصل کی۔ ان کی کتاب "موضوعات" مولانا ہی کے ذریعے ہندوستان میں آئی۔

مولانا عبدالحی نے ایک مدت تک میرٹھ کے مفتی عدالت کی حیثیت سے ایسٹ انڈیا کمپنی کی ملازمت بھی کی تھی۔ انگریزوں نے مسلمانوں میں اپنے اثر و رسوخ کے قیام اور ان کی تالیف قلب کے لئے نظام قضا قائم کیا تو ثقہ علماء کا مسلک اس سے اجتناب تھا۔

چنانچہ جب کمپنی نے کلکتہ میں قاضی القضاۃ کا عہدہ قائم کیا تو حضرت شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ کی رائے اس کو قبول کر لینے کے خلاف عدم جواز کے حق میں تھی۔ انھوں نے صاف لکھ دیا کہ مسلمانوں پر اس سے احتراز واجب ہے لیکن جب انگریزی حکومت پر ایک عرصہ گذر گیا اور انگریزوں کی کوشش جو وہ شمالی ہند میں مسلمانوں کی تالیف قلب کے لئے کر رہے تھے بہت کچھ کامیاب ہونے لگیں تو حالات کی تبدیلی کے بعد حضرت شاہ صاحبؒ کی وہ رائے نہیں رہی تھی اور انھوں نے نہ صرف جواز کے

حق میں رائے دی بلکہ خود اپنے داماد مولانا عبدالحی کو میرٹھ کے مفتی عدالت کا عہدہ قبول کرنے کی اجازت دے دی۔

شاہ عبدالعزیز کے شاگردوں میں فقہ حنفی کا جاننے والا ان سے بہتر کوئی نہ تھا وہ درسیات کے بھی بڑے ماہر تسلیم کیے جاتے تھے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز نے علوم عقلیہ ونقلیہ میں ان کے تبحر اور نظر وبصیرت کی توصیف فرمائی ہے۔ ایک مستفتی نے جب مولانا عبدالحیؒ اور شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کے ایک فتویٰ کی شاہ صاحب سے تصویب چاہی تو آپ نے اسے لکھا۔

"یہ دونوں تاج المفسرین، فخر المحدثین اور سرآمد علماء محققین ہیں" شاہ صاحب نے انھیں علماء ربانی میں شمار کیا ہے۔ نیز فرمایا کہ استفتا کو میرے پاس بھیجنے کی کیا ضرورت تھی۔ یہ دونوں علم تفسیر وفقہ وحدیث واصول میں مجھ سے کم نہیں۔ ان کی مہر اور دستخط گویا میری مہر اور دستخط ہیں۔

مولانا عبدالحیؒ نے شاہ عبدالعزیزؒ کے مشورے کے مطابق سید صاحبؒ سے نماز میں حضور قلب کے متعلق سوال کیا۔ سید صاحبؒ نے فرمایا کہ مولانا بات چیت سے یہ مقصد حاصل نہیں ہو سکتا، اٹھیے اور میرے ساتھ دو رکعت نماز پڑھیے مولانا نے آپ کی اتباع میں نماز پڑھی اور وہ لذت محسوس کی جو اس سے پہلے کبھی محسوس نہ کی تھی۔ مولانا اس سے بہت متأثر ہوئے اور سید صاحب کے دست حق پرست پر بیعت کر لی۔

مولانا عبدالحی علیہ الرحمۃ کو حضرت سید احمد شہیدؒ سے غایت درجہ محبت تھی۔ ہر وقت ان کی خدمت میں حاضر رہتے۔ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے جو کچھ

ملا سید صاحبؒ کی برکت سے ملا۔ سید صاحبؒ سے آپ کی محبت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ سفر ہجرت کے موقع پر سید صاحبؒ نے آپ کو بعض انتظامات کی تکمیل کے لئے ٹونک میں روک دیا تھا۔ مولانا کو سید صاحبؒ سے مفارقت گوارا نہ تھی لیکن حکم کی بنا پر ٹھہر گئے۔ تاہم ہر وقت انتظار تھا کہ سید صاحبؒ کب بلاتے ہیں پانچ مہینے گذر جانے کے بعد سید صاحبؒ کی طرف سے نامۂ طلب صادر ہوا۔ مولانا نے فوراً سفر کا سامان تیار کیا اور روانہ ہو گئے۔ اگرچہ پرانی بیماریوں کے باعث بہت کمزور ہو گئے تھے لیکن سید صاحبؒ سے ملاقات کے شوق نے سب کچھ بھلا دیا۔ راستہ چلتے چلتے رفیقوں سے الگ ہو جاتے۔ سید صاحبؒ کا خط نکال کر پڑھتے تو بے اختیار رقت طاری ہو جاتی پھر شوق کی گرم جوشی سے تیز چلنے لگتے۔ جو شخص سامنے آتا کہتے مجھے سید صاحبؒ نے طلب فرمایا ہے۔ غرض اس حال میں لمبا سفر طے کیا۔ جیسے عاشق محبوب کی خدمت میں جاتا ہے۔ سید صاحبؒ کی ملاقات کے بعد دوستوں کو جو خط لکھا اس میں مرقوم تھا۔

"مجھ پر ویسی ہی حالت ہوئی جس کا ذکر حدیث شریف میں آیا ہے کہ قیامت کے دن مؤمن کو جنت معلی میں غوطہ دیں گے اور اس نے زندگی میں جو مصیبتیں اور مشقتیں برداشت کیں ان کا رنج و ملال جان و تن سے دھل جائے گا۔"

۸ شعبان ۱۲۴۳ھ مطابق ۲۴ فروری ۱۸۲۸ء کو علاقہ سوات میں خہر کے مقام پر انتقال فرمایا حضرت سید صاحبؒ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ تقریباً سات سو مجاہدین نماز جنازہ میں شریک تھے خہر

کے قبرستان میں دفن ہوئے ۔ مولانا غلام رسول مہر مرحوم لکھتے ہیں
"آج کل یہ مزار" دھی بابا" کا مزار کہلاتا ہے ۔"
مولانا عبدالحی کو تعلیم و تدریس کی مصروفیتوں، وعظ و تبلیغ کی مشغولیتوں اور مجاہدانہ زندگی کی شورشوں میں تصنیف و تالیف کا بہت کم موقع ملا اس کے باوجود چند رسائل ان کی یادگار ہیں جن میں ان کی بہترین مؤلفانہ صلاحیتوں کا اندازہ ہوتا ہے ۔

صراط مستقیم کی ترتیب میں وہ شریک رہے تھے ۔ اس کے دو باب (سلوک میں) انہیں کے قلم سے ہیں ۔ قیام حجاز کے زمانے میں انھوں نے صراط مستقیم کا عربی میں ترجمہ بھی کر دیا تھا ۔

بعض اصحاب نے مولانا عبدالحی اور شاہ اسمٰعیل شہید رحمہما اللہ کو سید صاحبؒ کے ساتھیوں میں حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کا تمثیل ٹھہرایا ہے حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے ان دونوں کو تاج المفسرین ۔ فخر المحدثین اور سرآمد علمائے محققین لکھا ہے ۔

شاہ عبدالعزیزؒ نے مولانا عبدالحی کے بارے میں فرمایا کہ "علم تفسیر میں مولانا عبدالحی میرا نمونہ ہے ۔" الیانع الجنی میں ہے کہ ۔

"وہ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھے ۔" اور تاثیر کلام و وعظ میں انکا جواب نہ تھا لباس و غذا کی سادگی، بدعت و مراسم جاہلیہ سے نفرت اور کمال صبر میں بے مثل تھے نور ایمان ان کی پیشانی سے ظاہر تھا، ذہانت ان کی آنکھوں سے ٹپکتی تھی اور صلاحیت و کمال انکے چہرے سے ظاہر ہوتا تھا ۔ کوئی انکی تعریف کرتا تو کبیدہ خاطر ہو جاتے کوئی نصیحت کرتا تو اسکے شکر گذار ہو جاتے ۔ غرض کہ وہ علم و فضل اور اخلاق و سیرت کے لحاظ سے جامع جہات اور جامع کمالات بزرگ تھے ۔ قلم انکی صفات کے بیان سے عاجز ہے ۔"

حکایات

مولانا عبدالحی بڈھانویؒ

ا۔ حضرت امیر شاہ خان صاحب نے فرمایا کہ جب سید احمد شہیدؒ صاحب جہاد کو تشریف لے جاتے ہوئے پھلت پہونچے ہیں تو وہاں سے روانگی میں مولوی عبدالحی صاحب اور ان کے والد بھی مشایعت میں تھے اور مولوی عبدالحی صاحب کے والد نے مولوی صاحب کو جہاد کے لئے جانے کی اجازت نہ دی تھی۔ جب پھلت سے ایک میل نکل کر سید صاحب نے مشایعت کرنے والوں کو رخصت کیا تو مولوی عبدالحی صاحب سے بھی فرمایا کہ مولانا آپ کے والد صاحب کی اجازت نہیں ہے آپ بھی رخصت ہو لیجئے۔ غرض سید صاحب نے ان کو رخصت کیا اور رخصت کر کے آپ تشریف لے چلے۔ جب آپ تشریف لے چلے تو مولوی صاحب بیتاب ہو گئے اور یہ کہہ کر ہائے سید صاحب مجھے چھوڑ گئے۔ سر پہ خاک ڈالنی شروع کی اور زمین پر لوٹنے لگے جب ان کے والد صاحب نے ان کا یہ اضطراب دیکھا تو مجبوراً اُن کو اجازت دینی پڑی۔ جب ان کے والد نے اجازت دے دی تو وہ بھاگے اور بھاگ کر سید صاحب سے جا ملے۔

حاشیہ۔ از مولانا محمد اشرف علیؒ صاحب قدس سرہ۔ قولہ آپ کے

والد صاحب کی اجازت نہیں الخ۔ اقول۔ غیر واجبات میں والد کی اجازت مقدم ہے شیخ کی اطاعت پر۔ اور شیخ کامل بھی اسی ترتیب کا حکم دیتا ہے۔ (ارواح ثلاثہ ص۱۵۸)

۲۔ حضرت امیر شاہ خاں صاحب نے فرمایا کہ مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی اور مولوی عبدالقیوم صاحب نے فرمایا کہ سید صاحب فرمایا کرتے تھے کہ جب کبھی دینی معاملہ میں مولوی عبدالحی صاحب کو غصہ آتا ہے تو اس وقت انوار الٰہیہ کی بارش ہوتی ہے۔ اور جب کبھی مولوی عبدالحی صاحب کو غصہ آتا تھا تو سید صاحب مولوی صاحب کے پیچھے کھڑے ہو جایا کرتے تھے۔ اس کے بعد فرمایا کہ مولوی عبدالحی صاحب سید صاحب کے لشکر میں قاضی تھے اور مقدمات کا فیصل کرنا اور عاملوں کا مقرر کرنا آپ کے متعلق تھا۔ ایک مرتبہ کسی ولایتی نے کسی ہندوستانی کے تھپڑ مار دیا۔ اس نے مولوی صاحب کے یہاں نالش کی۔ مولوی صاحب نے فیصلہ کیا کہ مدعی مدعا علیہ کے تھپڑ مارے مگر اس ولایتی مدعا علیہ نے اس فیصلہ کو منظور نہ کیا اس پر مولوی صاحب کو نہایت غصہ آیا اور خود غیظ میں کھڑے ہو گئے۔ سید صاحب حسب عادت آپ کے پیچھے کھڑے تھے۔ جب آپ نے یہ رنگ دیکھا تو آپ نے خیال کیا کہ مبادا بات بڑھ جائے اور ولایتی لوگ بگڑ جائیں۔ اور جہاد کا معاملہ مختل ہو جائے اور یہ خیال کر کے مدعی کو اشارہ سے بلایا۔ اور بلا کر اس سے کہا کہ تو مولوی صاحب سے کہہ دے کہ میں نے خدا کے واسطے اپنا حق اپنے مسلمان بھائی کو معاف کیا اس نے مولوی صاحب سے اسی طرح کہہ دیا۔ اس کے یہ کہتے ہی مولوی صاحب

کا غصہ بالکل فرو ہوگیا اور ایسے ہو گئے جیسا کہ غصہ آیا ہی نہ تھا۔

حاشیہ از مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ۔ قولہ انوار الہیہ الخ

اقول۔ غضب اللہ میں انوار ہوتے ہیں اور حدیث میں جو غضب کو مفسد ایمان فرمایا ہے وہ غضب النفس ہے۔

(ارواح ثلاثہ صفحہ ۱۵۹)

۳۔ حضرت امیر شاہ خان صاحب نے فرمایا کہ سفر حج میں یا جہاد میں مولوی عبدالحی صاحب کی بیوی ان کے ساتھ تھیں اور دوسرے لوگوں کی بیویاں بھی ان کے ساتھ تھیں ایک مقام پر پردہ کا انتظام کر کے انھوں نے اپنی بیوی کو اتارا اور اس سے نماز پڑھوائی۔ اور ساتھیوں سے فرمایا کہ صاحبو دیکھ لو۔ عبدالحی کی بیوی نماز پڑھ رہی ہے۔ اس پر اور لوگوں نے بھی اپنی اپنی بیویوں سے نماز پڑھوائی۔

حاشیہ از مولانا اشرف علی تھانویؒ قولہ دیکھ لو۔ اقول میں نے کسی سے سنا ہے کہ وہ برقع میں تھیں یہ لفظ "دیکھ لو" بھی اس پر دال ہے مطلب یہ تھا کہ عرفی پردہ ایسے موقع پر نہیں ہے شرعی پردہ کافی ہے۔ کیونکہ بہلی میں نماز کی کوئی صورت نہیں۔ قیام ممکن نہیں اور قعود جائز نہیں۔

(ارواح ثلاثہ ص۱۶۱)

شاہ محمد اسحٰق دہلوی ؒ

ابن شیخ محمد افضل لاہوری ؒ

مولانا محمد اسحٰق صاحب مہاجر مکہ معظمہ شیخ محمد افضل ؒ لاہوری کے صاحبزادے اور حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی کے نواسے تھے۔

آپ کی ولادت ۸ ذی الحجہ سنہ ۱۱۹۷ھ کو بمقام دہلی ہوئی۔ اپنے نانا حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب ؒ کی آغوش تربیت میں پلے بڑھے۔ کافیہ تک کتابیں شیخ عبدالحی بڑھانوی ؒ سے پڑھیں، باقی سب اوپر کی کتابیں حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب ؒ، شاہ عبدالقادر صاحب اور شاہ رفیع الدین صاحب سے پڑھیں۔

حضرت شاہ عبدالعزیز ؒ سے بھی اجازت حدیث حاصل فرماکر سلسلۂ سند ان سے متصل کیا اور کامل بیس برس تک آپ کے زیر سرپرستی طلبہ کو پڑھاتے رہے۔ نانا جان کی رحلت کے بعد ان کی مسند درس حدیث پر بھی آپ ہی متمکن ہوئے اور سب اکابر و اصاغر نے اس مسند کے احترام کو ہمیشہ ملحوظ رکھا۔ آپ ایک عرصہ تک افادہ کرتے رہے۔

سنہ ۱۲۴۰ھ میں پہلی مرتبہ حج کے لئے تشریف لے گئے تو وہاں کے شیخ عمر ؒ بن عبدالکریم بن عبدالرسول مکی (متوفی سنہ ۱۲۴۷ھ) سے سند

واجازت حدیث حاصل کی۔
شیخ عمرؒ سے مذاکرات ہوئے تو آپ نے شاہ صاحبؒ کے متعلق فرمایا۔

قد حلت فیہ برکۃ جدہ الشیخ عبد العزیز الدھلوی	ان میں ان کے نانا شاہ عبد العزیز دہلوی کی برکت حلول کر گئی ہے۔

آپ کے زہد وتقویٰ کی شہادت حضرت شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلویؒ نے بھی دی ہے۔ چنانچہ فرمایا کرتے تھے۔

"میری تقریر اسمٰعیل نے، تحریر رشید الدین نے اور تقویٰ اسحٰق نے لے لیا"

یہاں تک آپ کی قدر افزائی فرماتے کہ اپنی زندگی ہی میں آپ کو اپنا پیش امام مقرر کر رکھا تھا۔ اتباع سنت کے شوق وترویج میں بغیر عمامہ صرف ٹوپی اوڑھ کر نماز پڑھا دیتے جس کی شکایت بعض غالی اشخاص حضرت شاہ صاحبؒ کی خدمت میں کرتے رہے۔ آخر ایک روز آپ نے جلال میں آکر فرمایا:۔

"ابھی تو اسحٰق ٹوپی سر پر رکھ کر امامت کرتا ہے آئندہ میں اس سے کہہ دوں گا کہ ننگے سر نماز پڑھائے اور ساری دنیا کو اس کی اقتدا کرنی ہوگی"

حضرت بعض مرتبہ اپنے بھتیجے (شاہ محمد اسمٰعیل شہیدؒ) اور نواسے (شاہ محمد اسحٰق صاحبؒ) کو دیکھ کر یہ آیت پڑھتے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ وَھَبَ لِیْ عَلَی الْکِبَرِ اِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ

آپ سنتِ نبوی پر پورے عامل تھے اور کوئی کام خلافِ سنت

ظہور میں نہ آتا تھا۔ چونکہ خدا تعالیٰ نے صورت و سیرت دونوں عطا کی تھیں لہذا آپ کی صورت سے آثار نجابت عیاں ہوتے تھے۔ اور دیکھنے والوں کو یقین ہوتا تھا کہ جناب نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا فیض جنہوں نے پایا ہوگا ان کی یہی صورت و سیرت ہوگی۔

سر سیّد احمد خاں مرحوم فرمایا کرتے تھے۔

"میں شاہ محمد اسحٰق صاحب کے وعظ میں حاضر ہوتا، باہر مردوں کا ہجوم ہے۔ زنانہ میں عورتیں جمع ہیں، ڈولیوں کا شمار نہ پالکیوں کی گنتی، محلات شاہی کی بیگمات تک حاضر ہوتی تھیں۔ امراء کے ہاں سے مکلف کھانوں کی دیگیں کہاروں کے کندھوں پر لدی چلی آ رہی ہیں صاحبزادی حاضر ہو کر عرض کرتی ہیں۔ حضرت کھانے آ گئے۔ فرماتے تقسیم کر دو۔ زنانہ حلقہ وعظ سے عورتیں اپنے اپنے برتن پیش کرتی ہیں سب سے پہلے طلبہ کے لئے کھانا بھیجا جاتا۔ پھر عورتوں کو بٹتا، اس پر بھی بچ رہتا تو صاحبزادی عرض کرتیں حضرت جی کچھ کھانا بچ گیا ہے۔ فرماتے بیٹی ہمارے لئے نہیں بچا اسے رہنے دو۔"

شاہ صاحب خود معمولی چپاتی پتلی کا سا شوربہ گاڑھے کے دسترخوان پر رکھ کر تناول فرماتے۔ میں نے ان کا سا کھانا کسی کو کھاتے نہ دیکھا گرد و نواح کی محتاج عورتیں آ جاتیں اور اسی بے فکری سے دولت کدہ پر ہفتوں رہی آتیں گویا باوا کے گھر میں آ گئی ہیں جب خود ہی جی چاہتا رخصت ہوتیں۔ محتاج عورتوں کی اسی طرح کی مہمان نوازی مکہ معظمہ میں بھی رہی آتی۔"

۱۲۵۸ھ میں اپنے برادر خورد مولانا شاہ محمد یعقوب صاحبؒ و

تمام متعلقین کو ہمراہ لے کر بیت اللہ شریف کے قصد اور ہجرت کی نیت سے دہلی سے روانہ ہوئے پہلی منزل نظام الدین اولیا رہتی جہاں تین روز قیام فرمایا۔ شہر کے اکثر علماء، روساء بار یاب ہوئے ترک قصد کے لئے درخواستیں کیں، ریزیڈنٹ تک فسخ عزم کے لئے ملتجی ہوا مگر شاہ صاحب پر شوق حرم محترم غالب تھا لہٰذا آپ نے التوا نہ فرمایا۔ اور مکہ معظمہ جا کر اقامت اختیار فرمائی۔ اور چھ سال کے بعد بحالت روزہ دوشنبہ کے دن ۲۷ ر رجب ۱۲۶۲ھ کو وفات پائی اور معلاۃ میں حضرت سیدہ ام المؤمنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی قبر مبارک کے قریب دفن ہوئے۔

آپ کی وفات کا مادۂ تاریخ "اسحاق شیخ آفاق" ہے۔
۱۲ ھ ۶۲

آپ کے غسل جنازہ پر شیخ عبداللہ سراج مکی (متوفی ۱۲۶۴ھ) نے فرمایا۔

واللّٰہِ لوانہ عاش وقرأت علیہ الحدیث طول عمری ما نلت ما نالہ۔

خدا کی قسم اگر یہ بزرگ کچھ مدت اور زندہ رہتے اور میں ان کو ابھی اور حدیث سناتا تب بھی ان کے مرتبہ کو نہ پہنچتا۔

آپ کے تلامذہ کے اسماء گرامی۔ نزہۃ الخواطر اور تراجم علماء حدیث ہند میں سے مشہور علماء کے نام تحریر کئے جاتے ہیں۔

(۱) مولانا شاہ محمد یعقوب صاحبؒ (۲) شیخ محدث عبدالغنی بن ابی سعید العمری الدہلوی المہاجر الی المدینۃ المنورہ (۳) السید نذیر حسین بن جواد علی الحسینی الدہلوی (۴) الشیخ عبدالقیوم بن عبدالحی الصدیقی البڑہانوی

(۵) شاہ محمد عمر بن حضرت شاہ محمد اسمٰعیل شہیدؒ (۶) الشیخ قطب الدین بن محی الدین الدہلوی (۷) شیخ احمد علی سہارنپوری بن لطف اللہ سہارنپوری (۸) مولوی سبحان بخش شکارپوری (۹) مولوی عبداللہ سندھی (۱۰) مفتی عنایت احمد کاکوروی (۱۱) شیخ محمد محدث تھانوی (۱۲) شاہ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی (۱۳) مولوی محمد حازمی عربی (۱۴) مولوی عالم مرادآبادی (۱۵) مولوی علی احمد ٹونکی (۱۶) مولوی نورالحسن کاندھلوی (۱۷) قاری عبدالرحمٰن پانی پتی وغیرہ۔ جن میں سے اکثر علم حدیث کے فاضل ہوئے اور ان سے بھی بہ کثرت علم حدیث کا سلسلہ جاری ہوا۔ حتیٰ کہ ہندوستان میں اس سلسلہ کے سوا اور کوئی سلسلہ سندِ حدیث کا باقی نہ رہا۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ

تصانیف۔

(۱) مسائل اربعین۔
(۲) مائۃ مسائل۔
(۳) تذکرۃ الصیام۔

حکایات

شاہ محمد اسحٰق صاحبؒ

(۱) فرمایا کہ مقبولانِ الٰہی یا اپنے محسن کی شان میں جو گستاخ ہوتا ہے اس کی عقل مسخ ہو جاتی ہے، ایک طالب علم شاگرد مولوی اسحٰق صاحب کے ان کی شان میں گستاخ تھے ایک شخص نے کہا تم شاگرد ہو وہ تو محسن ہیں ایسا تمہیں نہ چاہئے، جواب دیا کہ محسن تو جب ہیں جب ان کا پڑھایا ہوا مجھے کچھ یاد ہو مجھے کچھ یاد ہی نہیں پھر حضرت والا (سیدنا ومولانا مرشدنا شاہ محمد اشرف علی صاحبؒ) نے فرمایا کہ ادھر اس نے گستاخی شروع کی ادھر علم سلب ہونا شروع ہو گیا۔

(حسن العزیز جلد دوم صفحہ ۲۱ و صفحہ ۶۶)

(۲) فرمایا کہ بزرگوں نے ادب واحترام کا خاص اہتمام فرمایا ہے اپنے بزرگوں کا زندگی میں تو احترام کرتے ہی ہیں۔ لیکن موت کے بعد بھی ان کا ادب واحترام کرتے ہیں۔ چنانچہ حضرت شاہ محمد اسحٰق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جب مکہ معظمہ جانے کا قصد کیا تو اپنے ایک شاگرد کو لکھا جو اجمیر میں رہتے تھے کہ چونکہ یہ سفر اجمیر کے راستہ سے ہوگا تو یہ ارادہ ہے کہ حضرت شیخ کی زیارت بھی کروں، ان شاگرد صاحب نے جواب میں لکھا کہ حضرت آپ کا یہاں تشریف لانا میرے لئے عین سعادت

ہے مگر ایک دینی مصلحت کیوجہ سے تشریف لانا مناسب نہیں، وہ یہ ہے کہ میں یہاں اپنے وعظوں میں زیارت کیلئے سفر کرنے کو مقاصد کی وجہ سے منع کرتا ہوں، اتنے دنوں کے بعد کچھ لوگ سمجھ گئے ہیں۔ اب اگر حضرت تشریف لائے تو میری اتنے دنوں کی کوشش برباد ہوجائیگی اور لوگوں کو شبہ ہوگا کس کس کو سمجھاؤں گا۔ کہ زیارت قبر کے لئے نہیں ہوا، اس کے جواب میں شاہ صاحب نے لکھا کہ مجھ سے تو نہیں ہوسکتا کہ ہمارے مشائخ میں سے وہاں موجود ہوں اور میں بلا زیارت کئے وہاں سے گذر جاؤں۔ رہی مصلحت دینی تو اس کے تحصیل کی ایک صورت یہ بھی ہوسکتی ہے کہ تم میری موجودگی میں وعظ کہنا اور اس جلسہ میں میں بھی شریک ہوں گا۔ تم اس میں بھی مسئلہ عدم جواز سفر الزیارت القبور کا بیان کرنا، آخر میں کہنا کہ مسائل شرعیہ میں کسی کا فعل حجت نہیں خواہ وہ کیسا ہی بڑا عالم اور مسلّم بزرگ کیوں نہ ہو، چنانچہ حضرت شاہ صاحب (اس جواب کے بعد اجمیر شریف زیارت کے لئے اترے) اور ان شاگرد صاحب نے وہی مسئلہ وعظ میں بیان کیا کہ زیارت کے لئے آنا جائز نہیں اور اس میں کسی کا سفر حجت نہیں تو شاہ صاحب کھڑے ہوگئے اور فرمایا کہ۔

صاحبو! مولوی صاحب نے جو کچھ کہا ٹھیک ہے اور میں جو یہاں آیا مجھ سے غلطی ہوئی۔ میں توبہ کرتا ہوں اور اپنی آمد کی کوئی تاویل نہیں فرمائی۔ حالانکہ یہ بہت ظاہر اور آسان اور مطابق واقع کے بات تھی کہ میں نے قصداً زیارت کے لئے سفر نہیں کیا حج کو جارہا ہوں

راستہ میں حاضری کا موقع مل گیا مگر شاہ صاحب نے ایسا نہیں کیا بلکہ بلا کسی تاویل کے یوں فرمایا کہ میں توبہ کرتا ہوں۔ کچھ ٹھکانا ہے اس ادب و احترام کے ساتھ جمع بین الاضداد کا کہ تواضع و رعایت مصلح دینیہ کا کس قدر لحاظ کیا، یہ وہ حضرات ہیں جن کو خشک ملا سمجھا جاتا ہے

(سراج الصراط صـ۱۴)

(۳) ایک قصہ ضد کا مجھے یاد آیا کہ دہلی میں ایک شخص نے حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب کی بھی دعوت کی اور بعض ان مخالفین کی بھی دعوت کی اور ہر ایک کو دوسرے کی خبر نہ ہونے دی۔ جب سب جمع ہو گئے اور کھانا سامنے آیا تو میزبان نے کہا کہ صاحب یہ شیخ سدو کا بکرا میں نے پکایا ہے، اب جس کا جی چاہے کھائے اور جس کا جی چاہے نہ کھائے، شاہ اسحاق صاحبؒ تو شیخ سدو کے بکرے کو حرام فرماتے تھے انھوں نے ہاتھ کھینچ لیا اور ان کے ساتھ ان کے مخالفین نے بھی ہاتھ کھینچ لیا صاحب خانہ نے ان سے پوچھا کہ آپ تو جائز کہتے ہیں آپ نے کیوں ہاتھ روکا۔ کہنے لگے بھائی حرام ہے مگر ان کی ضد میں اس کو حلال کہہ دیتے ہیں

بروایت حضرت حکیم الامۃ مولانا اشرف علی تھانویؒ (امثال عبرت حصہ دوم صـ۲۱)

(۴) حضرت امیر شاہ خان صاحب نے فرمایا کہ میں نے مولوی عبد القیوم صاحب سے سنا ہے۔ بڑے میاں (مولوی محمد اسحٰق صاحبؒ) اور چھوٹے میاں (مولوی محمد یعقوب) صاحب دونوں بھائی مکہ حرم میں داخل ہوتے تو دروازے پر جوتے چھوڑ جاتے مگر باوجود اس کے کہ وہاں جوتے کا محفوظ رہنا نہایت مشکل ہے۔ ان کا جوتہ کبھی چوری نہیں گیا یہ واقعہ دیکھ کر لوگ متعجب ہوتے اور ان حضرات سے پوچھتے کہ کیا وجہ ہے کہ آپ

حضرات کا جوتہ چوری نہیں جاتا۔ وہ فرماتے کہ جب ہم جوتہ اتارتے ہیں تو چور کے لئے اس کو حلال کر جاتے ہیں اور چور کی قسمت میں حلال مال نہیں اس لئے وہ انھیں نہیں لے سکتا۔

یہ قصہ بیان فرما کر خان صاحبؒ نے بیان فرمایا کہ میں نے یہ قصہ مولوی محمود حسنؒ سے بیان کیا تو انھوں نے فرمایا کہ یہ اصل میں تعلیم تھی شاہ عبدالقادر صاحبؒ کی جب شاہ صاحبؒ کے زمانہ میں اکبری مسجد میں سے جوتے چوری جانے لگے تو شاہ صاحبؒ نے لوگوں سے فرمایا کہ تم اپنے جوتے چوروں کے لئے حلال کر دیا کرو پھر وہ نہ لیں گے۔

(ارواح ثلاثہ ص۱۰۳)

(۵) حضرت امیر شاہ خان صاحبؒ نے فرمایا کہ تحصیل سکندر آباد میں ایک گاؤں ہے حسن پور۔ یہ ایک وقت میں مولوی محمد اسحٰق صاحبؒ اور مولوی محمد یعقوب صاحبؒ کا تھا۔ مولوی مظفر حسین صاحبؒ کاندھلوی فرماتے تھے کہ مولوی محمد اسحٰق صاحبؒ اور مولوی محمد یعقوب صاحبؒ نہایت سخی تھے۔ اور اکثر تنگی کی وجہ سے کچھ ملول رہتے تھے۔ لیکن ایک روز میں نے دیکھا کہ دونوں بھائی نہایت ہشاش بشاش ہیں اور خوشی میں ادھر سے ادھر آتے جاتے اور کتابیں یہاں سے وہاں اور وہاں سے یہاں رکھتے اور خوشی کے لہجے میں آپس میں باتیں کرتے ہیں۔ میں یہ دیکھ کر سمجھا کہ شاید آج کوئی بڑی رقم ہندوستان سے آئی ہے۔ جس سے یہ اس قدر خوش ہیں۔ یہ سمجھ کر میں نے چاہا کہ واقعہ دریافت کروں مگر بڑے میاں صاحبؒ سے تو پوچھنے کی ہمت نہ ہوئی چھوٹے میاں سے پوچھا کہ حضرت آپ بہت خوش نظر آتے ہیں اس کی کیا

وجہ ہے۔ انھوں نے متعجبانہ لہجہ میں فرمایا کہ تم نے نہیں سُنا میں نے کہا کہ نہیں۔ فرمایا کہ ہمارا گاؤں حسن پور ضبط ہو گیا ہے۔ یہ خوشی اس کی ہے۔ کیونکہ جب تک وہ تھا ہم کو خدا پر پورا توکل نہ تھا اور اب صرف خدا پر بھروسہ رہ گیا ہے ؎

کیا یار کے آنے کی سُنی یا کہ اجل کی
کاہے کی خوشی ہجر میں ہے جانِ حزیں یہ

حاشیہ۔ از مولانا اشرف علی تھانویؒ۔ قولہ۔ اب صرف خدا پر بھروسہ رہ گیا ہے۔ اقول۔ اس سے جو کچھ کمال توکل و توحید و معرفت ثابت ہوتی ہے ظاہر ہے۔ (ارواح ثلاثہ صفحہ ۱۰۳)

(۶) حضرت امیر شاہ خان صاحبؒ نے حافظ عبدالرحمٰن صاحب دہلوی سے سنا وہ بیان کرتے تھے کہ نواب میر خاں سے جب انگریزوں کی صلح ہو گئی تو اس صلح کے اندر یہ امر طے ہوا تھا کہ وزیرالدولہ کو ہم اپنے زیر نگرانی رکھیں گے۔ مگر یہ انھیں اختیار ہو گا کہ وہ جہاں چاہیں وہاں رہیں۔ انھوں نے دہلی کو پسند کیا اور وہ دہلی رہنے لگے۔ بچپن سے صالح تھے۔ مولوی غلام جیلانی رام پوری ان کے استاد تھے۔ مولوی صاحب موصوف حیدر علی صاحبؒ ٹونکی کے ماموں تھے۔ چونکہ نواب وزیرالدولہ بچپن سے نیک تھے اس لئے ان کے پاس دہلی کے لڑکے جو ان کے ہم عمر تھے بے تکلف آنے جانے لگے۔ ان میں ایک لڑکا وہ تھا جو حضرت شاہ محمد اسحٰق صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ اور حق گو بھی تھا۔ چونکہ عام طور پر اپنے استاد کی طرف خاص میلان ہوتا ہے اس لئے وزیرالدولہ اپنے استاد کی اکثر تعریف کیا کرتے اور کبھی کبھی دہلی والوں کی تنقیص بھی کر دیا کرتے تھے۔ مگر وہ لڑکا

برابران کی تردید کرتا رہتا تھا اور یہ کہا کرتا تھا کہ آپ کے استاد ایسا عمامہ باندھتے ہیں ایسا انگرکھا پہنتے ہیں ایسا پاجامہ پہنتے ہیں ایسا جوتہ پہنتے ہیں مسند تکیہ لگا کر بیٹھتے ہیں، دہلی والے بیچارے بوریوں پر بیٹھتے ہیں دھوتر کا کرتہ پہنتے ہیں گاڑھے کا پاجامہ پہنتے ہیں ادھوڑی کا جوتہ پہنتے ہیں۔ مگر باوجود اس کے آپ کے اُستاد کے علم کو ان کے علم سے کیا نسبت۔ ان کے علوم بہت گہرے ہیں۔ خدا کی شان کہ ایک روز کسی نے مولوی غلام جیلانی صاحبؒ سے یہ سوال کیا کہ حضرت تعزیہ کا بنانا کیسا ہے؟ مولوی غلام جیلانیؒ نے جواب دیا کہ بُرا ہے ہرگز نہیں بنانا چاہئے اس نے کہا کہ بنے ہوئے تعزیہ کی توہین کرنا مثلاً اس کو توڑنا پھوڑنا اس پر پاخانہ پھرنا اور پیشاب کرنا کیسا ہے؟ انھوں نے فرمایا کہ ہرگز نہیں چاہئے ہاں اسے دفن کردے۔ اس لئے کہ اس پر امام حسینؓ کا نام آگیا ہے لہذا اس کا احترام کرنا چاہئے۔ یہ سُن کر وہ لڑکا کھڑا ہوا اور اس نے بہت ادب سے یہ کہا کہ مولانا گوسالہ پر کس کا نام آگیا تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کے ساتھ کیا معاملہ کیا تھا۔ اس پر مولوی صاحب خاموش ہوگئے اور کوئی جواب نہ بن آیا۔ اس لڑکے نے اسی جلسہ میں نواب وزیر الدولہ کو سلام کیا اور کہا کہ حضور میں نہ کہتا تھا کہ دہلی والوں کے علوم بڑے گہرے ہیں میں صرف کبھی کبھی میاں صاحبؒ (شاہ محمد اسحٰق صاحبؒ) کے وعظ میں جا بیٹھا کرتا ہوں۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ وزیر الدولہ اس خاندان کے گرویدہ ہوگئے اور سید صاحب سے بیعت بھی ہوئے۔

(ارواح ثلاثہ ص۱۰۴)

(۷) حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ نے ایک بار فرمایا کہ

جب مولانا اسحٰق صاحبؒ کی خدمت میں کوئی شخص بیعت ہونے حاضر ہوتا تو یوں فرماتے ہمیں کچھ معلوم نہیں۔ مولوی یعقوب صاحبؒ کے پاس جاؤ۔ انھوں نے نانا صاحب (یعنی شاہ عبدالعزیز صاحبؒ) سے یہ سب سیکھا ہے۔ سو باوجودیکہ شاہ اسحٰق صاحبؒ ان باتوں سے صاف انکار فرمادیتے تھے مگر پھر بھی دیکھنے والوں نے دیکھا ہے کہ مولانا یعقوب صاحبؒ سے مولانا اسحٰق صاحبؒ ہی درجہ میں بڑھے ہوئے تھے اور اس کی وجہ نشر علم دین ہے۔ (ارواح ثلاثہ صفحہ ۱۱۹)

(۸) حضرت امیر شاہ خان صاحبؒ نے فرمایا کہ شاہ عبدالعزیز صاحبؒ سے ایک ریزیڈنٹ صاحب ملنے آیا کرتا تھا شاہ صاحبؒ اس کے لئے مونڈھا بچھوادیتے تھے جو نذرانہ پیش کرتا تھا شاہ صاحب موسم کا کوئی پھل اس کے پاس بھجوادیتے تھے۔ جب شاہ صاحب کی وفات ہوگئی تو سب نے مل کر صدر شاہ اسحٰق صاحبؒ کو مقرر کیا اور ان کو نذرانے دیتے تھے۔ حتیٰ کہ سید صاحب بھی بایں جلالتِ قدر نذر پیش فرماتے۔ شاہ اسحٰق صاحبؒ مدرسہ میں پڑھا رہے تھے کہ ریزیڈنٹ آیا لیکن شاہ صاحبؒ نے نہ اس کو دیکھا نہ ان کی مجلس میں کوئی تغیر آیا۔ شاہ صاحب ہمیشہ نگاہ نیچی رکھتے تھے بعض کو تمنا تھی کہ شاہ صاحبؒ کی آنکھ جو نہایت خوبصورت تھی دیکھیں مگر تمام عمر نہ دیکھ سکے۔ غرض ریزیڈنٹ مدرسہ میں آیا اور ٹہلتا رہا۔ جب درس ختم ہوا تو شاہ اسحٰق صاحب کے پاس آکر بوجہ پتلون کے ٹانگ پھیلا کر وہیں چٹائی پر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر میں رخصت ہونے لگا تو شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہے کہ شاہ صاحب مرحوم آپ کے لئے کچھ ہدیہ بھجوایا کرتے تھے مگر میرے پاس کچھ ہے ہی نہیں کہ

بھجواتا جب ریزیڈنٹ چلا گیا تو بعض مسلمانوں ہی نے یہ کہہ کر شاہ صاحبؒ کی طرف سے بدظن اور مشتعل کرنا چاہا کہ دیکھئے وہ حضور سے کیسی بے التفاتی سے پیش آئے وہ متکبر ہوگئے ہیں۔ اس پر ریزیڈنٹ نے انھیں ڈانٹا، کہا کہ خاموش میں اس شاہ کا امتحان لینے گیا تھا کہ وہ اتنی دنیا پر بیٹھ کر دنیا سے کتنا مستغنی ہے۔

حاشیہ:۔ از مولانا اشرف علی صاحبؒ۔ دونوں حضرات کے معمول کا تفاوت نیت اور مصالح کے اختلاف سے ہے ولکل وجہۃ ھو مولیھا اور چونکہ مبنی اس دوسرے معمول کا اخلاص پر تھا اس لئے ریزیڈنٹ پر اس کا کیا پسندیدہ اثر پڑا۔

(روایات الطیب۔ ارواح ثلاثہ ص۱۱۸)

(۹) حضرت امیر شاہ خان صاحبؒ نے فرمایا کہ مولوی اعلم علی صاحبؒ کو اپنے طالب علمی کے زمانہ میں ایک مرتبہ تین وقت کا فاقہ ہوا جب یہ شاہ اسحٰق صاحبؒ سے سبق پڑھنے بیٹھے تو ان کی آواز میں کمزوری پائی گئی شاہ صاحبؒ سمجھ گئے کہ یہ بھوکے ہیں آپ فوراً مکان میں تشریف لے گئے اور وہاں سے کھانا لائے اور مولوی اعلم علی صاحبؒ کو الگ بلا کر کھلایا اور اس دن سے ان کا کھانا اپنے یہاں کرلیا۔

حاشیہ از مولانا اشرف علی صاحبؒ قولہ الگ بلا کر اقول یہ آداب عطاء میں سے ہے۔ جب احتمال ہو معطی لہ کے شرمانے کا پھر استمرار عطاء رافع خجلت ہو جاتا ہے۔ (ارواح ثلاثہ ص۱۱۴)

(۱۰) حضرت امیر شاہ خان صاحبؒ نے شیخ فیاض علی صاحب سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتے تھے شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے جو مسجد شاہ

ولی اللہ صاحب کے مزار پر بنوائی ہے شاہ اسحٰق صاحبؒ اس کو اچھا نہ جانتے تھے کیونکہ وہ فرماتے تھے کہ قبرستان میں مسجد بنوانا نہ چاہیئے اور استدلال میں اس حدیث کو پیش کرتے تھے جو مشکوٰۃ باب التصاویر میں اس مضمون کی مروی ہے کہ بعض امہات المؤمنین نے حبشہ کے ایک گرجا کی اور اس کی تصویروں کی تعریف کی تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اولٰئك اذامات فيهم الرجل الصالح بنوا على قبره مسجدًا ثم صوروا فيه تلك الصور اولٰئك اشرار خلق الله۔ متفق علیہ	یہ لوگ ایسے ہیں کہ جب کوئی نیک آدمی مرجاتا ہے اس کی قبر پر عبادتگاہ بناتے ہیں پھر اس میں یہ تصویریں بناتے ہیں یہ لوگ اللہ عزوجل کے نزدیک بدترین مخلوق ہیں۔

اور اس لئے اس مسجد میں کبھی نماز نہ پڑھتے تھے۔ الا نادرًا۔ ایک دفعہ قبروں پر مسجد بنانے کے متعلق کسی نے آپ سے پوچھا آپنے فرمایا کہ نہ چاہیئے۔ اس نے کہا کہ پھر آپ کے نانا نے کیوں بنائی ہے تو آپنے فرمایا کہ یہ ان سے پوچھو۔ میرا مسلک یہی ہے۔

حاشیہ از مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ قولہ استدلال میں الخ یہ محمل احوط وابعد عن الفساد ہے اور دوسرا محمل یہ ہے کہ وہ لوگ خود اہلِ قبور کو سجدہ کرتے تھے۔ احقر حضرت تھانویؒ کہتا ہے کہ گو نماز خدا ہی کی پڑھی جاوے تب بھی اس جگہ نماز پڑھنے کو قبول و برکت میں بلا دلیل دخیل سمجھتے ہیں اور توجہ الی الاولیاء اور توجہ اولیاء کو اس میں مؤثر جانتے ہیں اور عبادت الٰہیہ میں مخلوق کی اتنی شرکت کا اعتقاد

بھی خلافِ دلیل ہے اور حضراتِ مجوزین نے حسنِ ظن کیوجہ سے اس احتمال کی طرف التفات نہیں فرمایا۔

(ارواحِ ثلاثہ ص۱۱۵)

(۱۱) حضرت امیر شاہ خان صاحب نے فرمایا کہ شاہ اسحٰق صاحبؒ کے ایک لڑکا تھا جس کا نام سلیمان تھا۔ شاہ صاحبؒ کی کنیت ابو سلیمان اسی وجہ سے ہے شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کی عادت ٹہلنے کی تھی، آپ خدام کے ساتھ ٹہل رہے تھے ایک خادم کی گود میں میاں سلیمان تھے۔ ایک موقع پر جھول پڑی ہوئی تھی اور عورتیں جھول رہی تھیں جب ان عورتوں نے میاں سلیمان کو دیکھا تو انھوں نے اس خادم سے کہا کہ میاں کو ہمیں دیدو۔ ہم جھلائیں گے خادم نے دینا چاہا مگر سلیمان نہیں گئے۔ جب شاہ صاحب کو معلوم ہوا کہ میاں سلیمان کو عورتیں جھلانے کے لئے لیتی تھیں مگر وہ نہیں گئے تو انھوں نے فرمایا کیوں جاتا اسحٰق کا بیٹا ہے۔

حاشیہ۔ از مولانا اشرف علی تھانویؒ قولہ اسحٰق کا بیٹا ہے۔

اقول۔ مادرزاد اولیاء کی یہی شان ہوتی ہے۔

(ارواحِ ثلاثہ ص۱۱۶)

(۱۲) حضرت امیر شاہ خان صاحبؒ نے فرمایا کہ یہ قصہ میں نے مولوی محمود پھلیتی اور نواب محمود علی خاں سے سنا ہے یہ حضرات فرماتے تھے کہ شاہ اسحٰق صاحبؒ کے زمانہ میں ایک انگریز پادری دلی میں آیا، یہ بہت قابل اور لستان اور مشہور پادری تھا۔ اس نے دلی میں عام طور پر علماء کو مناظرہ کی دعوت دی۔ اس وقت کے مولوی جو خاندانِ عزیزی

کے مخالف تھے۔ ان کو شاہ اسحٰق صاحبؒ سے بہت کاوش تھی انھوں نے اس پادری کو پٹی پڑھائی کہ تم شاہ اسحٰق صاحبؒ سے خاص طور پر مناظرہ کی درخواست کرو۔ کیونکہ شاہ صاحبؒ بہت سیدھے اور بہت کم گو تھے اور زبان میں لکنت تھی۔ اس لئے ان کو خیال تھا کہ یہ لسان پادری شاہ صاحبؒ کو ضرور مات دے گا اور ان کو ذلت ہوگی، اس پادری نے شاہ صاحبؒ کو دعوت مناظرہ دی۔ شاہ صاحبؒ نے بے تکلف منظور فرمالی۔ اس پر شاہ صاحب کے دوستوں کو بہت خیال ہوا۔ مولوی فریدالدین خاں صاحب مراد آباد کے رہنے والے اور مولوی اسمٰعیل صاحب اور نواب رشیدالدین خان صاحبؒ کے اچھے شاگردوں میں اور نہایت ذہین آدمی تھے۔ اور مولوی محمد یعقوب صاحبؒ (شاہ صاحب کے چھوٹے بھائی) ان دونوں نے شاہ صاحب سے عرض کیا کہ آپ مناظرہ نہ فرمائیں آپ ہم کو اپنا وکیل بنائیں شاہ صاحب نے فرمایا کہ اس نے مجھ ہی کو دعوت دی ہے میں ہی مناظرہ کروں گا۔ وکیل بنانے کی ضرورت نہیں۔

بادشاہ بھی شاہ صاحب کا مخالف تھا۔ قلعہ میں مناظرہ کی ٹھہری۔ جب مناظرہ کا وقت آیا اس وقت سب لوگ قلعہ میں پہنچ گئے مجلس مناظرہ منعقد ہوئی۔ خدا کی قدرت جب وہ پادری شاہ صاحبؒ کے سامنے آیا تو اس کے جسم پر لرزہ پڑ گیا اور حواس باختہ ہوگیا اور ایک حرف بھی زبان سے نہ نکال سکا۔ جب کچھ دیر ہوگئی تو شاہ صاحبؒ نے اس پادری سے فرمایا کہ آپ کچھ فرمائیں گے یا میں ہی عرض کروں۔ اس نے کہا کہ آپ ہی فرمائیں۔ شاہ صاحبؒ نے خوب زور شور کے ساتھ اسلام کی

حقانیت اور عیسائیت کے بطلان کے دلائل بیان فرمائے وہ پادری
ساکت محض تھا۔ نہ اُس نے آپ کی تقریر پر کچھ خدشہ کیا اور نہ اپنی طرف
سے کوئی سوال کیا۔ جب تمام لوگوں پر اس پادری کا عجز ظاہر ہو گیا۔ تب
ان مخالف مولویوں کی طرف جنہوں نے اس پادری کو ابھارا تھا متوجہ
ہو کر فرمایا کہ ہمارے خاندان کا قاعدہ رہا ہے کہ وہ تفسیر سے پہلے تورات
وانجیل وزبور پڑھا دیا کرتے تھے۔ کیونکہ بغیر ان کتابوں پر عبور ہوئے
قرآن شریف کا لطف نہیں آتا۔ اسی قاعدہ کے مطابق مجھے بھی یہ کتابیں
پڑھائی گئی تھیں۔ اور اس لئے میں عیسائی مذہب سے ناواقف نہیں ہوں
اور یہ فرما کر فرمایا کہ اگر اسحٰق کو شکست اور ذلت ہوتی تو کچھ بات نہ تھی
کیونکہ مجھے علم کا دعویٰ ہی کب ہے۔ لیکن اسلام تو تمہارا بھی تھا
اس سے تمام مخالفین پر پانی پڑ گیا اور مناظرہ ختم ہو گیا۔

حاشیہ۔ از مولانا اشرف علی تھانویؒ۔ **قولہ**۔ اس پادری کو پٹی
پڑھائی۔ اقول۔ خدا برا کرے عناد کا کہ یہ بھی احساس نہ رہا کہ ہمارا
یہ فعل کفر کی تائید ہے اور اسلام کا اضرار۔

(ارواح ثلاثہ ص ۱۱۳)

(۱۳) حضرت امیر شاہ خان صاحبؒ نے مختلف بزرگوں سے
روایت نقل کی ہے کہ شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے شاہ عبدالقادر صاحبؒ
سے فرمایا کہ میاں عبدالقادر اسحٰق کی طرف بھی توجہ کرو نا۔ اس کا جواب
شاہ عبدالقادر صاحبؒ نے یہ دیا کہ حضرت اسحٰق کو ضرورت نہیں ہے
وہ بلا ذکر و شغل بوجہ اپنی ریاضت ہی کے ان لوگوں سے بڑھا ہوا ہے جو
باقاعدہ سلوک طے کرتے ہیں۔ غرض شاہ صاحب نے چند مرتبہ فرمایا مگر

شاہ عبد القادر صاحبؒ نے ہر مرتبہ یہی جواب دیا۔

حاشیہ۔ از مولانا اشرف علی تھانویؒ۔ قولہ۔ اسحق کو ضرورت نہیں ہے۔ اقول۔ اس جواب کی حقیقت وہی ہے جو محققین فرماتے ہیں کہ مقصود اصلی نسبت احسان ہے خواہ اعمال شرعی سے حاصل ہو جائے خواہ اشتغال صوفیہ سے رہا یہ کہ پھر بڑے شاہ صاحبؒ نے توجہ کا کیوں مشورہ دیا۔ سو یا تو حضرت شاہ صاحبؒ کو کمال نسبت احسان کی اطلاع نہ ہوگی یا اس کی تقویت دوسرے طریق سے بھی تجویز فرمائی ہوگی۔ (ارواح ثلاثہ ص ۱۱۱)

(۱۴۲) حضرت امیر شاہ خان صاحبؒ نے فرمایا کہ مجھ سے مولوی عبد الجلیل صاحبؒ علی گڈھی کے صاحبزادے مولوی اسمٰعیل صاحبؒ نے بیان فرمایا کہ میرے والد مولوی عبد الجلیل صاحبؒ اپنے زمانۂ طالب علمی میں شاہ اسحٰق صاحبؒ کی مسجد میں رہتے تھے اور اس زمانہ میں فتحپوری کی مسجد میں ایک عالم رہتے تھے جن کا نام آخون شیر محمد تھا۔ میرے والد ان سے تعلیم حاصل کرتے تھے۔ اتفاق سے ایک روز شمس بازغہ کی ایک عبارت کا مطلب ان کی سمجھ میں نہیں آیا اور وہ جس مسجد میں رہتے تھے اسی مسجد میں ایک مقام پر بیٹھے ہوئے اس عبارت میں غور کر رہے تھے اتفاق سے شاہ اسحٰق صاحب بھی اسی وقت مسجد میں ٹہل رہے تھے۔ شاہ صاحبؒ نے ان کے پاس آکر دریافت کیا میاں صاحبزادے بڑے مصروف ہو کونسی کتاب دیکھ رہے ہو۔ والد صاحب نے اس پر کچھ التفات نہ کیا۔ اور ہوں ہاں کر کے ٹال دیا۔ شاہ صاحب نے دوسری مرتبہ پھر پوچھا میاں صاحبزادے ہمیں تو بتاؤ کونسی کتاب دیکھ رہے ہو

والد صاحب نے پھر ٹال دیا۔ شاہ صاحبؒ پھر چلے گئے۔ تیسری مرتبہ شاہ صاحبؒ پھر ٹہلتے ہوئے آئے اور والد صاحب کے پاس بیٹھ گئے اور ذرا اصرار سے پوچھا کہ میاں بتاؤ تو سہی کہ یہ کیا کتاب ہے اور تم اس میں اتنے مصروف کیوں ہو۔ تب والد صاحب نے مجبور ہو کر کہا کہ یہ کتاب شمس بازغہ ہے میں ایک مقام میں الجھا ہوا ہوں اُسے سوچ رہا ہوں، اس پر شاہ صاحب نے فرمایا کہ کونسا مقام ہے۔ انھوں نے اس کا جواب بھی بے پروائی سے دیا۔ جب کئی مرتبہ شاہ صاحب نے اصرار کیا۔ تب انھوں نے ان کو وہ مقام دکھایا (وجہ ان کی ان بے التفاتیوں کی یہ تھی کہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ شاہ صاحب اور ان کے خاندان کے لوگ معقول نہیں جانتے) شاہ صاحبؒ نے اس مقام کو ملاحظہ فرما کر فرمایا کہ تمہارے استاد نے یہ بتلایا ہوگا اور تم یہ کہتے ہوگے۔ انھوں نے اقرار کیا اس پر شاہ صاحب نے اس کا صحیح مطلب بتلایا، اور عبارت پر اس کو منطبق فرما دیا۔

حاشیہ۔ از مولانا اشرف علی تھانویؒ قولہ ٹہل رہے تھے۔

اقول۔ احیاناً اس کا مضائقہ نہیں بشرطیکہ خاص اسی غرض سے مسجد میں داخل نہ ہوا ہو۔ اور عادت کرنا یا اسی قصد سے داخل ہونا مکروہ ہے جیسے دوسرے مباحات جن کے لئے مسجد موضوع نہیں۔

(ارواح ثلاثہ صفحہ ۱۱)

(۱۵) حضرت امیر شاہ خاں صاحب نے فرمایا کہ شاہ محمد اسحٰق صاحبؒ کو بہت زور کی بواسیر تھی۔ اور اس کی وجہ سے آپ کو بہت تکلیف تھی۔ کسی شخص نے بواسیر کا عمل بتلایا کہ صبح کی سنتوں میں الم نشرح

اور لایلاف پڑھ لیا کرو۔ مگر شاہ صاحبؒ نے اس کو پسند نہ فرمایا۔ اس پر مولوی مظفر حسین صاحب اور نواب قطب الدین خاں صاحب نے زور دیا کہ آپ یہ عمل ضرور کیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ اول تو ہم نیک عمل ہی نہیں کرتے صرف ٹوٹے پھوٹے فرض اور سنتیں پڑھ لیتے ہیں ان میں بھی ہم خواہشِ نفسانی (اور دنیوی غرض) کو داخل کر دیں۔ اور عبادت کو (دنیوی) عمل بنالیں یہ اچھا نہیں معلوم ہوتا۔

حاشیہ۔ از مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ قولہ اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ اقول۔ کس قدر دقیق اخلاص وتقوی ہے

(ارواح ثلاثہ ص۱۰۸)

شاہ محمد یعقوب صاحبؒ

ابن شیخ محمد افضل صاحبؒ لاہوری

آپ شیخ محمد افضل صاحبؒ کے دوسرے فرزند تھے۔ آپ شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کی دوسری صاحبزادی کے بطن سے تھے جو شیخ محمد افضلؒ سے بیاہی گئی تھیں۔

آپ کی پیدائش ۲۸ ذی الحجہ سنہ ۱۲۰۰ھ کو ہوئی آپ نے اپنے نانا جان کے آغوش تربیت سے استفادہ کیا اور جلالین وغیرہ آپ سے پڑھیں۔ باقی کتب درسیہ شاہ رفیع الدین صاحبؒ سے پڑھ کر درس وسلوک وغیرہ کی اجازت نانا جان سے بھی حاصل کی۔ آپ صاحب فضل وکمال محدّث وفقیہ تھے۔ آپ نے ایک مدت تک دہلی میں درس وافادہ فرمایا۔

اکثر لوگ آپ کے پاس تحفے اور ہدایا لے کر حاضر ہوتے لیکن آپ کسی چیز کو نگاہِ قبول سے نہ دیکھتے تھے بلکہ جو سرمایہ اپنے پاس رکھتے تھے اسی میں زندگی بسر کرتے تھے۔

۱۲۵۸ھ میں بڑے بھائی حضرت شاہ محمد اسحٰق صاحب کے ساتھ مکہ معظمہ کو ہجرت فرمائی اور وہیں رحلت فرمائی۔ بہ کثرت علماء نے آپ سے استفادہ کیا۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

حکایات

شاہ محمد یعقوب صاحبؒ

(۱) حضرت مولانا شاہ محمد یعقوب صاحبؒ جب بازار جاتے تو ایک تھیلی پیسوں کی ساتھ لے جاتے تھے عادت آپ کی یہ تھی کہ جب کوئی چیز لیتے تو تمام تھیلی کے پیسے الٹ دیتے اور پیسے ادا کر کے باقی پیسے تھیلی میں رکھ لیتے تھے۔

ایک مرتبہ مکہ معظمہ میں ایک لڑکے نے دیکھ لیا اور پیچھے لگ گیا جب گھر آتے وقت گلی میں پہونچے تو لڑکا تھیلی چھین کر بھاگ نکلا۔ آپ خاموشی سے اپنے گھر میں چلے گئے اور دروازہ اندر سے بند کر لیا۔ لڑکا بھاگنے کو تو بھاگ گیا لیکن اسے گلی سے آگے راستہ نہ ملا کبھی ادھر سے جائے اور کبھی ادھر سے جائے لیکن لوٹ پھر کر اسی جگہ پر پہنچ جائے جہاں سے تھیلی چھین کر بھاگا تھا۔ بہت دیر تک کوشش کرتا رہا لیکن جس راستے سے بھی جائے گھوم پھر کر پھر اسی جگہ موجود۔

تنگ آ کر اس نے مولانا یعقوب صاحبؒ کا دروازہ کھٹکھٹانا شروع کیا لیکن کوئی جواب نہ ملا۔ بالآخر پریشان ہو کر چیخنے چلانے لگا اور صدا لگاتے ہوئے کہنا شروع کیا کہ لوگو! بوڑھے کے ظلم سے مجھے نجات دلاؤ، لوگ جمع ہوئے۔ جب ظلم کا سبب دریافت کیا تو لڑکے نے سارا ماجرا بیان کر کے کہا کہ نہ

گلی سے باہر جانے کا راستہ دیتے ہیں اور نہ ہی اپنی تھیلی واپس لیتے ہیں لوگوں نے دروازہ کھٹکھٹایا تو حضرت نکلے اور فرمایا کہ جب اس نے تھیلی چھینی تو اسی وقت میں نے اسے ہبہ کردی تھی اب یہ تھیلی اس کی ملکیت ہوچکی ہے لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت اس کا جرم معاف فرمادیں حضرت نے معاف فرمایا جب اسے گلی سے باہر نکلنے کا راستہ ملا۔

(سمعتہ از حضرت مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہٗ)

(۲) حضرت امیر شاہ خان صاحبؒ نے فرمایا کہ مولوی حسین بخش صاحبؒ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں نے شاہ محمد اسحٰق صاحبؒ اور مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کی دعوت کی۔ جب کھانے کا وقت آیا تو میاں صاحبؒ پالکی پر سوار ہو کر میرے مکان کی طرف روانہ ہو گئے اور مولوی محمد یعقوب صاحبؒ سے فرما گئے کہ حسین بخش کو اپنے ہمراہ لیتے آنا۔ مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کے یہاں ایک سانڈنی تھی جس پر وہ سوار ہوا کرتے تھے مولانا نے اپنی سانڈنی کی پچھلی نشست پر ایک دوشالہ ڈالا اور اگلی نشست خالی رکھی اور مجھ سے فرمایا کہ تم پچھلی نشست پر سوار ہو جس پر دوشالہ پڑا ہوا تھا۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت میں اس قابل نہیں ہوں دوشالہ اپنے لئے رکھئے۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں نہیں تم بیٹھ جاؤ۔ میاں صاحب فرما گئے ہیں کہ ان کو اپنے ساتھ لانا۔ میں نے پھر عذر کیا۔ آپ نے پھر یہی فرمایا اجی بیٹھ بھی جاؤ۔ میاں صاحب فرما گئے ہیں کہ انھیں اپنے ساتھ لانا مجھے مجبوراً سوار ہونا پڑا۔ (ارواح ثلثہ ص ۱۳۱)

حاشیہ از مولانا اشرف علی تھانویؒ قولہ میاں صاحب فرما گئے ہیں۔ اقول۔ کتنا ادب ہے کہ جس کو ساتھ لانے کو فرما گئے تھے اس کا

اتنا ادب بھلا پھر ان لوگوں پر یہ شبہ کہ بزرگوں کا ادب نہیں کرتے کتنا بڑا ظلم ہے۔ (ارواح ثلاثہ صـ ۱۶۱)

(۳) حضرت امیر شاہ خان صاحبؒ نے فرمایا کہ دلی کے ایک شاہزادے نے جس کا نام اس وقت مجھے یاد نہیں رہا مجھ سے خود اپنا خواب بیان کیا کہ میں نے مکہ معظمہ میں خواب میں دیکھا کہ ایک گھٹڑی آسمان سے میری طرف آ رہی ہے۔ میں نے اٹھ کر اس گھٹڑی کو لپک لیا۔ جب وہ میرے ہاتھ میں آئی تو اس وقت مجھے معلوم ہوا کہ وہ گھٹڑی نہیں ہے بلکہ ذبح شدہ اور کھال اتری ہوئی مسلّم مرغی ہے جس کے پنجے بھی موجود ہیں اور وہ پانی میں تر ہیں۔ اس خواب کو میں نے مولانا یعقوب صاحبؒ سے بیان کیا تو انھوں نے سن کر تامل کیا۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت اس کی تعبیر فرما دیجئے۔ تب آپ نے فرمایا کہ تمہاری بیوی کو حمل ہے۔ مجھے حمل کا علم نہ تھا بیوی سے تحقیق کیا تو معلوم ہوا کہ واقعی حمل ہے۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت واقعی حمل ہے تو آپنے فرمایا کہ لڑکی پیدا ہوگی مگر پانی کے صدمہ سے مر جائے گی جب ایام حمل ختم ہوئے تو لڑکی ہی پیدا ہوئی۔ جب ہم واپسی میں جہاز میں سوار ہوئے تو ایک مقام پر سمندر میں طغیانی ہوئی اور اس کی چھال مجھ پر اور اس کی ماں پر اور لڑکی پر گری۔ لڑکی دو تین سُبکیاں لیکر مر گئی۔

حاشیہ از مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ قولہٗ سُبکیاں لے کر مر گئی۔ اقول۔ مولانا اپنے وقت کے ابن سیرین تھے۔

(ارواح ثلاثہ صـ ۱۶۲)

(۴) حضرت امیر شاہ خاں صاحبؒ نے فرمایا کہ دلی کے ایک شہزادے نے بیان کیا کہ میرے ایک عزیز نے خواب دیکھا کہ میں جمنا پر کھڑا ہوں اور جمنا کی سیر کر رہا ہوں اتنے میں میرے منہ سے ایک کبوتر نکلا۔ جو نہایت خوبصورت اور حسین تھا اور ایک درخت پر جا بیٹھا اور میری طرف منہ کر کے بولنے لگا۔ میں نے اس خواب کو چھوٹے میاں صاحب (مولوی محمد یعقوب صاحبؒ) سے بیان کیا انھوں نے کوئی تعبیر نہیں دی اور فرمایا کہ سوچوں گا وہ (عزیز) اٹھ کر چلے گئے۔ مگر میں (شہزادہ) بیٹھا رہا میں (شہزادے) نے عرض کیا کہ حضرت اس کی تعبیر کیا ہے۔ فرمانے لگے کہ دوں ایمان اس کے اندر نہیں رہا اور وہ جو اس کی طرف دیکھ دیکھ کر بول رہا ہے وہ اسے چڑا رہا ہے۔ وہ عزیز تھوڑے ہی دنوں کے بعد دہریہ ہو گیا۔

حاشیہ۔ از مولانا اشرف علی تھانویؒ قولہ دہری ہو گیا۔

اقول:۔ خواہ صانع کے انکار سے یا اختیار صانع کے انکار سے جیسا ہمارے زمانے میں بہت لوگ دوسری قسم کے ہیں اور اپنے کو مسلمان کہتے ہیں مگر صرف کہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔

(ارواح ثلاثہ ص۱۲۰)

(۵) حضرت امیر شاہ خان صاحبؒ نے فرمایا کہ ایک روز مولانا گنگوہیؒ نے فرمایا کہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ نے مجھ سے اور مولانا محمد قاسم نانوتویؒ سے فرمایا کہ کل کو ہم مولوی محمد یعقوب صاحبؒ کے پاس چلیں گے اور ان سے نسبت صلوٰۃ اور دورۂ قادریہ حاصل کریں گے۔ چنانچہ اگلے دن حاجی صاحبؒ اور مولانا نانوتویؒ تو تشریف

لے گئے مگر مجھے یاد نہ رہا تھا۔ اس لئے میں رہ گیا۔ جب وہاں سے تشریف لائے تو مجھ سے فرمایا کہ میاں تم کہاں رہ گئے تھے۔ میں نے نسیان کا عذر کیا۔ آپ نے وہ دونوں باتیں مجھے تعلیم کیں۔

حاشیہ۔ از مولانا اشرف علی صاحبؒ تھانوی۔ قولہ حاصل کریں گے۔ اقول۔ بڑا ہی کمال ہے اپنے مریدوں کو ساتھ لے جاکر کسی بزرگ سے کچھ حاصل کرنا۔

(ارواح ثلاثہ ص ۱۲۱)

مولانا مخصوص اللہ صاحبؒ

بن شاہ رفیع الدین محدث دہلویؒ

آپ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے پوتے اور حضرت شاہ رفیع الدین صاحبؒ کے فرزند رشید تھے۔ آپ نے تمام علوم کی تحصیل اپنے چچا شاہ عبدالعزیز صاحبؒ سے کی اور چند روز میں اپنے ہم عصروں سے گوئے سبقت لے گئے۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد ایک زمانہ دراز تک تدریس طلبہ میں مصروف رہے اور علوم دینی کی ترویج واشاعت میں شب و روز خرچ کرتے رہے۔ آپ نے حدیث و تفسیر میں وہ کمال بہم پہونچایا کہ ان دونوں فنون کے جو بیش قیمت اور انمول جواہرات آپ کے خزانۂ سینے میں تھے وہ اور کہیں نہ پائے جاتے تھے علاوہ حدیث و تفسیر کے فقہ، عقائد، کلام اور اصول وغیرہ میں مجتہدانہ کمال رکھتے تھے اور ان کے علوم کو عروج کمال پر وہ پہونچا دیا تھا۔

حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق صاحبؒ اور مولانا شاہ محمد یعقوب صاحبؒ جب حجاز ہجرت کر گئے تو مدرسہ میں مسند تدریس پر آپ متمکن ہوئے۔ سرسید احمد خان مرحوم نے بھی تفسیر و حدیث میں ان سے استفادہ کیا تھا۔

مولانا مخصوص اللہ صاحبؒ نے حضرت سید احمد شہیدؒ کے دست حق پرست پر بیعت کی تھی اور آخری لمحہ حیات تک تحریک جہاد میں کوشاں رہے اور مجاہدین کی مدد کرتے رہے۔

چونکہ آپ کی طبیعت زیادہ تر عبادت کی طرف مائل اور زہد و تقویٰ کی طرف رجوع تھی اس لئے آخر عمر میں درس و تدریس سے کنارہ کشی اختیار کر کے ہمیشہ عبادتِ الٰہی میں مصروف رہتے تھے اور چونکہ آپ کی ساری توجہ عبادت الٰہی اور تقویٰ شعاری کی طرف مبذول تھی لہذا نظم عربی اور انشا پردازی کی طرف آپ کا میلان طبع نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کا کوئی کلام باوجود تحقیقات کے دستیاب نہ ہو سکا۔

۱۲۷۳ھ مطابق ۱۸۵۷ء میں دہلی میں وصال ہوا۔ اور اپنے آبائی قبرستان "مہندیوں" میں دفن ہوئے۔

مفتی عبدالقیوم صاحبؒ

ابن عبدالحی بڈھانویؒ

مولانا عبدالحی بڈھانوی کے نور نظر، حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ کے نواسے اور شاہ محمد اسحق صاحبؒ کے داماد تھے۔ بڑے محدث، فقیہ تھے، حفظ قرآن مجید کے بعد کتب درسیہ شیخ نصیر الدین دہلویؒ (سبط الشیخ رفیع الدینؒ) شیخ نصیرالدین لکھنویؒ، خواجہ نصیر حسینی دہلوی اور شاہ محمد یعقوب بن افضلؒ سے پڑھیں۔ کتب فقہ وحدیث حضرت شاہ محمد اسحاق ابن افضلؒ سے پڑھیں۔ بیعت کا شرف حضرت سید احمد شہید بریلویؒ سے حاصل ہوا اور تربیت حضرت شیخ محمد عظیمؒ کی خدمت میں ایک مدت تک ٹونک میں رہ کر حاصل کی، جو حضرت سید احمد شہیدؒ کے اصحاب میں تھے۔

اوائل عمر سے مکہ معظمہ میں قیام تھا۔ نواب سکندر جہاں بیگم والیۂ بھوپال حج کے لئے حاضر ہوئیں اور آپ کا تقویٰ دیکھ کر آپ کو ہندوستان قدم رنجہ فرمانے کی زحمت دی جو منظور فرمالی اور آپ بھوپال تشریف لے آئے۔ ایک مرتبہ ممدوحہ نے آپ کی اہلیہ محترمہ سے ملاقات کی درخواست کی تو اس بنا پر انکار فرمادیا کہ رئیسہ چونکہ پردہ نہیں کرتیں اس لئے برقعہ اوڑھ کر ملاقات کرسکتی ہیں۔

مولانا عبدالقیوم صاحبؒ کے ہاں بے حد لذیذ کھانے پکتے کہ نواب سید صدیق حسن خان صاحبؒ شاہی مطبخ رکھنے کے باوجود آپ کے دسترخوان کے مداح تھے اور حضرت کی یہ کرامت قابل ذکر ہے کہ جب کبھی نواب صدیق حسن خان صاحبؒ اپنے محل سے کسی خوش ذائقہ کھانے کی نیت فرما کر مولانا موصوف کے دولت کدہ پر حاضر ہوتے اور ان کھانوں کی فرمائش کرتے تو آپ فرماتے :-

"سرکار حاضر ہیں" اور یہ کہکر پیش کر دیتے۔

حضرت کی تدریس کا کوئی مفصل یا مجمل حال معلوم نہیں ہو سکا بجز اس سند کے جو مولانا خلیل احمد صاحبؒ انبیھٹوی نے بذل المجہود شرح ابی داؤد" میں بایں الفاظ نقل کی ہے یعنی

اجازۃ عن حبر الامۃ کاشف الغمۃ مولانا شیخ عبدالقیوم البڑھانوی ثم البوفالی ختن حضرت العلامہ الشاہ محمد اسحٰق"

(بذل المجہود شرح ابی داؤد ج ۱ ص ۲)

بہت سے خوارق آپ سے ظاہر ہوئے، تعبیر خواب میں بھی بے نظیر تھے جس طرح فرما دیتے تھے اسی طرح ہوتا تھا گویا آپ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کے خاندان کے بقیہ اور ان کے کمالات کا بہترین نمونہ تھے بھوپال میں وفات پائی اور وہیں سپرد خاک ہوئے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عملیاتِ خاندانِ ولی اللّٰہی

حضرت مولٰنا شاہ عبدالرحیم صاحبؒ، حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ، حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ، حضرت شاہ رفیع الدین صاحبؒ اور حضرت شاہ عبدالقادر صاحبؒ نے جو ضرورت اور حاجتمندوں کے لئے دُعائیں، عملیات اور نقشہ جات وغیرہ تحریر فرمائی ہیں اور اپنا معمول رکھا ہے انھیں درج کیا جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اکثر بزرگان دین متقدمین و مشائخ شرع متین رحمۃ اللہ تعالیٰ نے عملیات و تعویذات و اوراد کو جو شریعت کے موافق ہیں معمول رکھا ہے اور ان کو موجب مزید حسنات و سبب کمال و برکات و حصول جملہ مطالب و حاجات کو سمجھا ہے اور یہ بات بالاتفاق ثابت ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے اہل خاندان بزرگوں نے جو اعمال وغیرہ تحریر فرمائے ہیں وہ شریعت کے خلاف نہیں ہیں اور جو تعویذات وغیرہ آیات یا اسم ذات سے لکھے جاتے ہیں وہ مسنون ہیں کیونکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰے عنہ اکثر تعویذ لکھ کر بچوں کے گلے میں ڈالتے تھے تو اس اثر سے بھی معلوم ہوا کہ تعویز کا لکھنا اور گلے میں ڈالنا یا بازو پر باندھنا جائز ہے۔ اور حاجت برآنے اور دُعا قبول ہونے کے واسطے کوئی نماز پڑھنا یا کسی اسم ذات کا ورد کرنا یا کسی سورت یا آیت کلام پاک کی معمول کرنا خلاف سنت نہیں۔ قیصر روم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالٰے عنہ کی

خدمت میں دردِ سر کی شکایت عرض کی۔ آپ نے ایک ٹوپی سلوا کر بھیجدی، جب تک وہ ٹوپی سر پر رہتی دردِ سر کو سکون رہتا جب اس کو اتارتا پھر درد ہونے لگتا اس کو تعجب ہوا اور کھول کر ٹوپی کو دیکھا تو اس میں فقط بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھی تھی۔

یہ ضرور ہے کہ ان سب اعمال کو مؤثر حقیقی نہ سمجھے کیونکہ یہ کفر ہے بلکہ وسیلہ اور سبب جانے یعنی یہ نہ جانے کہ یہ چیزیں نفع کرتی ہیں بذاتہ بلکہ یہ جانے کہ اللہ تعالےٰ نے ان عملیات کو سبب و وسیلہ گردانا ہے جب چاہتا ہے ان کو مؤثر کرتا ہے اور جب چاہتا ہے نہیں کرتا۔

عامل کو چاہئے کہ اپنے ظاہر کو تمام احکام ظاہر شریعت سے آراستہ رکھے۔ بال برابر بھی دائرہ شریعت سے باہر نہ جائے نماز روزہ اور دیگر عبادات پر پوری طرح کاربند رہے اور باطن کو تمام اوصاف رذیلہ مثلاً بخل، بغض، حسد، کبر، حب دنیا و حب جاہ، فخر و عجب وغیرہ سے پاک و صاف کرے اور دل میں صبر، توکل، رضا، قناعت، حلم اور علم وغیرہ سے اپنے باطن کو متصف کرے اور ہر وقت دل حق سبحانہٗ و تعالےٰ کی طرف لگادے، اور حلال روزی سے اپنی گزر اوقات کرے۔

مسائلِ ضروریہ

(۱) بے وضو آیات قرآنی کاغذ یا تشتری پر لکھنا جائز نہیں ہے۔

(۲) بلا وضو قرآنی آیات لکھے ہوئے کاغذ یا تشتری کا چھونا جائز نہیں ہے۔ پس چاہئے کہ لکھنے والا اور اس کا دھونے والا سب باوضو ہوں ورنہ سب گنہگار ہوں گے۔

(۳) جب تعویذ سے کام ہو چکے تو اس کو قبرستان میں کسی احتیاط کی جگہ دفن کردے

برائے حاجت روائی

(۱)

(۱) اگر کوئی حاجت پیش آوے (۲) کوئی شخص غائب ہو گیا ہو (۳) بیمار کی صحت کے لئے۔

عمل:۔ سورۂ فاتحہ (الحمد شریف پوری) کو اکتالیس[۴۱] بار فجر کی سنت اور فرض کے درمیان پڑھے تو انشاء اللہ کامیابی حاصل ہو۔

(۲)

اگر کسی شخص کو کوئی حاجت پیش آوے تو وہ مندرجہ ذیل عمل کرے۔

عمل:۔ یَا بَدِیْعَ الْعَجَائِبِ بِالْخَیْرِ یَا بَدِیْعُ۔ بارہ سَو[۱۲۰۰] بار پڑھے بارہ[۱۲] دن تک حق تعالٰی انشاء اللہ تعالٰی حاجت برلائے گا۔

(۳)

حاجات مشکلہ کے برآنے کے واسطے چار رکعتیں مندرجہ ذیل طریقہ پر پڑھے

ترکیب نماز:۔ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ فَاسْتَجَبْنَا لَہٗ وَنَجَّیْنَاہُ مِنَ الْغَمِّ وَکَذٰلِکَ نُنْجِی الْمُؤْمِنِیْنَ کو سَو بار پڑھے اور دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد رَبِّ اِنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ سَو بار پڑھے اور تیسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد وَاُفَوِّضُ اَمْرِیْ اِلَی اللّٰہِ ط اِنَّ اللّٰہَ بَصِیْرٌ بِالْعِبَادِ۔ سو بار اور چوتھی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ۔ سو بار پڑھے پھر سلام پھیر کر کہے رَبِّ اِنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ سَو بار (اس کے بعد دعا مانگے انشاء اللہ ضرور قبول ہوگی)۔

(۴)

حاجت روائی کے لئے آیت کریمہ بھی تریاق مجرب ہے اور اس کے دو طریقے ہیں:

آیت کریمہ: لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ فَاسْتَجَبْنَا لَہٗ وَنَجَّیْنَاہُ مِنَ الْغَمِّ وَکَذٰلِکَ نُنْجِی الْمُؤْمِنِیْنَ۔

پہلا طریقہ: آیت کریمہ کو سوا لاکھ مرتبہ اجتماعی حالت میں ایک مجلس میں پڑھا جائے (اور پھر دعا کی جائے)

دوسرا طریقہ: ایک شخص اس آیت کو تن تنہا تین سو بار بعد نماز عشاء کے تاریک (اندھیرے) مکان میں بیٹھ کر شرائط طہارت اور استقبال قبلہ کے ساتھ پڑھے اور پیالہ پانی کا بھر کر پاس رکھ لے اور لمحہ لمحہ اس پانی میں اپنا ہاتھ ڈال کر بدن اور منہ پر پھیرتا رہے تین روز یا سات روز یا چالیس روز تک اسی ترتیب سے پڑھے۔

(۵)

سورۂ فاتحہ کو اس طرح پڑھا جائے کہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کے میم کو اَلْحَمْدُ کے لام سے ملا دے (اس طرح بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ الخ) اتوار کے دن سے فجر کی سنت اور فرض کے درمیان شروع کرے یعنی اس طرح کرے کہ۔

اتوار کو ۷۰ بار۔ پیر کو ۶۰ بار۔ منگل کو پچاس بار۔ بدھ کو چالیس بار جمعرات کو تیس بار۔ جمعہ کو ۲۰ بار اور ہفتہ کو دس بار پڑھے۔ ان شاء اللہ مراد پوری ہوگی۔

(۶)

دنیا کی تمام مشکلات اور سختی کو دفع کرنے کے لئے دعائے کرب باطہارت اور باوضو بلا گنتی و بلا قید اس بارے میں مجرب ہے۔ اور دعائے کرب یہ ہے۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ وَالْغَنِيْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ وَّالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ اِثْمٍ لَا تَدَعْ لِيْ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَهٗ وَلَا هَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَهٗ وَلَا حَاجَةً لِّيْ مِنْ حَوَائِجِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ اِلَّا قَضَيْتَهَا يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ ۔

(۷)

قضائے حاجت کے واسطے بہت ہی سریع التاثیر اور مجرب ہے اور حضرات مشائخ چشتیہ رحمۃ اللہ علیہم کا اس پر عمل ہے۔

بدھ اور جمعرات کو دو رکعت نماز نفل پڑھے۔ پہلی رکعت میں الحمد شریف ایک بار اور سورہ اخلاص سو بار اور دوسری رکعت میں سورہ الحمد شریف سو بار اور سورہ اخلاص (قل ھو اللہ احد۔ پوری) ایک بار پھر سلام کے بعد سو دفعہ یہ استغفار پڑھے۔

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ غَفَّارُ الذُّنُوْبِ وَ اَتُوْبُ اِلَيْهِ ط اور سو دفعہ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَاٰلِهٖ وَسَلِّمْ پھر سو بار کہے (اے آسان کنندہ دشوار یہا و اے روشن کنندہ تاریکیہا) پھر حضور دل سے حاجت چاہے۔ اور تیسری شب کو

فارغ ہونے کے بعد سر برہنہ کر کے اور آستین گلے میں ڈال کر اور آنکھوں میں آنسو لا کر جو حاجت ہو پچاس دفعہ عرض کرے۔ انشاء اللہ اسی وقت حاجت بر آوے۔ بہت مجرّب ہے۔

(۸)

قضائے حاجات کے لئے یہ عمل بہت مجرّب ہے۔

سورۂ فاتحہ سات بار اور یہ درود شریف دو سو مرتبہ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاٰلِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ اور یَاخَفِیَّ اللُّطْفِ اَدْرِکْنِیْ بِلُطْفِکَ الْخَفِیِّ پانچ سو بار الحمد شریف سات بار اور درود مذکور دو سو مرتبہ اور یَا قَاضِیَ الْحَاجَاتِ (دو سو دفعہ) پڑھے اور اپنی حاجت گڑ گڑا کر خداوند تعالےٰ سے مانگے بہت جلد حاجت بر آوے۔

(۹)

اس عمل پر بزرگانِ دین کا قیام ہے اور تاثیر میں سیف قاطع ہے۔ اس کی ترکیب یہ ہے۔

شب جمعہ (جمعرات کے دن کے بعد والی رات) عشاء کی نماز کے بعد خلوت (تنہائی) میں دو رکعت نماز پڑھے، اس حاجت کی نیت سے جو چاہتا ہے پہلی رکعت میں الحمد شریف کے بعد سورۂ انعام (ساتویں پارہ میں ہے) اول سے آخر تک پڑھے۔ پھر دوبارہ از سرِ نو شروع کرے اور اس آیت تک پڑھے وَکُنْتُمْ عَنْ اٰیٰتِہٖ تَسْتَکْبِرُوْنَ اور رکوع میں جائے پھر دوسری رکعت میں الحمد شریف کے بعد وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰی سے آخر سورۃ (ختم) تک پڑھ کے رکوع کرے پھر نماز ختم کرنے کے بعد ہزار بار یہ درود شریف پڑھے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَسَلِّمْ کَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی

اس کے بعد دُعا مانگے اور گڑگڑا کر اپنی حاجت (خدا سے) مانگے انشاءاللہ العزیز قبول ہوگی۔ یہ عمل مجرب ہے خواہ آپ کرے یا دوسرے سے کرائے۔

(۱۰)

سورہ یٰسین شریف کا ختم ہر مہمات کے واسطے مشائخ سے ثابت ہے جب کوئی ضرورت پیش آوے تو سورہ یٰسین اس ترکیب سے پڑھے کہ ہر لفظ مبین سے از سر نو شروع کرتا رہے جب اس طریقہ سے سورہ ختم ہو جائے تو سر ننگا کرے سجدہ میں جا کر اپنی حاجت نہایت عاجزی سے طلب کرے۔ مقصد کے حصول تک ہر روز معمول رکھے۔

(۱۱)

اکثر مشائخین و عاملین نے کہا ہے کہ یہ آیت قطب دشمنوں کی دشمنی سے محفوظ رکھتی ہے اور ہر آفت اور خوف سے حفاظت رکھتی ہے اور ہر دینی و دنیوی مراد کے پورا ہونے کے واسطے نہایت ہی مجرب ہے۔ آیت قطب یہ ہے۔

ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَآئِفَةً مِّنْكُمْ وَطَآئِفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ ط يَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ ط قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ ط يُخْفُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ مَّا لَا يُبْدُوْنَ لَكَ يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا ط قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ ج وَلِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ط وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝

اس آیت شریف کو چار سو دفعہ شب بدھ و جمعرات و جمعہ کو بعد نماز عشاء پڑھے اور آیت شریف پڑھنے سے پہلے اور ختم پر دس دس دفعہ درود شریف پڑھے پھر نہایت عاجزی وزاری سے خداوند تعالےٰ سے دعا کرے اور درد سر کو دور کرنے کے لئے سات دفعہ پڑھ کر دم کرے انشاءاللہ العزیز فوراً آرام ہو جائے گا۔

(۱۲)

ہر مطلب کے حاصل ہونے کے واسطے ہر روز پندرہ کا نقش پاک زمین پر انار کی لکڑی سے لکھے اور لکھنے کے بعد اس پر پانی چھڑکے اور مقصد کے حصول تک یہ عمل کرتا رہے۔

پندرہ کا نقش یہ ہے

۶	۱	۸
۷	۵	۳
۲	۹	۴

(۱۳)

صلوٰۃ تنجینا کا ہر روز ستر بار پڑھنا حاجات کے پورا ہونے کے لئے بڑا مفید ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تُنَجِّیْنَا بِھَا مِنْ جَمِیْعِ الْاَھْوَالِ وَالْاٰفَاتِ وَتَقْضِیْ لَنَا بِھَا جَمِیْعَ الْحَاجَاتِ وَ تُطَھِّرُنَا بِھَا مِنْ جَمِیْعِ السَّیِّئَاتِ وَتَرْفَعُنَا بِھَا عِنْدَکَ اَعْلَی الدَّرَجَاتِ وَتُبَلِّغُنَا بِھَا اَقْصَی الْغَایَاتِ مِنْ جَمِیْعِ الْخَیْرَاتِ فِی الْحَیَاتِ وَبَعْدَ الْمَمَاتِ

اِنَّكَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ط

عبادت سے رغبت اور گناہوں سے نفرت کا طریقہ

لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْم کثرت سے پڑھنا بہت مفید ہے

گناہوں سے معافی اور خاتمہ بالخیر ہونیکا طریقہ

عفوِگناہ کے لئے استغفار اور خاتمہ بالخیر ہونے کے لئے کلمہ طیبہ کا زیادہ ورد رکھنا۔ اور نماز کے بعد آیت آیۃ الکرسی پڑھنا نہایت مفید ہے۔

عذاب قبر سے بچنے کا طریقہ

سورہ تبارک الذی عشاء کی نماز کے بعد ہمیشہ سونے سے قبل اور سورۂ الم السجدہ کی بھی عشاء کی نماز کے بعد تلاوت کرنی چاہیے۔

نفس وشیطان سے حفاظت کا طریقہ

لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْم۔ زیادہ پڑھنا چاہیے اور قُل اعوذ برب الفلق اور قُل اعوذ برب الناس صبح اور مغرب کی نماز کے بعد گیارہ گیارہ مرتبہ ہمیشہ پڑھنی چاہیے۔

سکرات موت کے آسان ہونے کا طریقہ

سکرات موت آسان ہونے کے لئے ہمیشہ آیۃ الکرسی اور سورۃ اخلاص پڑھنی چاہیے اور یہ بھی حدیث شریف میں آیا ہے کہ عذاب قبر دفع ہونے کیلئے ہمیشہ سورۂ تبارک الذی عشاء کے بعد سونے کے قبل پڑھنی چاہیے۔ اور ایسا ہی سورۂ دخان پڑھنے کے بارہ میں بھی روایت ہے۔

زیارت قبور کا طریقہ

جب عوام مومنین کی قبر کی زیارت کے لئے جائے تو پہلے قبلہ کی طرف

پشت کرے اور میت کے سینے کے سامنے منہ کرے اور سورۂ فاتحہ ایک مرتبہ اور سورۂ قل ہو اللہ احد (مکمل) تین مرتبہ پڑھے اور جب قبرستان میں جائے تو یہ کہے۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ اَھْلَ الدِّیَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُسْلِمِیْنَ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَنَا وَلَکُمْ وَاِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰہُ بِکُمْ لَلَاحِقُوْنَ

بُرے خواب سے بچنے کا طریقہ

سوتے وقت قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس (آخر تک) اور آیۃ الکرسی ایک ایک مرتبہ پڑھنا چاہئے اور جو اس سے دفع نہ ہو تو یا شدید تین مرتبہ پڑھ کر اپنے بدن پر دم کرنا چاہئے اور سوتے وقت یہ دعا پڑھنی چاہئے۔

بِاسْمِكَ اللّٰھُمَّ وَضَعْتُ جَنْبِیْ وَبِكَ اَرْفَعُہٗ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ تَعَالٰی اِحْفَظْنِیْ مِنْ نَوْمِیْ حَتّٰی بِمَا تَحْفَظُ بِہٖ عِبَادَكَ الصَّالِحِیْنَ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ ھَمَزَاتِ الشَّیَاطِیْنِ وَاَنْ یَّحْضُرُوْنِ۔

برائے ازالۂ بخار

(۱)

سورۂ فاتحہ (الحمد شریف) چالیس بار پانی کے پیالے پر پڑھے اور بخار والے کے منہ پر چھینٹا مارے تو حق تعالٰے اس کو فائدہ بخشے۔

(۲)

قرآن مجید کی یہ چھ آیتیں ہیں جن کا نام آیات شفاء ہے بیمار کے واسطے ان کو ایک برتن پر لکھے اور پانی سے دھو کر پلاوے وہ یہ ہیں۔

وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ يَخْرُجُ مِنْ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ

(۳)

لاعلاج مرض کے واسطے چینی کی سفید تشتری (پلیٹ) یا برتن پر یہ اسم لکھے۔ یَا حَیُّ حِیْنَ لَا حَیَّ فِیْ دَیْمُوْمَۃِ مُلْکِہٖ وَبَقَآئِہٖ یَا حَیُّ پھر اس کو پانی سے دھوکر چالیس دن پیئے۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اس اسم پر سورہ فاتحہ بھی لکھتے تھے۔

(۴)

بخار کے ازالہ کے واسطے ہر روز عصر کے بعد سورہ مجادلہ (پ رکوع) بخار والے پر تین بار پڑھے (اور دم کرے) انشاءاللہ بخار دفع ہوگا۔

(۵)

بخار کے دفع کے لئے حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہ اور مولانا محمد اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ گلے میں باندھنے کے لئے یہ لکھ دیتے تھے، قُلْنَا یَا نَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلَامًا عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ اور پینے کے لئے ہر بیماری کے دفع کے لئے یہ لکھ دیتے تھے۔ سَلَامٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ۔

(۶)

ہر مرض کی شفا کے لئے یَا سَلَامُ کا نقش اور یہ آیت لکھ کر پلادے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

م	لا	س
س	م	لا
لا	س	م

(۷)

پرانے بخار کے واسطے اتوار کے دن سات تار پاک دھاگے کے لے اور الحمد شریف اور قل ہو اللہ احد اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس (آخر تک) پڑھ کر اس دھاگے پر سات گرہ دے اور مریض کے گلے میں باندھے انشاء اللہ العزیز بخار چلا جائے گا۔

(۸)

بخار کے واسطے ایک پاک کاغذ پر دو تعویذ تیار کرے ایک سیدھی کلائی میں اور دوسرا الٹے ہاتھ کی کلائی میں باندھے۔ تعویذ یہ ہے۔

ہاروت	ہاروت
ہاروت	ہاروت

(۹)

ہر ایک مریض کے لئے پہلے اور آخر درود شریف پھر بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ بِالْعَلِیْلِ دَوَاءٌ وَّ بِالْمَرِیْضِ شِفَاءٌ وَّ بِالْغَرِیْبِ اَنِیْسٌ وَ بِالْفَقِیْرِ جَلِیْسٌ یَا اَللّٰہُ یَا اَللّٰہُ یَا اَللّٰہُ تین دفعہ پڑھ کر صبح وشام اپنے اوپر اور دوا کے اور غذا پر دم کرے انشاء اللہ العزیز شفاء کامل عطا ہو گی۔

(۱۰)

ہر آفت ومصیبت وبیماری سے محفوظ رہنے کے لئے اس تعویذ کو لکھ کر گلے میں یا بازو پر باندھے۔ تعویذ مکرم یہ ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّآمَّاتِ مِنْ شَرِّ کُلِّ شَیْطَانٍ وَّھَامَّۃٍ وَّعَیْنٍ لَامَّۃٍ تَحَصَّنْتُ بِحِصْنِ اَلْفِ اَلْفٍ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ۔

(۱۱)

بخار کے واسطے یہ تعویذ لکھ کر بازو میں باندھے یا گلے میں لٹکا دے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ یٰنَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰٓی اِبْرٰھِیْمَ وَاَرَادُوْا بِہٖ کَیْدًا فَجَعَلْنٰھُمُ الْاَخْسَرِیْنَ ۔

(۱۲)

باری کے بخار کے واسطے پیپل کے تین پتوں پر لکھے اور بخار کے چڑھنے سے پہلے تھوڑی دیر بعد ایک ایک پتہ چاٹ لے مجرب ہے۔

۷۸۶

۲	۹	۴
۷	۵	۳
۶	۱	۸

بِسْمِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَاَرَادُوْا بِہٖ کَیْدًا فَجَعَلْنٰھُمُ الْاَخْسَرِیْنَ ط

۷۸۶

۳	۱۱	۶
۹	۷	۴
۸	۲	۱۰

یٰنَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓی اِبْرٰھِیْمَ

(۱۳)

جاڑے کے بخار کے واسطے اس آیت کو سات مرتبہ پڑھ کر پانی پر دم کرے اور مریض کو پلاوے۔

فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّہٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَہٗ دَکًّا وَّخَرَّ مُوْسٰی صَعِقًا ۚ

(۱۴)

بخار کے واسطے یہ تعویذ لکھ کر دے مجرب ہے۔ مریض اپنے بازو پر باندھے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ قُلْنَا یٰنَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰٓی اِبْرٰهِیْمَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ذٰلِكَ تَخْفِیْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ ط یَا غَفُوْرُ یَا غَفُوْرُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ یَا غَفُوْرُ

(۱۵)

ہر درد اور بیماری کے دفع کے واسطے اوّل وآخر درود شریف پڑھے اور ایک بار سورہ فاتحہ اور اس کے بعد یہ دُعا پڑھے۔ یَا اَللّٰهُ اِشْفِ یَا رَحْمٰنُ اِشْفِ یَا رَحِیْمُ اِشْفِ یَا کَرِیْمُ اِشْفِ یَا غَفَّارُ اِشْفِ یَا سَتَّارُ اِشْفِ وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ مِنْ جَمِیْعِ الدَّوَآءِ وَالْبَلَآءِ بِفَضْلِكَ وَكَرَمِكَ لَا بِعَمَلِنَا وَلَا بِعَمَلِهٖ۔ پھر پانی پر دم کر کے مریض کو پلا دے۔ خدا تعالیٰ شفا دینے والا ہے۔

(۱۶)

بخار کے واسطے مریض پر یہ دُعا پڑھ کر دم کرے اور لکھ کر ایک پاک کاغذ پر تعویذ بنا کر بازو پر باندھے، وہ دُعا یہ ہے۔ بِسْمِ اللّٰهِ الْكَبِیْرِ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ الْعَظِیْمِ مِنْ شَرِّ كُلِّ عِرْقٍ نَّعَارٍ وَّمِنْ شَرِّ كُلِّ حَرِّ النَّارِ

(۱۷)

جو شخص بیمار ہو تو اس کے بدن پر داہنا ہاتھ پھیرا جائے اور یہ دُعا پڑھا جائے دو چار روز کے عمل سے انشاء اللہ العزیز بیمار بالکل تندرست ہو جائے گا۔ وہ دُعا یہ ہے۔

اِذْهِبِ الْبَاْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ لَا شِفَاءَ اِلَّا

شِفَاءُكَ شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا ۔

(۱۸)

داہنے ہاتھ میں داہنا پہونچا مریض کا پکڑ کر یہ پڑھے اور دم کرے انشاء اللہ العزیز بہت جلد شفا ہوگی ۔ بِسْمِ اللّٰہِ اَرْقِیْکَ وَاللّٰہُ یَشْفِیْکَ

(۱۹)

اس دعا کو پڑھ کر مریض پر دم کرے انشاء اللہ تعالے بہت جلد شفا پائے گا ۔ بِسْمِ اللّٰہِ اَرْقِیْکَ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ یُؤْذِیْکَ مِنْ شَرِّ کُلِّ نَفْسٍ وَّعَیْنٍ حَاسِدٍ اَللّٰہُ یَشْفِیْکَ بِسْمِ اللّٰہِ اَرْقِیْکَ

(۲۰)

جس شخص کو جاڑے سے بخار آتا ہو اس کے لئے یہ عمل نہایت مجرب ہے ۔ چاہے اول روز بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ یَا مُحِیْطُ لکھ کر سیدھے ہاتھ کی کلائی پر باندھے اگر دوسرے روز پھر آوے تو بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ یَا مُحِیْطُ لکھ کر سیدھے ہاتھ کی کلائی پر باندھے اور پہلا تعویذ کھول کر الٹے ہاتھ کی کلائی پر باندھے ۔ اگر خدا نخواستہ تیسرے روز پھر آوے تو بِسْمِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ یَا مُحِیْطًا لکھ کر سیدھے ہاتھ کی کلائی پر باندھے اور دونوں تعویذ الٹے ہاتھ میں باندھے پھر انشاء اللہ العزیز بخار نہ آئے گا ۔

مریض کا حال معلوم کرنا

عامل اگر مریض کا حال معلوم کرنا چاہے تو یہ ترکیب کرے کہ الحمد شریف سات مرتبہ آیۃ الکرسی سات مرتبہ سورہ کافرون سات بار سورہ اخلاص سات بار اور سورہ فلق اور سورہ ناس سات سات بار پڑھ کر مریض

پردم کرے اگر مرض بڑھ جائے آسیب ہے اور اگر کم ہو جائے تو جادو ہے اور اگر بدستور مرض رہے تو بیماری ہے۔

(۱) برائے رفع درد

جب کسی کے دانت میں درد ہو یا سر کے درد سے نالاں ہو یا اسکو ریاح ستاتی ہوں تو ایک تختی یا پٹڑی پاک پر ریت ڈال کر ایک کیل یا کھونٹی سے اس پر ابجد ہوز حطی لکھا جائے اور کیل کو الف پر زور سے دبائے اور سورہ فاتحہ ایک بار پڑھے اور درد والا آدمی درد کی جگہ کو اپنے دونوں ہاتھوں سے دبائے رہے پھر اس سے پوچھے کہ تجھ کو آرام ہوگیا یا نہیں. اگر درد جاتا رہا تو ٹھیک ورنہ کیل کو دوسرے حرف یعنی (ب) پر زور سے دبائے اور دو بار سورۂ فاتحہ پڑھے پھر پوچھے کہ صحت ہوئی یا نہیں۔ اگر صحت ہوگئی تو بہتر ہے ورنہ جیم کیطرف کیل کو نقل کرے اور اسے مضبوطی سے دبائے اور تین بار الحمد شریف پڑھے۔ اسی طرح ہر حرف کیل سے دباتا جائے اور ہر بار سورۂ فاتحہ بڑھا کر پڑھتا جائے۔ آخر حرف تک نہ پہنچے گا کہ خدا تعالیٰ اس کے اندر ہی شفا عنایت کرے گا۔

(۲) برائے فالج و درد کمر

فالج اور درد کمر اور عرق النساء کے واسطے الحمد شریف ایک پاک برتن میں لکھے اور روغن بلسان سے اسے دھو کر اور سات بار اس تیل پر سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کرے اور تیل کو تمام بدن پر اور تمام بدن پر دو تین روز ملا کرے مفید ہے۔

---

(۳) برائے درد پہلو اور درد شکم

پیٹ کے درد کے لئے ایک لاٹھی لے اور اس کے دونوں سرے اپنے دونوں ہاتھوں میں پکڑے اور قل اعوذ برب الناس سات بار پڑھ کر اس لکڑی کو درد کی جگہ کسی قدر زور سے دبا دے اور اگر اس جگہ سے دوسری جگہ وہ درد منتقل ہو جائے تو اسی طرح وہاں لکڑی سے دبا دے انشاء اللہ تعالٰے درد جاتا رہے گا یا مریض کو اوندھا لٹا دے اور سورۂ اخلاص باوضو چالیس بار پڑھ کر دم کرے مجرب ہے۔

(۴) پہلو کے درد کے واسطے

یہ آیت لکھ کر پہلو پر باندھے اور ہر روز تین دفعہ پڑھ کر دم کرے
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِھِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ ھٰذَا بَاطِلًا ج سُبْحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ط

(۵) برائے درد زیر ناف

جو عورت زیر ناف کے درد میں مبتلا ہو اس کو یہ آیت مکرمہ پلاوے اللہ تعالٰے شفا دے گا۔

نَحْنُ خَلَقْنٰھُمْ وَشَدَدْنَآ اَسْرَھُمْ وَاِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَآ اَمْثَالَھُمْ تَبْدِیْلًا ۝

(۶) پسلی کے درد کے لئے

جو بچہ پسلی کے عارضہ میں مبتلا ہو گیا ہو تو یہ عمل کرنا چاہیئے کہ ایک سرکنڈہ آٹھ انگل ناپ لے اور اس کو کسی قدر بیچ میں سے چیرے اس طرح کہ تھوڑا چیرنا باقی رہے اور چیرے ہوئے حصہ میں چاقو چبھوئے

اور سرکنڈہ معہ چاقو کے بچہ کے سینے سے ناف تک برابر پھیرتا رہے اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ اس طرح پڑھے کہ جب لفظ ناس پر پہنچے تو سات دفعہ لفظ ناس پڑھ کر دم کرے اسی طرح جب ملک الناس پر پہنچے تو سات دفعہ لفظ ناس پڑھ کر دم کرے۔ یونہی آخر سورہ تک کرے پھر سرکنڈہ ناپے اگر آٹھ انگل سے زیادہ ہو جاوے تو اتنا کاٹ لے۔ اس طور سے تین دفعہ عمل کرے اور جتنا سرکنڈہ بڑھتا جائے اتنا ہی تراشتا جائے۔ انشاء اللہ العزیز تین روز کے عمل سے اگر پسلی کا عارضہ ہے تو بالکل آرام ہو جائے گا۔

(۷) پسلی کے عارضہ کے واسطے

یہ عمل پسلی کے عارضے کے واسطے بہت مفید ثابت ہوا ہے کہ ایک چاقو جس کا دستہ بھی لوہے کا ہو بچہ کے سینے سے ناف تک بار بار لائے اور یہ آیت شریف سات مرتبہ یا گیارہ مرتبہ پڑھے اور ہر بار دم کرتا جائے شرط یہ ہے کہ دو وقتہ تین روز یہ عمل کرے انشاءاللہ العزیز بہت جلد شفا ہو گی۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِیْهَا وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ط

(۸) درد کے لئے

بدن میں جس جگہ درد ہو وہاں ہاتھ رکھ کر پڑھے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط تین دفعہ اور سات بار اَعُوْذُ بِعِزَّةِ اللّٰهِ وَ قُدْرَتِهٖ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ وَاُحَاذِرُ۔

انشاء اللہ العزیز کسی بھی قسم کا درد ہو بالکل جاتا رہے گا یہ عمل بہت مستند ہے۔

(۹) برائے دردِ سر

دردِ سر کے واسطے یہ تعویذ لکھ کر سر پر باندھے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ یَا اللّٰہُ یَا اللّٰہُ یَا اللّٰہُ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الشَّافِیْ لَا شِفَآءَ اِلَّا شِفَآءُکَ فَاشْفِ عَبْدَکَ بِمَنِّکَ وَکَرَمِکَ بِحُرْمَۃِ ھٰذِہِ الْاَسْمَآءِ۔

(۱۰) برائے دفعہ دردِ زہ و وضع حمل

جس عورت کو دردِ زہ یعنی بچہ پیدا ہونے کا درد تکلیف دے تو ایک کاغذ پر یہ آیت لکھے۔ وَاَلْقَتْ مَا فِیْھَا وَتَخَلَّتْ وَاَذِنَتْ لِرَبِّھَا وَحُقَّتْ اَھْیًا اَشْرَاھِیًا۔ پھر اس تعویذ کو پاک کپڑے میں لپیٹے اور اس کی بائیں ران میں باندھے تو انشاء اللہ العزیز بہت جلد بچہ پیدا ہوگا۔

(۱۱)

یہ عمل بھی دردِ زہ کے واسطے مفید ہے۔ یہ کلمہ لکھ کر پیشانی پر باندھے آسانی سے بچہ پیدا ہو۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَلشَّکُوْرُ الصَّبُوْرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ۝

(۱۲)

بچہ جلد پیدا ہونے کے واسطے یہ آیت تین مرتبہ پڑھ کر میٹھی چیز پر دم کرے اور دردِ زہ والی عورت کو کھلائے انشاء اللہ العزیز بہت جلد بچہ پیدا ہوگا۔ آیت یہ ہے اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ وَاَذِنَتْ لِرَبِّھَا وَحُقَّتْ وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ وَاَلْقَتْ مَا فِیْھَا وَتَخَلَّتْ وَاَذِنَتْ لِرَبِّھَا وَحُقَّتْ

(۱۳)

قند سیاہ کی تین گولیاں لے کر ہر ایک گولی پر تین تین مرتبہ اس

آیت شریف کو پڑھ کر دم کرے اور جو عورت دردزہ میں مبتلا ہو اس کو کھلاوے انشاء اللہ العزیز جلد بچہ پیدا ہوگا۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ط خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ يَّخْرُجُ مِنْۢ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ ۔اس کے اول و آخر درود شریف ضرور پڑھنی چاہیئے۔

(۱) برائے اولاد نرینہ

جو عورت سوائے لڑکی کے لڑکا نہ جنتی ہو حمل پر تین مہینے گذرنے سے پہلے ہرن کی جھلی پر زعفران اور گلاب سے اس آیت کو لکھے اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ يَا زَكَرِيَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ نِ اسْمُهٗ يَحْيٰى لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا بِحَقِّ مَرْيَمَ وَعِيْسٰى اِبْنًا صَالِحًا طَوِيْلَ الْعُمَرِ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ ۔ پھر اس تعویذ کو حاملہ باندھے رہے۔

(۲)

جو عورت سوائے لڑکی کے لڑکا نہ جنتی ہو تو اس کے پیٹ پر گول لکیر کھینچے ۷۰ بار اور ہر انگلی کے پھیرنے کے ساتھ یَا مَتِیْنُ کہے۔ انشاء اللہ العزیز لڑکا پیدا ہوگا۔

(۳)

لڑکا پیدا ہونے کے واسطے حمل پر ڈیڑھ مہینہ گذرنے کے بعد تیس روز تک یہ تعویذ لکھ کر عورت کو ہر روز پلائے وہ تعویذ معظم یہ ہے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَسَلِّمْ صَيَّرَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى ذَكَرًا اِنْ كَانَ اُنْثٰى اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى

سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَسَلِّمْ۔

(۱) بانجھ پن کے لئے

بانجھ عورت کے واسطے ہرن کی جھلی پر زعفران اور گلاب سے یہ آیۃ لکھے۔ وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِيْعًا۔ پھر تعویذ کو اس کی گردن میں باندھے

(۲)

عقیمہ (بانجھ عورت) کے واسطے چالیس لونگوں پر سات سات بار اس آیت کو پڑھے اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَّغْشٰهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ظُلُمٰتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ط اِذَآ اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰهَا وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ط ہر روز رات کو ایک لونگ عورت کھائے اور اس پر پانی نہ پیے اور شروع کرے حیض کے غسل کے بعد اور ان دنوں میں اس کا شوہر اس سے صحبت کرتا رہے انشاء اللہ العزیز حمل قرار پائے گا۔

(۳) برائے قیام حمل

جس عورت کا حمل اسقاط ہو جاتا ہو تو سرخ کسوم کا رنگا ہوا دھاگہ اس کے قد کے برابر لے اور سات یا گیارہ یا اکیس تار کرے اور اس پر نو گرہیں لگائے اور ہر گرہ پر یہ آیت پڑھ کر پھونکے پھر وہ دھاگہ عورت اپنی کمر میں باندھ لے۔ وہ آیت شریف یہ ہے۔

وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ط اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ط اور قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ (شروع سے آخر تک)

(۴)

عدم استقاط کے لئے یہ عمل بھی چلتا ہوا ہے۔ چالیس روز تک ایک پاک برتن میں یہ آیتیں لکھ کر عورت کو پلاوے۔ فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ ط اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ فِىْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ط اور فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ط خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ يَّخْرُجُ مِنْۢ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ ط اور فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ۔

(۱) برائے حفاظت اطفال

اس تعویذ کو لکھ کر بچے کے گلے میں ڈال دے انشاء اللہ تعالےٰ محفوظ رہے گا۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّآمَّةِ مِنْ شَرِّ كُلِّ شَيْطَانٍ وَّهَامَّةٍ وَّعَيْنٍ لَّامَّةٍ تَحَصَّنْتُ بِحِصْنِ اَلْفِ اَلْفِ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِىِّ الْعَظِيْمِ۔

(۱) دشمنوں کی شرارت دفع کرنے کے لئے

دنیوی دشمنوں کی شرارت دفع کرنے کے لئے یہ دعا مجرب ہے اسے پڑھتا رہے۔ بالطہارت اور گنتی اور دیگر شرائط کی قید نہیں۔ وہ دعا یہ ہے۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِىْ نُحُوْرِهِمْ وَنَعُوْذُ بِكَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ

(۲)

دفع اعداء کے لئے سورہ تبت یدا (پ ۳۰) اور سورہ الم تر کیف (پ ۳۰) کا پڑھنا بھی مجرب ہے۔

(۳)

دشمنوں پر فتح پانے کے لئے یہ عمل مجرب ہے۔ درمیان عصر و مغرب کے بیالیس ۴۲ مرتبہ یہ دونوں بیت پڑھے ؎

روئے ظالم بقصد کشتن ماست　　دل مظلوم ما بسوئے خداست
او دریں فکر تا بما چہ کند　　ما دریں فکر تا خدا چہ کند

خوف حاکم کے لئے

جو شخص کسی صاحب حکومت سے ڈرے اس کو چاہئے یوں کہے کٓھٰیٰعٓصٓ کُفِیْتُ حٰمٓعٓسٓقٓ حُمِیْتُ اور چاہئے کہ داہنے ہاتھ کی ہر انگلی کو بند کرے۔ لفظ اوّل کے ہر حرف کے تلفظ کے ساتھ اور بائیں ہاتھ کی ہر انگلی کو قبض کرے لفظ ثانی کے حرف کے نزدیک پھر دونوں ہاتھوں کی انگلیاں بند کئے چلا جائے پھر دونوں کو کھول دے۔ اس کے سامنے جس سے ڈرتا ہے۔

تاثیر اصحاب کہف

اصحاب کہف کے نام امان ہیں ڈوبنے اور جلنے اور غارت گری اور چوری سے۔ اپنے پاس لکھ کر رکھنے یا پڑھنے سے۔ اِلٰھِیْ بِحُرْمَۃِ یَمْلِیْخَا مَکْسَلْمِیْنَا کَشْفُوْطَطْ اَذْرَفَطْیُوْنُسْ کَشْفَطْیُوْنُسْ تَبْیُوْنُسْ بُوَانُسْ بُوْشُ وَکَلْبُھُمْ قِطْمِیْرُ وَعَلَی اللّٰہِ قَصْدُ السَّبِیْلِ وَمِنْھَا جَآئِرٌ۔

(۱) چوری، کھوئی ہوئی شئے یا مفرور شخص کے لئے

اگر کوئی شخص بھاگ گیا ہو تو ایک کاغذ پر یہ تعویذ لکھے اور اس کو بھاگے شخص کے پسینہ لگے (یعنی استعمال کردہ) کپڑے میں لپیٹ کر اندھیری کوٹھڑی میں دو پتھروں کے بیچ میں (یا وزن کے نیچے) رکھ دے۔ پہلے سورۃ فاتحہ (الحمد شریف پوری) اور آیۃ الکرسی (پوری) کو لکھے۔ اس کے بعد یہ دعا

لکھے۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِاَنَّ لَكَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَنْ فِیْهِنَّ فَاجْعَلِ اللّٰهُمَّ السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا فِیْهِمَا عَلٰی عَبْدِكَ فُلَانِ ابْنِ فُلَانَةَ اَضْیَقَ مِنْ خَلْقِهٖ حَتّٰی یَرْجِعَ اِلٰی مَوْلَاهُ بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ پھر یہ آیت لکھے۔ اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِیْ بَحْرٍ لُّجِّیٍّ یَّغْشٰهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ط ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ط اِذَآ اَخْرَجَ یَدَهٗ لَمْ یَكَدْ یَرٰىهَا وَمَنْ لَّمْ یَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ط وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ط وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِیَ خَلْقَهٗ ط وَاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِیْطٌ ط بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِیْدٌ فِیْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ط پھر اوپر کی لکھی ہوئی دعا پڑھے یعنی اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ سے آخیر تک اور تعویذ پر دم کرے مجرب ہے اور فلاں ابن فلانۃ کی جگہ اس کا اور اسکی ماں کا نام لکھے۔

(۲)

لڑکے وغیرہ کے گم ہونے کے لئے حضرت مولانا شاہ محمد اسحٰق صاحب مہاجر بیت اللہ رحمۃ اللہ علیہ یہ درود شریف لکھ دیا کرتے تھے اور وہ اسکو اونچی جگہ یعنی درخت یا کھونٹی وغیرہ میں لٹکا دیتا تھا وہ درود شریف یہ ہے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّ بَارِكْ وَسَلِّمْ اَلْفَ اَلْفِ مَرَّةٍ وَّاَلْفَ اَلْفِ ذَرَّةٍ ط

(۳) گمشدہ چیز کے لئے

جس شخص کی کوئی چیز کھو جائے تو یہ عمل کرے۔ "یَا حَفِیْظُ" ایکسو انیس ۱۱۹ مرتبہ پڑھے۔ بغیر کمی بیشی کے پھر یہ آیت ایک سو انیس مرتبہ پڑھے یٰبُنَیَّ اِنَّهَآ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِیْ صَخْرَةٍ اَوْ فِی السَّمٰوٰتِ

اَوْفِی الْاَرْضِ یَاْتِ بِهَا اللّٰهُ اللہ تعالیٰ اس کی گم ہوئی چیز اس کے پاس پھیر لائے گا۔

قیدی کو چھڑانے کے واسطے

قیدی کی رہائی کے واسطے عصر اور مغرب کے درمیان تین سو تریسٹھ مرتبہ یَا خَالِصُ یَا مُخْلِصُ یَا خَلَاصُ بِحَقِّ خُوَاجَہ خِضْرُ وَ مِہْتَرْ اِلْیَاسُ۔ گیارہ روز تک برابر پڑھے اور اول و آخر درود شریف سات سات دفعہ پڑھے بعد پڑھنے کے حضور قلب سے خداوند جل جلالہٗ سے دعا کرے انشاء اللہ العزیز گیارہ روز کے اندر اندر چھوٹ جائے گا۔

دشمن کی دشمنی دور کرنے کے لئے

اول درود شریف تین مرتبہ پڑھے پھر سورۂ اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ سات مرتبہ پڑھ کر مِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ایک ہزار انتیس ۱۰۲۹ مرتبہ پڑھے پھر اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ سات بار پڑھے۔ اسی طرح چالیس ۴۰ روز برابر عمل کرے۔

بعد نماز مغرب یا بعد نماز عشاء اس عمل کو پڑھنا چاہئے اس بارے میں مجرب ہے۔

پاگل کتے کے کاٹے کا علاج

جس کو باؤلا کتا کاٹے اور اس کے دیوانہ ہو جانے کا خوف ہو تو اس آیت کو روٹی کے چالیس ٹکڑوں پر لکھ کر ایک ٹکڑا روزانہ کھلایا جائے انشاء اللہ تعالیٰ فائدہ ہوگا۔ وہ آیت یہ ہے۔ اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا وَّ اَكِيْدُ كَيْدًا فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا۔

ف:۔ حضرت مولانا محمد اسحٰق صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جس کو

باؤلا کتا کاٹے تو ایک ٹکڑا بانات کا تھوڑے سے گڑ میں لپیٹ کر کھلا دے تو انشاء اللہ تعالےٰ اس کا زہر اثر نہیں کرے گا۔

(۱) چیچک سے حفاظت کے لئے

جب چیچک کی بیماری ظاہر ہو تو نیلا تاگا لے کر اس پر سورہ رحمٰن پڑھی جائے اور جب فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ پر پہنچے تو اس پر پھونک کر گرہ دے، جب تمام کر چکے تو بچے کی گردن میں ڈال دے۔ حق تعالےٰ اس کو اس بیماری سے آرام دے گا۔

(۲)

جب کسی آدمی یا بچہ کو بخار آئے اور وہم چیچک کے دانے نکلنے کا ہو تو دو ٹکڑے کاغذ پر تین مربعہ شکل میں الحمد شریف کے نقش لکھے (۱) ایک گلے میں باندھے (۲) دوسرا دھو کر پلا دے (۳) تیسرا اس کے تکیہ میں رکھے اللہ کے فضل و کرم سے چیچک نہ نکلے اور اگر نکلے تو تکلیف نہ ہو وہ مربعہ شکل یہ ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ	اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ	اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ	رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ
اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ	مٰلِكِ	یَوْمِ الدِّیْنِ	اِیَّاكَ نَعْبُدُ
وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ	اِھْدِ نَا	الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ	صِرَاطَ الَّذِیْنَ
اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ	غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ	وَلَا الضَّآلِّیْنَ	اٰمین

(۱) برائے مسان

جس لڑکے کو مسان کی بیماری ہو اس پر اکتالیس بار الحمد شریف ساتھ وصل میم بسم اللہ کے (بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ)

پڑھ کر چالیس روز تک دم کیا کرے انشاء اللہ العزیز اس کا وہ مرض جاتا رہے گا اور اگر اکتالیس بار پڑھنے کی فرصت نہ ہو تو تین بار کا پڑھنا بھی کفایت کرے گا۔

(۲)

تین دفعہ آیت قطب اور اکتالیس بار سورۂ فاتحہ وصل میم بسم اللہ کے الحمد کی لام کے ساتھ اور تین تین مرتبہ اول و آخر درود شریف پڑھ کر سوا پاؤ کچی گھانی کے تیل پر دم کرے اور چالیس روز تک وقت مقررہ پر جس لڑکے کو مسان کی بیماری ہو مالش کرے خداوند تعالے اس کو شفائے کامل عطا فرمائے گا۔ آیت قطب یہ ہے۔

ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَآئِفَةً مِّنْكُمْ وَطَآئِفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ ۖ يَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ ۗ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ ۗ يُخْفُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ مَّا لَا يُبْدُوْنَ لَكَ ۖ يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا ۗ قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ ۚ وَلِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ؁

دفع آسیب کے لئے

(۱)

جس کو آسیب کا خلل ہو تو اس کے بائیں کان میں یہ آیت سات بار پڑھے۔

وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ وَاَلْقَيْنَا عَلٰى كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ ؁

(۲)

دفع آسیب کا یہ بھی عمل ہے کہ اس کے کان میں سات بار اذان دے اور سورۂ فاتحہ اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس اور آیۃ الکرسی اور سورۂ طارق اور سورۂ حشر کی آیتیں یعنی ھُوَ اللّٰہُ الَّذِیْ سے آخر سورہ تک اور سورۂ صافات ساری پڑھے اور پھونک دے آسیب جل جائے گا۔

ف:- احراق ذی روح کا بلا ضرورت شدیدہ جائز نہیں اس لئے بہتر یہ ہے کہ پہلے کہہ دے کہ "اگر نہ گئے تو جل جاؤ گے"

(۳)

آسیب زدہ کے واسطے یہ عمل ہے کہ اس کے کان میں سورۂ مومنون کی آیتیں پڑھے یعنی اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰکُمْ سے آخر سورہ تک پھر دم کرے۔

(۴)

دفع آسیب کا یہ بھی عمل ہے کہ پاک پانی پر سورۂ فاتحہ اور آیۃ الکرسی اور پانچ آیتیں سورۂ جن کی (قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ سے عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا) پڑھے اور اس پانی کا اس شخص کے منہ پر چھینٹا مارے کہ ہوش میں آجائے گا اور جب کسی مکان میں جن معلوم ہو اسی پانی سے اس مکان کی نواحی میں چھینٹے مارے تو وہاں پھر نہ آوے گا۔

(۵)

جس گھر میں جنات کا عمل دخل ہو اور وہ پتھر پھینکتے ہوں تو یہ آیت:- اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا وَّ اَكِيْدُ كَيْدًا فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ

اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ۔

چار لوہے کی کیلوں پر، ہر کیل پر پچیس پچیس ۲۵ مرتبہ پڑھ کر دم کرے اور گھر کے چاروں کونوں میں گاڑ دے ۔ انشاء اللہ جنات کا اثر ختم ہو جائے ۔

(۶)

دفع جن کا یہ عمل بھی بہت مفید ہے کہ اصحاب کہف کے نام گھر کی دیواروں پر لکھے ۔ اور وہ نام یہ ہیں ۔
یَمْلِیْخَا ۔ مَکْسَلْمِیْنَا ۔ مَسِیْتَا ۔ مَرْتُوْش ۔ بَرْنُوْش ۔ شَاذْنُوْش ۔ مَرْطُوْنُس ۔ قِطْمِیْر ۔

(۷)

دفع آسیب کے لئے کڑوے تیل پر اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِ نَا مُحَمَّدٍ سَیِّدِ الْقَاھِرِیْنَ عَلٰی اَعْدَآءِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ایک بار اور اِنَّ الَّذِیْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ لَمْ یَتُوْبُوْا فَلَھُمْ عَذَابُ جَھَنَّمَ وَلَھُمْ عَذَابُ الْحَرِیْقِ ط تین بار پھر درود شریف مذکورہ بالا پڑھ کر زور سے پھونک مارے اسی ترکیب سے تین دفعہ پڑھ کر دم کرے پھر آسیب زدہ کے کان میں وقتاً فوقتاً قطرہ قطرہ ٹپکائے انشاء اللہ آسیب دفع ہو جائے گا ۔

(۸)

جن کے دور کرنے کے واسطے کڑوے تیل میں اجوائن ملا کر اس پر سات دفع یہ اسم (شربت) پڑھے اور آسیب زدہ کے تمام بدن پر مالش کرے بخار بھی ہو تو صرف مریض کے ہاتھ پاؤں پر مالش کرے انشاء اللہ

دو تین مرتبہ عمل کرنے سے مریض فوراً اچھا ہو جائے گا۔

(۹)

آسیب کے دفع کے واسطے یہ فلیتہ بھی بہت مجرّب ہے اس کو جلا کر مریض کی ناک میں دھواں پہنچائیے۔

فرعون۔ ہامان۔ شداد۔ عاد۔ ثمود۔ نمرود۔ ابلیس کلھم فی نار جحیم جھنم سعیر سقر لظی حطمہ ھاویہ دوزخ شمر

(۱۰)

معوذتین کا نقش آسیب زدہ کے واسطے مریض کے گلے یا بازو پر باندھے۔ انشاء اللہ تعالیٰ شفا پاوے۔ نقش یہ ہے۔

۷۸۶

۳۶۸۹	۳۶۹۲	۳۶۹۵	۳۶۸۲
۳۶۹۴	۳۶۸۳	۳۶۸۸	۳۶۹۳
۳۶۸۴	۳۶۹۷	۳۶۹۰	۳۶۸۷
۳۶۹۱	۳۶۸۶	۳۶۸۵	۳۶۹۶

(۱۱)

اس فلیتہ کو لکھ کر اس پر نیلا ڈورہ لپیٹیے اور کوئلوں کی آگ جلا کر آسیب زدہ کے نتھنوں میں دھواں پہنچائے اور مریض کا نام معہ نام اس کی والدہ کے فلیتہ کی پشت پر لکھے۔ وہ فلیتہ یعنی نقش یہ ہے :-

۷۸۶

۸ ۱۱۳	۱۱ ہامان	۱۴ ابلیس	۱ فرعون
۱۳ فرعون	۲ ۱۱۳	۷ ہامان	۱۲ ابلیس
۳ ابلیس	۱۶ فرعون	۹ ۱۱۳	۶ ہامان
۱۰ ہامان	۵ ابلیس	۴ فرعون	۱۵ ۱۱۳
و ۱۱۳ [illegible]	ہامان [illegible]	ابلیس [illegible]	فرعون [illegible]

دفع آسیب وسحر

(۱)

آسیب زدہ اور جادو کے دفع کیلئے یہ عمل مجرب ہے۔ سوا پاؤ کچی گھانی کے سرسوں کا تیل کسی تانبے کے برتن میں ڈال کر چودہ۱۴ دفعہ آیت قطب پڑھکر تیل پر اس طرح دم کرے کہ ہر بار پڑھے اور زور کے ساتھ تیل پر پھونکے۔ پھر دم کیا ہوا تیل آسیب زدہ یا جادو کئے ہوئے کے سارے بدن پر اس طرح ملے کہ بال برابر بھی خالی نہ چھوٹے۔ اس بات کی بھی احتیاط رہے کہ پڑھے ہوئے تیل کی ایک بوند تک زمین پر نہ گرنے پائے اور نہ اس میں کسی اور کا ہاتھ پڑنے پائے اور بدن پر مالش جو پہلے روز کرے وہ ہی روزمرہ کرتا رہے۔ نیز جو وقت اول دن مقرر کرے اس سے منٹ بھر کا فرق نہ کرے خدا نے چاہا تو بھوت پریت جادو سب دفع ہو جائے وہ آیت قطب یہ ہے۔

ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَآئِفَةً مِّنْكُمْ وَ طَآئِفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ ؕ يَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ ؕ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ ؕ يُخْفُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ مَّا لَا يُبْدُوْنَ لَكَ ؕ يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا ؕ قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ ۚ وَلِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ○

(۲)

جو شخص جادو میں مبتلا ہو اس کے دفعیہ کے واسطے یہ عمل بہت مجرب اور چلتا ہوا ہے کہ معوذتین یعنی قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ اور قرآن پاک کی وہ آیتیں جن میں جادو کا ذکر ہے جو ذیل میں لکھے جاتے ہیں پاک کاغذ پر لکھیں اور بہتے پانی کی خواہ گنگا کا ہو یا جمنا کا یا کسی اور دریا یا ندی کا ایک اوسط درجہ کی ٹھلیا منگا کر اس پانی میں یہ تعویذ ڈالیں جب حروف پانی میں گھل جائیں تو تھوڑا سا پانی اس مریض کو پلائیں اور تھوڑے سے ہاتھ پاؤں دھلائیں اور بقیہ پانی سے غسل دیں مگر پانی زمین پر نہ گرے اور مستعملہ پانی زمین میں دفن کر دیں۔ یہ عمل ہفتہ کے ہفتہ کرنا چاہیے۔ اگر چند دفعہ اس ترکیب سے کیا جائے تو انشاء اللہ تعالیٰ جادو کا بالکل اثر باقی نہیں رہے گا۔ جن آیتوں میں جادو کا ذکر ہے وہ یہ ہیں:

فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۚ فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوْا صٰغِرِيْنَ ۚ وَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ ۚ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۙ رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ۚ فَلَمَّآ اَلْقَوْا قَالَ مُوْسٰى مَا جِئْتُمْ بِهِ السِّحْرُ ۚ اِنَّ اللّٰهَ سَيُبْطِلُهٗ ۚ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ ۚ وَيُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ۚ اِنَّمَا صَنَعُوْا كَيْدُ سٰحِرٍ ۚ وَلَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ اَتٰى ۚ

(۳)

تینتیس (۳۳) آیت کا تعویذ یا ورد جادو کے اثر کو دفع کرتا ہے اور شیطان اور چوروں اور درندوں سے پناہ میں رہتا ہے بارہا تجربہ میں آچکا ہے۔ وہ آیتیں یہ ہیں:۔

چار آیت سورۂ بقر کے اول سے مفلحون تک اور آیۃ الکرسی اور دو آیتیں خالدون تک اور تین آیت سورۂ بقرہ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ

سے آخر بقرہ تک اور تین ۳ آیتیں سورۂ اعراف کی اِنَّ رَبَّکُمُ اللہُ سے مُحْسِنِیْنَ تک اور سورۂ بنی اسرائیل کی قُلِ ادْعُوا اللہَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ سے آخر تک اور دس آیت سورۂ وَالصَّافَّات شروع سے لَازِبٍ تک اور تین آیت سورۂ رحمٰن یَا مَعْشَرَ الْجِنِّ سے فَلَا تَنْتَصِرَانِ تک اور تین آیت آخر سورۂ حشر۔ لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ سے آخر سورہ حشر تک اور دو آیت قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ سے شَطَطًا تک یہی آیات مذکورہ بالا تینتیس ۳۳ آیتیں آخر میں لکھی جائیں گی)

(۴)

جس پر جادو یا نظر بد کا اثر ہو اور جس مریض کو طبیبوں نے جواب دے دیا ہو تو اس کو چاہیے کہ یَا حَیُّ حِیْنَ لَا حَیَّ فِیْ دَیْمُوْمَۃِ مُلْکِہٖ وَبَقَآئِہٖ یَا حَیُّ کو ہر روز بعد نماز فجر دو سو مرتبہ معہ اول و آخر درود شریف چھ چھ بار پڑھے اور اپنے تمام بدن پر اور پانی پر دم کرے اور وہی پانی صبح و شام پیئے۔ انشاء اللہ العزیز بہت جلد شفا ہو گی۔

اِستخارہ کی ترکیب

(۱)

جب کوئی سخت مشکل پیش آئے یا شادی یا سفر یا کوئی کام کرے تو بے استخارہ کئے نہ کرے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالٰے سے اپنے کاموں میں صلاح نہ لینا

بدبختی اور کم نصیبی کی بات ہے۔ جس کام کو استخارہ کر کے کیا جائے گا تو انشاء اللہ العزیز اس میں ضرور کامیابی ہوگی اور پریشانی نہ اٹھانی پڑے گی۔ استخارہ کی نیت کر کے دو رکعت نفل بعد عشاء کے پڑھے اس کے بعد خوب دل لگا کر یہ دعا تین مرتبہ پڑھے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُکَ بِعِلْمِکَ وَاَسْتَقْدِرُکَ بِقُدْرَتِکَ وَاَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ الْعَظِیْمِ فَاِنَّکَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَۃِ اَمْرِیْ فَاقْدِرْہُ لِیْ ثُمَّ بَارِکْ لِیْ فِیْہِ وَاِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَۃِ اَمْرِیْ فَاصْرِفْہُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْہُ وَاقْدِرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ کَانَ ثُمَّ اَرْضِنِیْ بِہٖ ط

اور جب ھٰذَا الْاَمْرَ پر پہنچے تو اس کام کو دھیان میں لاوے جس کے لئے استخارہ کیا ہے بعد فارغ ہونے کے پاک ستھرے بستر پر قبلہ کی طرف منہ کر کے باوضو سو جاوے جب سو کر اٹھے اس وقت جو بات دل میں مضبوطی سے آئے وہ ہی بہتر ہے۔ اسی کو کرنا چاہیے اگر ایک دن میں کچھ نہ معلوم ہو اور دل میں خلجان اور تردد باقی رہے تو پھر دوسری رات اسی طرح کرے انشاء اللہ العزیز سات روز کے اندر اندر اس کام کی برائی بھلائی معلوم ہو جائے گی۔

ف:۔ یہ دعا جس کا نام دعاء الاستخارہ ہے۔ مختلف لفظوں سے حدیثوں میں آئی ہے۔ جس کو جس طرح آسان ہو پڑھے۔

وضو کرکے پاک کپڑے پہنے اور قبلہ رو داہنی کروٹ پر لیٹ کر سورۂ والشمس سات دفعہ اور سورۂ واللیل سات دفعہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھے اور ایک روایت میں بجائے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کے سورۂ والتین کا سات دفعہ پڑھنا آیا ہے بعد پڑھنے کے عاجزی سے کہے خداوندا مجھ کو میرے خواب میں وہ چیز دکھا دے اور میرے اس حال میں کشادگی فرما دے اور میں اپنی دعا قبول ہونے کا حال معلوم کرلوں اور اس کام کے سرانجام ہونے کی تدبیر میرے دل میں ڈال دے تو انشاء اللہ العزیز اسی رات کو معلوم ہو جائے گا ورنہ اسی طرح دوسری رات کو عمل کرکے سوئے اگر مطلب حاصل ہو فہو المراد ورنہ اسی طرح تیسری رات کو بھی کرے ساتویں رات تک انشاء اللہ العزیز حال کھل جائے گا اور ساتویں رات سے آگے نہ بڑھے گا۔

(۳)

سب سے آسان استخارہ یہ ہے کہ بدھ، جمعرات اور جمعہ کی رات کو برابر نماز عشا کے بعد سب کاموں سے فارغ ہو کر بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط تین سو مرتبہ پڑھ کر سورۂ اَلَمْ نَشْرَحْ معہ بسم اللہ شریف ستره بار پڑھے اور اپنے منہ اور سینہ پر دم کرے اور خداوند تعالیٰ سے دعا کرے کہ فلاں امر میں جو ہونے والا ہے وہ مجھ کو خواب میں یا غنودگی میں کسی آواز دینے والے کے آواز سے معلوم کرا دے۔ اس کے بعد یہ درود شریف ایک سو مرتبہ پڑھے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ مَعْلُوْمٍ لَّكَ۔

انشاء اللہ العزیز تینوں راتوں میں مقصد حاصل ہو جائے گا۔

.. ..

حصار کی ترکیب

(۱)

عامل کو چاہیے کہ جب کوئی عمل جلالی یا جمالی پڑھے یا کوئی خوف کی جگہ ہو تو اپنے چوگرد آیۃ الکرسی کا حصار کرے اور حصار کی ترکیب یہ ہے کہ پہلے اکتالیس[۴۱] مرتبہ اَللّٰہُ پھر اکتالیس[۴۱] مرتبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ پھر اکتالیس[۴۱] بار اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ سے حِفْظُھُمَا تک پڑھے پھر اکتالیس[۴۱] مرتبہ ھُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ پڑھے اور اپنے اوپر دائیں بائیں اوپر نیچے سر سے لے کر پاؤں تک دم کرے۔ پھر سات سو چھیالیس مرتبہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھے اور اپنے ہاتھوں پر پھونک کر تمام بدن پر دونوں ہاتھ پھیرے کوئی جگہ نہ رہے اور بعضوں نے لکھا ہے کہ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ کو بھی اکتالیس[۴۱] مرتبہ پڑھے۔

(۲)

حصار کی ایک ترکیب یہ ہے کہ آیۃ الکرسی ایک دفعہ اور قُلْ یٰٓاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ اور قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قل اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ایک ایک دفعہ پڑھ کر اپنے چاروں طرف حصار کرے اور چاقو سے خط کھینچے۔

(۳)

اچھی طرح وضو کرے اور تین مرتبہ درود شریف معہ بسم اللہ شریف کے پڑھے اور ایک دفعہ الحمد شریف معہ اعوذ اور بسم اللہ کے عظیم تک اور ایک دفعہ سورہ یٰسین معہ اعوذ اور بسم اللہ کے مستقیم

تک پڑھے پھر چاروں قل معہ اعوذ اور بسم اللہ کے پھر یہ چاروں آیتیں معہ اعوذ اور بسم اللہ پڑھ کر سورۂ جن کی شروع کی تین آیتیں شططا تک پڑھے اور تین دفعہ درود شریف پڑھ کر اپنے دونوں ہاتھوں پر پھونک کر تمام بدن پر دونوں ہاتھوں کو مس کرے کہ کوئی جگہ باقی نہ رہے اور اپنے دائیں اور بائیں اور اوپر نیچے پھونک مارے۔

برائے ضعف بصر

آنکھ کی کمزوری دور کرنے کیلئے بعد ہر فرض نماز کے یہ آیت پڑھا کرے۔

فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْد

مرگی کا علاج

جو شخص مرگی میں مبتلا ہو تو تانبے کی ایک تختی لے کر اس میں اتوار کی پہلی ساعت میں اس تختی کے ایک طرف یہ کھدوا دے۔ یاقھار انت الذی لایطاق انتقامہ یاقھار اور تختی کے دوسری طرف یہ کھدوا دے یامذل کل جبار عنید بقھر عزیز سلطانہ یامذل

عامل کے لئے دستور العمل

عامل کو علاوہ فرض غسل کے جمعہ اور عیدین اور عرفہ کا غسل مسنون بھی معمول رکھنا چاہئے اور غسل اس ترکیب سے کرے کہ پہلے دونوں ہاتھ گٹوں تک دھوئے پھر بدن سے نجاست حقیقی دور کرے اور آبدست کے وقت کشادہ بیٹھے پھر وضو کرے اور پھر سر کے بالوں کی جڑیں تر کرے اور تین دفعہ تمام بدن پر پانی بہائے کوئی جگہ بال بھر بھی باقی نہ رہے ورنہ غسل نہ ہوگا اور غسل کی نیت کرنا اور غرارہ کرنا اور ناک میں ہڈی تک پانی پہنچانا ضروری ہے۔

عامل علاوہ فرائض و واجبات و سنت مؤکدہ کے جن کا کرنا اور برتنا معمولی ہے کچھ طاعات و عبادات زائد از قسم نوافل وغیرہ کے اور کچھ ایسے اوراد و وظائف لسانیہ جو صفائی قلب و حصول مطالب و عملیات کے ممد و معاون ہوں اختیار کرے جیسے نماز تہجد چار رکعت، چھ رکعت یا آٹھ رکعت اور تین وتر پڑھے۔ اسی طرح دو رکعت اشراق کی طلوع آفتاب کے بعد پڑھی جاتی ہیں۔ اور چار رکعتیں صلوٰۃ الضحیٰ (چاشت) جو بہت دن چڑھے پڑھی جاتی ہیں۔ اور چار رکعتیں صلوٰۃ الزوال کی جو سورج ڈھل جانے

پر پڑھی جاتی ہیں ۔ اور چھ رکعتیں صلوٰۃ الاوابین جو بعد مغرب کے پڑھی جاتی ہیں اور نماز استسقاء، نماز کسوف اور نماز خسوف اور نفل کے روزوں میں عرفہ کا ایک روزہ اور عاشورہ کے دو روزے اور شش عید کے چھ روزے اور تین روزے ایام بیض کے ہر مہینے میں سوائے رمضان شریف کے اور تلاوت قرآن شریف کی ہر دن اس انداز سے کہ ایک ختم چالیس دن میں پورا ہو ۔ اور اوراد اور دعاؤں سے وہ دعائیں اور ورد جو صبح کو یا شام کو سوتے وقت صحیح حدیثوں میں آئی ہیں اختیار کرے عامل کو چاہیے کہ جب کوئی سخت مشکل پیش آئے یا شادی یا سفر یا کوئی کام کرے تو بے استخارہ کئے نہ کرے۔

عامل کو چاہیے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے ننانوے نام ہمیشہ پڑھتا رہے اور ان کا ورد رکھے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کا ورد رکھنے والا بہشت میں داخل ہو گا ۔

عامل کو چاہیے کہ یَا عَزِیْزُ کو اکتالیس مرتبہ یا چھیانوے مرتبہ پڑھ کر ہر روز صبح کو اپنے منہ پر دم کر لیا کرے کیونکہ حفظ آبرو و حرمت کے واسطے یہ عمل بے نظیر ہے ۔

عامل کو چاہیے کہ جب کوئی عمل جلالی یا جمالی پڑھے یا کوئی خوف کی جگہ ہو تو اپنے چوگرد آیۃ الکرسی کا حصار کرے ۔

عامل کو چاہیے کہ وسعت رزق کے واسطے جمعہ کے روز سورۂ کہف اور ہر روز عشاء کی نماز کے بعد سورۂ واقعہ دو بار معمول رکھے کیونکہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ جو کوئی سورۂ واقعہ ہر شب میں پڑھے گا اسکو فاقہ نہ ہو گا۔

عامل اپنی نجات اور برکت کے لئے ہر روز سورۂ ملک کا ورد رکھے کیونکہ یہ سورہ اپنے پڑھنے والے کی شفاعت کرتی ہے اور اس کے قبر کے عذاب کی مانع ہے ۔

عامل ہر روز سورۂ اخلاص کا اکتالیس مرتبہ اور اول و آخر درود شریف تین تین مرتبہ معمول رکھے۔

عامل جمیع آفات و بلیات سے محفوظ رہنے کے لئے ہر صبح و شام سورۂ اخلاص اور معوذتین پڑھے

عامل کو چاہیے کہ آیۃ الکرسی کا پانچوں وقت فرضوں کے بعد ورد رکھے کیونکہ یہ رحمت پروردگار سے ایک خزانہ ہے اور تمام نقصان پہنچانے والوں سے امن و امان میں رکھتی ہے ۔

عامل کو چاہیے کہ ہمیشہ باوضو رہے ۔ جب وضو ٹوٹ جائے فوراً وضو کرے ۔

بِسۡمِ اللہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وصیت نامہ

از

حجۃ الاسلام حضرت علامہ قطب الدین احمد

المشہور

شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

مع شرح مبسوط بعض مقامات

از

زبدۃ العلماء قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ

سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جو دل میں حکمتیں ڈالنے والا اور نعمتیں پہنچانے والا ہے اور درود و سلام نازل ہو سیدِ عرب و عجم پر اور ان کی آل اور اصحابِ اہل فضل و کرم پر بعد اس کے فقیر ولی اللہ عفی عنہ کی طرف سے معلوم ہو کہ یہ چند کلمے اپنی اولاد اور دوستوں کے واسطے وصیت ونصیحت ہیں اور اس رسالہ کا نام مقالۃ الوصیۃ فی النصیحۃ والوصیۃ یعنی اچھی اور پاکیزہ بات مسلمانوں کی خیر خواہی میں وصیت کے طور پر ہے ہمارے واسطے اللہ کافی ہے اور ہمارا اچھا وکیل ہے اور وہی راہنما ہے سیدھے راستے کا۔

---

(۱) پہلی وصیت درستی عقائد میں

اس فقیر کی یہ ہے کہ اعتقاد اور عمل کلام اللہ اور حدیث رسول اللہؐ کے موافق ہو اور ہمیشہ ان میں غور کرتا رہے اور دونوں کو کسی قدر پڑھتا رہے اگر خود پڑھنے کی طاقت نہ ہو تو کسی سے ورق دو ورق کا ترجمہ سنا کرے، عقائد میں متقدمینِ اہلِ سنّت کا مذہب اختیار کرے جس کی تفصیل و تفتیش کے وہ لوگ درپہ نہیں ہوئے اُس سے غرض نہ رکھے۔ منطقیوں کے بیہودہ شک و شبہ ڈالنے میں نہ آئے اور مسائل فروعی میں ایسے علمائے محدثین کی پیروی کرے جو فقہ و حدیث دونوں کو خوب جانتے ہوں، فقہ کے مسئلے کلام اللہ اور حدیث رسول اللہؐ سے ملاتا رہے۔ جو موافق ہو اسے قبول کرے جو خلاف ہو اسے ترک کرے۔ امّت کو قیاسیہ مسائل کلام اللہ اور حدیث رسول اللہ سے ملانے ضرور ہیں اور ایسے فقہ دان کی بات نہ سننی چاہیئے جو ایک عالم کی تقلید کو سند سمجھ کر سنت کو ترک کرے ایسے سے دور رہنے میں خدا کا تقرب جانے۔

(۲) دوسری وصیت امرِ معروف میں

امرِ معروف کے باب میں جو خدا نے میرے دل میں ڈالا ہے وہ یہ ہے کہ امور فرض اور شعائرِ اسلام کے واسطے سختی سے امرِ معروف کرے اور گناہِ کبیرہ کو سختی سے منع کرے۔ جو لوگ اس میں سُستی کریں اُن سے صحبت نہ رکھے ان کا دشمن بنے اس کے سوا جو امر ہیں ان میں سختی نہ کرنی چاہیئے فقط آگاہ کر دینا چاہیئے خصوصاً ان باتوں میں جن میں پہلوں یا پچھلوں کا اختلاف ہو، سختی اچھی نہیں۔

---

(۳) تیسری وصیت کیفیت پیری و مریدی میں

اس زمانے کے مشائخ کا ہرگز ہرگز مرید نہ ہو۔ ان کے بہت مرید یا بہت کرامتیں دیکھ کر ہرگز فریب میں نہ آئے۔ مریدوں کی کثرت رسم کے سبب سے ہے اور رسم کا کچھ اعتبار نہیں۔ اس زمانے کی کرامتیں اکثر چالیس اور شعبدہ بازیاں ہیں۔ لوگوں نے اسے کرامت سمجھ لیا ہے۔ اسکی تفصیل سنئے۔ بڑی کرامت دل کا حال معلوم کرنا۔ یا ہونے والی بات بتانی ہے سو بہت طرح سے معلوم کر لیتے ہیں۔ علم نجوم ورمل سے بھی معلوم کر لیتے ہیں۔ یہ نہ سمجھو کہ نجوم میں جب تک ستاروں کا شمار نہ لکھیں یا رمل میں جب تک زائچہ نہ بنائیں تو کچھ معلوم نہیں کر سکتے۔ اس واسطے ہم نے تجربہ کیا ہے کہ نجومی نے جب خیال کیا کہ اس وقت کونسی ساعت ہے؟ ذہن میں سب ستاروں کا شمار آگیا اور نقشہ تصور میں بندھ گیا اور اسی طرح رمال نے جب کسی انگلی کو لحیان دل میں قرار دے لیا اور کسی انگلی کو عقلہ، ذہن میں زائچہ موجود ہو گیا۔ دوسرا طریق کہانت ہے کہ کبھی۔

حاضرات، جن سے کبھی اس کے سوا کے۔ تیسرا طریق طلسم ہے کہ قوائے کواکب کسی صورت میں بند کرنے سے دریافت کرتے ہیں اور بعض اعمال جوگیہ سے کشف ہو جاتا ہے۔ جس کا جی چاہے ان فنون کی کتابوں میں دیکھ لے۔ کسی کام پر ہمت کرنی، ہولناک شکل بن جانا۔ طالب کو مسخر کر لینا یہ سب فن نیرنگ سے متعلق ہے۔ سعادت اور شقاوت و مقبول و مردود میں یہاں کچھ فرق نہیں اور اس طرح وجد و شوق اہل مجلس میں پیدا کر دینا۔ حدت قوت بہیمیہ سے متعلق ہے جس میں قوت بہیمیہ زیادہ ہوتی

ہے۔ اس کا وجد زیادہ ہوتا ہے ہاں بعض نیک بختوں سے جو یہ امر کسی نیک نیتی سے ہوتا ہے وہ کچھ کرامت نہیں۔ اکثر بیوقوفوں کو دیکھا ہے کہ پیر سے جو یہ شغل حاصل کیا ہے اس کو کرامت جان لیا ہے لازم یوں ہے کہ حدیث شریف کی کتابیں مثل صحیح بخاری و مسلم و سُنن ابوداؤد و ترمذی اور فقہ کی کتابیں حنفیہ و شافعیہ پڑھے اور عمل ظاہر سنّت پر کرے اگر اللہ تعالےٰ اس کے دل میں شوق صادق عطا کرے۔ اس راہ کی طلب زیادہ ہو کتاب عوارف کے آداب، نماز و روزہ اور ذکر و معموری اوقات کو اختیار کرے اور نقشبندیہ کے رسالے طریق یادداشت اور دوام کو حاصل کرنے کو دیکھے۔ ان بزرگوں نے یہ دونوں باتیں ایسے بیان روشن سے لکھی ہیں کہ کسی مرشد کی تلقین کی حاجت نہیں جب عبادت کا نور و یادداشت کی نسبت حاصل ہو جائے اس پر مستقیم رہے اس عرصہ میں اگر کوئی ایسا بزرگ مل جائے جس کی صحت حاصل ہو اور اس کی صحبت کی لوگوں میں تاثیر ہو اس کی صحبت اختیار کرے کہ یادداشت و دوام حضور کا ملکہ ہو جاوے۔ پھر ایک گوشہ میں بیٹھ جاوے اس ملکہ میں مشغول ہو۔ اس زمانے میں کوئی بہمہ وجوہ صاحب کمال نہیں۔ اِلّا ماشاء اللہ۔ اگر ایک وجہ سے کامل ہے تو دوسری وجہ سے خالی ہے۔ اس سے وہی کمال حاصل کرے دوسری وجہ سے غرض نہ رکھے۔ یعنی صاف کو لے گردآلود کو چھوڑ دے۔ صوفیوں کی نسبتیں تو بہت بڑی غنیمت ہیں مگر ہمیں کچھ کام کی نہیں۔ میرا یہ کہنا بہت لوگوں کو ناگوار ہوگا لیکن مجھے جو فرما دیا ہے اسی موافق کہنا چاہیے۔ زید و عمرو کے کہنے پر لنگڑا نہ بن جانا چاہیے۔

فقیر محمد ثناء اللہ کہتا ہے شیخ کی مراد اس نصیحت سے یہ نہیں ہے

کہ اس زمانہ کے سب درویشوں کا منکر ہونا اور ہرگز ان میں سے کسی کے ہاتھ پر بیعت ہونا نہ چاہیے اور درویشوں کے حق میں بدگمان ہونا اور غالباً ان کی کرامات کو مکروفریب پر حمل کرنا اور ذوق و شوق اور اس حالت کی تاثیر جو حاضرین کے دلوں میں مؤثر کردیتے ہیں ان کو حیوانی قوت کی تیزی تصور کرنا چاہیے۔ اور بعض اچھے لوگ جو کسی نیک نیتی سے ان حالتوں کا اظہار کرتے ہیں لیکن بزرگ لوگ ان کو صاحب کرامت نہیں کہتے۔ بعض بے وقوف لوگ اس کو کرامت نہیں سمجھتے۔ اور صرف صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور حنفی اور شافعی کے فقہ کی کتابیں پڑھنی چاہیے پھر جو خداوند تعالیٰ سچا شوق عطا فرمائے تو آداب و اذکار اور پابندی اوقات کے واسطے کتاب عوارف المعارف اور یادداشت پیدا کرنے کے لیے حضرات نقشبندیہ کے رسالجات دیکھنے چاہئیں اور جب عبادت کے نور کی کیفیت اور یادداشت کی نسبت حاصل ہوجائے اُس پر مواظبت کرنا چاہیے کیونکہ اگر یہ معنی شیخ کے ہوئے پس اس نصیحت کا سننا مخلوقات کو علم باطن کی تحصیل (جو انسان بلکہ تمام عالم کی پیدائش سے اصلی مقصود ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ اَیْ لِیَعْرِفُوْنَ	اور میں نے نہیں پیدا کیا جن و انس کو مگر اس واسطے کہ مجھ کو پوجیں یعنی مجھ کو پہچانیں۔

اور حدیث قدسی:

کُنْتُ کَنْزاً مَخْفِیاً فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ	میں تھا ایک پوشیدہ خزانہ پس میں نے دوست رکھا یہ کہ پہچانا جاؤں۔ پس میں نے پیدا کیا جہاں کو تاکہ پہچانا جاؤں

سے سراسر باز رکھنا ہے۔ اس نصیحت کا سنانے والا متقشف شیخ ہے جو لوگوں کو بخاری و مسلم اور ہدایہ پڑھوا کر زہد خشک کی طرف بلاتا ہے اگر اس طور پر خداشناسی حاصل ہو جاتی ہے تو علم ظاہر کا ہر ایک عالم ولایت کے مرتبہ کو پہنچ جاتا اور عوارف المعارف و رسائل نقشبندیہ کے مطالعہ سے اگر قلب کی صفائی ہو جاتی تو مجذوبیت و سالکیت کی نسبت حاصل کرنے کی ضرورت نہ پڑتی اور ذکر کی کثرت اور اوقات کی پابندی سے عبادت کا نور ہاتھ آجاتا ہے مگر دوام حضور اور یادداشت میسر نہیں ہوتی ہے اور زہد خشک اور عبادت کے نور سے کب تک قربیت کے رتبے طے کرسکتا ہے حضرت مولٰنا رومؒ فرماتے ہیں کہ زاہد ایک رات میں دن بھر کا راستہ طے کرسکتا ہے اور عارف ہر رات میں بادشاہ کا تخت یعنی منزل مقصود تک پہنچ جاتا ہے۔ حضراتِ صوفیہ قدس اللہ اسرارہم نے قربیت کا ادنیٰ مرتبہ پچاس ہزار برس کا راستہ خداوند تعالٰے کے فرمان :-

تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ۔	فرشتے اور روح خداوند تعالیٰ کی طرف بلند ہوتے ہیں ہر روز جس کا اندازہ پچاس ہزار برس کا راستہ ہے ۔

سے قرار دیا ہے پس آدمی انسانی طبعی عمر میں عبادت میں کوشش کرنے سے اس قدر مسافت کب طے کرسکتا ہے بلکہ اس نصیحت کا کرنا درویشوں کی جماعت کی طرف بدگمانی کا سبب ہوگا اور قرآن و حدیث اور بزرگوں کے اقوال کے خلاف مخدوم شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ تو جس کے جسم پر پرہیزگاری کا لباس دیکھے اس کو پرہیزگار جان اور اچھے لوگ شمار کر۔ خداوند تعالٰی فرماتا ہے :-

ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا ‌ | (یعنی کیوں نہ ہوکہ جب سنا اس کو) گمان کرتے مسلمان مرد اور مسلمان عورت اپنے حق میں خیر)

(شروع اس آیت کا یہ ہے لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ الخ)

بلکہ شیخ کی مراد یہ ہے کہ ہمیشہ علم لدنی کی طلب میں رہنا اور صوفیہ کرام کی نسبتوں کو غنیمت کبریٰ جاننا اور اہل اللہ کی تلاش میں رہنا چاہئے، پس ایسے بزرگ کی خدمت نصیب ہو جاوے جن کی صحبت جذبۂ نسبت کی کنجی ہے اور ان کی صحبت کی تاثیر خلقت کے دلوں میں جانشین ہوتی ہو ان کی صحبت میں بیٹھنا چاہئے تاکہ مطلوبہ حالت یعنی یادداشت اور دوام حضور حاصل ہونے کی مہارت پیدا ہو جائے مگر علم لدنّی ایک چھپی ہوئی چیز ہے اور اس علم والے پر یہ شبہ ہوتا ہے کہ آیا حقیقتہً اس شخص کو یہ علم ہے یا محض تصنع۔ اور جس جگہ زیادہ نفع کی امید ہوتی ہے وہاں کثرت نقصان کا بھی اندیشہ ہوتا ہے اور جہاں کہیں خزانہ ہے سانپ اور چور کا احتمال ہوتا ہے اس واسطے بیعت کرنے اور کسی کے ہاتھ میں ہاتھ دینے میں لازم ہے کہ جلدی نہ کرے ایسا نہ ہو کہ اس کا ہاتھ کسی شیطان کے ہاتھ میں پڑ جائے اور ایمان جاتا رہے۔ جب تک پورا کامل مرشد نہ ملے ہرگز مرید نہ ہوئے اور یہ نصیحت صرف اس زمانے والے کے لئے نہیں ہے بلکہ اگلے بزرگوں نے بھی ایسا ہی فرمایا ہے۔ حضرت مولانا رومؒ فرماتے ہیں۔ ترجمہ:۔ اے طالب بہت سے شیطان آدمی کی صورت کے ہیں پس ہر شخص کے ہاتھ پر بیعت نہ کرنی چاہیئے۔ اور شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں "ترجمہ جو کوئی سب لوگوں کو چور خیال کرتا ہے وہی ہتھیلی میں موتی رکھتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ اَلْحَزْمُ سُوْءُ الظَّنِّ ۔ ہوشیاری بدگمانی ہے۔

خداوند تعالے نے ارشاد فرمایا۔

اگر کوئی فاسق تمھارے پاس خبر لاوے تو چھان بین کرو اور بغیر تحقیق رُوات حدیث کے غیر معتبرین سے دین نہ حاصل کرنا چاہیئے۔	اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْا۔

اس آیت اور حدیث اور بزرگوں کے اقوال سے مراد یہ ہے کہ سب لوگوں کے حق میں نیک گمان رکھنے کے ساتھ ہی آپ دھوکے میں نہ پڑے اور علم ظاہرُ باطن کے حاصل کرنے میں احتیاط کرنی چاہیئے اور بغیر تحقیق رُوات حدیث کے غیر معتبرین سے دین نہ حاصل کرنا چاہیئے۔

دلیل شیخ کامل و مکمّل

اور شیخ کی مراد بھی یہی ہے کہ پورے کامل مرشد کی تحقیق میں یہ دیکھنا شرط نہیں ہے کہ بالضرور یہ صاحبِ کرامات اور خطراتِ قلبی پر خبردار اور اہل ذوق وشوق ہو کیونکہ ان میں سے بعض چیزوں میں جوگی اور اہل فلاسفہ بھی شرکت رکھتے ہیں اور یہ امور نیک بختی کی دلیل نہیں ہوسکتے اور بعض احتمالات بھی ہیں جن کو شیخ نے بیان فرمایا لیکن حضرت نے یہ بیان نہ فرمایا کہ وہ کونسی چیز ہے جو پورے مرشد کامل کو پہچانوا وے اور اس کی طرف مرید رجوع ہو۔ فقیر وہ بات لکھتا ہے۔ جان تو اے طالب (خدا تجھ کو نیک بخت کرے) پہلے چاہیئے کہ مرشد کو ظاہر شرع شریف اور قرآن مجید اور حدیث شریف پر عمل کرنے والا دیکھے تاکہ پرہیز گار کا اطلاق اس پر ممکن ہو کیونکہ حق تعالےٰ نے ولایت کو پرہیزگاری میں منحصر کرکے فرمایا۔

پرہیزگار خدا تعالے کا دوست ہے۔	اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ بعض اولیاء نے ملامت کئے جانے کا طریقہ اختیار کر رکھا۔ ظاہر ان سے پرہیزگاری کی نشانی نظر نہیں آتی تھی اور بعض لوگوں کو باطنی فیوضات اُن سے حاصل ہوئے جواب دیا جائے گا کہ یہ شاذ و نادر ہے اور کثرت کا اعتبار کیا جاتا ہے اور نیز شریعت اور عقل حکم کرتی ہیں کہ نفع کے حاصل کرنے سے نقصان کا دفعیہ نہایت ضروری اور بڑا مقصود جاننا چاہیے۔ پس جہاں کہیں نقصان کا احتمال ہو وہاں سے بھاگنا چاہیئے اور جو شخص پرہیزگاری کی صورت رکھتا ہو اس کی صحبت میں بیٹھنا اور اس کے ہاتھ پر بیعت کرنا کچھ مضائقہ نہیں اور نقصان کا احتمال وہاں نہیں پایا جاتا ہے۔ چاہے اس سے فائدہ پہنچے یا نہ پہنچے۔ پھر اگر اس کی صحبت نے تاثیر کی اور وہ تاثیر علمائے ظاہر اور باطن کے نزدیک معتبر ہو اس کی صحبت اکسیر سمجھنا اور غنیمت شمار کرنا چاہیئے اور اگر اس کی صحبت نے تاثیر نہیں کی یا وہ تاثیر بزرگوں کے نزدیک معتبر نہ ہو ان کی طرف نیک گمان رکھ کر ان کی صحبت ترک کر دے اور خدا کی راہ سے ڈھونڈھے کیونکہ مقصود خدا ہے نہ وہ مرد۔ حضرت خواجہ عزیزان علی رامیتنی ؒ کی رباعی کا ترجمہ۔ اے طالب تو جس کے پاس بیٹھا اور تیری دلجمعی نہ ہوئی اور تجھ سے پیدائشی کدورت دور نہ ہوئی فوراً اس کی صحبت سے علیحدہ ہو اور نہیں تو عزیزان علی رامیتنی ؒ کی روح تجھ کو معاف نہ کرے گی اور اگر کوئی کہے جس تاثیر کو بزرگوں نے معتبر جانا ہے واضح طور پہ بیان کرنا چاہیئے۔ کہا جائے گا کہ وہ تاثیر یہ ہے کہ اس کی صحبت میں ایسی حالت پیدا ہو کہ دل دنیا سے سرد ہووے۔ اور خدا تعالےٰ اور اس کے دوستوں کی محبت اور اچھے کام اور نیکی کی توفیق اور بُرے کاموں سے پرہیز اور ناراضی حاصل ہو جاوے اور اس کی صحبت سے بمقتضائے؛

اِذَا ذُکِرُوْا ذُکِرَ اللّٰہُ	جب یہ یاد کیے جاویں خدا یاد آوے۔

خدا یاد آوے اور ہمیشگی کی حضوری نصیب ہو جائے اور خدا کی یاد میں تسلّی اور دلجمعی ہاتھ آوے اور جس قدر اچھے کام کرے اور اس سے جو نسبت اور حالت اس کو حاصل ہوئی ہو اس میں قوت معلوم ہو اور اس شخص سے جس قدر معصیت ظاہر ہوتی ہو اس کو تنگ دلی اور بے قراری پیدا ہو اور جو نسبت اور حالت کہ اس پہلے بزرگ سے اس کو ہاتھ لگی تھی وہ دور ہو جائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان :۔

اِذَا اَسَرَّتْکَ حَسَنَتُکَ وَاَسَاءَتْ سَیِّئَتُکَ فَاَنْتَ مُؤْمِنٌ	جب خوش کرے تجھ کو کوئی نیکی اور ناخوش کرے تجھ کو کوئی بدی تو پس تو مومن ہے۔

اسی تسلّی اور تنگی سے مراد ہے ایسے بزرگ کو جن کی صحبت یہ تاثیرات رکھتی ہو مرد کامل جاننا چاہیے۔ کیونکہ وہ شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کا خادم اور خداشناسی کے لئے فائدہ بخشنے والا اور عبادت کی طرف نزدیک کرنے والا اور گناہوں سے باز رکھنے والا اور نکمّی عادتوں، گھمنڈ، بڑائی، ریا، حسد، بغض، کینہ، مال و دولت کی محبت اور ایسی چیزوں کا دور کرنے والا اور اچھی عادات (یعنی خدا کے فرمانبردار سے خوش اور نافرمان سے ناخوش رہنا) اللہ کے واسطے کی محبت اور عداوت اور اخلاص، صبر، شکر اور دنیا اور اس جیسے سے بچنے کے لئے کارآمد ہے۔ ایسا کامل شخص اگر مل جائے تو اس کی صحبت کو غنیمت جاننا چاہیے اور اپنے کو

کَالْمَیِّتِ بَیْنَ یَدَیِ الْغَسَّالِ	جیسا مُردہ نہلانے والے کے ہاتھ میں

اس کے اختیار میں دے دینا چاہیے اور جو حالات و کیفیات پیدا ہوں اُن کو شریعت کی ترازو سے تول لینا چاہیے۔ اگر اُن کو شریعت قبول کرے فبہا

ورنہ رد کردے اور وجد وشوق وغیرہ حالات جو بے اختیار ظہور میں آویں اس میں وہ بزرگ معذور ہیں لیکن شرط یہ ہے کہ وہ اپنے ارادہ اور پسند کے ساتھ انھیں حرکات میں سے کوئی حرکت نہ کرے اور بزرگوں نے کبھی ان باتوں کو پسند نہیں کیا ہے اور جھوٹوں کا اعتبار نہیں اور کونسی خوبی وخوش نیتی اس میں ہوگی کہ سڑیوں (پاگلوں) کی حرکتوں کو عقلمند لوگ اپنے اوپر جائز رکھیں۔ یہی ہے جو شیخ نے فرمایا کہ صوفیہ کے رسوم محض بے اعتبار ہیں۔

(۴) چوتھی وصیت اختلافِ علمائے حال وقال میں

معلوم کرنا چاہئے کہ ہم میں اور اس زمانے کے مشائخ میں اختلاف ہے اس لئے کہ صوفی منش تو یہ کہتے ہیں کہ اصل مطلب فنا وبقا واستہلاک ہے شرع میں جو رعایت معاش وعبادتِ بدنیہ آئی ہے۔ اس لئے ہے کہ وہ فنا وبقا ہر ایک سے ادا نہیں ہوسکتی اور متکلمین یہ کہتے ہیں کہ جو شریعت میں آیا ہے بس وہی مطلوب ہے۔ اور ہم یہ کہتے ہیں کہ انسان کی صورتِ نوعیہ کے اعتبار سے شریعت ہی ہے۔ اور شارع نے اس کی اصل کا بیان فرمایا ہے۔ واسطے خاص وعام کے تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ نوعِ انسان قوت ملکیہ اور بہیمیہ دونوں کی جامع ہے اور اس کی سعادت ملکیہ حاصل کرنے میں ہے اور شقاوت بہیمیہ کی تقویت میں ہے اور اس کا نفس اخلاق واعمال کے رنگ قبول کرلیتا ہے اور اپنے میں ملالیتا ہے اور مرنے کے بعد اپنے ساتھ ساتھ لے جاتا ہے جیسے اس کا بدن غذا کی کیفیت کو قبول کرتا ہے اور اپنے ہمراہ کرلیتا ہے۔ اس جہت سے مرض تخمہ اور تپ وغیرہ میں مبتلا ہوجاتا ہے اور یہ نفس انسان ایسا مخلوق ہوا ہے کہ خطیرہ القدس (ملاءِ اعلیٰ) سے جاملے اور وہاں سے الہام اور الہام کے حکم میں سرور وبہجت ہی حاصل کرے۔ اگر مکانِ پاک ملائکہ سے

مناسبت ہے اور اگر ملائکہ کی نسبت منافرۃ ہے تو تنگی و وحشت غرض اگر
نوع انسان کو یوں ہی چھوڑ دیتے تو امراض نفسانیہ اس کو بہت الم پہنچاتے
حق تعالٰے نے اپنے محض فضل و کرم سے اُس کی کارسازی کی نجات کا راستہ
دکھایا اور زبانِ غیب کے ترجمان یعنی پیغامبروں کو بھیجا تاکہ پوری پوری نعمت
ہو اور شان ربوبیت جو پیدا کرنے کی مقتضی تھی پھر اُن کی دستگیری کرے
صورت نوعیۂ انسان نے زبانِ حال سے درگاہِ مبداءِ فیاض سے شرع کو مانگا،
پس حکم شرع کا جمیع افراد پر لازم ہے۔ صورتِ نوعیہ کے سبب میں سیر ان
کے سبب خاص و عام سب پر شرع کا حکم ضرور ہے۔ کسی فرد کی خصوصیت
پر دخل نہیں اور فنا اور بقا اور استہلاک وغیرہ باعتبار خصوصیت افراد کے
مطلوب ہے اس واسطے کہ بعضے افراد نہایت علو و تجرد میں مخلوق ہوتی ہیں
اور خدا ان کی راہ ان کو دکھا دیتا ہے۔ وہ حکم ہے شرع نہیں۔ بلکہ ان کی
زبان حال نے بسبب خصوصیت و فردیت کے اس کا تقاضا کیا ہے۔ شارع کا
کلام ہرگز اس معنی پر محمول نہیں نہ صریحاً نہ اشارۃً ہاں مگر کچھ لوگوں نے شارع
کے کلام سے یہ مطلب سمجھ لیا ہے۔ جیسے کوئی لیلیٰ مجنوں کا قصہ سنے اور
اس کی سرگذشت اپنی سرگذشت خیال کرے۔ ان کے عرف میں اسے
اعتبار کہتے ہیں خلاصہ یہ کہ فنا و بقا و استہلاک کے مقدمات میں افراط
کرنا ہر کس و ناکس کا اس میں مشغول ہونا شرع شریف میں ایک مرض
سخت ہے خدا تعالیٰ اس پر رحم کرے جو اس مرض کے کھونے میں کوشش
کرے گو بجناب استعداد اصل بھی ہو۔ ہر چند یہ کلام بہت صوفیوں کو اس
زمانہ کے ناگوار ہوگا۔ لیکن مجھے جو کام بتا دیا ہے میں اسی کے موافق کہتا ہوں
کسی زید و عمرو سے کچھ مطلب نہیں۔

فقیر محمد ثناء اللہ کہتا ہے کہ شیخ کے کلام کا حاصل مطلب یہ ہے کہ صوفی لوگ فنا و بقا کو اصلی مقصود جانتے ہیں کہ شارع نے اس کو خاص لوگوں کے واسطے فرمایا ہے اور ظاہری شریعت عام آدمیوں کے لئے، اور متکلمین کا قول ہے کہ شرع شریف کے فرمان کے سوا اور کوئی چیز مقصود نہیں اور حضرت شیخ اس پر یہ فیصلہ فرماتے ہیں کہ ظاہری شریعت کہ متکلمین (علم کلام والے اور علم کلام وہ علم ہے جس میں نقلی یعنی شرعی مسائل کو عقلی دلیلوں سے ثابت کرے) جسکے قائل ہیں وہ انسانی نوعیہ صورت کا مقتضی ہے یعنی جبکہ وہ انسان انسانی صورت میں ہے اس شریعت کے ظاہری احکام جاری رہیں گے اس میں سب آدمی برابر ہیں عوام و خواص کی خصوصیت کی کچھ مداخلت نہیں اور فنا و بقا اور استہلاک وغیرہ کہ صوفیۂ کرام جن کو مقصود فرماتے ہیں وہ خاص لوگوں کی خصوصیت کے اعتبار سے ہیں وہ شریعت کے احکامات سے نہیں یعنی شرع شریف اس میں کچھ نہیں فرماتی ہے بلکہ صاحبانِ حال اپنی خاص خصوصیت کی وجہ سے اس کے متقاضی ہوئے ہیں اور شارع کا کلام صراحۃً یا اشارۃً اس پر عمل نہیں کیا جاسکتا شاید کوئی اعتبار کے طور پر سمجھ جائے۔ شیخ کے اس کلام کی اصلی مراد یہ سمجھی جاتی ہے کہ شریعت اور ہی چیز ہے اور فنا و بقا وغیرہ صوفیہ کرام کے مطالب اور چیز۔ جو شرع شریف سے نہیں حاصل کی گئیں مگر اعتبار کے طور پر۔ اور فقیر کے نزدیک حق یہ ہے کہ صوفیۂ کرام کے مطالب فنا و بقا وغیرہ شرع شریف سے صراحتۃً ثابت ہیں کیونکہ صوفیۂ کرام کے چند عمدہ مطالب ہیں۔ پہلا تصفیۂ قلب یعنی اللہ کے سوا دوسری چیزوں سے دل کو بے لگاؤ کرنا اور اس کی یاد میں ہلاک ہو جانا۔ یہاں تک کہ یاد کرنے والا اپنے کو بلکہ یاد کرنا بھی بھول جائے اور اس حالت کا نام صوفیہ کرام کے نزدیک یادداشت اور

ودوام حضور اور فنائے قلب ہے اور شرع شریف میں اس کا نام احسان ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

أَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ

(احسان یہ ہے کہ) تو خداوند تعالیٰ کی عبادت کرے گویا کہ تو اس کو دیکھتا ہے پس اگر تو اس کو نہیں دیکھتا تو وہ تجھ کو دیکھتا ہے۔

مولانا رومؒ جو فرماتے ہیں اس کی بھی مراد ہے۔ ترجمہ۔ صوفی کا مطلب ایک حرف کے سوا کچھ نہیں۔ برف جیسی قلب کی صفائی کے سوا کچھ نہیں، اور حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اسی معنی پر ارشاد فرماتے ہیں:۔

أَلَا إِنَّ فِي جَسَدِ بَنِي آدَمَ مُضْغَةً إِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ

جان تو بے شک آدمی کے جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے۔ جس وقت وہ درست ہوتا ہے تمام جسم درست ہوتا ہے، اور جب وہ فاسد ہوتا ہے تمام جسم فاسد ہوتا ہے۔ جان لے کہ وہ دل ہے۔

اور دوسری حدیث میں جو آیا ہے کہ بندہ جب گناہ کرتا ہے اس کے دل میں ایک سیاہ نقطہ رکھا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ سیاہی تمام دل کو گھیر لیتی ہے وہ اسی قلب کی صفائی کی ضد ہے۔ دوسرا تزکیۂ نفس یعنی نکمی عادتوں سے اپنے کو پاک وصاف اور اچھی عادتوں کے ساتھ آراستہ وپیراستہ کرنا اور صوفیہ کرام اس کو نفس کا فنا اور بقا فرماتے ہیں اور نکمی خصلتوں کی ممانعت اور اچھی عادتوں کی ضرورت شرع شریف بڑے زور وشور سے ثابت کررہی ہے یہاں تک کہ ہاتھ پیر وغیرہ کے کام یعنی بغیر اس کے نماز روزہ وغیرہ

کا اس کے مقابلے میں کچھ اعتبار نہیں کرتی۔ ریا یعنی دکھاوے کی نماز وغیرہ جس میں اخلاص نہ ہو محض فضول اور بیکار اور اکثر مباح اعمال جو نیک نیتی سے کئے جاتے ہیں جزائے نیک اور مقامات طے کرنے کی قربت کے سبب ہو جاتے ہیں جن کو صوفیہ کرام کرتے رہتے ہیں۔ یہ حدیث قدسی (وہ حدیث جو رسولؐ فرماتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ یوں ارشاد فرماتا ہے) اس امر کی دلیل ہے۔

لَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّتُہٗ فَاِذَا اَحْبَبْتُہٗ کُنْتُ سَمْعَہُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِیْ الخ

میرا بندہ میری طرف ہمیشہ قربت ڈھونڈھتا ہے نفل عبادتوں کے ساتھ یہانتک کہ میں اس کو پیار کرتا ہوں پھر جو میں اس کو پیار کرتا ہوں۔ ہو جاتا ہوں اس کا کان کہ وہ سنتا ہے مجھ سے۔ آخر حدیث تک

اس حدیث شریف سے وحدت وجود اور وحدت شہود والوں نے اپنی اپنی سمجھ کے مطابق مطالب نکالے ہیں اور لایزال کا کلمہ قربت کے بے انتہا درجہ پر دلالت کرتا ہے پس صوفیہ کرام کے یہ مطالب شرع شریف سے اعتبار کے ساتھ ثابت ہیں پس متکلمین نے جو کہا ہے کہ مطالب مذکورہ شرع شریف سے ثابت نہ ہونے کی وجہ سے بے مطلب ہیں۔ درست ہے کہ بعض متکلمین نے شریعت کے بعض احکام (کہ شرع شریف نے جس پر حکم کیا ہے) پر عمل نہیں کیا ہوگا جیسا کہ بعض آدمیوں کو حج میسر نہ ہوا ایسے ہی بعض لوگوں کو تصفیۂ قلب اور تزکیۂ نفس نصیب نہ ہوا اور صوفیہ کرام نے جو کہا ہے کہ فنا اور بقا اور استہلاک اصلی مقصود ہے اور شرعی احکام اسکے مقابلے میں کچھ اعتبار نہیں رکھتے۔ یہ حق ہے کیونکہ بغیر اخلاص کے نماز روزہ کچھ فائدہ نہیں بخشتے اور احسان کا درجہ اسلام کے مرتبہ سے از روئے شرع شریف

فوقیت رکھتا ہے۔ پس انسان نے اپنے ذوق و شوق کے ساتھ خداوند تعالیٰ سے جو مانگا ہے سب سے پہلے تصفیۂ قلب اور تزکیۂ نفس ہی ہے اگرچہ ظاہر میں بعض لوگوں کو یہ دولت نصیب نہ ہوئی۔ جیسا کہ دوسرے بعض آدمیوں کو ظاہری اعمال بلکہ ایمان بھی میسر نہ ہوا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سَافِلِیْنَ	البتہ پیدا کیا ہم نے انسان کو نہایت اچھی صورت کے ساتھ پس کر دیا ہم نے اس کو سب سے بڑا مردود یعنی جب کافر ہوا اسلامی فطرت کو ضائع کر ڈالا۔

یعنی انسان کی استعداد بڑی ہے۔ شرع شریف ان کو اچھے طور پر رکھنا چاہتی ہے اور چونکہ بعض لوگوں نے اس استعداد کو ضائع کر دیا ہے۔ سب سے نیچے گرائے گئے کمال کے حاصل کرنے میں عام خصوص کی خصوصیت کی مداخلت ہے نہ اصلی چاہت ہیں حاصل کلام (شیخ نے جو فرمایا کہ انسلاخ اور استہلاک اور ہر لائق نالائق کی اس میں مشغول ہونے کی بابت زیادتی کرنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں ایک بڑا امر حق ہے) فقیر کی ناقص سمجھ میں نہیں آتا بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان؛

اَکْثِرُوْا ذِکْرَ اللّٰہِ حَتّٰی یَقُوْلُوْا مَجْنُوْنٌ۔	خدا کا ذکر زیادہ کرو یہاں تک کہ لوگ تم کو دیوانہ کہنے لگیں۔

کل انسان کے لئے عام حکم ہے۔

(۵) پانچویں وصیت اعتقادِ اصحابؓ کی نسبت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابؓ سے اعتقاد نیک رکھے۔ انکی تعریف و ثنا کے سوا زبان سے کچھ نہ نکالے۔ اس مسئلے میں دو گروہوں نے

خطا کی ہے۔ ایک کا گمان ہے کہ سب اصحاب باہم سینہ صاف تھے۔ ان میں کبھی کچھ جھگڑا نہیں ہوا۔ یہ صرف وہم ہے۔ دوسرے گروہ نے جوان کے مشاجرات دیکھے وہ لعن طعن سے پیش آئے اور ہلاکت میں پڑے۔

اس فقیر کے دل میں یوں ڈالا ہے کہ اگرچہ صحابہؓ معصوم نہ تھے اور ممکن ہے کہ بعض عوام سے ایسا کچھ ہوا کہ جو کوئی اور کرتا تو مورد لعن وطعن ہوتا مگر ہم کو حکم ہے کہ سن کر برائی زبان پر نہ لائیں اور بے ادبی سے پیش نہ آئیں اور اس میں مصلحت ہے اگر ان پر جرح کرنے لگیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت منقطع ہوتی ہے اور جب روایت منقطع ہوئی تو دین برہم ہوگیا ہر صحابہؓ سے جب روایت لی جائے تو اکثر حدیثیں مستفیض ہوں گی اور امت کے لئے حجت قائم ہوگی۔ اس میں بعض کے جرح سے نقل میں خلل نہیں ہوگا۔

بطلان مذہب امامیہ

اس فقیر نے روح پُر فتوح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کہ شیعہ اہل بیعت کی محبت کا دعویٰ کرتے ہیں اور صحابہؓ کو برا کہتے ہیں رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین۔ ان کے باب میں کیا ارشاد ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کلامِ روحانی سے القا کیا کہ ان کا مذہب باطل ہے اور ان کے مذہب کا باطل ہونا لفظِ امام سے معلوم ہوتا ہے۔ جب فقیر کو اس حالت سے افاقہ ہوا لفظ امام میں تاَمّل کیا۔ معلوم ہوا کہ ان کی اصطلاح میں اسے امام کہتے ہیں جو معصوم مفترض الطاعۃ منصوب للخلق ہو۔ اور امام کے حق میں وحی باطنی تجویز کرتے ہیں پس حقیقت میں ختم نبوت کے منکر ہیں اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زبان سے خاتم الانبیاء کہیں اور جیسا کہ اصحابؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سے اعتقاد نیک رکھے۔ ایسا ہی

اہل بیت کے حق میں معتقد رہنا چاہیے۔ ان میں جو صالحین ہوں ان کی بہت تعظیم کرے یعنی اللہ تعالٰے نے ہر شئے کے لیے اندازہ رکھا ہے۔ اس فقیر کو معلوم ہوا ہے کہ بارہ امام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ایک نسبت کے قطب ہوئے ہیں اور ان کی رحلت کی قربت سے تصوف کا رواج ہوا ہے۔ لیکن عقیدہ وشرع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حدیث سے لیا جائے گا۔ اماموں کی قطبیت ایک باطنی امر ہے۔ تکلیف شرعی سے اسے کچھ علاقہ نہیں۔ اور نص واشارہ ہر ایک کا اپنے متاخر پر اسے قطبیت سے ہے اور امور امامت بھی اسی طرف راجع ہیں کہ اپنے بعض خالص یاروں کو مطلع کیا ہے بعد ایک زمانے کچھ لوگوں نے غور کیا اور ان کے کلام کو دوسرے طور پر بیان کیا۔

فقیر محمد ثناء اللہ کہتا ہے کہ امامیہ مذہب کے جھوٹے اور بے اصل ہونے کی بابت حضرت شیخ کو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی روح پر فتوح سے جو کچھ واضح طور پر معلوم ہوا ہے کہ اس گروہ کا عقیدہ نبوت کے ختم کا انکار لازم کرتا ہے۔ فقیر پر بھی اسی طریقہ پر روشن اور ظاہر ہوا ہے جس کو فقیر نے "شمشیر برہنہ" (نام ایک کتاب کا جو حضرت قاضی صاحب کی تصنیف ہے) میں پورے طور پر لکھ دیا ہے۔ جو چاہے اس میں دیکھ لے اور نیز حضرت شیخ نے جو کچھ حضرات آئمہ اثنا عشر کے قطب ہونے کے ثبوت کی بابت تحریر فرمایا اس مضمون کو جناب امام ربانی قطب ربانی مجدد الف ثانیؒ نے حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کی بیت کی شرح میں ارقام فرمایا ہے ؎

أَفَلَتْ شُمُوسُ الْأَوَّلِينَ وَشَمْسُنَا　　　أَبَدًا عَلَى أُفُقِ الْعُلَى لَا تَغْرُبُ

ترجمہ۔ اگلوں کے آفتاب سب چھپ گئے اور میرا آفتاب بلندی کے کنارے پر ہمیشہ

رہے گا عذب نہ ہو گا۔

اور فقیر نے یہ مضمون بھی "شمشیر برہنہ" میں لکھا ہے لیکن حضرت شیخ نے جو فرمایا کہ بعض اصحاب کبارؓ کی آپس کی لڑائیوں کے مسئلہ کے سمجھنے میں آدمیوں کے دو گروہ نے خطائیں کی ہیں اور آپ نے لعنت اور طعنہ کرنیوالوں کو جیسا خاطی فرمایا ہے۔ ویسے ہی ان بزرگوں کو (کہ جو یہ گمان کرتے ہیں کہ سب اصحاب کبارؓ آپس میں سینہ صاف اور بے کینہ تھے۔ ہرگز ان کے درمیان کسی قسم کی لڑائی نہیں ہوئی) خطادار تصور فرمایا اور یہ بیان کیا کہ ان حضرات کا یہ گمان سراسر وہم اور مشہور حدیث کے ساتھ مخالفت کر رہا ہے۔ فقیر گمان کرتا ہے کہ ان بزرگوں کو خطاکار ٹھہرانے میں شیخ نے خطا کی ہے اور حق یہ ہے کہ یہ اصحاب کرامؓ سب کے سب آپس میں سینہ صاف اور بے کینہ تھے۔ قرآن مجید اس امر کا شاہد ہے جناب باری تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ — آپس میں مہربان ہیں۔

اور کلام پاک میں آیا ہے:۔

أَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ لَوْ أَنْفَقْتَ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مَا أَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ أَلَّفَ بَيْنَهُمْ

(اور ان کے دلوں کے درمیان خداتعالیٰ نے) الفت ڈال دی ہے اگر تم خرچ کرتے جو کچھ زمین میں ہے سب کے سب ہرگز تم اُن کے آپس میں الفت پیدا نہیں کرا سکتے مگر یہ کہ خداتعالیٰ نے ان کے درمیان محبت ڈال دی۔

اور مشہور حدیث شریف محض ان کے ظاہری جھگڑے پر دلالت کرتی ہے نہ کہ سینہ کے کینہ پر اور ظاہری لڑائی جھگڑے سینہ کا کینہ بتا نہیں سکتے اور اگر بعض

بعض حدیثیں حضرات اصحاب کرامؓ میں سے کسی بزرگ پر دلالت یہ کرتی ہیں کہ وہ جناب علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھتے تھے اگرچہ یہ حدیث شریف صحت کے درجہ کو پہنچی ہو مگر حدیث آحاد (جس کا راوی صرف ایک آدمی ہو) ہے جو یقین کرنے کا سبب نہیں ہو سکتی اور اس میں تاویل کرنی بھی ممکن ہے۔ پھر ایک بزرگ پر خطا کرنے کا الزام لگایا بھی جائے تو اکثر پر نہیں کیا جاسکتا۔ بلکہ ظاہر یہ ہے کہ یہ لڑائی جھگڑے (اجتہادی خطا جو اپنی دانست میں اچھا سمجھ کر کرے پھر معلوم ہو کہ غلطی ہو گئی پھر بھی ایک اجر پاتا ہے) سے ہوئے ہیں جیسے حنفی اور شافعی مذہب کے اختلافی مسائل ہیں۔ اور یہ جو سب لڑائی جھگڑے محض خطا میں مانی جائیں تو حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما جو جناب علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے مقابلہ پر جمل کی لڑائی میں (وہ لڑائی جو سب سے پہلے اسلام میں حضرت عائشہ صدیقہؓ اور علی مرتضیٰؓ کے درمیان ہوئی تھی) میں شہید ہوئے ہیں شرعی شہید نہ ہوئے کیونکہ باغی لوگ شہید نہیں ہو سکتے۔ حالانکہ صحیح حدیث سے صراحتہً ان کی شہادت ثابت ہو چکی رسول مقبولؐ نے فرمایا:۔

فَاِنَّمَا عَلَیْکَ نَبِیٌّ اَوْصِدِّیْقٌ اَوْ شَہِیْدٌ	(ہل مت) کیونکہ تجھ پر نبی اور صدیق اور شہید ہیں۔

(مشکوٰۃ شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حرا پہاڑ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ تھے یکایک ایک پتھر ہلنے لگا۔ حضرت نے فرمایا۔ ہل مت کیونکہ تجھ پر نبی اور صدیق اور شہید ہیں) اور اس وجہ سے حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اس شخص پر کہ جس نے اس خطا کو غیر اجتہادی خطا تصور کی تھی۔ رد و انکار فرمایا ہے اور شیخ نے جو یہ فرمایا کہ اگرچہ بعض

عوام اصحاب کبارؓ سے احتمال ہے کہ ایسی چیزیں وقوع میں آئی ہوں کہ اگر ان جیسی چیزیں اوروں سے سرزد ہوتیں ان پر طعن وجرح کیا جاسکتا لیکن فرمانبرداری کے طور پر ایک مصلحت کی وجہ سے ہم حکم کئے گئے کہ اصحابؓ کو برا نہ کہیں اور نہ ان کو گالی دیں اور ان پر طعن کرنے سے باز رہیں اور وہ مصلحت یہ ہے کہ ان پر جرح کرنے سے احادیث شریفہ کی روایات جناب رسول مقبولؐ سے منقطع ہو جائیں گی اور روایات کے منقطع ہونے سے دین بگڑ جائے گا۔ یہ سب عبارتیں اس ناقص العقل کی ناقص عقل ناپسند کرتی ہے کیونکہ اصحاب کرامؓ کی باہمی نزاعیں جو مذکور ہوئیں کسی معتبر دلیل سے ثابت نہیں ہوئیں۔ جو بات غیر اصحاب میں جرح اور طعن کا سبب ہو کیوں اصحاب کرامؓ میں طعن اور جرح کی علت نہ ٹھہرائی جائے؟ حدود اور تعزیرات جیسے غیر اصحاب میں جاری ہیں ویسے ہی اصحاب کرامؓ میں جاری ہو چکیں پس یہ کہنا کہ (اصحاب کبارؓ میں سے ایک جماعت کی حدیثیں امت نے اس وجہ سے مانیں اور ان پر عمل کیا کہ اگرچہ ان پر طعن کرنے کے اسباب بھی پائے جاتے تھے مگر کسی مصلحت سے وہ طعن موقوف رکھا گیا) صحیح نہیں بلکہ درحقیقت ان پر طعن کرنے کا سبب نہیں پایا جاتا ہے اور اسی وجہ سے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

خَیْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ الخ	سب زمانوں سے اچھا میرا زمانہ ہے۔

اور حق سبحانہٗ وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ	ہو تم اچھے گروہ نکالے گئے ہو واسطے آدمیوں کے

اور اس پر اجماع ہو چکا ہے۔

اَلصَّحَابَۃُ کُلُّھُمْ عُدُوْلٌ	اصحاب کبارؓ سب کے سب عادل ہیں۔

اور اگر یوں ہی مان لیا جائے کہ حدیث شریف کے رد کرنے کی علت بعض اصحاب کبار میں پائی جاتی ہے اور کسی مصلحت کی وجہ سے ان کی مروجہ حدیثیں رد نہیں کی جاتیں۔ اس صورت میں ان احادیث پر کونسا اعتبار کے لائق نہیں اس کو منقطع نہ کہنا اور اس پر اعتبار کرنا گویا دین محمدی میں پورے طور پر خلل پیدا کرنا ہے جیسا کہ عقلمندوں پر پوشیدہ نہیں پس یہ قرار پایا کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو برائی کے ساتھ یاد نہ کرنا اس وجہ سے کہ وہ بزرگان دین دراصل برائیوں سے پاک وصاف ہیں اور اسی واسطے ان کی شانِ پاک میں یہ حدیث شریف وارد ہوئی ہے۔

اَصْحَابِی کَالنُّجُوْمِ فَبِاَیِّہِمْ اِقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ	میرے اصحابؓ سب کے سب ستاروں کے مانند ہیں پس تم نے جس کی بھی پیروی کی ہدایت نصیب ہوئی۔

نہ یہ کہ باوجود اُن کی برائیوں کے برائی کے ساتھ ان کو یاد نہ کرنے کے لئے ہم حکم کئے گئے کیونکہ محض بُرائی کے ساتھ یاد نہ کرنے کا تو عام حکم ہے کہ ہم کسی مسلمان کو امت محمدی میں سے بُرا نہ کہیں اور سب کی غیبت سے باز رہیں۔

(۶) چھٹی وصیت طریقۂ تعلیم علم میں

طریق تعلیم تجربہ سے ایسا ثابت ہوا ہے کہ پہلے صرف ونحو کے تین تین چار چار مختصر رسالے جیسا ذہن طالب کا ہو پڑھائے بعد اس کے کوئی کتاب تاریخ یا حکمت عملی کی جو عربی زبان میں ہو سکھاوے اور بطریق تتبع ساتھ ساتھ لغت اور مشکل مقاموں سے مطلع کرے جب عربی زبان پر قدرت ہو جائے۔ موطا بروایت یحییٰ بن یحییٰ مصموی پڑھائیں اسے ہرگز

نہ چھوڑیں کہ علم حدیث کی اصل ہے۔ اس کے پڑھنے میں بہت فیض ہے اور ہمیں اس کا سماع مسلسل ہے۔ پھر قرآن عظیم اس طرح پڑھائیں کہ صرف ترجمہ بغیر تفسیر کے مگر جہاں شان نزول باقاعدہ نحو میں مشکل ہو۔ وہاں ٹھہر جائیں اور بحث کریں۔ بعد اس کے تفسیر جلالین بقدر درس پڑھائیں۔ اس طریق میں بہت فیض ہے بعد اس کے ایک وقت کتب حدیث پڑھیں۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم وغیرہ اور کتب فقہ اور عقائد و سلوک۔ دوسرے وقت کتب دانشمندی مثل شرح ملا جامی و قطبی وغیرہ الیٰ ماشاء اللہ اور جو ہو سکے ایک روز مشکوٰۃ شریف اور دوسرے روز شرح طیبی اسی قدر پڑھیں تو بہت نفع ہوگا۔

(۷) ساتویں وصیت ممانعت رسوم عجم و ہندیں

ہم لوگ مسافر ہیں کہ ہمارے آباء ہندوستان میں مسافرانہ آئے، عربی زبان عربی نسب دونوں سے ہم کو فخر ہے کہ ہم سید الاولین والآخرین افضل الانبیاء والمرسلین کے تقرب کا موجب ہیں اس نعمت عظمیٰ کا یہ شکر ہے کہ اول حتی الامکان عرب کے عادات و رسوم ترک نہ کریں اور عجم کی رسم اور ہنود کی عادتیں ہرگز نہ اختیار کریں کہ منشاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے یعنی جب عرب جہاد کے واسطے عجم آئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خوف ہوا کہ خوف ہوا کہ مبادا عرب لوگ عجم کی رسم اختیار کریں اور عرب کے دستور ترک کریں اس لئے آپ نے ان کو نامہ لکھا کہ تہبند باندھو اور چادر اوڑھو اور نعلین پہنو۔ موزے چھوڑ دو اور پاجامہ نہ پہنو، اپنے باپ اسمٰعیل علیہ السلام کا لباس اختیار کرو اور ناز و نعمت و ہیئت عجم سے دور رہو اور دھوپ میں بیٹھا کرو کہ آفتاب عرب کا حمام ہے اور قوم معد کی رسم

اختیار کرو۔ معد قوم اجداد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہیں اور سخت کپڑا پہننا اختیار کرو۔ سخت گزران رہو اور پرانے کپڑے پہننے کی عادت ڈالو اور اونٹوں کو کھاؤ اور گھوڑوں پر اچھل کر سوار ہوا کرو اور تیر اندازی کیا کرو۔

بیوہ کی شادی نہ کرنے کی برائی میں

ہندوؤں کی ایک یہ بھی بری عادت ہے کہ بیوہ کی شادی نہیں کرتے یہ بری عادت عرب میں نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے تھی نہ آپ کے زمانہ میں نہ بعد میں۔ جو شخص اس عادت کو مٹائے خدائے تعالےٰ اس پر رحمت کرے اور اگر اوروں سے نہ چھڑا سکے تو اپنی قوم سے دور کرے نہیں تو اپنے کنبے میں عادت عرب جاری کرے۔ بمجبوری یہ بھی نہ کر سکے تو اس عادت کو بہت برا جانے اور دل سے دشمن ہو کہ نہی منکر کا ادنیٰ درجہ ہے۔

زیادہ مہر باندھنے کی ممانعت میں

اور ہم لوگوں کی ایک یہ بری عادت ہے کہ مہر بڑا باندھتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جن پر ہمارے دین و دنیا کا شرف منتہی ہوتا ہے اہل بیت کا مہر بارہ اوقیہ (ایک اوقیہ چالیس درہم ہوتے ہیں) اور نش (ایک نش کے بیس درہم ہوتے ہیں) مقرر فرمایا جس کے پانچ سو درم ہوئے۔

خوشی میں اسراف کرنے کی ممانعت

اور ہماری ایک بری عادت یہ ہے کہ خوشی میں اسراف بہت کرتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو شادیاں مقرر فرمائی ہیں۔ ایک ولیمہ دوسری عقیقہ۔ یہی دونوں اختیار کرے۔ ان کے سوا اور نہ کرے یا انکو اپنے اوپر لازم نہ سمجھ لے اور اس کا اہتمام نہ کرے۔

غمی میں اسراف کرنے کی ممانعت میں

اور ہم لوگوں کی یہ بری عادت ہے کہ غمی میں اسراف کرتے ہیں۔ سوم ، چہلم ، ششماہی و فاتحہ سالینہ یہ رسم اول عرب میں کبھی نہ تھی مصلحت یہ ہے کہ میت کے وارثوں کی تین دنے روز تک تعزیت کرے اور ایک رات دن ان کو کھانا دے۔ بعد تین دن کے کنبے کی عورتیں جمع ہوں اور میت کے کنبے کی عورتوں کے کپڑوں میں خوشبو لگائیں۔ اگر میت کی بیوی ہے تو عدت کے بعد سوگ ترک کرے۔

عربی زبان اور علم عربی سیکھنے کی فضیلت میں

نیک بخت ہم میں وہ شخص ہے کہ عربی زبان اور صرف و نحو اور کتب ادب سے مناسبت پیدا کرے اور حدیث و قرآن حاصل کرے۔ سوا اس کے کتب فارسی اور بادشاہوں کی تاریخیں اور اصحابؓ کی نزاعیں وغیرہ دیکھنا گمراہی در گمراہی ہے جو اقتضائے زمانے کی رسم سے اُن کو دیکھے بھی تو اتنا ضرور جانے کہ یہ علم دنیا ہے اس سے نفرت کرے اور استغفار و پشیمانی اور ہم کو ضرور ہے کہ حرمین محترمین میں حاضر ہوں اور ان آستانوں پر اپنا منہ ملیں۔ ہماری سعادت اسی میں ہے اور اس سے روگردانی میں شقاوت ہے۔

فقیر محمد ثناء اللہ کہتا ہے کہ مراد اس وصیت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا اقتدا کرنا اور سچی محبت پیدا کرنی ہے اور اس کی بعض باتوں پر عمل نہ کرنے سے جیسے شادی و غمی میں ناحق فضول خرچ کرنا ، ملامت کئے جانے اور گنہگار ہونے کا باعث ہے ، مگر پوشاک جیسے چادر اوڑھنا ، تہبند باندھنا عرب کا مروجہ نعلین پہننا اور ان جیسی چیزیں استعمال میں لانی جو اس زمانے میں انگشت نما ہونے کے ذریعے ہوں معصیت میں داخل نہیں ہیں ، جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انگشت نمائی سے منع فرمایا ہے جیسے یہ حدیث

حَسْبُ امْرَاءٍ مِنْ شَرٍّ اَنْ يُشَارَ اِلَيْهِ بِالْاَصَابِعِ فِيْ دِيْنِهٖ اَوْ دُنْيَاهُ	مرد کے لئے یہ کیا تھوڑی برائی ہے کہ اشارہ کیا جائے اس کی طرف انگلیوں سے اس کے دین یا اس کی دنیا میں۔

پس چاہیے کہ عوام مومنوں کے جیسی پوشاک پہنیں اور حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ جو تہبند، چادر اور نعلین وغیرہ پہننے کے واسطے فرمایا تھا۔ اس زمانے میں سب مومن مسلمانوں کی وہی پوشاک تھی۔ جو امتیاز اور انگشت نما ہونے کی وجہ سے تھی۔ اہل عرب اور اہل عجم نے اپنی اپنی پسند کے مطابق فرق کر لیا۔

(۸) آٹھویں وصیت تبلیغ سلام رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بر روح اللہ علیہ السلام

حدیث شریف میں آیا ہے۔

مَنْ اَدْرَكَ مِنْكُمْ عِيْسٰى ابْنَ مَرْيَمَ فَلْيَقْرَأْ مِنِّي السَّلَامَ	تم میں سے جو کوئی عیسٰی ابن مریم کو پائے تو چاہیے کہ وہ میرا سلام پہنچا دے۔

اس فقیر کو بڑی آرزو ہے کہ اگر حضرت روح اللہ کا زمانہ پائے تو سب سے پہلے سلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پہنچائے۔ اگر مجھ کو وہ زمانہ نصیب نہ ہو تو میری اولاد یا اتباع سے اس زمانے میں جو ہو وہ تبلیغ سلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے بہت آرزو کرے تاکہ لشکر ہائے محمدیہ میں سے ہم ہوں۔ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى۔

نصیحت نامہ

از

شاہ اہل اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

مترجمہ

(محمد ایوب قادری صاحب)

(یعنی شاہ اہل اللہ دہلویؒ کی تالیف "چہارم باب" کا آخری چوتھا باب)

جاننا چاہیے کہ آدمی کو جب تک کہ زندگی گذار رہا ہے۔ انسانی ضروریات مثلاً کھانا پینا، ستر ڈھانپنا، نکاح کرنا اور مکان مہیا کرنا ہمیشہ لازمی ہیں اور ان باتوں میں سے ہر ایک میں افراط و تفریط ہے اور نہ اس افراط کی حد ہے اور نہ اس تفریط کا کنارہ پس یہ لازم ہے کہ اپنے تمام کاموں میں توسط (درمیانی حالت) اختیار کرنی چاہیے کیونکہ "خیر الامور اوسطھا" وارد ہے اور ہر چیز میں اعتدال و درمیانی حالت اشخاص کے مراتب کے لحاظ سے ہوتی ہے بہت سی چیزیں ہیں کہ ایک شخص کے حق میں افراط ہیں اور دوسرے کے حق میں اعتدال بلکہ تفریط۔ پس (اس شخص کے) ہم جنس، ہم قوم، ہم پیشہ اور ہم حرفہ کے احوال و اطوار کو "مقدار توسط" سمجھنا چاہیے اور طلب معاش میں اپنے کو زیادہ مشقت اور محنت میں نہیں ڈالنا چاہیے اور یہ قاعدہ کلیہ اکثر ضروریات کے متعدد جزئیات پر حاوی ہے کہ اس کا منضبط کرنا رسالہ کی طوالت کا سبب ہے۔

(۱) پہلی نصیحت

ہر عمل، ہر فن اور ہر پیشہ جس کو حاصل کرنا اور سیکھنا چاہیں پہلے اسکی ضروریات کو واجب جانیں اگر اس کی تحصیل کے بعد زیادہ وقت ملے تو زیادہ حاصل کریں اور ایسا نہ ہوئے کہ "طلب الکل فوت الکل" ہو جائے مثلاً حاصل کئے جانے والے علوم میں پہلے فقہ، حدیث، تفسیر، عقائد اور طب پڑھیں اس کے بعد استعداد اور وسعت کے مطابق حکمت، فلسفہ اور منطق کی تحصیل کریں اور اسی پر قیاس کرنا چاہیئے۔

(۲) دوسری نصیحت

جب کوئی کام یا مہم پیش آوے تو چاہیے کہ ماہرین سے جو اپنے خیر خواہ ہوویں، صلاح و مشورہ کرنا چاہیے کہ "شاورھم فی الامر" وارد ہے۔ اور مشورہ دینے والے کو چاہیے کہ بے رو رعایا اور بے کم و کاست جو کچھ اچھائی یا برائی اور نفع یا نقصان اس کے متعلق معلوم ہووے وہ ظاہر کر دینا چاہیے کیونکہ "المستشار مؤتمن" وارد ہے اور اگر اس معاملہ میں اپنی اچھائی پاوے تو اختیار کرے ورنہ ترک کر دے اور اس سلسلے میں صلوٰۃ استخارہ بھی بہت مفید ہے کیونکہ حدیث صحیح سے اس کا ثبوت ہے چاہیئے کہ ہر کام سے پہلے تین دن یا سات دن دو۲ رکعت نماز ادا کرے اور سلام کے بعد یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُکَ بِعِلْمِکَ وَاَسْتَقْدِرُکَ بِقُدْرَتِکَ مِنْ فَضْلِکَ الْعَظِیْمِ فَاِنَّکَ تَقْدِرُ	اے میرے اللہ! میں تیرے علم سے طلب خیر کرتا ہوں اور تیری قدرت سے قدرت مانگتا ہوں اور تجھ سے تیرا فضل عظیم چاہتا ہوں اس لئے کہ تو قدرت رکھتا ہے

وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ
وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ۝ اَللّٰهُمَّ
اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ
خَيْرٌ لِّيْ فِيْ دِيْنِيْ وَمَعَاشِيْ وَ
عَاقِبَةِ اَمْرِيْ وَعَاجِلِهٖ وَاٰجِلِهٖ
فَاقْدِرْهُ لِيْ وَيَسِّرْهُ لِيْ ثُمَّ بَارِكْ
لِيْ فِيْهِ

اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ
شَرٌّ لِّيْ فِيْ دِيْنِيْ وَمَعَاشِيْ وَ
عَاقِبَةِ اَمْرِيْ وَعَاجِلِهٖ وَاٰجِلِهٖ
فَاصْرِفْهُ عَنِّيْ وَاصْرِفْنِيْ عَنْهُ وَ
قَدِّرْ لِيَ الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ ثُمَّ
رَضِّنِيْ بِهٖ

میں قدرت نہیں رکھتا۔ تو جانتا ہے
میں نہیں جانتا اور تو پوشیدہ باتوں
کا جاننے والا ہے۔ اے میرے اللہ!
اگر تو جانتا ہے کہ یہ بات میرے دین
میری زندگی میرے اس کام کے فوری
اور مستقل نتائج میرے لئے بہتر ہے
تو اس کو میرے لئے مقدر کر دے
اور آسان فرما دے پھر اس میں میرے
لئے برکت عطا فرما۔

اے میرے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ یہ
بات میرے دین۔ میری (دنیا کی) زندگی
اور اس کے فوری اور مستقل نتائج میرے
لئے مفید نہیں ہیں تو اس کام کو مجھ سے
لوٹا دے اور مجھے (میرے دل کو) اس
سے لوٹا دے اور میرے لئے بھلائی کو
مقدر فرما جہاں بھی ہو پھر اس پر
راضی کر دے۔

"ھٰذا الامر" کی بجائے اس کام کا نام لے پس جو کچھ اس کے حق میں بہتر ہووے اور
وہ ظاہر ہووے ورنہ ختم ہو جائے۔ یہ نماز مجربات میں سے ہے۔

(۳) تیسری نصیحت

دو چیزیں ایسی ہیں ان کو ترک نہ کرنا چاہیے خواہ مشکل ہو یا آسانی اور

چاہے سہولت ہو یا دشواری، اول تدبیر اور دوم استقلال۔

(۴) چوتھی نصیحت

زندگی چند روزہ ہے جاننا چاہیے کہ (یہ دنیا) چھوٹ جائے گی اور چھوڑ دینی پڑے گی۔ دنیا کے لئے کسی سے عداوت یا دشمنی نہیں کرنی چاہیے اور نہ کسی کا عیب نکالیں اور نہ کسی کو برا کہیں اور نہ کسی خاص فرقہ کی برائیوں کو علانیہ بیان کریں اور جہاں تک ہو سکے کسی سے حسد نہ کریں اور بلا وجہ جھوٹ نہ بولیں اور ایک کی بری بات دوسرے تک نہ پہنچائیں اور جہاں تک ہو سکے بخل اور کم ہمتی سے پرہیز کریں اور جو کچھ اللہ تعالےٰ کی رضا ہے اس پر راضی رہیں اپنے کو بزرگ اور بڑا نہ سمجھیں اور دل میں غرور اور گھمنڈ کو جگہ نہ دیں اور دنیا کی بہتری میں کوشش کریں اور کسی کے درمیان جھگڑا اور فساد نہ ڈالیں، حلال روزی، راست گوئی اور شرع پر مستقیم رہنے میں کوشش کریں کیونکہ جملہ طاعات کی سردار اور تمام عبادات کی سرگروہ (یہ چیزیں) ہیں اپنے اور بیگانہ کے حق میں کلمۂ خیر کہنے سے باز نہ رہیں امر معروف اور نہی منکر میں پوری کوشش کریں اور (اگر ایسا) نہ کر سکیں تو دل سے (خلاف شرع امور کو) برا سمجھیں اور خود ان باتوں کا ارتکاب نہ کریں۔

(۵) پانچویں نصیحت

عقل و دانائی اور فہم و فراست اگرچہ فطری چیز ہے لیکن تجربہ کی زیادتی، عقلمندوں کی صحبت علوم عقلیہ کی تحصیل اور قصص و نصائح کے سننے سے بڑھتی ہے پس چاہیے کہ ایسی کوشش کریں کہ ہر روز اپنے قوائے عقلیہ کو مضبوط کرتے رہیں اور محنت اور فکر کرکے اپنے کو عقلمند بنائیں اور خود کو احمقوں کے زمرے میں نہ چھوڑیں۔

(۶) چھٹی نصیحت

چاہیئے کہ تمام عادات و اطوار میں شرفاء و صلحاء کی جماعت کی طرح رہیں اور اجلاف کے عادات و صحبت سے محترز رہیں۔

(۷) ساتویں نصیحت

چاہیے کہ دنیا کے کسی کام میں بھی جلدی نہ کریں اور بغیر مشورہ و تدبیر کے کوئی کام نہ کریں۔

(۸) آٹھویں نصیحت

خود کو معطل اور بیکار نہ رکھیں۔ عقبیٰ کا کام سنبھالیں اور اگر ایسا نہ ہو سکے تو دنیا کے کام کو خراب نہ کریں۔

(۹) نویں نصیحت

صبح سویرے سونے سے بیدار ہو جائیں۔ نماز ادا کریں اور آفتاب کے طلوع ہونے تک اپنے مصلّے پر بیٹھے رہیں اور تسبیح و تہلیل و تکبیر میں مشغول رہیں اور مغفرت چاہیں اور قرآن شریف کی تلاوت کریں اور اپنے جان و مال کی حفاظت کی آیات اور دعائیں پڑھ کر دم کریں اور اس سلسلے میں سب سے تینتیس آیتیں ہیں۔ اگر نہ پڑھ سکیں سورۂ فاتحہ، آیۃ الکرسی اور چاروں قل پر اکتفا کریں اور دُعاؤں میں،

بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمِ

(آغاز کرتا ہوں) اس اللہ کے نام کے نام کے ساتھ جس کے نام کے ساتھ زمین و آسمان کی کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی اور وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

کا تین بار پڑھنا بہت اچھا ہے کیونکہ اس کی فضیلت میں صحیح حدیث وارد ہے اور جب شام ہو جائے تو بچوں کو گھر میں لاویں اور (ان کو) آنگن میں نہ نکلنے دیں۔ جب رات ہو جائے تو گھر کے دروازے کو تالا یا زنجیر لگا لیں اور آیت اور دعاؤں کو دم کریں، چراغ گل کر دیں اور آگ بجھا دیں برتنوں کو ڈھک دیں اور ہتھیار اور لاٹھی اپنے پاس رکھیں۔ اگر ہو سکے تو خوف کے موقعہ پر لوگوں کو چوکیداری کے لیے مقرر کر دیں، اپنے آپ محفوظ جگہ میں رہیں اور غفلت کے ساتھ نہ سوئیں۔

(۱۰) دسویں نصیحت

جب دونوں طرح (کرنے اور نہ کرنے میں) مشقت اور مصیبت پیش آئے جو طریقہ بھی سمجھیں اس سے کنارہ کشی کریں اور اگر ایسا نہ کر سکیں تو جو آسان ترین پہلو ہو اس کو اختیار کریں۔

مَنِ ابْتُلِیَ بِبَلِیَّتَیْنِ فَلْیَخْتَرْ اَھْوَنَھُمَا	جو شخص دو بلاؤں میں گرفتار ہو جائے تو چاہئے کہ ان میں سے کم تر کو اختیار کرے۔

(۱۱) گیارہویں نصیحت

زندگی کے زمانے اور اپنی تندرستی کو غنیمت سمجھیں اور بغیر سخت ضرورت کے ہلاکت میں نہ پڑیں اور اگر مریض ہو دیں تو طبیب حاذق کے پاس جائیں اور تمام اختیار اس کے ہاتھ میں دے دیں اور تدبیر دوا اور غذا میں (طبیب کی) مخالفت نہ کریں اور جب تک اس سے فاحش غلطی ظاہر نہ ہو اس وقت تک دوسرا طبیب نہ اختیار کریں۔

(۱۲) بارہویں نصیحت

بغیر سخت ضرورت کے سفر نہ کریں اور جب سفر کو جائیں تو اچھے دن یا اچھی گھڑی میں روانہ ہوں اور محفوظ راستہ مقرر کریں۔ ساتھیوں کے اجتماع، راہبر اور جنگی ہتھیاروں میں کوشش کریں اور راستے کے امن پر اعتماد نہ کریں اور ضروری سامان مثلاً چھری، قینچی، بیلچہ، کستی، تبر، سوئی اور دھاگہ اور اسی طرح کی دوسری چیزیں اپنے ساتھ رکھیں جب قافلہ اور راہبر کوچ کرے تو خود درمیان میں رہیں اور جب منزل پر اتریں تو اس کے ہمراہ رہیں اور بلاوجہ جدا اور تنہا نہ رہیں، رات کے وقت گھر سے زیادہ سفر میں احتیاط کریں اور اگر ہو سکے تو بعض ضروری دوائیاں ہمراہ رکھیں کہ اکثر ان کی ضرورت پڑتی ہے اور اپنے جانور پر اتنا بوجھ نہ لادیں کہ وہ اس کے اٹھانے سے پریشان ہو جائے اور اپنے توشے کی حفاظت کریں اور اگر ہو سکے تو سفر کے دنوں سے زیادہ توشہ لیویں شاید سفر دراز ہو جائے یا راستے میں ٹھہرنے کا اتفاق ہو جائے۔

(۱۳) تیرہویں نصیحت

جو کام بھی مدِ نظر ہو پہلے اس کے انجام پر غور کریں اور اسکی ضروریات کو تفصیل سے ذہن میں رکھیں اور ضرورت سے پہلے مہیّا کریں۔

(۱۴) چودہویں نصیحت

صنعت اور پیشے میں جو اچھے اور بہتر ہوں وہ اختیار کریں چاہیے (ان کے) محتاج نہ ہوں، کسی اچھے پیشے اور مناسب صنعت سیکھنے سے عار نہ کریں۔

(۱۵) پندرہویں نصیحت

اس بات میں سعی بلیغ اور پوری کوشش کرنی چاہیئے کہ ضروری

فنون وعلوم حاصل ہو جائیں اور ہر اس امر میں جس کا وقوع زیادہ ہو تجربہ اور آگاہی حاصل کرنی چاہیے۔

(۱۶) سولھویں نصیحت

مجلسی علوم مثلاً خط، انشاء، شعر وشاعری، قصے، لطائف غریبہ، صناعات عجیبہ، صفائی تقریر، قدرت تحریر اور علم حساب اچھی طرح سیکھیں۔

(۱۷) سترھویں نصیحت

گفت وشنید اور نشست و برخاست کے آداب کی رعایت ہر جگہ اور ہر مقام پر ضروری اور لازمی ہے خصوصاً مجالس عامہ میں ان امور کی رعایت رکھنے میں بہت کوشش کریں اور خاص احتیاط رکھیں کہ کسی شخص سے کوئی بے جا بات اور لغو حرکت سرزد نہ ہو اور اہل مجلس کی مخالفت کسی امر میں مناسب نہیں ہے اور وہاں کے صدر مجلس کی رعایت کو بہت ضروری سمجھیں اور اگر خود صدر مجلس ہوں تو ہر شخص کے مرتبہ کے موافق اس کی تعظیم و تکریم کا خیال رکھیں اور برملا نہ کوئی ایسی بات کہیں اور نہ ایسا کوئی کام کریں جو کسی بھی چھوٹے بڑے کو ناگوار ہو۔

(۱۸) اٹھارہویں نصیحت

خوشی، غمی اور غصہ میں کوئی ایسا کام نہ کریں کہ دوبارہ اس کی وجہ سے ندامت ہو اور غضب کے وقت اپنی طبیعت کو سنبھالیں اور کوئی ایسی سخت بات نہ کہیں کہ اگر باہم موافقت ہو جائے تو اس کی وجہ سے شرمندگی ہو۔

(۱۹) انیسویں نصیحت

لعنت کرنے اور گالی بکنے کی ہرگز عادت نہ ڈالیں اگر کسی بھی شرعی یا عرفی برائی کی عادت ہو جائے تو کوشش کر کے اس کو چھوڑیں۔

(۲۰) بیسویں نصیحت

صفات محمودہ میں سے خاص خاص، بردباری، علم، سخاوت، شجاعت، پاک دامنی، عفو، حسن، خلق اور حیا ہیں۔ چاہیے کہ ان کے حاصل کرنے اور ان میں کمال پیدا کرنے میں کوشش کریں اگر یہ صفات موجود نہ ہوں تو کوشش سے پیدا کریں کیونکہ ہر کام میں کوشش اور حاصل کرنے کو بڑا دخل ہے اور اگر یہ چیزیں عادت میں داخل نہ ہوں تو ان میں مداومت اور ہمیشگی کو دخل دیں کہ یہ عادت بن جائے۔

(۲۱) اکیسویں نصیحت

علماء اور اتقیاء کی صحبت کو نہ چھوڑیں اور غنیمت سمجھیں (صحبت) اکسیر اعظم اور کبریت احمر کا حکم رکھتی ہے اور ہر آدمی اپنے ہم نشیں کی عادات پیدا کرتا ہے۔

(۲۲) بائیسویں نصیحت

مریض کی عیادت اور مصیبت زدہ کی تعزیت کرنا اچھی عادت اور نیک اخلاق (کی بات) ہے (اور یہ بات) اجر کا موجب اور ثواب کا باعث ہے۔

(۲۳) تیئیسویں نصیحت

ہر نعمت اور خوشی کے بعد "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ" کہیں اور ہر مشقت اور مصیبت کے بعد "اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ" کہیں اور اسکے بعد کہیں "اَللّٰھُمَّ اٰجِرْنِیْ فِیْ مُصِیْبَتِیْ وَاخْلُفْنِیْ خَیْرًا مِّنْھَا"

(۲۴) چوبیسویں نصیحت

ہر عمل اور فعل جیسے کھانا، پینا، کھڑا ہونا، بیٹھنا، ملنا اور علیحدہ ہونا وغیرہ کے آداب پورے طور سے بجالائیں جو آداب کی کتابوں میں مرقوم ہیں۔

(۲۵) پچیسویں نصیحت

جہاں تک ہو سکے دولت کی کثرت میں اور مفلسی کی شدت میں اپنے قدیم اخلاق کو نہ چھوڑیں اور اپنی دولت پر زیادہ نہ اترائیں اور اپنی غربت اور مفلسی سے بھی نہ روئیں کیونکہ آسمان گردش میں اور دنیا دوڑ میں ہے۔

زرنج و راحت گیتی مرنجان دل مشو خرم
کہ آئین جہاں گاہے چنیں گاہے چناں باشد

(۲۶) چھبیسویں نصیحت

اپنی زندگی کے دنوں کو غنیمت جانتے ہوئے "دنیا کو آخرت کی کھیتی" سمجھیں دل کو نیک کاموں پر آمادہ رکھیں۔ جب موت کے قریب پہنچیں تو اپنے کو استغفار اور اعمال و اشغال میں بکثرت مشغول رکھیں اور اپنے اہل و عیال کو نیک کام، صبر اور استقامت کی وصیت کریں اور خدا تعالیٰ کا فضل شامل حال ہووے تو اپنی جان کو کلمہ "لا الٰہ الا اللہ" کہتے ہوئے (خدا کے) سپرد کریں۔

اکبر آبادی مسجد

(سکونت گاہ حضرت شاہ عبدالقادر دہلویؒ)

حضرت شاہ عبدالقادر صاحبؒ کی ایک صاحبزادی تھیں۔ کل جائداد زندگی ہی میں ان ہی صاحبزادی اور دوسرے بھائیوں پر تقسیم فرما کر اکبر آبادی مسجد کی ایک سہ دری میں اپنی زندگی بسر کر دی۔ اکبر آبادی مسجد کے بارے میں مولوی بشیر احمد رقم طراز ہیں کہ:۔

"یہ مسجد فیض بنیاد اعز النساء بیگم محل شاہجہاں بادشاہ نے ۱۰۶۰ھ مطابق ۲۴ جلوس میں بنائی ہے۔ ان بیگم کا خطاب اکبر آبادی محل تھا۔ اسی سبب سے یہ مسجد بھی اکبر آبادی محل تھا۔ اسی سبب سے یہ مسجد بھی اکبر آبادی مشہور ہوگئی۔ اس مسجد کے تین گنبد اور سات در ہیں۔ مسجد کی عمارت ۴۳ گز طول میں اور سترہ گز عرض میں نری سنگ سرخ کی اور اس کا پیش طاق سنگ مرمر کا اور اس کے آگے ایک چبوترہ ۴۳ گز طول ۷۵ گز عرض اور تین گز اونچا اس پر سنگ سرخ کا کٹہرا لگا ہوا ہے اور اس کے آگے ایک حوض ۱۲ × ۱۲ گز کا چشمہ آفتاب و ماہتاب پر شرف لے جاتا ہے اور نہر کا پانی اس میں آتا ہے اس کے گرد حجرے بنے ہوئے ہیں ۴۴ × ۱۵ × ۱۰ اگز اور ہر حجرے کے آگے ایک ایوان ہے۔ اور اس کے سامنے سرتا سر چار گز عرض کا چبوترہ اور اس مسجد کے دو مینار بلند منجملہ ان کے شمالی مینار بجلی کے صدمے سے ٹوٹ گئی ہے۔"

حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی رحمۃ اللہ علیہ یہ عبارت نقل کر کے اس پر

اس طرح تبصرہ فرماتے ہیں کہ :-

معلوم نہیں مولوی بشیر مرحوم نے یہ عبارت کس کتاب سے نقل کی ہے اس لئے کہ خود مولوی بشیر مرحوم کے زمانہ میں اس مسجد کا جو حال ہے اس کے متعلق وہی رقمطراز ہیں۔

"فیض بازار ہی میں یہ مسجد تھی جو غدر کے بعد ڈھایا ڈھوئی کی نذر ہوئی"

اس کے آگے تحریر فرماتے ہیں کہ :-

"محل وقوع اس (اکبر آبادی مسجد) کا موجودہ ایڈورڈ پارک ہے"

آگے مزید تحریر فرماتے ہیں کہ :-

"جس وقت اس کے لئے زمین ہموار کی جانے لگی تو مسجد کا چبوترہ اور بنیادیں جوں کی توں مثلِ گنجِ نہاں کے زمین میں مدفون تھیں ویسے ہی ڈھک دی گئی اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خانۂ خدا اور یہ بے نظیر عمارت نظروں سے پوشیدہ ہو گئی۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

مدرسہ

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ

(دہلی)

مولوی بشیر احمد مرحوم اپنی کتاب "دارالحکومت دہلی" میں لکھتے ہیں:

"جب شاہ (ولی اللہ) صاحب کے صاحبزادوں میں کوئی نہ رہا تو مولانا محمد اسحٰق صاحب نے مدرسہ کی خدمت اپنے ذمہ لی۔ ۱۲۵۶ھ میں آپ نے (حجاز) ہجرت کی تو مولانا مخصوص اللہ صاحب اور مولانا موسیٰ صاحب خلف مولانا شاہ رفیع الدین صاحبؒ اس کی نگرانی فرمانے لگے۔ ان حضرات نے بھی ۱۸۵۶ء میں انتقال فرمایا۔ تو صرف مولانا محمد موسیٰ کے ایک صاحبزادے میاں عبدالسلام صاحب بہت صغر سن رہے اور ایک صاحبزادی رہ گئیں خاندان بھر میں کوئی ایسا نہ تھا جو عبدالسلام صاحب کو لکھاتا پڑھاتا غرض یہ سلسلہ جو کئی پشت سے اس خاندان میں جاری تھا بند ہو گیا۔ غدر (جنگ آزادی ۱۸۵۷ء) میں مکانات لوٹ لئے گئے۔ کڑی، تختے تک اٹھائے گئے "خانۂ خالی را دیو می گیرد" ایک شریف گردی تھی کہ الٰہی توبہ، جس کی لاٹھی اس کی بھینس، جس کا جس پر قابو چلا قابض ہو گیا۔ اب متفرق لوگوں کے مکان اس جگہ بن گئے ہیں مگر محلہ شاہ عبدالعزیز کے مدرسہ کے نام سے آج (۱۹۴۷ء سے قبل) تک پکارا جاتا ہے۔ اس خاندان میں سوائے ایک آدھ خاتون عصمت کے اور کوئی نام لیوا اور پانی دیوا نہ رہا۔"

مولوی بشیر مرحوم نے ایک دوسری جگہ یہ درج کیا ہے کہ:-

"شاہ عبدالعزیز صاحبؒ اپنی زندگی میں اپنے نواسوں مولانا محمد اسحٰق اور جناب مولانا محمد یعقوب کو جو مکان بنوا کر دیئے تھے اور شاہ اسحٰق صاحبؒ نے ان میں کچھ دن درس دیا تھا۔ اب اس مدرسہ میں چھوٹے چھوٹے مکانات بن گئے ہیں۔ چوہان کسان وغیرہ غریب لوگ رہتے ہیں۔ یہیں ایک چھوٹی سی مسجد آپ ہی کے نام سے مشہور ہے جس میں آپ نماز پڑھتے تھے۔ اب چونکہ یہ کل جائداد رائے بہادر لالہ شیو پرشاد صاحب کی ہے۔ اور اس گلی پر مدرسہ رائے بہادر لالہ رام کشن داس کا تختہ لگا دیا گیا ہے۔"

مولانا مناظر احسن گیلانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں :۔

"لیکن خدا کی وہ بات کہ اللہ کی راہ میں مرنے والے مرتے نہیں۔ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ۔

اب بھی پوری ہو رہی ہے شمال سے جنوب تک آج ہندوستان (ہندوپاک) میں حدیث اور دار الحدیث کا جو چرچا پھیلا ہوا ہے کوئی شبہ نہیں کہ ان ہی چند عشق بازوں کا نتیجہ ہے۔ ونعم ما قیل ؎

از صدائے سخن عشق ندیدم خوش تر
یادگارے کہ دریں گنبد دوار بماند

toobaa-elibrary.blogspot.com

کتابیات

۱۔ سیرت شاہ ولی اللہؒ مولانا عبد الصمد صارم مطبوعہ ایم ثناء اللہ خاں ریلوے روڈ لاہور سنہ ۱۹۶۱ء

۲۔ سوانح شاہ عبد العزیزؒ " " " " " سنہ ۱۳۷۰ھ

۳۔ ارواح ثلاثہ مولانا اشرف علی تھانویؒ کتب خانہ اشاعت علوم سہارنپور

۴۔ قصص الاکابر " " اشرف المواعظ سنہ ۱۳۸۶ھ

۵۔ ملفوظات حسن العزیز " (حصہ اول تا چہارم)

۶۔ امثال عبرت (اول، دوم) "

۷۔ مزید المجید "

۸۔ ملفوظات خیرت (حصہ سوم) "

۹۔ اشرف العلوم " "

۱۰۔ افاضات الیومیہ (حصہ اول، دوم، سوم)

۱۱۔ ملفوظات ہفت اختر مولانا اشرف علی تھانوی

۱۲۔ آداب المصاب " "

۱۳۔ صراط الصراط " "

۱۴۔ شاہ ولی اللہ مظہر انصاری دہلوی

۱۵۔ ماہنامہ الفرقان لکھنؤ

۱۶۔ مجموعہ حالات، کرامات و ارشادات عزیزی مرتبہ مولوی ظہیر الدین سید احمد ولی اللہی مرحوم مطبوعہ مجتبائی واقع دہلی سنہ ۱۳۴۹ھ

۱۷۔ مقدمہ انوار الباری شرح اردو صحیح البخاری (حصہ اول ودوم) — مولانا سید احمد رضا بجنوری — مکتبہ ناشر العلوم بجنور

۱۸۔ تذکرہ علمائے ہند — تالیف مولوی رحمان علی، مرتبہ ومترجمہ محمد ایوب قادری — پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کراچی ۱۹۶۱ء

۱۹۔ حیات ولی — محمد رحیم بخش دہلوی — افضل المطابع دہلی حویلی اعظم خاں شوال ۱۳۱۹ھ

۲۰۔ شاہ عبدالعزیز اور انکی تعلیمات

۲۱۔ ماہنامہ الولی — حیدرآباد سندھ

۲۲۔ شاہ اسمٰعیل شہید اور معاندین اہل بدعت کے الزامات۔ مولانا منظور نعمانی مدظلہ

۲۳۔ تراجم علمائے حدیث ہند۔ امام خان نوشہروی

۲۴۔ شاہ جی کے علمی وتقریری جواہر پارے مرتبہ۔ اعجاز احمد خاں سنگھانوی

۲۵۔ ابجد العلوم — للنواب صدیق حسن خاں مرحوم

۲۶۔ اتحاف النبلاء المتقین باحیاء ماثر الفقہاء المحدثین۔ 〃 〃

۲۷۔ تذکرہ مولانا ابوالکلام آزاد

۲۸۔ معارف اعظم گڑھ

۲۹۔ تذکرہ کاملان رام پور

۳۰۔ حیات طیبہ — مرزا حیرت دہلوی

۳۱۔ جامع التفاسیر — نواب قطب الدین خاں

۳۲۔ بذل المجہود (شرح ابی داؤد) حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری

۳۳۔ کلمۃ الحق — مولانا اشرف علی تھانوی

۳۴۔ "امداد فی ماثر الاجداد" حضرت شاہ ولی اللہؒ

۳۵۔ انوار الصفا — محمد خصلت حسین صابری

۳۶۔ حدائق الحنفیہ

۳۷۔ ملفوظات مولٰنا شاہ عبدالعزیز (اردو)

۳۸۔ دہلی اور اس کے اطراف مولٰنا عبدالحیٔ

۳۹۔ علمائے ہند کا شاندار ماضی (جلد دوم) مولانا محمد میاں

۴۰۔ نزہتہ الخواطر (جلد ششم، ہفتم)

۴۱۔ رودِ کوثر شیخ محمد اکرام

۴۲۔ انفاس العارفین (شاہ ولی اللہ دہلویؒ)

۴۳۔ الجزء اللطیف فی ترجمۃ العبد الضعیف (از شاہ ولی اللہ دہلوی)

۴۴۔ آثار الصنادید سر سید احمد خاں

۴۵۔ تراجم الفضلاء

۴۶۔ الیانع الجنی من اسانید شیخ عبدالغنی محمد محسن ترہتی

۴۷۔ تذکرہ شاہ ولی اللہ دہلوی مولٰنا مناظر احسن گیلانیؒ

۴۸۔ انفاس العارفین شاہ ولی اللہ دہلویؒ

۴۹۔ واقعات دارالحکومت دہلی حصہ دوم

۵۰۔ یادگار دہلی

۵۱۔ تاریخ نظم و نثر اردو آغا محمد باقر

۵۲۔ الدر المنظوم ترجمہ ملفوظ المخدوم مطبوعہ دہلی ۱۳۰۹ھ

۵۳۔ جدید ملفوظات ضبط کردہ مولانا محمد نبیہ صاحبؒ واصل ٹانڈوی۔

۵۴۔ برصغیر میں مسلم قومیت کے تصور کا ارتقاء محمد الیاس فارانی ایم۔اے

۵۵۔ تجلیات رحمانی قاری سعید الرحمٰن

۵۶۔ داستان تاریخ اردو حامد حسن قادری

٥٧۔ علمائے حق — مرتبہ مولانا سید محمد میاں۔ کتب خانہ فخریہ مراد آباد
٥٨۔ آئینۂ صداقت — مولانا فیروز الدین روحی۔ مطبوعہ کراچی
٥٩۔ مجالس المومنین۔ محمد عطاء اللہ خاں عطاؔ
٦٠۔ راہ سنت — از مولانا سرفراز خاں صاحب صفدر
٦١۔ مسلمانوں کے سیاسی افکار — پروفیسر رشید احمد
٦٢۔ حیات باقی۔ سید رشید احمد ارشد ایم۔ اے

حکایات الاسلاف عن روایات الاخلاف

یعنی

بزرگوں کی سچی اور دلچسپ حکایات

از اعجاز احمد خاں سنگھانوی (ایم۔ اے)

اصلاح احوال و اعمال کے لئے بزرگوں کی حکایات تریاق کا اثر رکھتی ہیں علمائے سلف نے اسی مصلحت کے پیش نظر بزرگان دین کی حکایات کو مدون کیا جن کا بہت اچھا اثر ہوا۔ علمائے دیوبند اور اکابر دیوبند کا طبقہ بھی علم و عمل کا جامع اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا علمبردار رہے ان کی حکایات میں ایثار و قربانی، شب بیداری و عبادت گذاری، نیکی و شرافت، امانت و دیانت، بہادری و جوانمردی، نیکی و اطاعت اور احسان و سلوک کا درس ملتا ہے۔

تقریباً چار سو صفحات کی عظیم کتاب بڑے سائز میں زیر طبع ہے۔

قیمت۔ چوبیس ۲۴ روپے